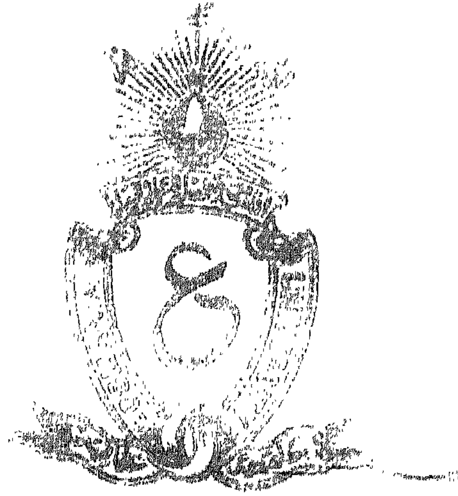


تاریخ اسلام

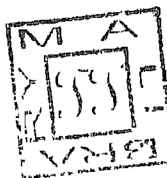
جلد دوم

نمبر (د) سلسلۂ مطبوعات سررشتۂ علمیہ جامعۂ عثمانیہ

تاریخ اسلام

جلد دوم

از عہد حضرت عثمانؓ ذی النورین تا عہد حضرت حسن مجتبیٰؓ



تالیف

مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی

سنہ ۱۳۴۵ھ م سنہ ۱۳۳۶ف م سنہ ۱۹۲۶ء

از دارالطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

تاریخ اسلام جلد دوم

باب پنجم

عہد خلافت عثمانی

پہلی فصل

حضرت عثمانؓ کی جانشینی اور آپ کے عہد کے ابتدائی اقدامات

دوسری فصل

(۱۴)

تیسری فصل

صفحہ ۵۴۵ تا ۵۵۱

مختلف واقعات عہد عثمانی آغاز مخالفت تک

چوتھی فصل

صفحہ ۵۵۲ تا ۵۶۵

یزدجرد کا مارا جانا اور ابن عامر کے کارنامے

پانچویں فصل

صفحہ ۱۶۶ تا ۱۸۷

دیگر فتوحات اسلام اور حضرت عثمان رضؓ کے مخالفین

چھٹی فصل

خلافت عثمانی کے آخری پر شورش ایام

ساتویں فصل

بلوائیوں کی شورش

آٹھویں فصل

صفحہ ۶۰۴ تا ۶۲۱

حضرت عثمانؓ کی شہادت

نویں فصل

صفحہ ۶۲۲ تا ۶۳۲

حضرت عثمانؓ کے حالات زندگی پر ایک عام نظر

باب ششم

خلافت علی مرتضیٰؓ

پہلی فصل

صفحہ ۶۳۳ تا ۶۴۷

حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت

دوسری فصل

صفحہ ۶۴۸ تا ۶۶۴

بصرے پر حضرت عائشہؓ کا تسلط

تیسری فصل

صفحہ ۶۶۵ تا ۶۸۱

مدینے سے حضرت علیؓ کی روانگی ، ذی قار پر قبضہ اور لڑائی سے قبل کے واقعات

چوتھی فصل

صفحہ ۱۸۲ تا ۱۹۹

قتال جنگ جمل اور طلحہؓ و زبیرؓ کو شکست

پانچویں فصل

صفحہ ۹۵ تا ۱۲۱

جنگ جمل کا اختتام و انجام

چھٹی فصل

صفحہ ۱۳ تا ۲۸

جنگ جمل اور جنگ صفین کے درمیان کا زمانہ

ساتویں فصل

صفحہ ۲۹ تا ۴۳

جنگ صفین کے ابتدائی معرکے

آٹھویں فصل

صفحہ ۱۴۴ تا ۱۶۷

صفین کا قیامت خیز معرکہ

نویں فصل

صفحہ ۱۶۷ تا ۱۷۷

جنگ صفین کا انجام

دسویں فصل

صفحہ ۸۷۷ تا ۹۵۷

پنچائت کا فیصلہ اور خوارج کا ہنگامہ

گیارہویں فصل

صفحہ ۹۶ تا ۱۰۸

شام پر چڑھائی کرنے کی کوشش اور خوارج نہروان کا استیصال

بارہویں فصل

صفحہ ۱۰۹ تا ۱۲۵

محمد بن ابی بکرؓ کا مصر میں مارا جانا اور بصرہ میں ابن حضرمی کا ہنگامہ

تیرھویں فصل

صفحہ ۴۲۶ تا ۴۴۱

خریت اور خوارج سے لڑائیاں، حضرت معاویہؓ کے حملے حضرت علیؓ کی قلمرو پر

پندرہویں فصل

صفحہ ۸۶۳ تا ۸۷۶

حضرت علیؓ کے حالات اور خصائل و فضائل

باب ہفتم

خلافت حضرت حسنؓ بن علی رضی اللہ عنہ

پہلی فصل

صفحہ ۷۷۸ تا ۹۰۸

مسند امامت پر جانشینی اور آپ کا خلافت سے دست بردار ہونا

دوسری فصل

صفحہ ۱۹۰ تا ۴۹۰

زیاد کا بنی امیہ میں شامل ہونا اور خوارج کے بعض ہنگامے

تیسری فصل

صفحہ ۹۰۵ تا ۹۱۸

خوارج کی ایک سخت شورش کا استیصال

چوتھی فصل

صفحہ ۹۱۹ تا ۹۲۹

حضرت حسنؓ کی مبارک زندگی کا آخری زمانہ

پانچویں فصل

صفحہ ۹۳۰ تا ۹۴۲

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مبارک زندگی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

عہدِ خلافتِ عثمانی

پہلی فصل

حضرت عثمان کی جانشینی اور آپ کے عہد کے ابتدائی واقعات

مجلس شوریٰ کا اجلاس۔ ہر رکن دعویدار خلافت ہے۔ عبدالرحمن بن عوف کا تدبر۔ سب کی اپنے دعووں سے دست برداری۔ حضرت علیؓ کا ارشاد۔ حضرت علیؓ کا ووٹ حضرت عثمانؓ کو۔ اور حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؓ کو۔ حضرت علی سعد کو اپنے موافق کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی عام رائے معلوم کرنے میں حضرت عبدالرحمن کی کوشش۔ مشورہ کا پہلا دن۔ حضرت عبدالرحمن کی دست برداری اور اس کی وجہ۔ حضرت عثمانؓ و علیؓ سے عبدالرحمن کی پوشیدہ گفتگو۔ مسلمانوں کے مجمع عام سے مشورہ۔ حضرت عمار و مقداد کا مشورہ۔ عبداللہ بن ابی سرح اور عبداللہ بن ربیعہ کا مشورہ۔ بنی ہاشم و بنی امیہ کا اختلاف۔ عبدالرحمن بن عوف کی آخری کارروائی۔ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت۔ حضرت علی کی ناامیدی و شکایت۔ مقداد اور عبدالرحمن کی گفتگو۔ مقداد و بعد میں حضرت علی کے طرفدار رہے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد۔ حضرت عثمانؓ کے انتخاب کا اصلی سبب۔ حضرت طلحہ نے بھی بیعت کر لی۔ مغیرہ کے قول پر عبدالرحمن کی برہمی۔ اجلاس انتخاب میں اہل شوریٰ کے خطبے۔ بیعت کا وقت۔ حضرت عثمانؓ کا پہلا کام۔ حضرت عثمانؓ کا خطبہ اور عام بیعت۔ عبیداللہ بن عمر کا مجنونانہ جوش انتقام۔ حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش۔ حضرت علیؓ کا فتویٰ اور حضرت عثمانؓ کا فیصلہ۔ زیاد بن لبید شاعر کی بے اعتدالیاں اور سزا۔ قتل ہرمزان کا واقعہ اس کے بیٹے کی زبانی۔ اس واقعہ کی تنقید۔

حضرت عمرؓ کے آخر عہد کے والیان ملک۔ قاضیوں کا تقرر۔ مغیرہ کی معزولی اور سعد کا تقرر بار ثانی۔ بغاوت اہل اسکندریہ اور اس کی سرکوبی۔ ابن عاص کی عدالت گستری اور فیاضی۔ فصیل اسکندریہ کا انہدام۔ الجزیرہ کی شورش اور اس کی اصلاح۔ سعد کی معزولی اور ولید کا تقرر۔ اس تغیر کا باعث۔ سعد اور ابن مسعود میں نزاع۔ اہل کوفہ میں پہلا تفرقہ۔ بغاوت آذربائیجان اور اس کی سزا۔ فتح آرمینیہ۔ لشکر عراق مسلمانان شام کی کمک پر۔ آرمینیہ پر شام سے حملہ۔ رومیوں کا زبردست حملہ۔ ایک بہادر خاتون عرب۔ حبیب کے کارنامے۔ ان کی دوسری فتحیں۔ سلمان بن ربیعہ کی فتحیں۔ حضرت معاویہ کا روم پر حملہ۔ رومیوں پر دوسرا حملہ۔ افریقہ پر ابن ابی سرح کی فوج کشی۔ کابل و سیستان پر حملہ۔ چند متفرق واقعات۔

مجلس شوریٰ کا اجلاس۔

جب حضرت فاروق اعظمؓ حضور سرور عالم صلعم کے پہلو میں سلا دیے جا چکے تو حضرت مقداد نے ان بزرگان امت کو جنھیں حضرت عمرؓ نے اہل شوریٰ منتخب فرمایا تھا مسور بن مخرمہ کے گھر میں اور بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ بیت المال کے مکان میں اور بعض کے نزدیک حجرۂ عائشہؓ میں جو مدفن حضرت رسالت ہے جمع کیا۔ حضرت طلحہؓ ابھی تک نہیں تشریف لائے تھے۔ ابوطلحہ انصاری کو ان بزرگوں نے حکم دیا کہ دروازے پر بیٹھیں اور جب تک تصفیہ نہ ہو جائے کسی کو اندر نہ آنے دیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت حسن بن علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی بلوا کے بٹھائے گئے۔ اتنے میں عمرو بن عاص اور مغیرہ بن شعبہ بھی آ کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ مگر حضرت سعد بن ابی وقاص نے سنگریزے مار مار کے انھیں اٹھا دیا۔ اور فرمایا "یہاں آ کر بیٹھنے میں ان دونوں کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں میں مشہور کریں ہم بھی اہل شوریٰ میں شریک تھے"۔

ہر کوئی خود خلافت چاہتا ہے۔

اب انتخاب جانشین رسالت کی بحث چھڑی جس میں دیر تک گفتگو ہوتی رہی مگر کسی طرح فیصلہ نہ ہو چکتا تھا۔ اس لیے کہ ہر شخص اپنا دعویٰ پیش کر رہا تھا۔ ابوطلحہ نے یہ رنگ دیکھ کر فرمایا "آپ سب صاحبوں کا خلافت کو اپنے لیے چاہنا میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ کوئی صاحب اس کو قبول نہ کرتے۔ مگر قسم ہے اس خدائے وحدہٗ لاشریک کی جس نے عمر کو وفات دی میں آپ کو تین دن سے زیادہ مہلت نہ دوں گا جس کا مجھے حکم ہے۔ اور اگر اس مدت کے اندر کوئی فیصلہ نہ ہوا تو میں اپنے گھر میں جا کے بیٹھ رہوں گا"۔

عــــه یہ اور بعد کے اکثر واقعات طبری اور ابن اثیر سے ماخوذ ہیں۔ بجز ان کے جن کا جداگانہ حوالہ دیا گیا ہے۔

عــــه السیاسۃ والامامۃ لابن قتیبہ صفحہ ۴۲۔

عبدالرحمن بن عوف کا تجویز

آخر یہ دیکھ کر کہ تصفیہ کی کوئی صورت نہیں پیدا ہوتی حضرت عبدالرحمن بن عوف نے سب سے کہا "اچھا یہ بتائیے کہ آپ حضرات میں سے کون کون صاحب اس کے لیے تیار ہیں کہ اپنے ذاتی دعویٰ سے دست بردار ہو کر کسی دوسرے افضل و بہترین شخص کے ہاتھ میں عنان خلافت دینا پسند کریں"۔ اس کا کسی نے کچھ جواب نہ دیا سب کو خاموش دیکھ کر انھوں نے فرمایا "سب سے پہلے میں خلافت کے حق سے دست بردار ہوتا ہوں"۔ ان کو دست بردار ہوتے دیکھ کر حضرت عثمانؓ بولے "میں سب سے پہلے اس پر راضی ہوں"۔[۵] بعد ازاں اور سب صاحبوں نے بھی اس کو قبول کر لیا۔ مگر حضرت علیؓ ابھی تک خاموش تھے عبدالرحمن نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا "یا ابوالحسن آپ کیا فرماتے ہیں؟" فرمایا "پہلے آپ مجھے اطمینان دلائیں کہ حق کو اختیار کریں گے۔ ذاتیات کو دخل نہ دیں گے۔ اپنے کسی قرابت دار کی جنبہ داری نہ کریں گے اور راستی کو چھوٹنے نہ دیں گے"۔ حضرت عبدالرحمن نے فرمایا "سب صاحب مجھ سے عہد کریں کہ اس شخص کے مقابل میں جو فیصلہ سے انحراف کرے آپ سب میرا ساتھ دیں گے اور جس کو میں آپ کے لیے اختیار کروں اس کو آپ منظور کر لیں گے۔ اور میں خدا کو درمیان میں دے کر عہد کرتا ہوں کہ کسی عزیز و قریب کی جنبہ داری نہ کروں گا"۔ سب نے اس کو قبول کیا۔ حضرت عبدالرحمن نے اسی مضمون کا عہد و پیمان دوسرے سب صاحبوں سے لیا اور خود بھی ایسا ہی عہد کیا۔

سب کا عہد و پیمان

اس عہد و پیمان کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضرت علیؓ سے کہا "آپ کو دعویٰ ہے کہ تمام حاضرین میں آپ بسبب اپنی قرابت، سابقیت اور حسن خدمت دین کے زیادہ مستحق خلافت ہیں اور ایسا خیال آپ سے کچھ بعید بھی نہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اگر وہ آپ کو نہ ملے تو آپ کے نزدیک اس جماعت میں سے کون زیادہ حقدار ہے"۔ فرمایا "عثمانؓ"۔ بعد ازاں عبدالرحمن نے سب سے الگ ہو کر

حضرت علیؓ کی رائے حضرت عثمانؓ کے حق میں

---

۵ ابن قتیبہ کا کتاب السیاسۃ والامامۃ میں یہ بیان ہے کہ عبدالرحمن بن عوف نے یہ تجویز پیش کی "آپ سب صاحب مجھ پر فیصلہ چھوڑ دیں اور اس کے معاوضے میں میں اپنے حق خلافت سے دست بردار ہوا جاتا ہوں" جس کو سب نے قبول کر لیا۔ ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طلحہ بھی مدینے میں موجود تھے اور پہلی کارروائی یہ ہوئی کہ حضرت زبیرؓ نے اپنا حق حضرت علی کو، حضرت طلحہ نے حضرت عثمان کو اور حضرت سعد نے جناب عبدالرحمن بن عوف کو دے دیا۔ یوں چھ بزرگوں میں سے فقط تین حضرات رہ گئے اور چونکہ عبدالرحمن اپنے حق سے دست بردار ہو گئے تھے اس لیے اب فقط دو امیدواران خلافت باقی تھے یعنی حضرت علی اور دوسرے حضرت عثمانؓ۔ اتنی ہی کارروائی پر بیعت ختم ہو گئی اور لوگ [illegible]

حضرت عثمان رضؓ سے کہا: "آپ کو دعویٰ ہے کہ آپ خاندان عبد مناف میں سب سے زیادہ معزز، مسلم اور رسول اللہ صلعم کے داماد ہیں، آپ کے ابن عم ہیں، آپ کو سابقیت و فضل حاصل ہے تو آپ کا یہ خیال بیجا بھی نہیں۔ لہذا خلافت مجھی کو ملنی چاہیئے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ بالفرض وہ آپ کو نہ ملی تو آپ کے نزدیک اس جماعت میں سے کون اس کا زیادہ مستحق ہے؟" فرمایا "علیؓ"

حضرت علیؓ سعدؓ کو اپنے موافق کرتے ہیں۔

اسی سلسلۂ گفتگو میں حضرت علیؓ حضرت سعدؓ سے ملے اور اُن سے فرمایا "خدا سے ڈریئے فاتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام کی آخر تک پڑھی اور کہنے لگے "اور میرے اس فرزند کو جو تعلق قرابت حسنؓ سے ہے اور میرے چچا حمزہؓ کو جو قرابت آپ سے ہے ان دونوں کا واسطہ دلا کے میں کہتا ہوں کہ آپ عبد الرحمن بن عوف کے ساتھ میرے مقابلہ میں عثمانؓ کی پشت پناہی نہ کریں اور یہ وہ قرابتیں ہیں جنھیں عثمانؓ نہیں پیش کر سکتے"۔

مسلمانوں کی عام رائے معلوم کرنے میں حضرت عبد الرحمن کی کوشش۔

اس عرصہ میں حضرت عبد الرحمن نے مدینے میں اصحاب رسول صلعم، سرداران لشکر اور عمائدین سے جا جا کر ملاقات کی اور اُن سے مشورہ کیا۔ اور جس شخص سے وہ ملے اُس نے انھیں حضرت عثمانؓ کی رائے دی۔ تین دن کی مہلت جو حضرت عمرؓ نے مقرر فرمادی تھی انھوں نے اسی کام میں خرچ کر دی۔ رات دن اس کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ اس موقع پر عام لوگوں سے مشورہ لیا تو جو ملا حضرت عثمانؓ کا طرفدار تھا اور جیسے ہی آخری صبح ہوئی جس روز مدت پوری ہونے والی تھی تڑکے پو پھٹتے ہی مسور بن مخرمہ کے گھر میں آئے ان کو جگایا اور کہا "آج میں ساری رات جاگتا رہا ہوں۔ اب آپ سعدؓ اور زبیرؓ کو بلا لائیں"

چنانچہ وہ جا کے بلا لائے۔

مشورہ کا پچھلا دن۔

اُن کے آتے ہی حضرت عبد الرحمن نے کارروائی کا آغاز حضرت زبیرؓ سے کیا۔ اور اُن سے کہا "آپ خلافت کو بنی عبد مناف کے لیے چھوڑ دیں اور فرمائیں کہ اس خاندان کے بزرگوں میں سے آپ کس شخص کو پسند کرتے ہیں؟" انھوں نے کہا "علیؓ کو" اس کے بعد انھوں نے حضرت سعدؓ سے کہا "آپ بھی اپنا حق خلافت مجھ پر چھوڑ دیں"۔ انھوں نے فرمایا "اگر آپ اپنے لیے چاہتے ہیں تو مجھے منظور ہے لیکن اگر آپ کا یہ منشا ہو کہ عثمانؓ کو ترجیح دیں تو میں علیؓ کا طرفدار ہوں۔ بہتر یہ ہو کہ آپ خود اپنے ہاتھ پر بیعت لے لیں اور جھگڑا چکائیں"۔ انھوں نے کہا "میں تو خلافت کے دعوے سے دست بردار ہو چکا۔ اور اگر باز دعویٰ نہ دے چکا ہوتا تو بھی میں اپنے لیے خلافت کو نہیں پسند کرتا۔ میں نے

حضرت عبد الرحمن کی دست برداری اور اس کی وجہ

---

۱ ابن قتیبہ نے السیاسۃ والامامۃ میں تصریح کی ہے کہ بہ گشت عبد الرحمن نے [illegible] کی تھی اور جس کسی سے مشورہ کیا اس نے حضرت عثمانؓ ہی کا نام لیا۔ ۲ تاریخ الخلفا مصنفہ علامہ سیوطی۔

خواب میں دیکھا ہے کہ ایک سرسبز مرغزار میں چلا جاتا ہوں جس میں ہر طرف سبزہ پھیلا ہوا ہے! اس میں ایک اونٹ داخل ہوا، مگر سیدھا تیر کی طرح نکل گیا بغیر اس کے کہ اِدھر اُدھر سبزے کو آنکھ اٹھا کے بھی دیکھے! اس کے بعد ایک اور اونٹ داخل ہوا! اور وہ بھی اسی شان سے بغیر کسی طرف دیکھے بھالے اگلے اونٹ کی طرح گزر گیا۔ بعد ازاں عجیب و غریب شان کا ایک اور اونٹ اس مرغزار میں داخل ہوا! وہ بھی اپنی مہار کھینچتا ہوا نکل گیا۔ پھر ایک اور اونٹ داخل ہوا جس نے ہر طرف منہ ڈالنا شروع اور گھاس کو نوچنے اور کھانے لگا۔ خدا کی قسم میں یہ چوتھا اونٹ نہ ہوں گا! اور سچ یہ ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے بعد جو شخص اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے گا غیر ممکن ہے کہ لوگ اس سے خوش رہیں[۵]!

اب مسور بن مخرمہ کے ذریعہ حضرت علیؓ کو بلا بھیجا اور ان سے دیر تک تخلیہ میں گفتگو کرتے رہے مگر آپ کو اس میں مطلق شک و شبہ نہ تھا کہ میں ہی خلیفہ منتخب ہوں گا۔ آپ کے بعد حضرت عثمانؓ بلا لیے گئے اور ان سے اذان صبح تک تخلیہ میں گفتگو کرتے رہے! اس موقع پر عبدالرحمٰن نے دونوں صاحبوں سے جو گفتگو کی تھی اس کی نسبت عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ "جو کوئی تم سے کہے کہ عبدالرحمٰن نے دونوں حضرات سے یہ کہا تھا تو جان لو کہ اس نے بے جانے بوجھے کہہ دیا" اور بات یہ ہے کہ قضاء الٰہی حضرت عثمانؓ کے حق میں ہو چکی تھی!

بعد نماز صبح پھر سب صاحب جمع ہوئے اور اب اس وقت تمام مہاجرین۔ بزرگان سابق الاسلام معززین انصار، اور سرداران فوج بلوا کر مسجد نبوی میں جمع کیے گئے یہاں تک کہ مسجد آدمیوں سے بھر گئی! اور عبدالرحمٰن بن عوف نے سب سے کہا "لوگو سب صاحبوں کی رائے یہ ہے کہ وہ تمام حضرات جو مختلف شہروں سے یہاں آئے ہوئے ہیں اپنے شہروں کو جلد ہی واپس جائیں لہٰذا آپ سب صاحب مجھے اس معاملے میں مشورہ دیں یعنی یہ بتائیں کہ کون صاحب خلیفہ رسول منتخب کیے جائیں"!

یہ سنتے ہی عمار بن یاسرؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں تفرقہ نہ پڑے تو علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کیجیے"! پھر مقداد بن اسودؓ اٹھے۔ عمار کی تائید کی اور کہا "اگر آپ نے علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم کہتے ہیں کہ "سمعنا و اطعنا" یعنی ہم نے سنا اور قبول کیا۔

مقداد کے بیٹھتے ہی عبداللہ بن ابی سرح نے اٹھ کر کہا "اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ قریش میں جھگڑا

حضرات عثمانؓ و علیؓ سے عبدالرحمٰن کی علیحدہ علیحدہ گفتگو

مسلمانوں کے مجمع عام سے مشورہ

حضرات عمار و مقداد کا مشورہ

عبداللہ بن ابی سرح اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کا مشورہ

---

[۵] تاریخ خلفاء سیوطی۔

نہ ہو تو عثمان رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کیجیے"۔ اس کی تائید اٹھ کر عبداللہ بن ابی ربیعہ نے کی اور مقداد کی طرح کہا "اگر آپ نے عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم کہتے ہیں کہ "سمعنا و اطعنا" ابن ابی سرح اپنی تائید ہوتے دیکھ کر ہنسے اور عمار نے کہا "یہ تم کب سے مسلمانوں کے ناصح بن گئے؟"

بنی ہاشم و بنی امیہ میں اختلاف

یہ اختلاف بڑھا۔ اور بنی ہاشم و بنی امیہ میں رد و قدح ہونے لگا۔ یہ نزاع دیکھ کر عمار بن یاسر اٹھے اور سب لوگوں کی طرف خطاب کر کے کہا "لوگو۔ اللہ جل شانہ نے ہم کو اپنے نبی صلعم سے شرف و وقار بخشا اور اپنے دین کے ذریعہ سے معزز بنا دیا۔ لہٰذا خانہ نبوت سے نکال کر خلافت کدھر ہٹائے لیے جاتے ہو؟" اُن کے یہ الفاظ سن کر ایک مخزومی شخص نے کہا "ابن۔ ابن سمیہ! تم تو اپنی حد سے گزر گئے؟ تم کو حکومت قریش سے کیا علاقہ؟"

عبدالرحمن بن عوف کی آخری کارروائی

لوگوں کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت سعد نے جناب عبدالرحمٰن سے کہا "آپ اپنے کام سے فراغت کریں اور فتنہ پیدا ہونے سے پہلے فیصلہ کر دیں"[۵]۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے پہلے یہ کیا کہ امیدواران خلافت سے یہ عہد لیا کہ اگر میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں تو آپ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور سیرت شیخین ابوبکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما پر کاربند رہیں گے! اور اگر آپ کے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کروں تو آپ راضی رہیں گے۔ قبول کریں گے۔ اور مخالف کے مقابلے میں ساتھ دیں گے"[۶]۔ یہ کہہ کر انھوں نے حضرت علیؓ کو بلایا اور وہ اٹھ کر قریب گئے تو ان سے کہا "آپ سے خدا کا واسطہ دلا کے عہد لیا جاتا ہے کہ ہمیشہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور سیرت ہر دو خلفائے سابق کے پیرو رہیں گے"۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں اپنے علم کی حد تک اور جہاں تک ممکن ہے اس کی پابندی کروں گا"۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ کو بلا کے اُن سے بھی یہی عہد و پیمان لیا اور اور انھوں نے صاف الفاظ میں اقرار کیا کہ ہاں میرا طرز عمل یہی رہے گا۔[۷]

---

[۵] ابن اثیر و طبری۔

[۶] السیاستہ والامامہ لابن قتیبہ۔

[۷] اس واقعہ کو ابن قتیبہ نے ذرا اختلاف کے ساتھ زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے پہلے حضرت عثمانؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا خدا کو درمیان میں رکھ کے عہد و پیمان کیجیے کہ اگر میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں تو آپ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و سنت شیخین کو قائم کریں گے اور حضرت عمر کی اس شرط کو بھی پورا کریں گے کہ بنی امیہ میں سے کسی کو مسلمانوں پر مسلط نہ کر دیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے بے عذر اقرار کر لیا اس کے بعد انھوں نے حضرت علیؓ (بقیہ حاشیہ صفحہ)

حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت

اس گفتگو کے بعد حضرت عثمانؓ کا ہاتھ اسی طرح اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے عبدالرحمن نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا "خداوندا سُن اور بار الٰہا! اس بارۂ خاص میں جو امر میرے ذمے تھا اس کو میں نے عثمانؓ کے ذمہ کر دیا" اور یہ کہتے ہی ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت عبدالرحمن نے اس موقع پر جو تقریر کی اس کا آغاز ان الفاظ سے تھا کہ "میں دیکھتا ہوں لوگ عثمانؓ کے سوا کسی کو نہیں پسند کرتے" اور ایک روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسی سلسلۂ تقریر میں انھوں نے حضرت علیؓ سے کہا "اے علی! میں نے لوگوں کے خیالات کا پتہ لگایا اور کسی کو عثمانؓ کے خلاف نہ پایا، لہٰذا آپ اپنے دل سے خلافت کی امید کو نکال ڈالیں۔"عہ

حضرت علیؓ کو خلافت کی امید

حضرت علیؓ نے اپنی امید کے خلاف جب یہ دیکھا کہ خلافت میرے ہاتھ سے نکل گئی اور عبدالرحمن نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو فرمایا "پہلا دن نہیں ہے کہ آپ لوگوں نے اس بارے میں ہم پر زیادتی کی۔ لہٰذا صبر ہی بہتر ہے۔ خدا کی قسم آپ نے عثمانؓ کو اس لیے حاکم بنایا کہ حکومت آپ کی طرف پلٹے۔" عبدالرحمن نے یہ سن کر کہا "اے علیؓ! اپنے خلاف حجت اور موجب الزام نہ پیدا کرو۔" ان الفاظ کو سن کر حضرت علیؓ وہاں سے اٹھ کر چلے آئے اور فرمایا "جو قسمت میں لکھا گیا ہے ضرور پورا ہو گا۔"

مقداد اور عبدالرحمن کی گفتگو

کہتے ہیں کہ اس صحبت کے بعد مقداد نے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے کہا "آپ نے تو علیؓ کو چھوڑ دیا مگر وہ خدا کی قسم ان لوگوں میں ہیں جو فیصلہ حق کرتے ہیں اور عادل ہیں۔" عبدالرحمن نے جواب دیا کہ "مقداد میں نے مسلمانوں کے اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لیے خدا کی قسم بڑی مشقت کی ہے" یعنی عام لوگوں کی رائے دریافت کرنے میں اور اس بات کا پتہ لگانے میں کہ کثرت رائے کس کی طرف ہے۔ یہ سن کر مقداد مطمئن ہو گئے اور کہا "اگر آپ نے یہ کام رضائے الٰہی کے لیے کیا ہے تو آپ کو بارگاہ الٰہی سے اس کا اجر ملے گا۔"

مقداد کی رائے حضرت علیؓ کے بارے میں

باوجود اس کے مقداد کی یہی رائے تھی کہ اس موقع پر حضرت علیؓ ہی کو منتخب ہونا چاہیے تھا چنانچہ انھوں نے ایک موقع پر کہا "جیسی مصیبت اس خاندان پر حضرت رسول اکرم

ہاتھ ہاتھوں میں لے کر ان سے بھی یہی اقرار لیا۔ مگر جب یہی ان کے سامنے حضرت کی والی شرط پیش کی اور یہ ہاتھ میں سے کسی اسلاف کی پابندی مسلط کر دیں تو انھوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا جب آپ نے خلافت کا بار میری گردن پر ڈال دیا تو پھر آپ کو اس سے کیا غرض کہ جو مصلحت دیکھوں گا کروں گا جس میں قوت و دیانت پاؤں گا اس سے کام لوں گا۔ ہاشمی ہو یا کوئی۔ عبدالرحمن نے اس شرط پر اصرار کیا اور حضرت علیؓ نے قطعی انکار کیا تو عبدالرحمن نے حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑ کے بیعت کر لی۔

عہ تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۰۸ حالات خلافت عثمان رضی اللہ عنہ۔

کی وفات کے بعد بڑی ویسی مصیبت میں نے کہیں نہیں دیکھی تھی۔ مجھے قریش سے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس شخص کو چھوڑ دیا جس سے زیادہ منصف میں کسی کو نہیں دیکھتا۔ کاش مجھے مددو معاون ملتے۔" اُن کا یہ جملہ سُن کر عبدالرحمن رض نے کہا "مقداد خدا سے ڈرو اور مجھے اندیشہ ہے کہ تمھاری ذات سے فتنہ نہ اُٹھ کھڑا ہو۔" کسی اور نے مقداد سے پوچھا "اس خاندان اور اس شخص سے تم کس خاندان اور کس شخص کو مراد لیتے ہو؟" جواب دیا "خاندان عبدالمطلب اور علی رض بن ابی طالب۔"

حضرت علی رض کا ارشاد۔

مقداد کا یہ قول سُن کر خود حضرت علی رض نے یہ فرمایا "لوگوں کی نظر قریش پر ہے اور قریش کی نظر باہم ایک دوسرے پر۔ اُن کا خیال ہے کہ اگر بنی ہاشم حاکم ہوگئے تو پھر نہ کبھی حکومت ہاشمیوں کے ہاتھ سے نکلے گی اور نہ کسی غیر کو ملے گی کہ اُس کو آپس میں گردش دیں۔"

حضرت عثمان رض کے انتخاب کا اصلی سبب۔

ان تمام واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت عثمان رض کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے دو سبب ہوئے۔ اول یہ کہ مہاجرین وانصار کی عام رائے بجز چند مخصوص لوگوں کے انھیں کے موافق تھی اور دوسرے یہ کہ حضرت علی رض نے عبدالرحمن کے سامنے حضرت عمر رض کی اس شرط کے قبول کرنے سے انکار کیا کہ بنی ہاشم کو حکومت میں زیادہ اقتدارات نہ دیں گے۔ گو کہ حضرت علی رض کے بعض طرفداروں کو یہ امر ناگوار گزرا مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اگر حضرت عثمان رض منتخب نہ کیے جاتے تو ان کے طرفداروں کی کثرت تھی۔ اور جو ذی اثر لوگ اُن کے موافق تھے ممکن ہے کہ کوئی ہنگامہ اُٹھا کے کھڑا کر دیتے۔

حضرت طلحہ نے بھی بیعت کر لی۔

حضرت عثمان رض کے ہاتھ پر بیعت ہو جانے کے بعد اسی روز حضرت طلحہ آگئے [۱]۔ جب ان کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اُن سے بھی حضرت عثمان رض کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی خواہش کی گئی تو انھوں نے پوچھا "سارے قریش اس پر راضی ہوگئے ہیں؟" جواب ملا "ہاں" تب وہ اُٹھ کر سیدھے حضرت عثمان رض کے پاس گئے۔ انھوں نے فرمایا کہ "آپ کو ابھی تک رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ اگر آپ کو اس بارے میں انکار ہو تو میں خلافت سے دست بردار ہو جاؤں گا۔" پوچھا "کیا واقعی آپ دست بردار ہو جائیں گے؟" فرمایا "بیشک" تب طلحہ نے پوچھا "تو کیا سب لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی؟" کہا "ہاں" یہ جواب پا کر انھوں نے کہا "تو پھر میں بھی راضی ہوں۔ میں اختلاف نہ کروں گا۔ جو سب کی رائے ہے وہی میری رائے بھی ہے۔" اور اس کے بعد انھوں نے بھی حضرت عثمان رض کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

---

[۱] یہ طبری کی روایت کے مطابق ہے اس لیے کہ ابن قتیبہ کے بیان کے مطابق حضرت طلحہ مدینے ہی میں موجود تھے مگر یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

اس سلسلے میں ایک روز مغیرہ بن شعبہ نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا آپ نے خوب کیا کہ عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور خود حضرت عثمان سے کہا عبدالرحمن آپ کے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کرتے تو ہم ہرگز نہ مانتے۔ یہ سن کر حضرت عبدالرحمن نہایت برافروختہ ہوئے اور کہا او کانے تو جھوٹا ہے میں جس کے ہاتھ پر بیعت کرتا تو اس کے ہاتھ پر بیعت [illegible]

مسور بن مخرمہ کہا کرتے تھے کہ قریش کی تو ایسی قوم [illegible] معاملے میں غالب آنے اور بیعت نے بیعت کر لی۔

دنیائے اسلام کے نازک ترین حالات پر حضرت عبدالرحمن بن عوف [illegible] اور حضرت علی کے خطبے بھی امام تاریخ ابو جعفر طبری نے اپنی تاریخ میں [illegible] اندیشہ نہ ہوتا تو ہم اُن کو درج کر دیتے۔

اہل شوریٰ نے عصر کے وقت حضرت عثمان پر اتفاق کر کے ان کے ہاتھ پر [illegible] مؤذن مسجد نبوی حضرت صہیب نے عصر کی اذان دی تکبیر [illegible] برآمد ہو کر نماز پڑھائی اور اہل و قافلوں کے سوا دو [illegible] وفدوں کے حاضر ہونے کا حکم جاری فرمایا اور کہا گیا کہ [illegible] طلب کیے جانے کی بنیاد اچھا سے وقت سے پڑا۔

یہ حکم دینے کے بعد حضرت عثمان نے منبر پر کھڑے ہو کر ایک تقریر کی [illegible] کیں اور اس تقریر کے ختم ہوتے ہی لوگ بڑھ بڑھ کے اُن کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔

حضرت عثمان کے جانشین رسالت منتخب ہوتے ہی ایک نہایت نازک [illegible] اور اس کے متعلق بھی لوگوں میں اختلاف پڑا۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ حضرت عمر کی شہادت و وفات [illegible] ایک فرزند عبیداللہ میں ایسا جوش پیدا کر دیا کہ ایک عینی شاہد [illegible] پہلے اپنے باپ کے قاتل ابولؤلؤ کو قتل کیا اس کے بعد [illegible] کو قتل کیا جو سعد بن مالک کا دوست تھا اس کے بعد آگے چلے تو [illegible] اسیر ہو کر مدینے میں آئے کا حال ہم گزشتہ واقعات کے سلسلے میں بیان [illegible] دلیلہ خواہ تھا اور مسلمان ہو گیا تھا چنانچہ اس پر جب عبیداللہ کی تلوار [illegible] زبان سے نکلا عبیداللہ بن عمر کو اس قدر آپے سے باہر دیکھ کر [illegible] پکڑ کے اپنے گھر میں بند کر دیا۔ اور اُن کے ہاتھ سے تلوار چھین لی [illegible]

حضرت سے بچیں لیکن جیسے ہی حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہو گئے حضرت سعد نے ان کو لا کر حضرت عثمانؓ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ عبید اللہ اس وقت تک برابر یہی کہے جاتے تھے کہ میں ان تمام لوگوں کو قتل کر ڈالوں گا جو میرے والد کی قتل کی سازش میں شریک تھے۔ تمام مہاجرین و انصار ان کو سمجھاتے اور وہ کسی کی نہ سنتے۔ سب سے جھگڑتے اور کہتے کہ "میں ایک کو نہ چھوڑوں گا۔"

حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش

ان کے اس جوش کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کے زخمی ہونے کے دوسرے دن عبدالرحمن بن ابی بکر نے بیان کیا کہ کل شام کو میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ہرمزان، ابولؤلؤہ، اور جفینہ چپکے چپکے سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ میری صورت دیکھی تو ادھر ادھر بھاگ گئے اور ایسے بدحواس بھاگے کہ ایک خنجر ان میں سے کسی کے ہاتھ سے گر پڑا جو دودھارا تھا اور وہ وہی خنجر تھا جس سے حضرت عمرؓ شہید کیے گئے۔ عبدالرحمن کا یہ بیان سنتے ہی عبید اللہ تلوار کھینچ کے جھپٹے اور تینوں مذکورہ عجمیوں کو قتل کر ڈالا۔

حضرت علیؓ کا فتویٰ

حضرت سعد نے جب عبید اللہ کو حضرت عثمانؓ کے سامنے لا کر پیش کیا تو آپ پریشان ہوئے اور لوگوں سے رائے طلب کی کہ "بتاؤ میں ان کے بارے میں کیا کارروائی کروں جنہوں نے اسلام کی عدالت میں رخنہ ڈال دیا۔" حضرت علیؓ نے فرمایا میری رائے میں تو ان پر قصاص کا حکم جاری کر کے انہیں قتل کرنا چاہیے۔" جناب علی مرتضیٰؓ کی یہ رائے سن کر بعض مہاجرین بگڑے اور کہا خوب! ابھی کل عمرؓ مارے گئے ہیں اور آج ان کا فرزند مارا جائے۔" عمرو بن عاص نے حضرت عثمانؓ سے کہا "خدا نے آپ کو ایسے معاملات میں اختیار دیا ہے اس لیے کہ آپ ہی مسلمانوں کے حاکم ہیں۔" یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا "میں عبید اللہ کا ولی ہوں! وہ خون بہا دلواتا ہوں جس کی رقم میں اپنے پاس سے ادا کروں گا۔" چنانچہ اس پر عمل درآمد ہوا۔

اور حضرت عثمانؓ کا فیصلہ

زیاد بن لبید بیاضی کی [illegible]

زیاد بن لبید بیاضی اس عہد کے ایک شاعر تھے۔ ان کا معمول تھا کہ جب عبید اللہ بن عمر کی صورت دیکھتے چند اشعار پڑھنے لگتے جو ان کی مذمت میں کہے تھے اور ان میں اس واقعے کی طرف اشارہ تھا۔ عبید اللہ نے اس کی شکایت بارگاہ خلافت عثمانی میں کی۔ حضرت عثمانؓ نے زیاد کو بلا کے منع فرمایا کہ "کبھی ان اشعار کو عبید اللہ کے سامنے نہ پڑھنا۔" زیاد نے اس حکم کی پروا نہ کی اور چند اور اشعار خود حضرت عثمانؓ کی شکایت میں کہہ ڈالے جن میں ان کو ملزم ٹھہرایا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے زیاد کو بلوا کے اس طرز عمل سے روکا اور ان کو جو رقم بیت المال سے ملتی تھی روک دی۔ عبید اللہ کے اس واقعے کے متعلق اور مختلف روایتیں بھی ہیں۔

اور سزا

قتل ہرمزان کا واقعہ اس کے بیٹے کی زبانی

ہرمزان وغیرہ کا واقعہ جو خود اس کے بیٹے قماذبان کی زبانی منقول ہے یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں ان دنوں جو عجمی مقیم تھے وہ اکثر باہم ملتے جلتے رہتے تھے۔ ایک روز فیروز ابولؤلؤہ میرے والد ہرمزان

ان کی طرف سے گزرا اور اُس کے پاس ایک دو دھارا خنجر تھا۔ والد نے اس خنجر کو اس سے لے کے دیکھا اور پوچھا "اس کو کیوں لائے ہو؟" کہا "بار رکھواؤں گا"۔ اس حالت میں کسی شخص کی نظر پڑ گئی۔ لہٰذا جب حضرت عمرؓ پر حربہ ہو چکا تو اس شخص نے آ کے بیان کر دیا کہ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہرمزان نے یہی خنجر جس سے جناب فاروقؓ پر حملہ کیا گیا ابو لؤلؤہ کو دیا۔ اُس کا یہ بیان سن کر عبیداللہ کو طیش آگیا اور آ کے میرے والد کو مار ڈالا۔ بعد ازاں جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہو گئے تو مجھے عبیداللہ بن عمر پر اپنے باپ کے خون کا دعویٰ کرنے کا موقع ملا۔ گھر سے نکلا تو جو ملا میرے ساتھ تھا۔ اور سب خواستگار تھے کہ میں ان پر دعویٰ کروں"۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا "تو کیا میں عبیداللہ کے قتل کا خواستگار ہوں؟" سب نے کہا "ہاں" اور عبیداللہ کو اس زیادتی پر برا بھلا کہنے لگے۔ میں نے پوچھا "آپ مجھے ان کے قتل سے روکیں گے تو نہیں؟" سب نے کہا "ہرگز نہیں" اور پھر عبیداللہ کو [illegible] لگے مگر میں باوجود ان لوگوں کے کہنے اور اصرار کرنے کے عبیداللہ کے خون سے دست بردار ہو گیا۔ اور مجھے والد کے خون بہا کی رقم مل گئی لیکن میرے اس فعل پر لوگ اس قدر خوش ہوئے کہ مجھے اپنے کندھوں پر اٹھا کے میرے گھر لائے۔

مگر اکثر مورخین کا خیال ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اگر ہرمزان کے بیٹے نے دیت لے کے معاف کر دیا ہوتا تو حضرت علیؓ اپنے عہد خلافت میں عبیداللہ پر قصاص کا حکم جاری کر کے ان کے قتل کا ارادہ نہ کرتے جس کے خوف سے بھاگ کر وہ جناب معاویہؓ کے پاس شام میں چلے گئے۔ اگر ولی دم کے دست بردار ہونے سے وہ چھوڑے گئے ہوتے تو حضرت علیؓ کو ان سے تعرض کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

۲۳ھ میں یعنی جس سال حضرت عمرؓ شہید ہوئے ہیں مختلف ممالک پر ان کے [illegible] والیان ملک یہ حضرات تھے۔ مکہ معظمہ میں نافع بن عبدالحارث خزاعی۔ طائف میں سفیان بن عبداللہ ثقفی۔ صنعاء یمن میں یعلیٰ بن منیہ۔ اور جند یعنی لشکر گاہ یمن میں سپہ سالاری کی خدمت پر عبداللہ بن ابی ربیعہ۔ کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ تھے۔ بصرہ میں ابو موسیٰ اشعری۔ مصر میں عمرو بن عاص۔ حمص میں عمیر بن سعد۔ دمشق میں معاویہ بن ابی سفیان۔ بحرین اور اس کے مضافات میں عثمان بن ابی العاص ثقفی تھے۔ کوفہ کے قاضی شریح تھے اور بصرہ کے قاضی کعب بن سور۔

بعض اہل روایت کی تحقیق یہ ہے کہ شیخین یعنی حضرات ابوبکر و عمر کے عہد خلافت میں قاضیوں کا تقرر کہیں نہیں ہوا تھا یعنی یہ خدمت بعد کو قائم ہوئی لیکن یہ بہت سے متواتر واقعات کے خلاف ہے جن سے

حضرت عمرؓ کے زمانے میں فوج اور شہروں میں قاضیوں کا موجود ہونا پوری طرح ثابت ہوتا ہے۔

بہرحال یہی والیان ملک سنہ ۲۴ھ میں قائم رہے جس سال کے آغاز ہی میں یعنی ۳ محرم کو حضرت عثمانؓ رونق آرائے خلافت ہوئے تھے مگر حکومت کوفہ سے مغیرہ بن شعبہ کی معزولی اور ان کی جگہ سعد بن ابی وقاص کے تقرر کے معاملے میں اختلاف ہے بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی اس وصیت کے مطابق کہ "میرے بعد جو خلیفہ ہو سعد کو ضرور مقرر کرے ان کو میں نے کسی برائی یا خیانت کی بنا پر معزول نہیں کیا تھا" حضرت عثمانؓ نے اس سال کے آغاز ہی میں مغیرہ کو معزول کر کے سعد کو والی کوفہ مقرر کر دیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ حضرت عمرؓ ہی کے ارادے کے مطابق جناب عثمانؓ نے پہلے اپنے سال خلافت میں کوئی عزل و نصب نہیں کیا مگر صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسی سنہ ۲۴ھ میں مغیرہ کی جگہ سعد کا تقرر عمل میں آگیا۔

مغیرہ کی معزولی اور سعد کا تقرر

اور چونکہ والیان ملک میں اس خلافت کے پہلے برس کے اندر کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا لہٰذا اس سال کوئی ایسے اہم واقعات بھی پیش نہیں آئے جو بیان کرنے کے قابل ہوں بجز اس کے کہ اس سال لوگوں میں نکسیر پھوٹنے کی کثرت رہی جس کی وجہ سے عربوں میں اس سال کا نام ہی "عام الرعاف" یعنی نکسیر والا سال ہو گیا۔

عام الرعاف

مگر سنہ ۲۵ھ میں اسکندریہ کی مسیحی رعایا نے بغاوت کر دی اور اس کا باعث یہ ہوا کہ رومیوں کو یہ بات سخت ناگوار تھی کہ اسکندریہ کا ایسا عظیم الشان شہر جس پر عیسائی مذہب اور ان کی مشرقی حکومت کی بنیاد قائم تھی قبضۂ روم سے نکل کر علم خلافت کے سایہ میں آگیا۔ قیصر روم کو یقین تھا کہ اسکندریہ کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد مشرق میں ہمارا قدم نہ جم سکے گا چنانچہ ان رومیوں سے جو اسکندریہ میں مقیم تھے اس نے خط و کتابت کی۔ انہیں بغاوت و نقض عہد پر ابھارا اور ان لوگوں نے بھی بدقسمتی سے یہ تحریک قبول کر لی۔ ان لوگوں سے بغاوت کا اقرار ہو جانے کے بعد ایک بڑا بھاری لشکر قسطنطنیہ سے آ کے اسکندریہ میں اترا جس کا سپہ سالار ایک رومی نامور خواجہ سرا منویل تھا اس لشکر کے پہنچتے ہی اہل شہر نے علم بغاوت بلند کر دیا اور بجز قدیم جاگیرداران مقوقس کے سب لوگ رومیوں سے مل گئے۔

بغاوت اسکندریہ

یہ سن کر عمرو بن عاص فسطاط سے روانہ ہوئے اور ادھر سے رومی بھی ان کے مقابلے کے لیے بڑھے راستے میں ایک مقام نقیوس پر سخت لڑائی ہوئی جس میں رومیوں نے باوجود بڑے جوش و خروش اور بہادری کے مجبوراً شکست کھائی میدان چھوڑ کر بھاگے اور عمرو بن عاص برابر تعاقب کرتے اور قتل کرتے ہوئے چلے گئے یہاں تک کہ خاص اسکندریہ کی دیواروں کے نیچے [illegible]

شہر میں گھس کے پناہ گزین ہوئے مگر جب مسلمانوں نے جوش و خروش سے حملہ کیا تو شہر کی بھی حفاظت نہ کر سکے اور عمرو بن عاص نے شہر کے اندر گھس کر قتل عام شروع کر دیا۔ بہت سے رومیوں کے ساتھ منویل بھی مارا گیا۔

رومیوں نے جس وقت مسلمانوں کے مقابلے کو اسکندریہ سے نکل کر پیش قدمی [illegible] کی تھیں چنانچہ اسکندریہ کے گرد و نواح کے [illegible] ان کی ساری [illegible] کا مال اسباب اور ان کے مویشی اور جانور لوٹ لیے تھے۔ عام ازیں کہ وہ مسلمانوں کے مخالف ہوں یا ان کے موافق۔ جب مسلمان دوبارہ فتحیاب اور ملک پر قابض ہوئے تو ان بستیوں کے وہ لوگ جن [illegible] پہنچی تھی حضرت عمرو بن عاص کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے [illegible] آپ کی [illegible] اور نہ آپ کی اطاعت سے باہر ہوئے [illegible] اور جانوروں کو زبردستی ہم سے چھین لیا۔ اسلام میں غیر جانبداری [illegible] ان کے جان و مال کی حفاظت کرنا مسلمانوں کا فرض ہے اور اگر ان کو کسی دشمن سے نقصان پہنچ جائے تو اس کا معاوضہ [illegible] بن عاص نے ان کے دعووں کی تحقیقات کی [illegible] نقصانوں کا پورا پورا معاوضہ کر دیا۔

اس کے بعد عمرو بن عاص نے اسکندریہ کی شہر پناہ منہدم کرا دی [illegible] رومیوں کو سرتابی و بغاوت کا حوصلہ ہوتا تھا۔

ادھر مصر میں تو یہ واقعات پیش آئے اور ادھر سعد بن ابی وقاص کو [illegible] تھے خبر پہنچی کہ اہل جزیرہ میں ایک شورش مچی ہوئی ہے اور [illegible] لشکر بھیج کر اس ملک کی اصلاح کی۔ بعد ازاں انھوں نے [illegible] واپس آ گئے۔

حضرت سعد اتنی ہی کارروائی کرنے پائے تھے کہ [illegible] خلافت کی طرف سے معزول ہو گئے اور ان کی جگہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کا تقرر ہو گیا۔ یہ ولید حضرت عثمان کے اخیافی [illegible] دونوں ایک ہی ماں اروی بنت کریز کے بیٹے تھے [illegible] حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی بیضا تھیں [illegible]

اس تقرر کا باعث یہ ہوا کہ کوفہ میں [illegible]
سعد نے ابن مسعود کو راضی کر کے بیت المال سے کچھ قرض [illegible]

اُن سے رقم ادا نہ ہو سکی۔ اور باہم سخت کلامی ہو گئی۔ اس جھگڑے کے وقت اتفاقاً حضرت سعد کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص موجود تھے۔ انھوں نے دونوں صاحبوں کو سمجھایا۔ اور کہا "آپ دونوں صاحب صحابی رسول اللہ ہیں۔ اور سب لوگوں کی نظریں آپ کے اخلاق و عادات پر لگی ہوئی ہیں آپ کے لیے باہم یوں جھگڑنا مناسب نہیں ہے"۔ سعد نے طیش میں آ کے ہاتھ اٹھائے کہ ابن مسعود کے حق میں بد دعا کریں۔ چونکہ وہ مستجاب الدعوات تھے حضور سرور عالم رسول خدا صلعم نے فرما دیا تھا کہ اُن کی دعا قبول ہو گی۔ اور اکثر موقعوں پر ان کی دعا تیر بہدف ثابت ہو چکی تھی۔ اس لیے ہاتھ اٹھا کر فقط اتنا کہنے پائے تھے "اے آسمان و زمین کے مالک" کہ ابن مسعود نے گھبرا کے روکا اور کہا "دیکھیے کوئی بری بات زبان سے نہ نکال دیجیے گا"۔ سعد رک گئے اور کہا "خدا کی قسم خدا کا خوف نہ ہوتا تو میں ایسی بد دعا کرتا کہ تیر بہدف ہوتی"۔ بعد ازاں عبداللہ بن مسعود اُٹھ کر چلے گئے مگر کوشش شروع کی اور لوگوں کو درمیان میں ڈال کر بیت المال کی وہ رقم اُن سے وصول کریں۔ اُن کے مقابل سعد نے اور لوگوں کو بیچ میں ڈال کر مہلت چاہی۔ انجام یہ ہوا کہ اہل کوفہ کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک سعد بن ابی وقاص کے خلاف تھا۔ اور دوسرا عبداللہ بن مسعود کے خلاف اور اہل کوفہ پر پھوٹ اور نا اتفاقی کی یہی پہلی آفت ہے جس میں وہ مبتلا ہوئے اور شیطان نے ان میں تفرقہ ڈال دیا۔

اہل کوفہ میں پہلا تفرقہ

اول ان تمام واقعات کی اطلاع حضرت عثمان کو ہوئی تو دونوں بزرگوں سے ناراض ہو گئے۔ اور یہ ارادہ کیا کہ دونوں کو علیحدہ کر دیں۔ حضرت عبداللہ کو حسب سابق مہتممی خزانہ پر بحال رکھا مگر سعد کو حکومت کوفہ سے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو مقرر فرما دیا۔ ولید حضرت فاروق کے عہد سے مسلمانان الجزیرہ پر حاکم تھے۔ فرمان خلافت پاتے ہی وہ کوفہ میں آئے۔ اور سعد سے حکومت کا جائزہ لے لیا۔ اور بعد کے واقعات سے ظاہر ہو گا کہ اہل کوفہ نے ولید کو اس قدر پسند کیا کہ اس سے پہلے کسی حاکم سے وہ اتنے راضی نہیں رہے تھے۔

بغاوت آذربائیجان

ولید نے حکومت کوفہ کی عنان ہاتھ میں لیتے ہی عقبہ بن فرقد کو حکومت آذربائیجان سے معزول کر دیا وہ لوگ اپنے والی سے اس قدر خوش تھے کہ اس کے معزول ہوتے ہی بغاوت کر دی۔ اور خود ولید ایک زبردست لشکر کے ساتھ جس کے افسر مقدمۃ الجیش عبداللہ بن شبیل احمسی تھے باغیوں کے سر پر جا پہنچے

اور اُن کی سزا۔

بلاد موقان ببر اور طیلسان کو تاخت کر کے اور بہت سے لونڈی غلام اسیر کر کے دوبارہ فتح کر لیا۔ آخر ساحل آذربائیجان کے لوگوں نے ہمت ہار کے صلح کی درخواست کی۔ اور جن شرطوں پر پیشتر حذیفہ نے ان لوگوں سے صلح کی تھی اب بھی کر لی گئی۔ وہ شرطیں یہ تھیں کہ آٹھ ہزار درہم سالانہ دیا کریں۔ اور جو مال

دیتے رہے ہیں اس کو بھی حسب معمول ادا کرتے ہیں۔"

فتح آرمینیہ

بعد ازاں ولید نے اطراف وجوانب میں فوجیں بھیج کر سارے ملک کو سیدھا کر لیا اور اسی سلسلہ میں سلمان بن ربیعہ باہلی کو بارہ ہزار لشکر کے ساتھ آرمینیہ کی طرف روانہ کیا جو چند ہی روز میں سارے ملک کو مطیع ومنقاد بنا کے بہت سے لونڈی غلاموں اور مال غنیمت کو لیے ہوئے واپس آ گئے۔

ان کارروائیوں کے بعد ولید کوفہ کی طرف واپس روانہ ہوئے۔ موصل کے راستے سے آرہے تھے اور شہر حدیثہ میں پڑاؤ تھا کہ فرمان خلافت ملا جس کا مضمون یہ تھا کہ "مسلمانان شام پر رومیوں نے کثیر التعداد فوج سے یورش کی ہے۔ لہٰذا تم اپنے بہادروں میں سے کسی آزمودہ کار سردار کو آٹھ نو ہزار فوج کے ساتھ فوراً روانہ کردو کہ وہ لوگ شام میں پہنچ کر اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کریں"۔ ولید نے اسی وقت لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبے کے ذریعے سے مطلع کیا اور فاتح آرمینیہ سلمان بن ربیعہ باہلی کو آٹھ ہزار فوج پر سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کر دیا۔ یہ لوگ جلدی جلدی کوچ کرتے ہوئے گئے اور لشکر شام میں شریک ہو گئے جس کے سپہ سالار حبیب بن مسلمہ تھے۔

اصل واقعہ یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ نے جناب معاویہ کو حکم کیا کہ حبیب بن مسلمہ کو لشکر شام کا سپہ سالار بنا کے ملک آرمینیہ پر بھیجو۔ جناب معاویہ نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی اور حبیب نے جا کر شہر قالی قلا کا اس سختی سے محاصرہ کیا کہ محصورین نے نہایت ہی اضطراب والتجا کے ساتھ درخواست کی کہ "آپ ہم سے جزیہ لیجیے اور چاہیے ہمیں جلاوطن کیجیے مگر امان دیجیے"۔ اس درخواست پر حبیب نے ان لوگوں کو جو مناسب جانا جلاوطن کر دیا۔ اور کئی ہفتے تک وہاں ٹھہرے رہے۔ اور جلاوطن بلاد روم میں چلے گئے۔

اسی اثنا میں حبیب کو خبر ملی کہ علاقہ [illegible] کا حاکم بطریق مسمی موریان جس کی قلمرو قلیقلا آ چلی گئی ہے اسی ہزار لشکر جرار لے کر چلا ہے کہ مسلمانوں سے مقابلہ کرے۔ بلا تامل حضرت معاویہ کو خبر کی۔ انھوں نے حضرت عثمانؓ کو لکھا اور انھوں نے ولید کو حکم بھیجا کہ فوراً مسلمانان شام کی مدد کرو۔

بعض اہل تاریخ کو اس میں اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک حضرت عثمانؓ نے ولید کو نہیں بلکہ سعید بن عاص کو کمک روانہ کرنے کا حکم کیا تھا۔ بہرحال جن بزرگ کے نام حکم گیا تھا انھوں نے سلمان باہلی کو کمک پر روانہ کیا جن کے ہمراہ گویا حسب روایت سابقہ آٹھ ہزار فوج تھی۔ یا بعض راویوں کے بیان کے مطابق چھ ہزار۔

حبیب نے کوفہ کے لشکر کے آ پہنچنے کے بعد ایک شب کو ارادہ کیا کہ موریان کی لشکرگاہ پر شبخون ماریں۔ لباس جنگ سے آراستہ ہوتے دیکھ کر ان کی بیوی ام عبداللہ بنت یزید کلبیہ نے پوچھا

کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا اسوریان کی حرم سرا میں جاتا ہوں۔ یہ کہہ کے باہر نکلے اور زرہ و شمشیر سے روانہ ہو کر رومیوں کے پڑاو پر جا پڑے۔ اور لوگوں کو مارتے گراتے اور قتل و قمع کرتے ہوئے اسوریان کی حرم تک جا پہونچے جس میں چاروں طرف قناتیں کھڑی ہوئی تھیں اور "سراپردہ" کہلاتی تھی۔ حبیب جب اس سراپردہ میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ شریف و بہادر خاتون ام عبد اللہ سامنے کھڑی ہیں۔ حیرت سے ان کی صورت دیکھی اور پوچھا کہ تم کو کیونکر پہنچیں؟ کہنے لگیں کہ غیرت و حمیت نے یہ بات گوارا نہیں کی کہ میں کسی زنان خانے میں جاؤں اور ان کے سوا کسی اور عورت پر نظر ڈالوں۔

رومیوں کو شکست دے کر حبیب قالی قلا میں واپس آئے۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے مقام مربالہ میں اترے تو خلاط کا حاکم بطریق عیاض بن غنم کی دستخطی سند امان لے کے حاضر ہوا۔ اور جو کچھ رقم اس کے ذمے واجب الادا تھی پیش کی۔ حبیب نے اس کے معاہدے کو برقرار رکھا۔ اور آگے بڑھے تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ علاقۂ سفرجان کے شہر بکس کا حاکم حاضر ہوا۔ اس کے علاقہ کی رقم جزیہ مشخص کر کے آگے کی راہ لی اور شہر ازدشاط میں پہونچے۔ قرمز یعنی ارغوانی رنگ تھا اس شہر میں تیار ہوتا تھا۔ شہر سے ذرا فاصلے پر دبیل نام ایک ندی تھی اس کے کنارے اتر پڑے اور سواران عرب کو حکم دیا کہ بڑھ کے شہر کا محاصرہ کر لیں۔ اہل شہر نے قلعہ بند ہو کر لڑنے کا ارادہ کیا اور فصیل کے چاروں طرف منجنیقیں لگا دی گئیں۔ آخر محصورین نے عاجز آ کر امان مانگی۔ حبیب نے ان کی درخواست قبول کی اور اس شہر میں قیام کر کے چاروں طرف فوجیں بھیجنا شروع کیں۔ انہیں فوجوں میں سے ایک کا واقعہ ہے کہ مسلمان ایک مقام پر گھوڑوں کو سوار ہونے کے لیے کستے اور لگا میں چڑھا رہے تھے کہ یکایک رومی آ پڑے مسلمانوں نے نہایت ہی استقلال و پامردی سے گھوڑے تیار کر لیے اور ان پر سوار ہو کے ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنوں کو مار کے بھگا دیا۔ اسی واقعہ کی وجہ سے عربوں نے اس شہر کا نام ذات اللجم یعنی لگاموں والا مقام قرار دے دیا۔

ایک فوج حبیب نے مقام سراج طیر بھیجی۔ اور ایک بغروندا میں۔ آخر الذکر مقام کے بطریق نے خراج قبول کر کے صلح کی تھی کہ سارے علاقۂ بسفرجان کے حاکم نے اپنے تمام شہروں سے متعلق صلح کر لی۔ یہاں سے کوچ کر کے حبیب سیسجان میں پہونچے یہاں کے لوگوں نے جو مقابلہ کیا اس لیے ان کو بزور شمشیر مغلوب کر کے اور ان کے قلعوں پر قبضہ کر کے سپہ سالار خلافت مقام جرزان کی طرف چلے۔ وہاں کا حاکم راستے ہی میں حاضر ہو گیا اور اس سے صلح کر کے تفلیس میں پہونچے۔ اس شہر کے لوگوں نے بھی صلح کر لی اور سپہ سالار نے اس کے اطراف و جوانب کے

حبیب کی رومیوں سے [illegible]

ان کی اور فتوحات

قلعوں اور شہروں کو صلح کے ذریعے سے اپنے قبضے میں کرلیا۔

سلمان بن ربیعہ کی مہم

یہ تو حبیب بن مسلمہ کے کارنامے تھے سلمان بن ربیعہ باہلی جو لشکر عراق کے سردار تھے رومیوں کو شکست دینے کے بعد علاقہ اران کی طرف چلے، بلقان والوں سے اس اقرار پر صلح کی انھیں فقط جان ومال کی امان ہے ان کے شہروں کی فصیلیں چھوڑ دی گئیں اور جزیہ خراج اُن کے ذمے عائد کیا گیا۔ یہاں سے بڑھ کے سلمان شہر بردعہ پہنچے اور دریائے ترتور کے کنارے اتر پڑے جو اُن کے اور شہر والوں کے درمیان حائل تھا۔ اصلی شہر اسلامی لشکر گاہ سے ایک فرسخ کی مسافت پر تھا چند روز تک اہل شہر مقابلہ کرتے رہے اور سلمان اُن کے گرد ونواح کے گاؤں پر تاختیں کرتے رہے تھے آخر اہل شہر نے ان شرطوں پر جو بلقان والوں سے ہوئی تھیں صلح کرلی سلمان نے شہر پر قابض ہونے کے بعد آبادی کے اندر قیام کیا اور یہاں سے اطراف وجوانب میں فوجیں بھیجنے لگے۔ آخر اس سرزمین کے تمام قلعے مسخر ہوگئے اور سلمان نے بلاش جان کے کردوں کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر انھوں نے بعوض دین اسلام قبول کرنے کے مقابلہ کیا لیکن جب مسلمانوں نے شکست دے کے انھیں مغلوب کرلیا تو اکثر نے جزیہ قبول کرلیا اور بعض نے مسلمان ہوکر زکوٰۃ ادا کی سلمان نے ایک لشکر شہر شمکور پر بھیجا جس نے جاتے ہی اس کو فتح کرلیا۔ پھر یہاں سے بڑھ کر سلمان باہلی نے اس مقام پر پڑاؤ ڈالا جہاں ارس اور کر نام کی دو ندیاں آکر ملی ہیں۔ یہاں کے قیام میں انھوں نے مقام قبلہ کو فتح کیا اور مقامات شکر وغیرہ کے لوگوں نے ادائے جزیہ کے وعدے پر صلح کرلی۔ اسی سلسلہ میں شاہ شہروان اور علاقہ کوہ قاف کے تمام فرماں رواؤں اور اہل مسقط شاہران اور شہر باب والوں سے بھی صلح ہوگئی اور یہ سارا علاقہ زیر علم اسلام تھا۔ مگر یہ روا روی کی وقتی صلحیں تھیں اس لیے کہ سلمان کے واپس آتے ہی ان شہروں نے بغاوت کردی۔

حضرت معاویہ کا روم پر حملہ

حبیب کی مہم کے بعد اس سال حضرت معاویہ نے مملکت روم پر حملہ کیا۔ وہ ایک لشکر جرار لے کر دمشق سے چلے اور شہر عموریہ تک بڑھتے اور برابر قتل وقمع کرتے چلے گئے رومیوں نے مسلمانوں کے خوف سے سارا ملک خالی کر دیا تھا چنانچہ انطاکیہ طرسوس سے عموریہ تک تمام قلعے رومی فوج سے خالی اور افتادہ ملے۔ یہ دیکھ کر جناب معویہ نے یہ کارروائی کی کہ ان تمام قلعوں پر قبضہ کرکے سرزمین شام اور الجزیرہ کے بہت سے لوگوں کو ان میں بسا دیا اور واپس آئے۔

یزید بن حر عبسی

بعد ازاں انھوں نے یزید بن حر عبسی کو ایک لشکر پر سردار مقرر کرکے اس ملک میں بھیجا جو [illegible] جہاد کرنے کے لیے مخصوص کرلیا گیا تھا چنانچہ خود رومیوں کو بھگاتے ہوئے دور تک چلے [illegible]

ان کو بھی یہی حکم دیا کہ راستے میں جو شہر خالی ملیں اُن میں اہل شام اور الجزیرہ کو آباد کرتے جاؤ۔ وہ جب اپنی مہم پوری کر کے پلٹے تو انطاکیہ تک جتنے رومی قلعے ملے سب کو برابر مسمار کرتے آئے۔

افریقہ پر ابن ابی سرح کی فوج کشی

مصر کا لشکر اسلام بھی اس سال یعنی ۲۵ھ میں خاموش نہیں بیٹھا رہا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے حکم کے مطابق والی مصر عمرو بن عاص نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو جہاد کرنے کے لیے افریقہ کی طرف روانہ کیا۔ مصر میں جو لشکر اسلام تھا اس کے ایک سردار عبداللہ بن ابی سرح بھی تھے۔ وہ ایک زبردست لشکر لے کے افریقہ کی طرف بڑھے اور دور تک جا گھسے اور راستے میں جو شہر ملے ان میں تاخت کر کے مال غنیمت اور لونڈی غلاموں کو لے کر واپس آئے۔ مگر اس مہم نے ان کا حوصلہ اس قدر بڑھا دیا تھا کہ مصر میں واپس آتے ہی براہ راست حضرت عثمانؓ سے خط بھیج کر افریقہ میں دوبارہ جہاد کرنے کی اجازت حاصل کی۔

کابل پر لشکر کشی

ان دنوں قلمرو خلافت کے مشرقی حدود پر بھی مجاہدین اسلام گرمجوشی دکھا رہے تھے۔ چنانچہ ادھر عبداللہ بن عامر نے حضرت عثمانؓ سے کابل پر فوج کشی کی اجازت لی۔ یہ شہر ان دنوں سیستان کے علاقے میں تھا اور سیستان کا علاقہ اس زمانے میں خراسان کے علاقے سے بڑا تھا۔ عبداللہ جوش و خروش سے جا پہنچے۔ اور کابل سے گرد لڑائی چھیڑ دی۔

چند متفرق واقعات

اسی سال یزید بن معاویہ پیدا ہوا اور اسی برس علاقہ نیشاپور پر مسلمانوں نے پہلے پہل جہاد کیا۔ مگر بعض اہل روایت اس جہاد کو سنہ ۲۶ھ بتاتے ہیں۔ اور آخر سال میں حضرت عثمانؓ نے بذات خود امیر حج کی حیثیت سے لوگوں کو حج کرایا۔

دوسری فصل

عہد عثمانی۔ مسجد مکہ کی توسیع سے مسجد نبوی کی توسیع تک

مسجد مکہ کی توسیع۔ عبداللہ بن سعد والی مصر۔ اُن کا پہلا جہاد افریقہ۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی معزولی۔ عبداللہ کا دوسرا جہاد افریقہ۔ جرجیر حاکم افریقہ اُس سے مقابلہ۔ عبداللہ بن زبیر افریقہ جانا۔ دشمنوں کی قوت کو انھیں [illegible]۔ ابن زبیر کی کامیاب تدبیر اور فتح۔ دیگر فتوحات افریقہ کامل فتح۔ جرجیر کی بیٹی کا انجام۔ خمس کا مروان کو ملنا۔ نتیجہ اہل افریقہ میں اختلاف اور قیصر کا غلبہ۔ اندلس پر پہلا حملہ۔ عبداللہ بن نافع والی افریقہ۔ ایران اور روم سے جہاد۔ بحری جہاد۔ حضرت فاروقؓ کو اس سے انکار تھا۔ حضرت عثمانؓ سے بحری جنگ کی اجازت۔ قبرص پر حملہ۔ فتح قبرص۔ [illegible]۔ ام حرام کی شہادت۔ پہلا امیر البحر اسلام عبداللہ بن قیس۔ حضرت عثمانؓ کی محترم بیوی نائلہ۔ ابو موسیٰ اشعری سے اہل بصرہ کی ناراضی اور ان کی معزولی۔ عبداللہ بن عامر والی بصرہ۔ اقربا سے والیوں کا تقرر اور ان کے کارنامے۔ بغاوت فارس۔ مسلمانوں کی شکست۔ دوسرا معرکہ اور فتح۔ فتوحات دامن کوہ قفقاز تک۔ الغرض پھر فتح ہوا۔ خلافت کی جانب سے جدید انتظامات۔ ابن خازم کے عروج کی ابتدا۔ مسجد نبوی کی توسیع۔

مسجد مکہ کی توسیع۔

اب حضرت عثمانؓ کی خلافت کا تیسرا سال یعنی ۲۶ھ شروع ہوا۔ صحابہ اسی دینی جوش اور تمدنی سرگرمی سے اسلام کی اشاعت اور قلمرو خلافت کی توسیع میں مصروف تھے۔ حجاج کی تعداد اب اس قدر بڑھ گئی تھی کہ حرم مکہ کی مسجد ان کے لیے کافی نہ تھی۔ حج کرنے کے واسطے اب اکیلے اہل عرب نہ تھے بلکہ عرب و عجم دوش بدوش طواف کعبہ کرتے اور ایران و ترکستان اور شام و مصر [illegible] میں حاضر ہو کر کعبہ کے آگے سر جھکاتے تھے۔ لہٰذا ضرورت پیش آئی کہ مسجد حرام مکہ کی توسیع کی جائے۔ تمام مسلمانوں کی خواہش کے مطابق حضرت عثمانؓ نے اس کام کو اپنے ذمے لیا اور بوجہ احسن انجام دیا۔ گرد و پیش کے لوگوں کے مکانوں کو خرید کے مسجد میں شامل فرما دیا۔ چند لوگوں نے مکانوں کے دینے سے انکار کیا۔ چونکہ یہ خانہ خدا کی دینی خدمت تھی ان کے مکانات بھی منہدم کرا کے مسجد حرم میں شامل کر لیے۔ ان لوگوں نے قیمت لینے سے انکار کیا تو قیمت مشخص کرا کے بیت المال میں داخل فرما دی۔ اس پر بھی ان لوگوں نے

حضرت عثمانؓ کے خلاف شور و ہنگامہ مچایا تو ان کو گرفتار کرا لیا اور سامنے بلا کے فرمایا کہ تمہاری روانگی تمہارے ساتھ عمر بن الخطاب نے کی تھی اس وقت تم نے شکایت نہ کی، اور اب شورش مچاتے ہو اور آپ نے تو پہلے بھی کے ساتھ انتساب جرم کی بھی تجدید کی تھی جب سے حد درجہ معلوم ہوتے ہیں بعد ازاں عبداللہ بن خالد بن اسید کی سفارش سے وہ ترک کیے ہو کر دیئے گئے۔

مصر کے فتح ہونے کے زمانے سے اس وقت تک وہاں کے والی عمرو بن عاص رہے تھے۔

عبداللہ بن سعد والیٔ مصر

حضرت عثمانؓ نے ۲۶ھ میں ان کو اس خدمت سے معزول کر کے ان کی جگہ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کر دیا اور انتظام کیا کہ مصر کی فوج کے افسر تو عمرو بن عاص ہی رہیں مگر والیٔ مصر عبداللہ کو بنا کے حکومت ان کے ہاتھ میں دے دی گئی۔ عمرو بن عاص نے ناراض ہو کر حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ گائے کے سینگ اور پاؤں تو میں پکڑوں اور دودھ دوسرا شخص دوہے۔

افریقہ کا پہلا جہاد

عبداللہ بن ابی سرح اس فوج میں تھے جو خلافت کی جانب سے مقدمہ میں متعین تھی۔ حضرت عثمانؓ نے ۲۵ھ میں ان کو افریقہ پر جہاد کرنے کا حکم دیا اور وعدہ کیا کہ اگر تم کو اس جہاد میں کامیابی ہوئی تو مال غنیمت کا پانچواں حصہ خلافت کا حق ہے تم کو بطریق انعام دیا جائے گا۔ ساتھ ہی فرمایا عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس اور عبداللہ بن نافع بن حصین افریقہ پر حملہ کرنے والی فوج کے سردار ہوں اور دونوں عبداللہ بن ابی سرح کے ماتحت رہیں۔

یہ لشکر قلمرو مصر سے گزر کے جب افریقہ میں داخل ہوا تو عساکر اسلام کے شجاعت و بہادری کے آثار ظاہر ہوئے۔ افریقہ والوں نے جب ایسے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی تو خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے صلح کر لی مگر دشمنوں کی اس قدر کثرت تعداد کو آگے بڑھنا مصلحت نہ معلوم ہوا صلح کر کے واپس چلے آئے۔

عمرو بن عاص و عبداللہ بن سعد میں نزاع

رضاعی بھائی کا یہ کارنامہ دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے ان سے جو وعدہ کیا تھا پورا کیا اور ان کو والی بھی مقرر کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں اور عمرو بن عاص میں اختلاف پڑا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ عبداللہ نے حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ عمرو نے ایسے جھگڑے پیدا کر دیئے ہیں کہ خراج وصول نہیں ہو سکتا ادھر عمرو بن عاص نے دربار خلافت میں لکھا کہ عبداللہ نے فوجی نظام بگاڑ دیا ہے۔ اس کا یہ انجام ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے عمرو بن عاص کو فوج کی سرداری سے بھی معزول کر کے مصر کے تمام فوجی و دیوانی اختیارات عبداللہ کے ہاتھ میں دے دیئے اور عمرو بن عاص مدینہ میں چلے آئے۔

جب مصر کی حکومت عبداللہ کے ہاتھ میں آگئی تو افریقیوں نے حضرت عثمانؓ سے افریقہ پر دوبارہ

عقد الفرید ـ

حملہ کرنے کی اجازت مانگی آپ نے صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا اور جب اکثر صحابہؓ کی [illegible]
سے ایک نہایت زبردست لشکر مرتب کر کے روانہ فرمایا جس میں عبداللہ بن عباسؓ [illegible]
اس لشکر کو لے کر عبداللہ بن ابی سرح افریقیہ کی طرف بڑھے [illegible]
اور ان کے ہمراہی بھی اس لشکر میں آ ملے جو پہلے سے اس سرزمین میں [illegible]
لشکر نے طرابلس الغرب میں پہونچ کر رومیوں کو شکست دی اور آگے بڑھ کر افریقیہ پر حملہ کیا [illegible]
افریقہ الجزیرہ (الجیریا) وغیرہ کا نام تھا۔ یہاں پہونچ کر مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے [illegible]
ہوئے کہ اطراف وجوانب کے شہروں پر قبضہ کریں۔

اس ملک کا فرماں روا قیصر روم کی طرف سے جرجیر نام ایک شخص تھا جو قیصر کو سالانہ [illegible]
اس کی قلمرو طرابلس سے طنجہ تک پھیلی ہوئی تھی اسے مسلمانوں کی آمد کی خبر ہوئی تو مقابلہ کی
تیاریاں کرنے لگا۔ نہایت جد وجہد سے ایک لاکھ بیس ہزار فوج جمع کرلی اور مقابلہ کے لیے [illegible]
اس کے دارالسلطنت اور شہر سبیطلہ کے درمیان ایک مقام میں میدان جنگ گرم ہوا [illegible]
لڑائی ہوتی رہی آخر جرجیر کو مناسب معلوم ہوا کہ اپنے دارالسلطنت کی دیواروں کے پیچھے [illegible]
مسلمان بھی تعاقب کرتے ہوئے اس کے شہر تک پہونچ گئے اور [illegible] لڑائیاں ہوتی رہیں [illegible]
بن ابی سرح نے جرجیر کو مطلع کر دیا کہ یا اسلام قبول کر لو یا جزیہ دو مگر اس نے دونوں باتوں کے
ماننے سے قطعاً انکار کیا۔

حضرت عثمانؓ کا دل اس لڑائی کی طرف لگا ہوا تھا اور حالات بعد مسافت کی وجہ سے دیر دیر میں
معلوم ہوتے تھے۔ ایک بار خبروں کے آنے میں اس قدر تاخیر ہوئی کہ آپ سخت پریشان ہوئے [illegible]
آخر حضرت عبداللہ بن زبیر کو چند لوگوں کے ساتھ روانہ کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو جا کے میدان جنگ
کی خبر لائیں حکم ہوتے ہی وہ نہایت پھرتی اور عجلت سے روانہ ہوئے اور افریقہ کے میدان جنگ
میں پہونچ کر دم لیا۔ ان کے پہونچنے پر مجاہدین نے زور وشور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا تو جرجیر نے
لوگوں سے اس کا سبب پوچھا کسی نے کہا یہ خوشی کے نعرے ہیں اس لیے کہ اسلامی لشکر کی [illegible]
عبداللہ بن زبیر نے یہاں میدان میں پہونچ کر دیکھا کہ مسلمان روز صبح سے ظہر کے وقت تک
لڑتے ہیں اور اس کے بعد گرمی کی شدت سے اپنے خیموں میں واپس چلے آتے ہیں دوسرے دن
صبح کو ابن زبیر میدان میں آئے تو سپہ سالار اسلام ابن ابی سرح کی طرف صورت نہ دکھائی [illegible]
لوگوں سے پوچھا وہ کہاں ہیں جواب ملا کہ جرجیر نے عام اعلان کر دیا ہے کہ جو کوئی عبداللہ بن ابی [illegible]

قتل کرے گا اُسے میں ایک لاکھ دینار انعام دوں گا اور اپنی بیٹی کو بھی اسی کے عقد میں دے دوں گا۔ اس اعلان کے خوف سے ہمارے سردار خیمے کے باہر نہیں نکلتے"۔ ابن زبیر فوراً ابی سرح کے خیمے میں گئے اور کہا آپ ڈرتے کیوں ہیں؟ آپ بھی اشتہار دے دیجیے کہ جو کوئی جرجیر کا سر کاٹ لائے گا اس کو ایک لاکھ دینار ملیں گے اور اس کی بیٹی بھی اسی کو دی جائے گی اور اسی کو میں جرجیر کے ملک کا حاکم بھی بنا دوں گا۔ اس مضمون کا اعلان فوراً شائع کر دیا گیا اور یکایک یہ حالت ہو گئی کہ جرجیر اپنی جان کے لیے عبداللہ بن ابی سرح سے زیادہ خائف تھا۔

ابن زبیر کی کامیاب تدبیر

اس کے بعد بھی لڑائی کو طول ہوا تو ابن زبیر کے مشورے سے ایک دن لشکر اسلام کا ایک حصہ لشکر گاہ میں روک لیا گیا اور جیسے ہی ظہر کے وقت مسلمان میدان سے جوش شجاعت دکھا کے اپنے آئے اور تھکے ماندے رومی بھی واپس گئے اور ہتھیار کھول رہے تھے کہ ناگہاں خود عبداللہ بن زبیر اس محفوظ لشکر کے ساتھ ان پر جا پڑے۔ رومیوں کو خبر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ یہ لشکر اسلام ان کے پڑاؤ میں گھس پڑا۔ رومی ایسے بدحواس ہوئے کہ ہتھیار بھی نہ اٹھا سکے اور مسلمانوں نے قتل کرنا شروع کیا

اور فتح۔

آخر جرجیر عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ سے مارا گیا اور اس کی بیٹی پکڑ لی گئی۔ رومی ہمت ہار کے بھاگے اور ہر طرف قتل ہونے لگے۔

اب عبداللہ بن ابی سرح نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور آخر وہ بھی فتح ہو گیا اور اتنا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا کہ ہر سوار کو اپنے حصے میں تین ہزار اور ہر پیدل کو ایک ہزار دینار ملے۔

دیگر فتوحات افریقہ۔

عبداللہ نے شہر سبیطلہ کو بھی فتح کر لیا تو دیگر بلاد افریقیہ کی طرف فوجیں روانہ کیں۔ جن میں سے ایک فوج نے شہر نفقشہ کو اور دوسرے نے حصن اجم کو فتح کیا جہاں تمام اطراف و جوانب کے لوگ جمع تھے۔ چنانچہ وہ قلعہ چند روز محصور رہنے کے بعد فتح ہو سکا۔

کامل فتح۔

آخر افریقیہ والوں نے اپنی تمام کوششوں میں ناکام ہونے کے بعد پچیس لاکھ دینار سالانہ خراج ادا کرنے کا اقرار کر کے امان حاصل کی۔

جرجیر کی بیٹی کا انجام

جرجیر کی بیٹی عبداللہ بن زبیر کو ملی۔ اور انھوں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کے مژدہ فتح سنایا۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ یہ افریقیہ کی وہ شاہزادی عبداللہ بن زبیر کو نہیں بلکہ ایک انصاری بندے کو ملی تھی۔

۵ اس شاہزادی کے حسن و جمال علم و فضل اور شجاعت و مردانگی کی گبن نے بڑی تعریف کی ہے۔ مگر اس نام ور انگریز مورخ سے یہ بڑی فاش غلطی ہو گئی ہے کہ عبداللہ بن زبیر کی جگہ ان کے والد محترم زبیر بن العوام کو اس لڑائی کا مرد میدان اور شاہزادی کا جیتنے والا بنا دیا۔

ایک سال تین مہینے اس عظیم الشان مہم میں صرف کرنے کے بعد عبداللہ بن ابی سرح مصر کو واپس آئے۔ اور حیرت کی یہ بات ہے کہ اتنی بڑی لڑائی میں مسلمانوں کے مقتولین [illegible] شہید ہوئے ان میں ایک نامور شاعر عرب ابو ذویب ہذلی تھے جو خاک افریقہ میں آغوش لحد کے سپرد کیے گئے۔

افریقہ کی اس مہم کی غنیمت کا مال خمس جب مدینہ میں پہنچا تو مروان بن حکم نے [illegible] پر مول لے لیا اور وہ قیمت کی رقم بھی حضرت عثمان نے ان کو معاف کر دی چنانچہ [illegible] ان واقعات کے سبب جن کا حضرت عثمان کو الزام دیا جاتا ہے [illegible] بن ابی سرح کو دیا گیا یا مروان کو۔ مگر یہ بات تحقیق ہے جو بعد میں بیان ہوگی [illegible] کو ملا ہوا تھا اور دوسری قسم کا جو اس سے زیادہ ہو گا مروان کو ملا۔

تاہم یہ ملک فرماں روا جو قیصر کے افریقہ پر حاکم اور اندلس تک پھیلے ہوئے تھے قیصر روم جو قسطنطنیہ کے تاجدار تھے اہل افریقہ نے جب مسلمانوں سے صلح کر لی [illegible] قیصر نے اپنے ایک سردار بطریق کو بھیجا کہ جن لوگوں نے مسلمانوں سے [illegible] ان سے بھی اپنا مقررہ خراج وصول کرے۔ یہ بطریق [illegible] قیصر کا حکم سنایا سب لوگوں نے کہا ہم نے خراج ادا کرنے کے لیے کوئی روپیہ نہیں [illegible] جب مسلمانوں نے ہم پر حملہ کیا ہے تو وہ ہمیں ان کی دستبرد سے بچایا تاکہ ہم [illegible] اس کو مسلمان ہم سے زبردستی نہ وصول کر سکتے۔"

جرجیر کے مارے جانے کے بعد مسلمانوں نے افریقہ کا فرماں روا ایک اور شخص کو مقرر کر دیا تھا اس سے اور اس تازہ وارد بطریق سے لڑائی چھڑ گئی۔ اور بہت [illegible] آیا۔ اور جرجیر کا جانشین افریقہ سے بھاگ کر شام میں آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ حضرت علی [illegible] جناب معاویہ خلافت کر رہے تھے لہذا اس کی سرگذشت کو ہم اسی موقع پر بیان کریں گے۔

افریقہ کے فتح ہو جانے کے بعد حضرت عثمان نے حکم دیا کہ عبداللہ بن نافع بن [illegible] عبد القیس دریا کے راستے سے جا کر اندلس پر حملہ کریں چنانچہ یہ دونوں نامور سردار [illegible] کے ساتھ جس میں بہت سے اہل بربر تھے جہازوں پر سوار ہوئے۔ جو مسلمان [illegible] ان کو حضرت عثمان نے اپنی خاص تحریر کے ذریعے سے آگاہ فرمایا کہ قسطنطنیہ [illegible] سے ہو گا۔ غرض یہ لشکر جا کے کامیاب ہوا اور افریقہ کے برابر ایک ملک قلمرو اسلام میں شامل کیا گیا۔[5]

[5] علی العموم مشہور ہے کہ اندلس پر فوج کشی عبدالملک بن مروان کے عہد میں ہوئی [illegible]

تھوڑے زمانے کے بعد حضرت عثمانؓ نے افریقہ کی حکومت عبداللہ بن ابی سرح کے قبضے سے نکال لی اور عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس کو حاکم افریقہ مقرر فرمایا۔ عبداللہ بن ابی سرح مصر میں واپس آئے اور بہت کچھ رقم خزانۂ مصر سے بارگاہ خلافت میں بھیجی۔ اتفاقاً اس کے پہونچنے کے زمانے میں عمرو بن عاص حضرت عثمانؓ سے ملنے کو گئے۔ جناب خلافت پناہ نے کہا "عمرو تم نے سُنا کہ تمھارے بعد اس اونٹنی نے زیادہ دودھ دیا"۔ عمرو نے برجستہ کہا "جی ہاں دودھ تو دیا مگر بچہ ہلاک ہو گیا"۔

عبداللہ بن نافع والی افریقہ۔

مشرق میں ان دنوں ایران کے شہر اصطخر والوں نے بغاوت کر دی تھی۔ لہذا عثمان بن ابی العاص نے ۲۷ھ میں اس کو دوبارہ فتح کیا۔ اور انھیں دنوں حضرت معٰویہؓ نے قسطنطنیہ کی طرف قلمرو روم میں جہاد کیا۔

ایران و روم میں جہاد۔

جناب معٰویہ کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ اور وہ ہمیشہ قلمرو اسلام کے وسیع کرنے کی فکر میں لگے رہتے۔ سب سے زیادہ اُن کو اس بات کی تمنا تھی کہ مسلمان بحری راستے سے جہاد کریں۔ چنانچہ اس سے پیشتر انھوں نے حضرت عمرؓ سے جزیرۂ قبرس (سائپرس) پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی تھی۔ اور چونکہ اس جزیرے کا ساحل شام کے شہر حمص سے بہت قریب ہے اس لیے حضرت فاروقؓ کو یہ الفاظ لکھے تھے کہ "حمص کے ایک ساحلی گانوں سے رومی اس قدر قریب ہیں کہ اس گانوں کے لوگ رومیوں کے کتوں کا بھونکنا اور اُن کے مرغوں کا بانگ دینا سُنا کرتے ہیں"۔ معٰویہ کی اس تحریک پر حضرت فاروقؓ نے عمرو بن عاص کو لکھا کہ "مجھے تم سمندر کی اصلی حالت اور سیاحان بحر کی کیفیت لکھ بھیجو"۔ عمرو نے لکھا "ایک بڑی چیز (جہاز) ہے جس پر ایک چھوٹا مخلوق (انسان) بیٹھ کے جاتا ہے۔ گرد و پیش آسمان و پانی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ہوا رُک گئی تو دل پھٹنے لگتے ہیں اور زور سے چلی تو تلاطم کے باعث ہوش و حواس نہیں بجا رہتے۔ فلاح کا یقین کم اور شک زیادہ ہے۔ ان کی مثال ایک کیڑے کی ہے جس کو ایک تختہ پہ بٹھا کے پانی میں چھوڑ دیا جائے۔ تختہ کسی طرف جھکا تو وہ ڈوب گیا اور بچا تو ہر دم پریشان و مضطر رہا"۔ عمرو بن عاص نے یہ ایسا ہولناک منظر دکھایا تھا کہ حضرت عمرؓ سہم گئے اور جناب معٰویہؓ کو لکھا "قسم ہے اس خدا کی جس نے محمدؐ کو مبعوث برسالت کیا میں کبھی کسی مسلمان کو جہاز پر سوار کرا کے نہ بھیجوں گا۔ مجھے ایک مسلمان کی جان روم کے سارے عالم سے زیادہ عزیز ہے۔ لہذا اس معاملے میں زیادہ اصرار نہ کرنا۔ تم جانتے ہو کہ علاءؓ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آ چکا ہے۔ بس اب میں قیصر کے مقابلے سے دست بردار ہوا جاتا ہوں"۔ جب حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا تو جناب معٰویہ نے ان کی خدمت میں اصرار شروع کیا اور آخر اجازت حاصل کر ہی کے چھوڑا۔

بحری جہاد۔

حضرت فاروقؓ کو اس سے اختلاف تھا۔

حضرت عثمانؓ سے بحری جنگ کی اجازت۔

عہد میں فتح اندلس کو لکھ دیا ہے جس روایت کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ ملک اندلس بھی فتوحات عثمانی میں سے ہے اور ممکن ہے کہ عبدالملکؒ نے اس کو دوبارہ فتح کیا ہو۔

مگر حضرت عثمانؓ نے جو اجازت کی تحریر بھیجی اُس میں لکھا تھا "اس مہم کے لیے تم خود لوگوں کو منتخب نہ کرنا اور نہ انتخاب کے لیے قرعہ اندازی کرنا بلکہ لوگوں کو اختیار دے دو۔ جو شخص برضا و رغبت جانا چاہے اُس کو لے جاؤ اور اس کی مدد کرو۔ مگر جو لوگ خاموش رہیں اُن سے ہرگز تعرض نہ کرنا"۔ چنانچہ معاویہؓ نے یہی کیا۔

سپہ سالار مجاہدین بحر۔

عبداللہ بن قیس حاسی کو جو بنی فزارہ کے حلیف تھے امیر البحر مقرر کیا۔ اور خود اس مہم میں مجاہدین بحر کے ساتھ ہوئے۔ ان کے ہمراہ اکابر صحابہ کا ایک گروہ بھی تھا جن میں سے ابوذر غفاری۔ عبادہ بن صامت۔ عبادہ کی محترم بیوی اُم حرام اور ابودرداء اور شداد بن اوس کے ایسے صحبت یافتگان رسول اکرمؐ تھے۔

فتح قبرس۔

مسلمانوں کا پہلا جنگی بیڑہ ۲۹ھ میں ساحل شام سے روانہ ہو کر جزیرہ قبرس کی طرف چلا۔ دوسری طرف سے عبداللہ بن ابی سرح بھی مصری بیڑے کے ساتھ آ گئے۔ دونوں بیڑوں نے قبرس کے ساحل پر لنگر ڈالا۔ کچھ لڑائی ضرور ہوئی مگر جزیرے والوں کو زیادہ مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور اس قرار پر

شرائط صلح۔

صلح کر لی کہ جتنا خراج رومیوں کو دیتے ہیں یعنی سات ہزار دینار مسلمانوں کو بھی دیا کریں گے۔ مگر مسلمان اس سے مانع نہ ہوں کہ وہ لوگ رومیوں کو بھی حسب معمول خراج دیتے رہیں۔ مسلمانوں نے اس خراج کے معاوضے میں یہ ذمہ داری اپنے سر لی کہ قبرس کو دشمن کے حملے سے بچائیں گے۔ اور قبرس والوں کو اس کا پابند کیا کہ رومی دشمنوں کی نقل و حرکت سے مسلمانوں کو برابر مطلع کرتے رہیں۔ اور مسلمان جب رومیوں پر حملہ کریں گے تو ان کا راستہ اسی جزیرے کی طرف سے رہے گا۔

جبیر بن نفیر کا بیان ہے کہ جزیرۂ قبرس کے فتح ہونے کے وقت مسلمانوں نے چند لونڈی غلام پکڑے تو ابو دردا یہ منظر دیکھ کر زار و قطار رونے لگے۔ میں نے کہا "خدا نے مسلمانوں کو غلبہ دیا ہے اس پر

ابو درداء کی چشم عبرت بیں۔

خوش ہونا چاہیے رونا کیسا؟" میرے شانے پر ہاتھ مار کے فرمایا "جو لوگ خدا کی نافرمانی کرتے ہیں اُس کی نظر میں کیسے ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں؟ کوئی قوم چاہے کیسی ہی زبردست و باجبروت ہو۔ جہاں اُس نے خدا کے حکموں کو چھوڑا اُن کو خدا ایسا ہی ذلیل کر دیتا ہے جیسا کہ تم ان لوگوں کو دیکھ رہے ہو۔ خدا اُن پر کسی اور قوم کو غالب کر دیتا ہے جو لوگ انھیں پکڑ پکڑ کے لونڈی غلام بناتے ہیں اور خدا کو اس کی مطلق پروا نہیں ہوتی"۔

ام حرام کی شہادت۔

اُم حرام قبرس میں ایک خچر پر سوار جا رہی تھیں کہ جانور بھڑکا اس کی پیٹھ سے گر پڑیں۔ گردن ٹوٹ گئی اور ساتھ ہی روح پرواز کر گئی۔ حضور رسول خدا صلعم نے ان محترم بیوی کو یہ خوشخبری سنائی تھی کہ "اسلام کا جو پہلا بحری لشکر جہاد کرے گا اس میں تم بھی ہو گی"۔

پہلے امیر البحر عبداللہ بن قیس۔

عبداللہ بن قیس حاسی اس کے بعد برابر امیر البحر رہے۔ اور ہمیشہ بحری جہاد میں مصروف رہتے۔ چنانچہ

انھوں نے خشکی میں اُتر کر یا خاص سمندر کے اندر جاڑوں اور گرمیوں میں سب ملا کے پچاس جہاد کیے۔ اور اس خوش عنوانی اور احتیاط سے کہ اُن کے ہمراہیوں میں سے نہ کبھی کوئی ڈوبا اور نہ کبھی انھیں شکست ہوئی۔ درگاہ رب العزت میں ہمیشہ دعا مانگا کرتے کہ میرا لشکر خیریت سے رہے۔ اُن کی دعا قبول ہوئی چنانچہ جب خدا کو منظور ہوا کہ انھیں شہادت کا مرتبہ نصیب ہو تو بحری طلیعہ کی حیثیت سے ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر مملکت روم کے شہر مرقاء کے ساحل پر جا کے تن تنہا اُتر پڑے۔ قصد یہ تھا کہ کسی کو خبر نہ ہو اور وہاں کے حالات دریافت کر لائیں۔ وہاں چند محتاجوں نے تاجر سمجھ کر اُن کے آگے دست سوال پھیلایا۔ اور انھوں نے فیاضی سے خیرات دی۔ محتاجوں میں ایک عورت تھی جس نے دوڑ کے شہر والوں کو خبر کی کہ عبداللہ بن قیس یہاں موجود ہیں۔ ان کا پرہیبت نام سنتے ہی رومی چڑھ آئے۔ مجبوراً انھوں نے مقابلہ شروع کیا بہت دیر تک داد شجاعت دیتے رہے اور آخر ایک خلقت عظیم کے مقابلے میں تنہا لڑتے ہوئے شہید ہوئے ان کے ملاح کشتی کو واپس لے گئے اور مسلمانوں کو خبر کی۔ سنتے ہی سب لوگ اپنے جہازوں کو لے کر بڑھے۔ جوش و خروش سے مرقا کے بندر میں لنگر ڈال دیا۔ اور اتر کے مصروف کارزار ہو گئے۔ اس وقت لشکر اسلام کے سردار عبداللہ کی جگہ سفیان بن عوف ازدی تھے۔ فوج کو للکارتے وقت کبھی کبھی اُن کی زبان سے سخت و سست الفاظ نکل جاتے تھے۔ عبداللہ مرحوم کی ایک لونڈی کھڑی دیکھ رہی تھی بولی "مگر عبداللہ مرحوم کی زبان سے تو لڑائی میں یہ الفاظ نہ نکلتے تھے"۔ سفیان نے پوچھا "وہ کیا کہا کرتے تھے؟" کہا "کہتے تھے ثابت قدم رہو مصیبت دور ہو جائے گی"۔ سفیان نے اس کے بعد سے یہی کلمہ اختیار کر لیا۔ یہ بڑی سخت لڑائی تھی جس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ اور آخر دشمنوں کو مغلوب کر کے لشکر اسلام واپس آیا۔

ان کی شہادت

ان کے قائم مقام

لوگوں کو اس پر بڑی حیرت تھی کہ مرقا کی وہ دریوزہ گر عورت عبداللہ کو کیسے پہچان گئی۔ چنانچہ فتحیاب ہونے کے بعد اُس کو ڈھونڈھ کے پوچھا تو اُس نے کہا "اس شخص کی صورت تو تاجروں کی سی تھی مگر جب میں نے سوال کیا تو اُس نے بادشاہوں کی سی فیاضی کی۔ اس سے میں سمجھ گئی کہ یہ عبداللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا"۔

حضرت عثمانؓ کی چوتھی بیوی نائلہ

اسی سال یعنی سنہ ۲۸ھ میں حبیب بن مسلمہ نے بڑھ کے روم کے شہر سوریہ پر حملہ کیا۔ اور انھیں ایام میں حضرت عثمانؓ نے نائلہ بنت فرافصہ کے ساتھ عقد نکاح کیا جو عرب کی بڑی شریف اور معزز بیوی تھیں پہلے عیسائیہ تھیں مگر حضرت ذی النورین کے عقد میں آنے سے پیشتر مسلمان ہو چکی تھیں۔ امیر حج اس سال بھی خود حضرت خلافت مآب تھے۔

ابو موسیٰ اشعری سے اہل بصرہ کی ناراضی۔

اسی سنہ ۲۹ھ میں بصرے میں خیرآئی کہ اہل ایذج اور کرد باغی و مرتد ہو گئے ہیں۔ ابو موسیٰ اشعری نے جو والی بصرہ تھے فوراً لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا اور اثنائے تقریر میں پیدل جہاد کرنے کے فضائل بیان کیے جن کا اثر یہ ہوا کہ چند لوگ تو گھوڑوں پر سوار ہو کر کردوں کی طرف چلے باقی سب نے اتفاق کیا کہ پیدل ہی کوچ کریں تاکہ زیادہ ثواب حاصل ہو۔ ان میں سے ایک گروہ نے کہا لیکن ہمیں عجلت نہ کرنی چاہیے۔ منتظر رہیں اور دیکھیں کہ خود ابو موسیٰ کیا کرتے ہیں اس لیے کہ قول سے زیادہ ان کا فعل قابل اتباع ہوگا۔ ابو موسیٰ نے کوچ کا ارادہ کیا تو ان کا مال و اسباب اور ساز و سامان قصر امارت سے چالیس خچروں پر لاد کے نکالا گیا۔ اور خود گھوڑے پر سوار تھے۔ یہ دیکھتے ہی بہت سے لوگوں نے آکر ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا یہ زائد خچر جن پر آپ کا ساز و سامان لدا ہوا ہے ان میں سے بعض پر ہمیں سوار کرا دیجیے۔ یا جس طرح آپ نے پیدل چلنے کا ہمیں شوق دلایا ہے خود بھی پیدل چلیے۔" لوگوں کا زغہ دیکھ کر ابو موسیٰ نے ان پر کوڑے سے پیٹنا شروع کیے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچی تو لوگ لگام چھوڑ کے ہٹ گئے۔ مگر بجائے جہاد پر جانے کے سیدھے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ابو موسیٰ کی معزولی کی درخواست پیش کی۔

اور ان کی معزولی۔

آپ نے اس کا باعث پوچھا تو کہا "ہم جیسے کچھ کرنے کی نسبت یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ آپ ان کو بدل دیں۔" اور اسی سلسلے میں ابو موسیٰ اشعری کی اپنی شکایتیں کیں کہ حضرت ذی النورین نے ان کو معزول کر کے عبداللہ بن عامر کو والی بصرہ مقرر کر دیا جن کی عمر اس زمانے میں پچیس سال سے زیادہ نہ تھی۔

عبداللہ بن عامر کا تقرر۔

اور بہت سے والیوں کا تقرر اور ان کے کارنامے۔

اسی زمانے میں حضرت عثمانؓ نے بہت سے والی مقرر فرمائے۔ چنانچہ عمرو بن عثمان بن سعد کو خراسان پر بھیجا جنھوں نے خراسان کے مشرق و شمال میں سبقت کی تو فرغانہ تک بڑھتے چلے گئے اور اس علاقے کا کوئی مقام نہیں باقی رہا جس نے صلح کر کے اطاعت نہ قبول کر لی ہو۔ عبداللہ بن عمیر لیثی کو آپ نے سیستان پر مامور فرمایا۔ انھوں نے اس سرزمین پر قدم رکھتے ہی سرکش رعایا کی سرکوبی شروع کر دی۔ اور رفتہ رفتہ آگے قدم بڑھایا تو کابل تک بڑھتے چلے آئے۔ عبداللہ بن معمر کو آپ نے مکران بھیجا وہ بڑھے تو نہر تک جا پہنچے۔ غالباً نہر سے دریائے سندھ ہو۔ ادھر کرمان میں حسب فرمان خلافت عبدالرحمن بن عبیس والی ہوئے۔ اور اسی طرح اہواز و فارس میں بھی آپ نے حکام بھیجے۔ عبداللہ بن عمیر جو سیستان کے حاکم مقرر ہو کے آئے تھے چند روز بعد معزول ہوئے اور ان کی جگہ عبداللہ بن عامر بھیجے گئے۔ ایک سال حکومت کر کے وہ بھی اس خدمت سے علیحدہ کر دیے گئے اور ان کی خدمت عاصم بن عمرو کو دی گئی۔ پھر عبدالرحمن بن عبیس حکومت کرمان سے ہٹائے گئے اور ان کی جگہ عدی بن سہیل کو ملی جو اس سے پیشتر بھی یہاں کے حکمران رہ چکے تھے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے عبیداللہ بن معمر کو مکران سے واپس بلا کر حکومت

فارس پر مقرر فرمایا اور مکران میں ان کی خدمت عمیر بن عثمان کو عطا فرمائی۔ بعد ازاں حاکم خراسان آپ نے امیر بن احمر یشکری کو مقرر فرمایا اور حکومت سیستان ۲۹ھ میں عمران بن فضیل برجمی کو دی اور عاصم بن عمرو نے اسی اثنا میں کرمان میں انتقال فرمایا۔

بغاوت فارس و مسلمانوں کو شکست۔

یہی ردوبدل ہو رہے تھے کہ اہل فارس نے بغاوت کر دی اور عبیداللہ بن معمر ان لوگوں کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔ نواحی اصطخر کے میدان پر مقابلہ ہوا۔ جس میں ایرانیوں نے اس طرح جان توڑ کر مقابلہ کیا کہ عساکر خلافت کو شکست ہو گئی اور سپہ سالار اسلام عبیداللہ نے شربت شہادت پیا۔

دوسرا معرکہ اور فتح۔

اس شکست کا حال بصرے میں عبداللہ بن عامر نے سنا تو فوراً لشکر مرتب کیا اور متواتر کوچ کر کے دشمنوں کے سر پر جا پہنچے اور اسی میدان اصطخر میں پھر خونریزی کا بازار گرم ہوا۔ لشکر اسلام میں میمنہ کے سردار ابو برزہ اسلمی اور میسرہ کے افسر عمران بن حصین تھے اور ان دونوں بزرگوں کا شمار صحابہ یادگاران رسالت میں تھا۔ آخر سخت معرکہ آرائی کے بعد ایرانیوں نے شکست کھائی ان کا ایک گروہ عظیم قتل ہو گیا۔ اور شہر اصطخر بزور شمشیر فتح کر لیا گیا۔

فتوحات دارابگرد و گور۔

اب عبداللہ بن عامر فتح کا جھنڈا اڑاتے ہوئے بڑھے تو دارابگرد میں پہنچے اس کو بھی فتح کیا اور شہر گور کی طرف چلے جو شہر اردشیر خرہ کے نام سے مشہور تھا۔ راستہ میں سنا کہ اصطخر والوں نے پھر بغاوت کر دی مگر اولو العزم ابن عامر نے پروا نہ کی اور بڑھتے ہوئے شہر گور تک چلے گئے۔ یہ زبردست شہر تھا۔ ہرم بن حیان پہلے سے اس کا محاصرہ کیے ہوئے پڑے تھے۔ مگر فتح نہ ہوتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ محاصرہ کرنے والوں کو بار بار تھوڑے سے آدمی شہر کے گرد چھوڑ کر اصطخر تک آ کے لڑنا اور مقابلہ کرنا پڑتا تھا جس کی وجہ سے کبھی پوری قوت سے گور پر دھاوا کیا جا سکا۔

تائید غیبی۔

ابن عامر کے پہنچتے ہی ایک ایسی قدرتی صورت پیش آئی کہ بغیر کسی دشواری کے شہر فتح ہو گیا اور وہ یہ کہ ایک رات کو کوئی مسلمان مجاہد نماز تہجد کے لیے اٹھا اس کے برابر خرجین رکھی تھی جس میں گوشت اور روٹی تھی۔ ایک کتا آیا اور خرجین کو کھینچتا ہوا لے چلا ان بزرگ نے اس کا تعاقب کیا تو وہ ایک مخفی راستے سے جا کے شہر کے اندر ہو رہا۔ ان بزرگ نے وہ راستہ مسلمانوں کو بتا دیا چنانچہ مسلمان اس راہ سے شہر میں داخل ہو گئے اور دم بھر میں فتح کر لیا۔

اصطخر پھر فتح ہوا۔

شہر گور فتح ہو چکا تو ابن عامر اصطخر میں واپس آئے ایرانی قلعہ بند ہو گئے مسلمانوں نے شہر کے چاروں طرف پڑاؤ ڈال دیا۔ جابجا منجنیقیں لگا دیں اور ایسی سخت سنگباری کی کہ عجمیوں کی ایک خلقت کثیر پتھروں کی نذر ہو گئی جن میں اکثر معزز خاندانوں والے اور ذی اثر لوگ تھے جنہوں نے اطراف و جوانب سے بھاگ کے شہر اصطخر کی شہر پناہ میں پناہ لی تھی آخر مسلمانوں نے شہر کو فتح کر کے چھوڑا۔

خلافت کی جانب سے عاملین کا تقرر

بعض راویوں کا بیان ہے کہ ابن عامر نے گور کے فتح کرنے سے پیشتر ہی واپس آکر اصطخر کو فتح
کیا پھر شہر گور پر گئے اور اس پر قابض ہونے کے بعد دارابگرد پر قبضہ کیا۔

اب ابن عامر نے بارگاہ خلافت میں ان فتوحات کی اطلاع کی اور جواب میں حضرت عثمانؓ نے تحریر فرمایا کہ
ہرم بن حیان یشکری، خریت بن راشد اور منجاب بن راشد، ترجمان ہجیمی کو فارس کے شہروں میں والی
و حاکم مقرر کر دو اور ملک خراسان کو بھی چند لوگوں میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ آپ ہی نے احنف بن قیس کو مرو کا حاکم مقرر کیا
اور حبیب بن قرہ یربوعی کو بلخ کا۔ خالد بن عبداللہ بن زہیر کو ہرات کا، امیر بن احمر کو طوس کا اور قیس بن ہبیرہ سلمی کو نیشاپور
کا حاکم مقرر فرما دیا۔ انہیں آخر الذکر بزرگ قیس کے ذریعے سے عبداللہ بن خازم کا نشوونما ہوا جو ان کے
چچازاد بھائی تھے۔ چند روز بعد حضرت عثمانؓ نے خراسان کے تمام عاملوں و والیوں کو قیس کے ماتحت
کر دیا چنانچہ قیس پورے خراسان کے حاکم ہو گئے۔ اور جب قیس خراسان کے حاکم ہو گئے تو امیر بن احمر کو
حضرت ذی النورینؓ نے سیستان کی حکومت دی۔ پھر ان کو ہٹا کے عبدالرحمن بن سمرہ کو حاکم سیستان
مقرر فرمایا اور یہی آخر عہد عثمانی تک یہاں کے حاکم رہے اسی طرح آپ کے آخر عہد تک کرمان کے
حاکم عمران، فارس کے عمیر بن عثمان اور کرمان کے [illegible] رہے۔

ابن خازم کی حکومت

حاکم خراسان قیس بن ہبیرہ نے اپنے ابن عم عبداللہ بن خازم کو بھی [illegible]
ابن عامر کے پاس بھیجا تھا۔ ابن عامر کی نظر میں ابن خازم کی [illegible]
یہ کہنے کی جرأت ہوئی کہ مجھے آپ اس مضمون کا ایک تحریری [illegible] خراسان سے
چلے جائیں تو وہاں کی حکومت میرے ہاتھ میں رہے گی۔ ابن عامر نے بلا تامل یہ [illegible]
چنانچہ لکھا اور خراسان میں واپس آئے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد [illegible]
ابن خازم نے قیس کو مشورہ دیا کہ آپ [illegible] لوگ کیا خیال میں ہیں
قیس ان کے مشورے پر [illegible] ابن خازم نے وہ [illegible] نکال کے لوگوں کے سامنے [illegible] کی
اور مستقل حاکم خراسان بن گئے یہاں تک کہ [illegible] خلافت [illegible]
ابن خازم کی [illegible] قیس [illegible] تھے۔

مسجد نبوی کی توسیع

اسی سنہ ۲۹ھ کے ماہ ربیع الاول میں حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی کو [illegible]
[illegible] مخل سے لائی جاتی تھی اور [illegible] ذی النورین کی [illegible]
جن پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے سنگی ستون قائم کیے [illegible]
مبارک مسجد کا طول ایک سو ساٹھ گز اور عرض [illegible]

تیسری فصل

مختلف واقعات عہد عثمانی آغاز مخالفت تک

حضرت عثمانؓ سے پہلا اختلاف۔ صحابہ کو اختلاف پسند نہ تھا۔ والیٔ کوفہ ولید کا ابتدائی طرز عمل۔ ان سے مخالفت۔ ان پر میکشی کا الزام۔ حد جاری ہونا اور معزولی۔ سعید بن عاصؓ عامل کوفہ۔ ان کا پہلا خطبہ۔ کوفے کی بدنظمی۔ ہدایات خلافت۔ ان کے مطابق عمل۔ حضرت عثمانؓ کا خطبہ۔ سعید کا جہاد طبرستان میں۔ حاکم بصرہ ابن عامر کی مہم خراسان۔ [illegible]۔ فتح [illegible]۔ [illegible] کی سرکشی۔ زمانۂ مابعد میں قتیبہ کے ہاتھ سے ان کی اصلاح۔ [illegible]۔ قرأت قرآن میں اختلاف۔ جمع قرآن کی جانب حضرت عثمانؓ کی توجہ۔ آپ کے مرتب کیے ہوئے نسخہ ہائے قرآن۔ آنحضرتؐ کی انگشتری مبارک کا کنویں میں گر کے غائب ہو جانا۔ ابوذر غفاری کا واقعہ۔ جناب معاویہ میں اور ان میں اختلاف۔ ان کے بعض فقرا میں شورش۔ معاویہ نے آزمایا اور سچا پایا۔ بارگاہ خلافت میں ان کی شکایت۔ [illegible] ابوذر مدینے میں۔ ابوذر ربذہ میں۔ ان کی وفات۔ جمعہ میں تیسری اذان۔ معاویہ کیونکر سارے شام کے حاکم ہو گئے۔ شام پر رومیوں کا بحری حملہ۔ بحری جنگ ذات الصواری۔ فتح اسلام۔ شکست نصیب قسطنطین کا انجام۔ حضرت عثمانؓ کی مخالفت کا آغاز۔

اب ۲۹ھ کا آخری مہینہ تھا حضرت عثمانؓ حسب معمول حج کے لیے مکہ معظمہ میں تشریف لے گئے منیٰ کے میدان میں آپ کا خیمہ نصب ہوا اور وہاں اور عرفات میں دونوں جگہ آپ نے سابق کے رواج کے خلاف نماز بجائے قصر کرنے کے پوری پڑھی۔ چونکہ یہ امر حضرت رسالتؐ کے عمل کے خلاف تھا اس لیے اکثر صحابہ اس پر معترض ہوئے یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے جناب ذی النورینؓ سے مل کے کہا، میں نے حضرت رسول خدا صلعم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ برابر یہاں نماز پڑھی سب نے وہی دو رکعتیں پڑھیں اور آپ بھی اس سے پیشتر اپنے عہد خلافت میں دو ہی رکعتیں پڑھتے رہے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مسنون طریقے کو آپ نے کیوں بدل دیا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ "یہ فقط میری رائے تھی اور مجھے ایسا ہی مناسب معلوم ہوا۔"

حضرت عثمانؓ سے پہلا اختلاف

سب حضرات کی طرح حضرت عبدالرحمن ابن عوف نے بھی اس کارروائی پر اعتراض کیا تو حضرت خلافت مآب نے

صحابہ کو اختلاف پسند نہ تھا۔

فرمایا کہ "یہاں میرے اعزہ و اقارب ہیں۔ میرا مکان بھی یہاں موجود ہے۔ اور طائف میں میرا مال و اسباب ہے لہٰذا میں نے اس سے پیشتر یہاں نماز میں قصر کیا تو بعض جہلا خصوصاً یمن کے حاجیوں نے میرے اس فعل سے حجت پکڑ کے خیال کیا کہ مقیم کو بھی نماز میں قصر کرنا جائز ہے اسی غلطی کے دور کرنے کے لیے اب کے میں نے پوری نماز پڑھی"۔ عبدالرحمٰن نے کہا یہ عذر کافی نہیں ہے۔ آپ کے عزیز یہاں ہیں مگر آپ کی بیوی بچے تو مدینے میں ہیں۔ آپ کا مکان اسکو بھی دیکھ لیں ہے اور مال اگر طائف میں ہے تو طائف بھی یہاں سے تین منزل ہے۔ رہا حجاج یمن کا کہنا تو اُن کے کہنے کی بنا پر حضرت رسولؐ اور حضرات شیخینؓ کی پیروی نہیں چھوڑی جا سکتی"۔ حضرت عثمانؓ بولے "خیر یہ میری ایک رائے تھی جس پر اب تو میں عمل کر چکا"۔

جب عبدالرحمٰنؓ جناب عثمانؓ کے پاس سے نکلے تو عبداللہ بن مسعود سے ملے اور کہا کہ "یہ عمل اس معمول کے خلاف ہے جو ہم کو معلوم ہے"۔ اس پر ابن مسعود نے کہا کہ "مجھ کو کیا کرنا چاہیئے"۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ "جو تمہاری رائے اور تمہارا علم ہے اس پر عمل کرو"۔ وہ بولے "مخالفت باعث شر ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چار رکعتیں پڑھی ہیں"۔ یہ جواب سن کر حضرت عبدالرحمٰن بولے کہ "میں نے تو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دو پڑھی ہیں مگر اب آیندہ چار پڑھا کروں گا"۔

بعض اہل روایت کے نزدیک یہ واقعہ ۲۹ھ میں پیش آیا اور یہی پہلا اعتراض ہے جو حضرت عثمانؓ کے طرز عمل پر کیا گیا۔

خلافت عثمانی کے دوسرے سال ہم کوفہ کی حکومت پر ولید کے تقرر کا حال بیان کر آئے ہیں انھوں نے پانچ سال تک بہت اچھی حکومت کی اور رعایا بھی ہر طرح ان سے خوش تھی۔ اور جو چاہتا بے تکلف ان تک پہنچ جاتا۔ جب وہ دربار نہ کرتا کسی کو معلوم ہوتا کہ ان کے مکان کے دروازے پر پہرا نہیں ہے لیکن اب کوفے میں چند ایسے جھگڑے پیدا ہوئے کہ شرفائے عرب کا ایک گروہ اُن کے خلاف ہوگیا جنھوں نے پہلے تو حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے تبادلے کی خواہش کی۔ اور جب حضرت عثمانؓ نے سماعت نہ کی تو انھوں نے ولید کا پوشیدہ عیب آشکارا کرنا شروع کیا۔ کہ وہ اور نو مسلم شاعر ابو زبید ساتھ بیٹھ کر شراب پیا کرتے ہیں انھیں میں سے انھوں نے دوست بن کر سوتے میں ولید کی انگلی سے مہر کی انگوٹھی اتار لی اور حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پیش کر کے کہا "ہم نے ان کی بدمستی کے عالم میں یہ انگوٹھی اتار لی۔ انھیں شراب پی کر قے کرتے اور اُن کی داڑھی کو شراب میں بھرا ہوا دیکھا"۔

بعض راویان اخبار کہتے ہیں کہ حضرت ذی النورینؓ کے سامنے اس بات کی شہادت بھی پیش ہوئی کہ ولید نے جامع کوفہ میں صبح کی نماز ایسی بدمستی کی حالت میں پڑھائی کہ بجائے دو کے چار رکعتیں پڑھا دیں۔

ولی کوفہ ولید کا ابتدائی طرز عمل

اُن سے مخالفت

ان پر مےکشی کا الزام

اور سلام پھیرتے ہی مقتدیوں کی طرف مُڑ کے کہا کہو تو دو ایک اور پڑھا دوں"۔

حد جاری ہونا اور معزولی ہونا سعید بن عاص کا حاکم کوفہ

بہر حال شراب خواری کا جُرم اُن پر عائد ہوا حضرت علیؓ نے حد جاری کی اور عبد اللہ بن جعفر طیار نے آپ کے حکم سے چالیس درے لگائے اور انہیں واقعات کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ نے اُن کو حکومت کوفہ سے معزول کر کے ان کی جگہ سعید بن عاص کو مقرر کر دیا جن کا ابھی عنفوان شباب تھا۔ عمر پچیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ مگر حضرت فاروق اعظمؓ کے آغوش میں پرورش پائی تھی۔ ملک شام کے فتح ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کو جناب معاویہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ چند روز بعد وہاں سے بلوا کے فرمایا "میں نے سُنا تم آزمائش میں پڑے اور نیکو کار رہے۔ استقلال دکھاؤ خدا برکت دے گا"۔ پھر دو شریف لڑکیاں اُن کے عقد نکاح میں دے دیں جن میں سے ایک کے لحاظ سے حضرت عبد الرحمن بن عوف اور دوسری کے لحاظ سے جناب جبیر بن مطعم ان کے ہم زلف تھے۔ اور حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت ان کا شمار معززین قریش میں تھا۔ اس تربیت و صحبت نے ان کے مزاج میں حضرت عمرؓ کی اولو العزمی اور خوش تدبیری اور حضرت معاویہ کی بردباری و بلند حوصلگی جمع کر دی تھی۔

حضرت عثمانؓ نے جب انہیں والی کوفہ مقرر فرمایا تو کوفے میں آئے اور مالک اشتر وغیرہ جو ولید کے

اُن کا پہلا خطبہ

ہمراہ بطور رفیقوں کے آئے تھے ان کے مدد و معاون بن گئے۔ کوفہ میں پہونچ کر انھوں نے منبر پر کھڑے ہو کے جو پہلی تقریر کی اس کا مختصر مضمون یہ تھا کہ "میں تمہارا حاکم مقرر کیا گیا ہوں۔ اور مجھے بخدا اس خدمت سے نفرت تھی۔ مگر امیر المومنین کے حکم سے مجبور ہو گیا۔ لوگو فتنہ نمودار ہو گیا۔ اور سامنے نظر آ رہا ہے میں اس سے لڑوں گا یا تو اُسے مٹا ہی دوں گا۔ اور یا اسی کوشش میں خود مٹ جاؤں گا"۔

جستجو اور تحقیق کے بعد انھوں نے حضرت عثمانؓ کو اطلاع دی کہ کوفے میں بد نظمی پیدا ہو گئی ہے۔ شرفا اور معزز خاندانوں کے عرب جو یہاں آکر آباد ہوئے ہیں اُن کا غلبہ ہے اور وہ کسی کے بس کے نہیں ہیں۔ جناب ذی النورین نے لکھا کہ "جن لوگوں نے اس سرزمین کو فتح کیا تھا اُن کو بے شک شرافت اور فضیلت حاصل ہے۔ اور جو لوگ بعد کے زمانے میں وہاں جا کر سکونت پذیر ہوئے ہیں انہیں ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے لیکن پُرانوں میں اگر غفلت و کاہلی پیدا ہو گئی ہو۔ اور پیروی حق سے علٰحدہ ہو گئے ہوں اور بعد والوں میں وہ صفات موجود ہوں تو اس صورت میں البتہ پچھلوں کو پہلوں کی پیروی کرنی چاہیے۔ تم ہر شخص کا حفظ مراتب کرو اور کسی کو اس کے حقوق سے محروم نہ ہونے دو یہی چیز عدل کو قائم رکھے گی"۔

اُن کے مطابق عمل

یہ ہدایات خلافت ملنے کے بعد سعید نے نامور ان قادسیہ کو بلوایا اور کہا کہ آپ لوگ یہاں کے سردار اور سب لوگوں کے حالات سے واقف کار ہیں لہذا حاجتمندوں کی حاجتیں ہم پر ظاہر کر دیا کیجیے۔ انکے

سعید نے بعد کو آنے والے خاندانوں میں سے جو سپہ گر اور بہادر تھے ان کو بھی اعلیٰ طبقہ رعایا میں شامل کر دیا اور صاحب علم قاریان قرآن کو بھی اسی اعلیٰ طبقہ میں رکھا اس پر اہل کوفہ میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں لوگوں سے اختلاف ظاہر ہوا اور سعید نے جو کچھ حالت تھی حضرت عثمانؓ کو لکھ بھیجی۔ آپ نے اہل مدینہ کو جمع کر کے سعید کا خط سنایا اور سب نے کہا کہ "آپ نے جو کچھ کیا مناسب کیا"۔ اب حضرت عثمانؓ نے مجمع عام میں تقریر کی کہ "اے اہل مدینہ تیار ہو جاؤ اور حق پر ثابت قدم رہو فتنے اٹھے اور تمہاری طرف چل کھڑے ہوئے ہیں خدا کی قسم جہاں تک بنے گا میں تمہارے حقوق کو تمہارے لیے محفوظ رکھوں گا اور جو لوگ عراق میں جہاد کر کے حق حاصل کریں وہ یہاں مدینے میں آ کر رہیں تو بھی اپنے حقوق پائیں گے۔ لوگوں نے دریافت کیا دوسرے ملکوں سے ہمارے حصوں کو آپ یہاں ہم تک کیونکر پہونچائیں گے؟" فرمایا "اہل حجاز و یمن میں سے جس کا جی چاہے اپنے حق کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر ڈالے"۔ اس پر سب لوگ خوش ہو گئے اور اس کا انجام یہ ہوا کہ مختلف قبائل کے لوگوں نے برضامندی طرفین بہت سے حقوق مول لے لیے۔

حضرت عثمانؓ کا خطبہ۔

ان اندرونی معاملات کا تصفیہ ہوتے ہی سعید نے جہاد کی طرف توجہ کی۔ طبرستان کے سپہبد (سپہ سالار) نے حضرت فاروقؓ کے عہد میں سوید بن مقرن کو کچھ رقم دے کر صلح کرالی تھی۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے سرکشی و بد عہدی ظاہر ہوئی اور سعید نے سنہ ۳۰ھ میں فوراً ادھر کا رخ کر دیا۔ علم اسلام کے پیچھے اکابر صحابہ میں سے حضرت حسنؓ بن علیؓ، حضرت حسینؓ بن علیؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عبداللہ بن زبیر اور بہت سے جلیل القدر صحبت یافتگان رسول اکرمؐ تھے۔

سعید کا جہاد طبرستان میں۔

جس وقت یہ لشکر مجاہدین روانہ ہوا ہے اسی وقت ابن عامر زبردست لشکر کے ساتھ بصرہ سے خراسان کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ ایسی تیزی سے چلے کہ سعید سے آگے نکل گئے اور نیشاپور میں پڑاؤ ڈال دیا۔

حاکم بصرہ ابن عامر کی مہم خراسان۔

سعید قلمرو خلافت سے نکل کر پہلے قومس میں اترے۔ یہاں کے لوگوں سے فتح نہاوند کے بعد حضرت حذیفہ نے صلح کی تھی سعید نے یہاں سے خیمے اکھاڑے تو جرجان پہ جا کر دم لیا۔ اہل جرجان نے دو لاکھ نذرانہ پیش کر کے صلح کر لی۔ اب لشکر اسلام مقام طمیسہ میں پہونچا۔ یہ شہر سمندر کے کنارے علاقہ جرجان کا سرحد تھا۔ وہاں کے لوگوں نے مقابلہ کیا اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ مسلمانوں کو نماز کی بھی فرصت نہ ملی چنانچہ صلوٰۃ خوف پڑھی گئی تھی۔ اسی معرکہ میں سعید نے ایک دشمن پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ شانے سے کمر کے نیچے تک کھیرے کی طرح کاٹتی چلی گئی۔ آخر شہر والوں نے امان مانگی۔

سعید قومس میں۔

فتح جرجان۔

طمیسہ کی فتح۔

جو قبول ہوئی۔ اور اقرار کیا گیا کہ ان میں سے ایک شخص کی بھی جان نہ لی جائے گی۔ مگر ابھی قلعہ والوں سے لڑائی باقی تھی جب وہاں جا کے مسلمانوں نے اس قلعہ کو فتح کیا تو اس میں جتنے لڑنے والے تھے سب مار ڈالے گئے بجز ایک شخص کے جو چھوڑ دیا گیا۔ اور قلعہ میں جو کچھ سامان جنگ اور مال و اسباب تھا مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔

اب سعید نے آگے بڑھ کر ناجیہ پر قبضہ کیا جو کوئی شہر نہیں بلکہ بیابان کا ایک مشہور میدان تھا۔ یہیں اُن کی اپنی سطوت قائم کر کے سعید واپس چلے آئے۔

اہل جرجان کی سرکشی اور بدعہدی

اہل جرجان سے جو صلح ہوئی تھی اس کی رو سے اہل جرجان بطور خراج کے ہر سال کبھی ایک لاکھ کبھی دو لاکھ اور تین لاکھ لا کے پیش کیا کرتے۔ اور کبھی یہ بھی ہوتا کہ کچھ نہ دیتے اور کہتے کہ ہم سے یہی مقرر ہوا ہے۔ چند روز بعد یہ انجام ہوا کہ انھوں نے خراج دینے سے بالکل انکار کر دیا۔ اور مرتد و باغی ہو گئے۔ ان کی سرتابی کے باعث قومس سے خراسان جانے کا راستہ بند ہو گیا۔ چنانچہ لوگ فارس سے کرمان ہوتے ہوئے خراسان میں جایا کرتے۔ مدت ہائے دراز کے بعد قتیبہ بن مسلم نے اپنی حکومت خراسان کے زمانے میں یزید بن مہلب کو بھیج کر یہ راستہ دوبارہ کھولا۔ اور پھر انھیں شرطوں پر اہل جرجان سے صلح کر لی جو سعید سے ہو چکی تھیں۔

علاقہ قفقاز پر تسلط

اسی سال حذیفہ نے رے کی مہم سے فارغ ہو کر کوہستان قفقاز کا رخ کیا۔ تاکہ عبدالرحمن بن ربیعہ کی مدد کریں۔ سعید بن عاص بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ لشکر کوچ کر کے آذربائیجان میں پہونچا۔ اور یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ لشکر اسلام مختلف حصوں میں تقسیم ہو جائے اور جب مختلف سمتوں سے اس طرح سبقت کریں کہ ہر حصے کو دوسرے حصے سے مدد اور قوت ملتی رہے۔ چند روز کی فوج کشی کے بعد حذیفہ اور ان کے بعد عبدالرحمن اور سعید بھی واپس آ گئے۔

قرأت قرآن میں اختلاف

حضرت حذیفہ کو اس سفر میں یہ نظر آیا کہ قرآن مجید میں اختلاف پڑا جاتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے کوفے میں آ کے سعید سے کہا کہ اگر ہم نے اس وقت خبر نہ لی تو قرآن میں ایسا اختلاف پڑ جائے گا جو قیامت تک دور نہ ہو سکے گا۔ حمص، دمشق، بصرے اور کوفے والے سب کی قرأت جدا ہے اور ہر ایک کو ناز ہے کہ ہماری ہی قرأت صحیح اور اچھی ہے۔ کوفہ والوں کو دعویٰ ہے کہ ہم نے قرآن کو ابن مسعود سے سیکھا ہے بصرے والوں نے قرآن حضرت ابو موسیٰ سے پڑھا ہے اور ان کے نسخۂ قرآن کو وہ لباب القلوب کہنے لگے۔ اور جب اور حضرات سے مشورہ کیا گیا تو اکثر صحابہ اور تابعین نے ان کی رائے سے اتفاق کیا۔ مگر کوفے کے پیروان ابن مسعود کہنے لگے آپ کو ہماری قرأت میں تامل کیا ہے۔ کیا ہم ابن مسعود کی قرأت کے

پیرو نہیں ہیں۔ (قرأت سے مراد صرف لہجہ اور طرز ادا نہیں بلکہ الفاظ کا اختلاف بھی تھا) حذیفہ نے اس پر بگڑ کے کہا تم جاہل عرب ہو۔ خاموش ہو۔ تم نہیں سمجھ سکتے کہ کیا غلطی کرتے ہو۔ میں اگر زندہ رہا تو حضرت امیر المومنین کی خدمت میں جا کر عرض کروں گا کہ مسلمانوں کو اس مصیبت سے بچائیے۔ اس میں ابن مسعود کو کچھ ملال بھی ہوا جس کی وجہ سے حذیفہ برہم ہو کر بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ کی ڈراتے آیا ہوں امت کی خبر لیجیے۔ بعد ازاں سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا اور سب نے کہا کہ یہ بڑا نازک اور اہم معاملہ ہے اس میں غفلت نہ ہونی چاہیے۔

جمع قرآن کی داستان حضرت عثمان کے عہد میں

اس مشورے کے مطابق حضرت ذی النورینؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد کا نسخہ جو حضرت زید بن ثابت نے بڑے اہتمام و تحقیق سے جمع فرمایا تھا اور وہ حضرت ام المومنین حفصہؓ کے پاس محفوظ تھا طلب فرمایا اور صاحب علم و بصیرت صحابہ حضرات زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام کو حکم دیا کہ اس کی متعدد نقلیں کریں۔ ساتھ ہی ہدایت فرمائی کہ جب لوگوں میں اگر کسی آیت کے اختلاف پڑے تو قریش کی زبان اور ان کے محاورات کو اختیار کیجیے اس لیے کہ قرآن قریش ہی کی زبان میں اترا ہے اس طریقے پر جب نقلیں تیار ہو گئیں تو حضرت عثمانؓ نے اصل نسخے کو جناب ام المومنین حفصہؓ کے پاس واپس بھیج دیا اور نقول نسخوں میں سے ایک ایک نسخہ قلمرو خلافت کی ہر سمت کے صدر مقاموں میں بھیج دیا اور حکم دیا کہ سب لوگ اسی قرآن کو اختیار کریں اور اس کے علاوہ جو نسخے تھے وہ جلوا دیے۔

آپ کے مرتب کیے ہوئے نسخہ قرآن

آپ کی اس کارروائی کو تمام لوگوں نے پسند کیا بجز اُن لوگوں کے کہ اُن کے پاس جب یہ قرآن پہونچا تو حضرت عبداللہ بن مسعود کے پیرو بن گئے تھے۔ مگر عبداللہ بن مسعود کے پیرووں نے اس کے قبول کرنے میں تامل کیا۔ خود حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ دیکھا تو انھوں نے جمع ہو کر کھڑے ہو کر کہا کہ [illegible]

علی اپنے عہد خلافت میں کوفہ تشریف لائے تو ایک شخص اُن کے سامنے کھڑا ہوا اور جمع قرآن سے متعلق مجمع میں اس نے حضرت عثمانؓ کی برائی کی۔ حضرت علیؓ نے اسے للکار کر کہا کہ خاموش رہو عثمانؓ نے یہ کارروائی ہم سب کے مشورہ سے کی اور اگر بجائے عثمانؓ کے مجھ کو یہ کام کرنا پڑتا تو میں بھی وہی راہ اختیار کرتا جو انھوں نے اختیار کی۔

آنحضرت صلعم کی انگشتری مبارک کا کنوئیں میں گر جانا

مگر اس سال ایک ایسا خوفناک اور پُر عبرت واقعہ پیش آیا کہ تمام مسلمان کانپ گئے۔ اور حضرت عثمانؓ کی پریشانی کی کوئی حد نہ تھی۔ حضرت سرور عالم صلعم نے سلاطین عجم سے مراسلت کرنے اور دنیا سے تحریری تعلقات قائم کرنے کے لیے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوا کے اس پر نقش فرمائی تھی۔ جب تک آپ کی مہر

اور تمام امراء سلطنتوں۔ فرمانوں اور معاہدوں پر وہ مہر ثبت کی جاتی۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بجائے اپنے نام کی نئی انگوٹھی بنوانے کے اسی انگوٹھی کو پہنا اور مہر خلافت کی حیثیت سے تمام تحریروں پر اسی مہر کو ثبت کرتے رہے۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے اس کو اپنی انگلی میں پہنا اور ان کا بھی یہی عمل رہا۔ آپ کے بعد وہ مبارک انگوٹھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں آ گئی۔ مدینے سے دو میل کی مسافت پر اریس نام ایک بستی تھی۔ وہاں حضرت نے لوگوں کی نفع رسانی کے لیے ایک کنواں کھدوایا تھا اس کی جگت پر بیٹھ کے آپ نے اتفاقاً انگوٹھی اتاری اور اسے الٹ پلٹ رہے تھے کہ ہاتھ سے گر کے کنوئے میں چلی گئی۔ فوراً لوگوں نے اتر کے ڈھونڈھنا شروع کیا مگر پتہ نہ لگنا تھا نہ لگا۔ بلکہ اس کنوئے میں پہلے تھوڑا ہی پانی تھا۔ انگوٹھی گرنے کے بعد اس قدر زیادہ ہو گیا کہ کسی کو تھاہ نہ ملتی تھی۔ جناب ذی النورین کو اس کا شدید صدمہ ہوا جب ڈھونڈھنے میں کسی طرح کامیابی نہ ہوئی تو اعلان کر دیا کہ "جو کوئی اس انگوٹھی کو لائے گا اسے بہت کچھ انعام دیا جائے گا" اور ویسی ہی ایک اور انگوٹھی بنوا کے جس میں وہی الفاظ منقوش تھے پہن لی۔ یہ انگوٹھی آپ اس وقت تک پہنے رہے جب تک کہ شہید ہوئے ہیں۔ آپ کی شہادت کے بعد دیکھا تو غائب تھی اور پتہ نہ لگا کہ کون لے گیا۔

ابوذر غفاری کا واقعہ

بدنصیبی سے اسی زمانے میں ابوذر غفاریؓ کی وجہ سے ایک بہت ہی ناگوار جھگڑا پیش آیا۔ وہ بڑے نیک نفس اور پاک باطن اتقیاء صحابہ میں تھے اور دنیا و دولت دنیا سے نفرت تھی۔ آیۂ کریمہ "اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ"عہ سے انھوں نے یہ عقیدہ اخذ کیا تھا مسلمانوں کو اپنے پاس کچھ روپیہ پیسہ رکھنا حرام ہے۔ بجز اس کے کہ خیرات کرنے یا قرض ادا کرنے کے لیے ہو۔ عبداللہ بن سبا ابن سودا کے لقب سے مشہور تھا اور فتنہ انگیزی کے لیے مارا مارا پھرتا تھا جب شام میں آیا تو ان سے ملا اور کہا "دیکھیے مال و دولت کی نسبت جناب [illegible] اس میں ان کا مقصد یہ ہے کہ کوئی چیز مسلمانوں کی ملکیت نہ تسلیم کریں اور جس چیز کو جب چاہیں ان سے چھین لیں" ابوذر سیدھے آدمی اس کے فقرے میں آ گئے اور معاویہ سے مل کے کہا "آپ مسلمانوں کے مال کو خدا کا مال کیوں بتاتے ہیں؟" انھوں نے کہا "کیا ہم سب خدا کے بندے نہیں ہیں؟ اور جب ہم اس کے ہیں تو یہ سب مال بھی اسی کا ہے" ابوذر نے کہا "تو خیر یہ نہ کہا کرو" معاویہ نے کہا "اچھا میں مسلمانوں ہی کا مال کہا کروں گا"

جناب معاویہ میں اور ان میں چشمک

عہ ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ سونا و چاندی جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دو۔

ابن سوداء ابوذر کے بعد ابودرداء کے پاس گیا۔ اور اُن سے بھی وہی کہا مگر انھوں نے ڈانٹا اور کہا "تو مجھے یہودی معلوم ہوتا ہے۔" یہاں دال نہ گلی تو وہ حضرت عبادہ بن صامت سے ملا۔ ان کے سامنے جو یہ خیال ظاہر کیا تو وہ اس کو جناب معاویہ کے پاس پکڑ لے گئے اور کہا "اسی شخص نے ابوذر کو آپ کے خلاف کر دیا۔"

ابوذر کی یہ حالت تھی کہ شام میں رہتے تھے اور اپنے اس عقیدے پر سختی سے قائم تھے جس کو عوام الناس میں پھیلاتے۔ انجام یہ ہوا کہ بہت سے فقیر اور محتاج اُٹھ کھڑے ہوئے اور شورش مچا دی کہ اُمرا کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے اُسے فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ دولت مندوں کو اپنی عزت سنبھالنا دشوار ہو گیا۔ اور جناب معاویہ حیران تھے کہ کیا کریں۔

اُن کی وجہ سے فقرا میں شورش۔

اسی اثنا میں ایک شب کو معاویہ نے ایک ہزار دینار اپنے ایک غلام کے ہاتھ بطریق خیرات کے ابوذر کے پاس بھیج دیے۔ دوسرے دن معاویہ کے کہنے سے اس غلام نے ابوذر سے جا کر کہا "میرے مالک نے وہ رقم ایک اور بزرگ کے واسطے بھیجی تھی میں غلطی سے آپ کو دے گیا۔ مہربانی کر کے مجھے واپس فرما دیجیے۔" ابوذر نے کہا "میرے پاس تو ایک دینار بھی باقی نہیں رہا۔ میں نے کل ہی کل رقم خرچ کر ڈالی۔ بس مجھے تین دن کی مہلت دو کہ جمع کر کے تمہیں واپس کر دوں۔" ان کا یہ جواب سن کے معاویہ سمجھ گئے کہ ابوذر کا عمل بھی اسی عقیدے پر ہے جس کو وہ لوگوں میں پھیلا رہے ہیں۔

معاویہ نے آزمایا اور سچا پایا۔

آخر معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا کہ "ابوذر نے میرا یہاں ناک میں دم کر دیا ہے۔ اور اُن کی وجہ سے فقرا نے سخت شورش مچا رکھی ہے۔" حضرت عثمان نے جواب میں لکھا "فتنہ پیدا ہو گیا۔ اس کی صورت نظر آ رہی ہے اتنی ہی کسر ہے کہ وہ حملہ بھی کر دے [illegible] ابوذر کو میرے پاس مدینہ میں بھیج دو۔ اس ہنگامے کو موقوف کراؤ۔" اس حکم کے مطابق ابوذر مدینہ میں بھیجے گئے۔ جب حضرت عثمان سے ملے تو آپ نے پوچھا "اہل شام تمہاری شکایت کیوں کرتے ہیں؟" انھوں نے اپنا عقیدہ بیان کر دیا جسے سن کر حضرت عثمان نے فرمایا "ابوذر میرا فقط اتنا فرض ہے کہ جو معاملہ سامنے پیش ہو اس کا فیصلہ کر دوں اور رعایا کو سچی خیر اور کفایت شعاری پر آمادہ کروں۔ میرا یہ کام نہیں کہ سب لوگوں کو دنیا ترک کرنے اور زاہد بن جانے پر مجبور کر دوں۔" ابوذر نے کہا "اور لوگ جب تک خیرات نہ کریں، پڑوسیوں اور برادران اسلام پر احسان نہ کریں اور صلۂ رحم نہ کریں آپ اُن سے راضی نہ ہوجیے۔" اتفاق سے صحبت میں کعب احبار بھی موجود تھے۔ وہ بولے "جس کسی نے زکوٰۃ دے دی وہ اپنے حق فرض سے سبکدوش ہو گیا۔" یہ سنتے ہی ابوذر ان کو مار بیٹھے اس زور سے ہاتھ مارا کہ وہ زخمی ہو گئے اور کہا "اے یہودیہ کے

بارگاہ خلافت میں ابوذر کی شکایت۔

حضرت ابوذر مدینہ میں۔

بیچ - تمھیں ان معاملات سے کیا تعلق؟" حضرت عثمانؓ نے قصاص کے معاف کردینے کی سفارش کی - اور
کعب نے معاف کردیا۔

اب ابوذر نے حضرت عثمانؓ سے کہا "مجھے مدینے سے چلے جانے کی اجازت دیجئے - کیونکہ
رسول خدا صلعم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب مدینہ کی آبادی کوہِ سلع تک پہونچ جائے - تو تم مدینے سے
چلے جانا چنانچہ مدینے کی آبادی اب سلع تک پہونچ گئی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی
اور وہ مدینے سے دور ربذہ نام ایک بستی میں جو الگ تھلگ تھی جا کے سکونت پذیر ہوگئے - پھر وہاں
ایک مسجد بنالی جناب ذی النورینؓ نے انھیں چند اونٹ اور دو غلام عطا کیے اور روزینہ مقرر کردیا - وہ
ربذہ میں رہتے مگر کبھی کبھی مدینے آتے تاکہ بالکل دیہقانی نہ ہو جائیں۔

ربذہ کا تحصیلدار زکوٰۃ مجاشع نام ایک غلام تھا۔ نماز کا وقت آیا تو اس نے ابوذر سے کہا "نماز
پڑھائیے" انھوں نے کہا "تمھیں پڑھاؤ۔ رسول خدا صلعم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر کوئی کن کٹا غلام بھی
تم پر سردار ہو تو اس کی اطاعت و پیروی کرنا اور تم تو فقط غلام ہو کن کٹے نہیں ہو۔"

انکی وفات

حضرت ابوذر سنہ ۳۰ھ میں ربذہ میں آ کے مقیم ہوئے تھے تیسرے سال یعنی سنہ ۳۲ھ میں وہیں
انتقال فرمایا۔ ان کی وفات کا واقعہ بھی نہایت حسرتناک اور عبرت خیز ہے - بالکل دم واپسیں تھا کہ
صاحب زادی سے فرمایا "ذرا باہر نکل کے دیکھو کوئی آتا دکھائی دیتا ہے" انھوں نے دیکھا اور واپس
آ کر کہا "کوئی نہیں" بولے "تو ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ اچھا تم ایک بکری کو ذبح کر کے کھانا تیار کرو۔ میرے
دفن کرنے والے مجھے یقین ہے کہ نیک لوگ ہوں گے ان سے کہنا کہ بغیر کھانا کھائے یہاں سے
نہ جائیں" صاحب زادی نے جب کھانا پکا کے تیار کر لیا تو حضرت ابوذر نے فرمایا "پھر جا کے دیکھو
کوئی آتا ہے؟" اب کی انھوں نے دیکھ کے کہا "ہاں چند سوار آرہے ہیں" حکم دیا "اب میرا منہ قبلہ
کی طرف کر دو" اس حکم کی تعمیل ہوتے ہی کہا "بسم اللہ و باللہ و علی ملۃ رسول اللہ" اور روح پرواز کر گئی صاحبزادی
گھبرا کے باہر نکلیں وہ سوار قریب آگئے تھے ان سے [illegible] "ان
لوگوں نے پوچھا "کہاں؟" اشارہ کیا کہ "وہ پڑے ہوئے ہیں" ان لوگوں نے کہا "یہ ایک نعمت ہے
جس سے خدا نے ہمیں شرف یاب کیا۔"

ان لوگوں میں عبد اللہ بن مسعود بھی تھے رونے لگے اور کہا سچ فرمایا تھا رسول خدا صلعم نے کہ "ابوذر
تنہا مریں گے اور تنہا اٹھیں گے" اب ان سب لوگوں نے انھیں غسل دیا کفنایا۔ نماز پڑھی اور دفن
کر دیا۔ ان کاموں سے فراغت ہوئی تو ان صاحب زادی نے کہا "ابوذر نے آپ سب صاحبوں کو

سلام کہا ہے اور قسم دلائی ہے کہ آپ جب تک کھانا نہ کھالیں یہاں سے نہ جائیں گے۔ غرض لوگوں نے کھانا کھایا اور ابوذرؓ کے اہل و عیال کو اپنے ساتھ لے جا کے حضرت عثمانؓ کو خبر کی اور جناب عثمانؓ نے آپ کے بچے اور ان کی جائداد کو اپنے کنبہ میں شامل کر لیا۔

بعض اہل روایت حضرت ابوذرؓ کی وفات کے اس واقعہ کو ۳۲ھ میں بتاتے ہیں اور جنہوں نے لکھا ہے کہ ابن مسعودؓ ان کے اہل و عیال کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے بلکہ ان کو وہیں زندہ چھوڑ کر مکہ آ گئے اور حضرت عثمانؓ کو خبر کی جو حج کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ یہ سن کر جناب ذی النورین ربذہ کی طرف سے ہوتے ہوئے مدینے واپس گئے اور مرحوم صحابی رسولؐ کے اہل و عیال کو اپنے ساتھ لے گئے۔

حضرت ابوذرؓ اور حضرات معاویہؓ و عثمانؓ کے اختلاف کو بعض لوگوں نے بہت کچھ رنگ کر بیان کیا ہے مگر کوئی ایسی روایت نہیں ہے جس سے کسی پر الزام آ سکتا ہو۔ ابوذرؓ نے اپنی اجتہادی غلطی سے ایسا عقیدہ اختیار کر لیا تھا جو نہ قرآن مجید کے موافق ہے اور نہ دنیا میں ایسا عقیدہ بجز چند فقراء و زہاد کے کسی متمدن قوم کا عام مذہب بن سکتا ہے۔

اسی سنہ ۳۰ھ میں حضرت عثمانؓ نے نماز جمعہ میں تیسری اذان بڑھائی جس کو موذن زوراء نام مقام پر چڑھ کے دیا کرتا۔

جمعہ میں تیسری اذان — معاویہ کیونکر شام کے حاکم ہو گئے۔

اب اس زمانے میں معاویہؓ سارے شام و فلسطین کے مالک تھے اور اس حکومت کے ان کے ہاتھ آنے کا باعث یہ ہوا کہ ملک شام ان دنوں تین وسیع صوبوں پر حاوی تھا۔ شمال میں حمص و قنسرین کا صوبہ تھا۔ وسط میں دمشق اور اردن کا اور جنوب میں فلسطین کا جس سے مراد بنی اسرائیل کی ارض موعودہ تھی جو توراۃ میں ارض یہودا کے نام سے یاد کی گئی ہے۔ ان صوبوں میں سے وسط کے صوبہ دمشق و اردن کی حکومت حضرت عمرؓ نے شام کے فتح ہونے کے بعد حضرت معاویہؓ کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ طاعون عمواس میں جب یزید کا انتقال ہوا تو ان کی جگہ آپ نے حضرت معاویہؓ ہی کو مقرر کر دیا۔ شمالی صوبے یعنی حمص و قنسرین کے حاکم بعد فتح ابو عبیدہ بن الجراح مقرر کئے گئے تھے وہ اپنی وفات کے وقت جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں عیاض بن غنم یا معاذ بن جبل کی جانشینی کی وصیت کر گئے تھے اور اگر یہ مانا جائے کہ ان کے بعد حکومت حمص معاذ کو ملی تو بھی اس میں شک نہیں کہ آخری جانشین عیاض ہوئے۔ جب عیاض نے بھی وفات پائی تو حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کے مقام پر سعید بن حذیم جمحی کو مقرر فرمایا۔ پھر جب سعید نے بھی سفر آخرت کیا تو جناب فاروقؓ نے یہ خدمت

عمیر بن سعد انصاری کو دی اور وہی والی حمص و قنسرین تھے کہ حضرت فاروقؓ آغوش رحمت میں تشریف لے گئے۔

تھوڑے زمانے کے بعد عہد خلافت عثمانیؓ میں عمیر بن سعد نے حمص کی آب و ہوا کے موافق نہ آنے اور اپنی بیماری کے باعث اس خدمت سے استعفا دے دیا اور حضرت عثمانؓ نے ان کا استعفا قبول کر کے ان کا علاقہ بھی معاویہ کے اختیار میں دے دیا اس کو تھوڑا زمانہ گذرا تھا کہ فلسطین کے والی عبد الرحمن بن علقمہ نے انتقال کیا اور جناب ذی النورین نے ان کا صوبہ بھی معاویہ کے ہاتھ میں دے دیا اس طور پر سارا شام و فلسطین جناب معاویہ کے زیر فرمان ہو گیا۔

شام پر رومیوں کا بحری حملہ

ساری ممالک شام میں معاویہ کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ ۳۱ھ میں رومیوں نے بحری راستے سے اس ملک پر نہایت سخت حملہ کرنا چاہا اور اس کا محرک یہ امر ہوا کہ مسلمان جب افریقہ پر پوری طرح سے قابض و متصرف ہو گئے اور وہاں رومیوں کا قتل و قمع ہوا تو ہرقل کے بیٹے قسطنطین نے ایک بہت بڑا زبردست لشکر جمع کیا اور اس کو پانچ چھ سو جہازوں پر سوار کر کے چلا کہ شام پر حملہ کرے مسلمانوں کو خبر ہوئی تو وہ بھی بحری جنگ کے لیے تیار ہو گئے اس لیے کہ جزیرہ قبرص کی فتح نے انہیں بحری جہاد کا حوصلہ دلا دیا تھا۔ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح ان دنوں مصر کے حاکم اور بحری قوت کے افسر اعلیٰ ہونے کے باعث دولت خلافت کے امیر البحر تھے معاویہ کی اور ان کی بحری قوت مجتمع ہوئی تو دونوں شامی و مصری بیڑے رومی جہازوں کے مقابلے کو چلے جس وقت سمندر میں دونوں حریفوں کا سامنا ہوا۔ باد مخالف چل رہی تھی۔ دونوں طرف کے جہازوں نے لنگر ڈال دیے اب اگرچہ ہوا تھم گئی مگر شام تھی۔ دونوں نے لڑائی کو صبح پر اٹھا رکھا۔ رات بھر رومی نرسنگھا اور گھنٹے بجاتے۔ اور مسلمان اپنے جہازوں میں نمازیں پڑھتے۔ تلاوت قرآن کرتے اور دعائیں مانگتے رہے۔

بحری جنگ

صبح ہوتے ہی رومیوں نے اپنے جہاز بڑھائے اور کئی کئی جہازوں کو ایک میں باندھ دیا۔ آخر دونوں طرف کے جہاز بڑھے اور ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ فوراً تلواروں و خنجروں سے لڑائی ہونے لگی۔ یہ خوفناک لڑائی تھوڑی دیر تک نہایت شدت پر رہی جس میں مسلمانوں کی جانب ایک خلقت عظیم قتل ہو گئی۔ رومیوں میں بھی اتنے آدمی مارے گئے کہ اندازہ نہیں ہو سکتا اور کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں دونوں حریفوں نے اس قدر صبر سے کام لیا کہ اس سے پیشتر ایسا صبر و تحمل نہیں دیکھا گیا تھا۔

فتح اسلام

آخر خدا نے مسلمانوں کی مدد کی۔ قسطنطین زخمی ہوا شکست کھا کے بھاگا اور بچے کھچے رومیوں کے

کوئی نہ بچا۔ عبد اللہ بن سعد مقام ذات الصواری میں جہاں یہ جنگ ہوئی تھی چند روز تک ٹھیرے رہے۔ پھر اپنے جہازوں کو واپس لائے۔ اور اسی مقام ذات الصواری کی وجہ سے یہ بحری لڑائی مسلمانوں میں جنگ صواری کے نام سے مشہور ہوئی۔

شکست نصیب قسطنطین کا انجام

قسطنطین یہاں سے بھاگتا ہوا جزیرۂ صقلیہ میں پہونچا۔ لوگوں نے حالات پوچھے اور اُس نے جو کچھ پیش آیا تھا بلا کم و کاست بیان کر دیا۔ انجام یہ ہوا کہ لوگ بجائے ہمدردی کرنے کے اُسے الزام دینے لگے کہ تم نے دین عیسوی کو غارت کر ڈالا اُس کے بڑے بڑے بہادر ضائع کر دیے۔ اور اب اگر عرب ہمارے ملک پر چڑھ آئیں تو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ آخر لوگوں نے اسے حمام میں بند کر کے مار ڈالا۔ اور جو لوگ اس کے ہمراہ آئے تھے انہیں حکم دیا کہ جزیرۂ صقلیہ کو چھوڑ کر قسطنطنیہ میں چلے جائیں۔

حضرت عثمانؓ کی مخالفت کا آغاز۔

مگر سچ یہ ہے کہ اسلام میں فتنہ اور خطرناک باہمی مخالفت کا آغاز بھی اسی لڑائی سے ہوا۔ اس لیے کہ اسی لڑائی میں پہلے پہل محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمانؓ پر اعتراض کرنا شروع کیا انھوں نے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے طرز عمل کو چھوڑ کر اگلے طریقے بدل دیے جس سے شاید یہ مراد ہو کہ بحری لڑائی اختیار کی جس کی حضرت عمرؓ نے کبھی اجازت نہ دی تھی۔ مگر اس کے ساتھ یہ اعتراض بھی سنے کہ انھوں نے عبد اللہ بن سعد کو سردار مقرر کیا جن کا خون رسول خدا صلعم نے حلال کر دیا تھا اور قرآن مجید نے ان کے کفر کی تصدیق کی تھی۔ رسول خدا صلعم نے جن لوگوں کو نکالا تھا اُن کو انھوں نے بلا لیا۔ اور نیز صحابہ رسولؐ کو حکومت کی خدمتوں سے ہٹا کے اُن کی جگہ سعید بن عاص اور ابن عامر مقرر کیا۔ ان لوگوں کے یہ اعتراضات عبد اللہ بن سعد نے سنے تو دونوں سے کہا یہ جس جہاز میں ہوں تم لوگ اس میں نہ آؤ بلکہ کسی اور جہاز پر سوار ہو کے چلو۔ چنانچہ وہ دونوں ایک اور جہاز میں سوار ہوئے جس میں بجز قبطیوں کے کوئی عربی الاصل مسلمان نہ تھا۔ پھر جب دشمنوں سے مقابلہ ہوا تو اس جہاز نے بہت ہی کم مقابلہ کیا جس کے باعث امت کو نقصان بھی بہت کم پہونچا۔ لوگوں نے ان دونوں سے اس کی شکایت کی تو کہا ہم عبد اللہ بن سعد کے جھنڈے کے نیچے کیسے لڑ سکتے تھے جن کو عثمانؓ نے سردار مقرر کیا ہے۔ آہ وہی عثمانؓ جن سے ایسے ایسے کام سرزد ہو چکے ہیں۔ عبد اللہ نے ان کا جب یہ جواب سنا تو کہلا بھیجا کہ اپنے اس قول سے باز آؤ۔ اور تہدید کی۔ مگر ان پر اس کا مطلق اثر نہ ہوا۔ بلکہ اُن کے اثر سے اور لوگوں کے دلوں میں بھی فساد پیدا ہو گیا اور لوگ وہ باتیں کہنے لگے جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنی گئی تھیں۔

چوتھی فصل

یزدجرد کا مارا جانا اور ابن عامر کے کارنامے

یزدجرد کا بھاگنا - برف باری سے لشکر اسلام کی تباہی - یزدجرد مرو میں اور اس کا مارا جانا - اس میں اختلاف روایت - شہریار عجم کی آوارہ گردی - مرو میں اس کی حالت - اس کے ساتھ حاکم مرو کا سلوک - نیزک کا یزدجرد سے ملنا - اس کی گستاخی و دغابازی - یزدجرد چکی والے کے یہاں - ماہویہ کی قساوت قلبی - کمال بے رحمی سے یزدجرد کا مارا جانا - قتل یزدجرد کی دوسری روایت یزدجرد کا زمانہ حکمرانی - ابن عامر کی مہم جہاد کا آغاز - کرمان اور سیستان کی مہمیں - فتح طبسین علاقہ کوہستان کی فتح - فتح رستاق رام - فتح باخرز و جوین - بیہق پر دھاوا - ایک بہادر سالار عرب کی شہادت - فتح بیہق - فتوح بست و اسفرائن وغیرہ - نیشاپور کا محاصرہ اور اس کی فتح - فتح نسا و ابیورد - فتح سرخس - فتح طوس - فتح ہرات باذغیس و بوشنج - فتح مرو - فتح سنج - طخارستان پر فوج کشی - فتح رستاق احنف - کفرستان میں اذان - فتح مرو رود - فتح رستاق شق - ایک فیصلہ کن لڑائی جنگ جوزجان - مجاہدین کو ان کے سپہ سالار اعظم کی نصیحت - جوزجان کی فتح - فتح طالقان و فاریاب - فتح بلخ - خوارزم پر حملہ - اس میں ناکامی - نوبہار کا نذرانہ - کرمان میں مجاشع کی کارگزاریاں اور فتح ہمید - فتح سیرجان - فتح جیرفت کا افسانہ - حملہ سیستان میں ربیع کے کارنامے - فتح زالق - فتح کرکویہ - فتح دشت - فتح ناشروذ و سرواد - فتح زرنج - فتح موضع اصطبل رستم - بغاوت سیستان - حسن بصری ربیع کے منشی تھے - عبدالرحمن بن سمرہ نئے والی سیستان - مکرر فتح زرنج - فتح کش - فتح روان - سینے کے بت کی شکستگی - فتح کابل و زابلستان - سیستان پھر باغی ہو گیا - فتح کی شکر گزاری میں ابن عامر کا حج - فتح سمنگان -

اکثر راویان اخبار کا بیان ہے کہ اسی سال خسرو عجم یزدجرد بن شہریار مارا گیا اور دولت اکاسرہ آل ساسان کا خاتمہ ہو گیا -

یزدجرد کا بھاگنا -

ہم بیان کر آئے ہیں کہ سنہ ۳۰ھ میں والی بصرہ ابن عامر ممالک عجم کی بغاوت و سرکشی دور کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے جب انہوں نے شہر اردشیر خرہ کو فتح کیا تو یزدجرد جو

وہاں موجود تھا اپنی جان لے کے بھاگا۔ ابن عامر نے اس کے تعاقب میں ایک لشکر روانہ کیا جس کے سردار مجاشع بن مسعود سلمی یا سرم بن حیان تھے۔ وہ برابر کرمان تک اس کا تعاقب کرتے چلے گئے۔ یزدجرد کو وہاں بھی مفر نظر نہ آیا تو بھاگ کے خراسان میں ہو رہا۔ سپہ سالار اسلام نے شدت سرما اور برف باری کی مطلق پروا نہ کی اور بلا تامل خراسان کی راہ لی۔ مگر راستے کے میدانوں اور پہاڑوں میں ایسی شدید برف پڑی کہ ایک نیزے کی بلندی تک برف ہی برف تھی۔ سارا لشکر اسلام تباہ ہو گیا۔ اکیلے مجاشع بچے اور ان کا ایک ساتھی جس کے ہمراہ ایک کنیز تھی۔ اس نے ایک اونٹ کا پیٹ پھاڑ کے لونڈی کو اس کے اندر بٹھا دیا۔ اور خود بھاگا۔ دوسرے دن واپس آ کے دیکھا تو کنیز زندہ و سالم موجود تھی۔

برف باری سے لشکر اسلام کی تباہی۔

اس کے بعد جب عساکر اسلام خراسان پر پہونچے تو یزدجرد گھبرا کے مرو میں چلا گیا۔ رستم کا بھائی خرزاد اس کے ہمراہ تھا جو اپنے بادشاہ کو ماہویہ کے سپرد کر کے خود عراق میں چلا آیا۔ یزدجرد نے ماہویہ سے کچھ رقم مانگی اس نے دینے سے انکار کیا۔ اور انجام یہ ہوا کہ ماہویہ کے بہکانے سے اہل مرو ڈرے کہ ایسا نہ ہو یزدجرد کے یہاں موجود ہونے سے مسلمان ہمارے بھی دشمن ہو جائیں۔ چنانچہ اس کے خلاف ترکوں سے مدد مانگی۔ ترک ناگہاں ایک رات کو یزدجرد اور اس کے لشکر پر آ پڑے۔ سب کا قتل عام کر دیا۔ اور یزدجرد اکیلا و تنہا بے مونس و غمگسار پاپیادہ دریائے مرغاب کی طرف بھاگا۔ دریا کنارے ایک چکی والا رہتا تھا۔ یزدجرد نے اسی کے گھر میں پناہ لی۔ رات کو سویا تو وہ غالباً چکی والے نے سوتے ہی میں مار ڈالا اور لاش دریا میں پھینک دی۔

یزدجرد مرو میں

اور اس کا مارا جانا۔

بعض اہل روایت کا بیان ہے کہ ترکوں نے اہل مرو کی مدد نہیں کی بلکہ خود اہل مرو نے شبخون مار کے یزدجرد کا لشکر تباہ کر دیا۔ دوسرے دن لوگ یزدجرد کو تلاش کرنے نکلے۔ اور آخر اس کے نقش قدم کا پتہ لگاتے ہوئے چکی والے کے مکان پر پہونچے۔ اسے پکڑ کے مارا پیٹا تو اس نے قبول کیا کہ ہاں میں نے شہریار عجم کو مار ڈالا ہے۔ اور اس کی لاش پانی میں سے نکال کے دکھا دی۔ تلاش کرنے والوں نے اس کے انتقام میں چکی والے اور اس کے تمام اہل و عیال کو قتل کر ڈالا۔ بادشاہ کی لاش کو تابوت میں رکھ کے اصطخر میں پہونچایا۔ جہاں وہ شاہی دخمہ میں رکھ دی گئی۔

یزدجرد کے انجام کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ بعض راویوں کا یہ بیان ہے کہ نہاوند کی لڑائی کے بعد وہ اصفہان گیا۔ وہاں قطیار نام ایک شخص جس کو فاتحین عرب سے کچھ فائدہ پہونچا تھا

انجام میں اختلاف روایت۔

شہریار یزدگرد کی آوارہ گردی

اُس سے ملنے کو آیا۔ دربانوں اور حاجبوں نے باریابی کا موقع نہ دیا تو اُس نے دربان کو مار کے خون آلود کر دیا۔ اُس نے اسی حالت میں جا کے یزدگرد کے سامنے فریاد کی تو شہریار عجم کو اپنی کمزوری اور دردناک حالت نظر آئی۔ فوراً اصفہان سے بھاگ کے رَے میں پہونچا۔ حاکم رَے نے حاضر ہو کر اپنا سارا علاقہ پیش کر دیا اور عرض کیا کہ "میرے تمام قلعے مضبوط ہیں آپ اطمینان سے بیٹھیں"۔ مگر یزدگرد کو اطمینان نہ ہوا بلکہ دل میں اس سے کچھ بدظن ہو کر اسی وقت بھاگا اور سیستان کی راہ لی۔ وہاں سے مرو میں گیا اور جب مرو میں پہونچا تو فقط ایک ہزار سوار جان نثار ہمراہ رکاب تھے۔

بعض لوگ اس کے بھی خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ رَے سے فارس میں آیا۔ وہاں چار سال مقیم رہ کے کرمان میں گیا۔ دو تین برس وہاں گزارے تھے کہ کرمان کے دہقان نے کوئی ایسی خواہش کی جس کو وہ نامنظور کر سکا جس پر بے وفا رئیس کرمان نے حکم دیا کہ لوگ اس کی ٹانگیں کھینچتے ہوئے شہر کے باہر پھینک آئیں۔ اس ذلت و اذیت کے بعد فلاکت زدہ شہریار عجم نے سیستان کی راہ لی۔ تقریباً پانچ سال وہاں رہا اور اتنی ہمت پیدا ہو گئی کہ خراسان میں جا کر لشکر جمع کرنے لگا تاکہ پھر عربوں سے مقابلہ کرے۔ مرو پہونچا تو بہت سے عجمی دہقانوں کے لڑکے کفیل کے طور پر اس کے ہمراہ تھے جن میں ایک فرخ زاد بھی تھا۔

مرو میں اُس کی حالت

مرو سے اُس نے خاقان چین، شاہ فرغانہ، شاہ کابل اور تاجدار خزر سے مراسلت کر کے مدد مانگی۔ رئیس مرو ان دنوں ماہویہ نام ایک شخص تھا وہ یزدگرد کے خلاف ہو گیا[۱]۔ اور اپنے بیٹے براز کو اس کام پر مامور کیا کہ یزدگرد کو شہر مرو پر قابض نہ ہونے دے۔ یزدگرد کا پڑاؤ شہر کے باہر تھا۔ ایک دن سوار ہو کر اس نے شہر کے گرد چکر لگایا اور ایک دروازے سے شہر کے اندر جانا چاہا تو براز نے روکا۔ اُس کا باپ ماہویہ بھی کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ زبان سے چلا کے کہا کہ پھاٹک کھولو اور بادشاہ کو اندر آنے دو۔ مگر ہاتھ سے بیٹے کی طرف اشارہ کیا کہ ہرگز نہ آنے دینا۔ یزدگرد کے لوگوں میں سے کسی نے اُس کی یہ حرکت دیکھ لی اور دوڑ کے یزدگرد کو خبر کی اور ماہویہ کے مار ڈالنے کی اجازت مانگی۔ مگر شہریار عجم نے اس سے روکا۔

اس کے ساتھ حاکم مرو کا سلوک

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزدگرد نے اس موقع پر ارادہ کیا تھا کہ ماہویہ کو حکومت مرو سے معزول کر کے

---

[۱] اخبار الطوال نے بھی اس واقعے کو مختصراً بیان کیا ہے۔ مگر سارا ماخذ طبری اور ابن اثیر ہیں اور اس باب کے تمام واقعات انہیں سے ماخوذ ہیں۔

اس کے بھتیجے صنجان کو دہقان مرو مقرر کرے۔ ماہویہ کو اس کی خبر ہو گئی اور بادشاہ کی جان لینے کے درپے ہو گیا۔ اس سلسلہ میں اس نے ترکستان کے فرماں روا نیزک طرخان کو لکھا کہ یزدجرد کے قتل کرنے میں میری مدد کیجئے۔ اس کے معاوضے میں عربوں کو آپ کا دوست بنا دوں گا۔ علاوہ ازیں ایک ہزار درہم یومیہ دینے کا بھی وعدہ کیا۔ نیزک نے براہ راست یزدجرد کو لکھا کہ اگر آپ اپنے مخصوص دوستوں اور فرخ زاد کو ہٹا دیں تو میں حاضر ہوں اور بتاؤں کہ عربوں سے کیا برتاؤ کیا جائے۔" یزدجرد اس بارے میں اپنے رفقا سے مشورہ کیا۔ صنجان نے کہا "میری رائے نہیں ہے کہ آپ اپنے دوستوں کو جدا کریں"۔ مگر ماہویہ نے اصرار کیا کہ نیزک کی دوستی کو آپ غنیمت جانیں اور اس کی درخواست کو ضرور قبول کرنا چاہیے۔ یزدجرد نے اسی کی رائے اختیار کی اور اپنے تمام وفادار خادموں کو ہٹا دیا۔ فرخ زاد انجام کو سمجھا ہوا تھا اپنے بادشاہ کو دوست نما دشمن کی رائے پر عمل کرتے دیکھ کر گریبان پھاڑ ڈالا۔ اور رونے چلانے لگا اور جب یزدجرد اس کا ساتھ چھوڑ کر تنہا ماہویہ کے پاس چلا گیا تو چلا چلا کے کہنے لگا کہ "مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ تم لوگ شہریار عجم کو اپنے بس میں کر کے مار ڈالو گے"۔ اسے تسلی دینے کے لیے یزدجرد نے خود اپنے ہاتھ سے لکھ کے بھیجا کہ "میری نسبت تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو۔ میرے اہل و عیال کو بھی میرے پاس بھیج دو۔" اور فرخ زاد نے مجبوراً اس حکم کی بھی تعمیل کر دی۔

نیزک کا یزدجرد سے ملنا

اب نیزک آیا اور ماہویہ کے مشورے کے مطابق یزدجرد اس سے اس شان سے ملا کہ محفل طرب قائم تھی۔ گانا بجانا ہو رہا تھا اور ارغوانی کا جام گردش میں تھا۔ نیزک کے آتے ہی ماہویہ اٹھ کر چلا گیا اور نیزک پاپیادہ آ کے یزدجرد سے ملا۔ یزدجرد نے کہا "آپ کو پیدل نہ چلنا چاہیے۔ میری سواری کے گھوڑے حاضر ہیں جس کو چاہیے پسند کر لیجئے"۔ مگر نیزک نے اس کا خیال نہ کیا۔ اور یزدجرد کا ہاتھ پکڑ کے اس کو اپنے لشکر کی طرف لے چلا۔ جب اپنے پڑاؤ کے بیچوں بیچ میں پہنچ گیا تو تاجدار عجم سے کہا "اپنی بیٹیوں میں سے کسی کو آپ میرے عقد میں دے دیں تو بتاؤں کہ عربوں سے کس طرح مقابلہ کیا جائے"۔

اسکو شکست ہوتی اور وہ بھاگ گیا

وارث دیہیم خسروی اور نسل ساسانی کے تاجدار کو بھلا ایسی بات سننے کی کہاں تاب۔ بے اختیار یزدجرد کی زبان سے گالی نکل گئی۔ اور ساتھ ہی نیزک نے اس کو گرز مارا۔ یزدجرد چوٹ کھا کر چلاتا ہوا بھاگا۔ اور نیزک کے لوگ بلا تامل یزدجرد کی فوج والوں کو تہ تیغ کرنے لگے۔

یزدجرد چکی والے کے یہاں

اس ہنگامے اور مار دھاڑ میں یزدجرد فوج سے نکل کے بھاگا اور ایک چکی والے کے گھر میں پناہ لی تین روز تک وہاں پڑا رہا اور کچھ نہ کھایا۔ آخر چکی والے نے جو پہچانتا نہ تھا اس سے کہا "کمبخت نکل کے کچھ کھا پی، تو بھوکا ہو گا"۔ یزدجرد نے کہا جب تک سر دہ بجتا ہو میرے حلق سے نوالہ

نہیں اتر سکتا"۔ اتفاقاً وہاں ایک سرود نواز بھی موجود تھا اُس نے بجانا شروع کیا اور یزدجرد نے کھانا کھایا۔ سرود نواز اسے کھلا کے باہر نکلا تو لوگوں سے سنا کہ شہریار عجم یزدجرد بھاگا ہوا ہے اس کا حلیہ سنا تو مطابق پایا اور کہنے لگا اس شکل و شمائل کا تو ایک شخص فلاں چکی والے کے گھر میں چھپا ہوا ہے۔ ہوتے ہوتے یہ خبر ماہویہ تک پہونچ گئی۔ اس نے فوراً ایک پارسی سردار کو بھیجا اور حکم دیا کہ جیسے ہی یزدجرد کو دیکھنا گلا گھونٹ کے مار ڈالنا اور لاش کو دریا میں پھینک دینا۔ اس سردار نے آکے چکی والے سے پوچھا تو اس نے چھپایا۔ سردار نے گھر میں گھس کے تلاشی لی۔ اب بھی یزدجرد نہ ملا تو چکی والے کو مارا پیٹا۔ مگر اُس نے کسی طرح نہ بتایا۔ اب وہ ناکام واپس جانے کو تھا کہ سپاہیوں میں سے کسی کی ناک میں مشک کی خوشبو آئی اور حریر کے لباس کا ایک کونہ دکھائی دیا۔ اس کو پکڑ کے کھینچا تو یزدجرد برآمد ہو گیا۔ اور خوشامد کرنے لگا کہ "مجھے نہ مارو۔ اور نہ کسی کو میرا پتہ بتاؤ" اور اس کے معاوضے میں اس نے اپنی قیمتی انگوٹھی مرصع قاب اور ہاتھوں کے کڑے پیش کیے مگر قاتل نے کہا "مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ چار درہم دیجئے تو چھوڑ دوں"۔ درہم پاس نہ تھے وارث عجم نے کہا "اس انگوٹھی کی قیمت کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا۔ اس کو لے کر میری جان چھوڑ دو"۔ مگر قاتل انکار کیا گیا۔ آخر یزدجرد نے آبدیدہ ہو کر کہا "لوگ کہا کرتے تھے کہ تم بھی چار درہم کو محتاج ہو گے۔ اس کو میں نہ سمجھتا تھا۔ آج کھلا کہ وہ بالکل سچ تھا"!

اب اُس نے اپنے کان سے ایک گوشوارہ اُتار کے چکی والے سے کہا "مجھے بچاؤ" مگر بے کچھ بیکار۔ بیٹھے پہ ٹلا دیا۔ ایک آہ کے ساتھ کہا "سنتے تھے ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ جو کوئی بادشاہوں کو قتل کرتا ہے۔ دنیا ہی میں آگ کے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ مجھے قتل نہ کرو۔ مجھے اپنے دہقان یا عرب کے پاس زندہ پکڑ کے چلو۔ میں وہ شخص ہوں کہ وہ بھی میری جان نہ لیں گے"۔ مگر کسی نے سماعت نہ کی۔ کمان کی تانت کا پھندا بنا کے اُسے پھانسی دی اور آفت زدہ شہریار عجم کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ پھر ماہویہ کے حکم کے بموجب اس کی لاش دریا میں پھینک دی گئی مگر مرو کے ایک مسیحی مقتدا کو اس پر غیرت ہوئی۔ لاش کو پانی سے نکال کے تابوت میں رکھا اور کہیں دفن کر دیا۔ بعد ازاں ماہویہ نے اس شخص کو جس نے یزدجرد کی نشان دہی کی تھی پکڑ کے اتنا مارا کہ مارتے مارتے مار ڈالا۔

ایک اور طریقے سے یہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ یزدجرد قبل اس کے کہ عرب کرمان پر پہونچیں وہاں سے چار ہزار آدمیوں کے ساتھ بھاگ کر مرو میں گیا۔ مرو کی آبادی کے قریب

ماہویہ کی قساوتِ قلبی

کمال بے بسی میں یزدجرد کا مارا جانا

قتلِ یزدجرد کی ایک اور روایت

پہونچا تو دو سوار ملے۔ جن میں سے ایک کا نام صنجان اور دوسرے کا براز تھا۔ ان دونوں میں
باہم عداوت تھی۔ براز نے صنجان کی شکایت کی اور یزدجرد نے ارادہ کیا کہ صنجان کو موقع پاتے
قتل کروا دے۔ اس ارادے کو اس نے اپنی کسی محبوبہ کنیز پر ظاہر کیا جس نے کسی اور سے کہا اور
خبر فاش ہو گئی۔ اس پر برافروختہ ہو کے صنجان نے اپنے گروہ کو جمع کیا اور ارادہ کیا کہ یزدجرد کو
پکڑ لے۔ یہ حال براز نے سنا تو بدحواس ہو کے بھاگ گیا۔ اس کے بعد خود یزدجرد کو بھی بھاگنا پڑا۔
چنانچہ اورنگ نشین آل ساسان مرو سے دو فرسخ ایک چکی کے قریب پہونچا۔ اور چکی والے کے گھر
میں پناہ لی۔ اس نے کھانا کھلایا اور کچھ انعام مانگا۔ یزدجرد نے ڈاب کمر سے کھول کے دینی چاہی۔
اس نے کہا مجھے یہ نہیں چاہیے تھوڑا چار درہم عطا ہوں۔ مگر درہم موجود نہ تھے۔

بعد ازاں یزدجرد کھانا کھا کے سو رہا۔ چکی والے نے غافل پا کے اس کو اپنی کدال سے مار ڈالا
زیور اور کپڑے جو جسم پر تھے اتار لیے اور لاش پانی میں پھینک دی۔ مگر پھینکتے وقت لاش کا پیٹ
پھاڑ ڈالا۔ اور کوئی بھاری چیز اس میں باندھ دی تاکہ پانی کے اوپر نہ ابھر سکے۔ چکی والے نے
اگرچہ یہ کارروائی بہت چھپا کے کی تھی۔ مگر ایک نصرانی پادری کو خبر ہو گئی۔ جو مرو میں دین مسیحی کی
تبلیغ کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے ہم مذہبوں کو جمع کر کے کہا "شہریار کا بیٹا مار ڈالا گیا۔ اور شہریار کون تھا؟
وہ جو شیریں کا بیٹا تھا۔ وہی شیریں جو مومنہ تھی اور ہم پر اس کے بڑے بڑے احسانات ہیں"۔ اس
تقریر کا انجام یہ ہوا کہ ان لوگوں نے مرو میں ایک دخمہ بنایا۔ اور یزدجرد کی لاش کو دریا سے نکال کے
اس میں رکھ دیا۔

یزدجرد کا زمانہ حکمرانی

یزدجرد بیس سال تک حکمران رہا جن میں سے چار سال شوکت و حشمت اور شان و شکوہ سے
جہانبانی کی۔ چھ برس مسلمانوں سے لڑنے اور لڑائی کے دھڑکے برداشت کرنے میں گزرے اور
باقی زمانہ بھاگنے اور ناکامی کی ذلتیں برداشت کرنے میں گزرا۔ وہ آل شیر بابکان کی نسل کا آخری
تاجدار تھا۔ اور اس کے بعد ملک عربوں کے لیے صاف ہو گیا۔ اور چونکہ اس کے بعد کوئی اور ساسانی
بادشاہ نہیں ہوا۔ لہٰذا مجوسیوں نے اپنا سنہ اسی کی تخت نشینی کے زمانے سے جاری رکھا۔ ان میں
رواج تھا کہ ہر بادشاہ کی تخت نشینی سے سنہ کا حساب قائم کرتے جو اس کے مرنے پر ختم ہو جاتا۔

ابن عامر کی مہم جہاد کا آغاز

حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد اہل خراسان نے بغاوت کر دی تھی۔ عبداللہ بن عامر نے جب

ع۵ اخبار الطوال۔

فارس کو فتح کر لیا تو حبیب بن اوس تمیمی نے کھڑے ہو کر کہا "اے امیر! زمین آپ کے سامنے کھلی ہوئی ہے اور اس میں سے تھوڑی ہی ابھی فتح ہوئی ہے۔ لہٰذا چلیے اور بڑھیے۔ خدا مدد و معاون ہے۔" ابن عامر نے کہا "اس کا تو ہمیں حکم ہی ہے۔" اور آگے کی راہ لی۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ابن عامر فارس کو فتح کر کے بصرے میں واپس آئے۔ اور شریک بن اعور حارثی کو اپنا نائب بنا کے اصطخر میں چھوڑ دیا۔ بصرے میں بھی لوگوں نے جب جہاد پر ابھارا تو زیاد کو اپنا نائب بنا کے وہاں چھوڑا اور خود لشکر کے ساتھ جہاں کشائی کے ارادے سے چل کھڑے ہوئے۔ انھوں نے بصرے سے براہ راست کرمان کا رخ کیا۔ تھوڑی دور جا کر مجاشع بن مسعود سلمی کو جن کا شمار صحابۂ رسالت میں تھا اہل کرمان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس لیے کہ ان لوگوں نے بغاوت و سرکشی اختیار کی تھی۔ اور ربیع بن زیاد حرثی کو سیستان پر حملہ کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ لوگ بھی بدعہدی کر کے باغی ہو گئے تھے۔ پھر خود ابن عامر نیشاپور کی طرف چلے اور اپنے مقدمۃ الجیش کا سردار احنف بن قیس کو مقرر کیا۔

کرمان اور سیستان کی مہمیں۔

فتح طبسین۔

خراسان کی سرحد پر دو قلعے تھے جن کا نام مورخین عرب طبسین بتاتے ہیں۔ یہ دونوں قلعے خراسان کے پھاٹک تصور کیے جاتے تھے۔ احنف جب ان قلعوں پر پہونچے تو وہاں کے لوگوں نے صلح کر کے اطاعت قبول کر لی۔ ان لوگوں کو مطیع بنا کے لشکر اسلام خراسان میں داخل ہوا۔ اب علاقۂ کوہستان آ گیا۔ جہاں کے لوگوں نے احنف سے مقابلہ کیا اور شکست کھا کے اپنے ایک قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اتنے میں ابن عامر بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ جا پہونچے۔ ان کو دیکھ کر کوہستان والے مایوس ہوئے۔ چھ لاکھ درہم پیش کیے۔ اور صلح کر لی۔ بعض اہل تاریخ کہتے ہیں کہ کوہستان پر حملہ امیر بن احمر یشکری ہی نے کیا۔

علاقۂ کوہستان کی فتح۔

فتح رستاق زام۔

ایک لشکر ابن عامر نے رستاق زام پر بھیجا جو مقام نیشاپور ہی کے توابع میں تھا۔ وہاں کے لوگوں نے مقابلہ کیا۔ اور اس لشکر نے اس قلعہ کو بزور شمشیر فتح کیا۔ اور بیہق کے اُسی جوار کے مقامات باخرز اور جوین کو بھی فتح کر لیا۔ اسی سلسلے میں ابن عامر نے اسود بن کلثوم عدوی کو تھوڑے لشکر کے ساتھ علاقۂ نیشاپور کے شہر بیہق پر بھیجا۔ انھوں نے بیہق کی فصیل کے پاس پہونچتے ہی زور و شور سے حملہ کر دیا۔ بیہقا شہر کے ایک شگاف میں سے اندر گھس پڑے۔ ان کے ساتھ چند اور سرکش مسلمان بھی شہر کے اندر داخل ہو گئے مگر دشمنوں نے نرغہ کر کے روک لیا اور دشمنوں کا ایک گروہ یورش کر کے ان کی پشت پر بھی آ گیا۔ جس کی وجہ سے آمد و رفت کا راستہ بند ہو گیا۔ ان حالات میں اسود اور ان کے ساتھی بازی [illegible] جان پر کھیل کر لڑنے لگے۔

فتح باخرز و جوین۔

ایک بہادر سالار عرب کی شہادت۔

اور قیامت کی لڑائی ہونے لگی جب اسود اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے یہ دیکھ کر ان بہادران اسلام نے جو باہر تھے۔ اسود کے بھائی ادہم بن کلثوم کو اپنا سردار بنایا۔ اور سب نے اس زور سے حملہ کیا کہ تھوڑی ہی دیر میں دشمنوں کو مار کے ہٹا دیا اور شہر بیہق ان کے ہاتھ فتح ہو گیا۔ مرحوم اسود اپنی زندگی میں اکثر دعا مانگا کرتے تھے کہ "خداوندا میرا حشر درندوں کے پیٹوں اور حواصل طیور کے پوٹوں سے ہو" جس کا لحاظ کر کے ان کے بھائی نے اور سب شہیدوں کو تو دفن کر دیا۔ مگر ان کی لاش میدان میں پڑی رہنے دی۔

فتح بیہق

خراسان کے مذکورہ شہروں کے علاوہ شہر بشت (لوگ بست نہ سمجھیں وہ دوسرا شہر ہے) اور بلاد خوزف اسفراین وار غیان کو بھی فتح کر لیا۔ اور خاص شہر نیشاپور کی طرف بڑھے اہل نیشاپور نے شہر کے پھاٹک بند کر لیے۔ اور قلعہ بند ہو کر مقابلہ شروع کیا۔ چنانچہ ابن عامر کئی مہینے تک محاصرہ کیے پڑے رہے۔ اس شہر کی ہر سمت کی محافظت ایک ایرانی مرزبان کے سپرد تھی۔ جب لڑائی کو طول ہوا اور شہر والوں کو سخت دشواریوں سے سابقہ پڑا تو ایک جانب کے مرزبان نے اہل شہر سے چھپا کر خفیہ طریقے پر مسلمانوں سے امان مانگی۔ اور وعدہ کیا کہ "اگر مجھے امان دی گئی تو میں اس کے معاوضے میں مسلمانوں کو شہر کے اندر پہونچا دوں گا۔" یہ درخواست فوراً قبول کر لی گئی اور اس نے ایک رات بہادران اسلام کو شہر کے اندر پہونچا دیا۔ اس طریقے سے سارا شہر تو فتح ہو گیا۔ مگر یہاں کا سب سے بڑا مرزبان جو سب پر افسر تھا اپنے گروہ کے ساتھ اپنی گڑھی میں قلعہ بند ہو گیا۔ اور اب بھی لڑائی کا خاتمہ نہیں ہوا لیکن جب اس گڑھی پر بھی مسلمانوں نے سخت دھاوے کیے تو ہجوم یاس سے وہ مرزبان بھی چیخ اٹھا اور امان مانگی جس کے سلسلے میں اس نے سارے نیشاپور کے متعلق صلح کی شرطیں پیش کر دیں۔ آخر دس لاکھ درہم پیش کر کے ان لوگوں نے اپنی جانیں بچائیں۔ سارے شہر پر قبضہ ہوا اور سب سے پہلے والی نیشاپور قیس بن ہیثم سلمی مقرر ہوئے۔

فتوح بشت و اسفراین وغیرہ

اور اسکی فتح۔

ابن عامر کی اصلی غرض یہ تھی کہ خراسان کے تمام شہر فتح کر لیے جائیں۔ اور سارا ملک قلمرو خلافت میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ انھوں نے جا بجا لشکر بھی روانہ کیے تھے جن میں سے ایک بلاد نسا اور ابی ورد گیا اور دونوں شہروں کو بغیر اس کے کہ خونریزی کی نوبت آئے فتح کر لیا۔

فتح نسا و ابی ورد۔

ایک سرداری عبداللہ بن خازم سلمی شہر سرخس پر گیا۔ سرخس والے پہلے لڑے پھر امان مانگی مگر فقط سو آدمیوں کو امان دینے کا وعدہ کیا گیا۔ مرزبان نے اس کو قبول کیا۔ اور سو ناموں کی فہرست

فتح سرخس۔

پیش کر دی۔ مگر بدنصیبی سے اس میں خود اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ چنانچہ جب مسلمان شہر میں داخل ہو گئے تو سو آدمیوں کو امان دی گئی اور مرزبان مع باقی لوگوں کے قتل ہوا۔ اسی اثنا میں طوس کا مرزبان ابن عامر کی خدمت میں حاضر ہوا اور چھ لاکھ درہم پیش کر کے اطاعت قبول کر لی۔

فتح طوس

فتح ہرات و بادغیس و پوشنج

اس کے بعد ابن عامر نے ایک لشکر ابن خازم یا کسی اور شخص کے زیر علم قدیم شہر ہرات کی طرف روانہ کیا۔ مرزبان ہرات کو خبر ہوئی تو خود ابن عامر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہرات بادغیس اور پوشنج والوں کی طرف سے صلح کر لی۔ مگر بعض مورخین کہتے ہیں کہ ہرات پر خود ابن عامر گئے تھے اہل شہر نے پہلے مقابلہ کیا۔ پھر دس لاکھ درہم پیشکش کر کے صلح کر لی۔

فتح مرو

جب ابن عامر ان تمام شہروں پر غالب و متصرف ہو گئے تو مرو[۵] کے مرزبان نے سفارت بھیج کے بائیس لاکھ درہم پر صلح کر لی۔ مسلمان سپہ سالار نے حاتم بن نعمان باہلی کو مرزبان مرو کے پاس بھیجا۔ اور سارا علاقہ مرو صلحاً فتح ہو گیا۔ مگر اس علاقے کے شہر سنج کے لوگوں نے مقابلہ کیا۔ جو حملہ کر کے بزور شمشیر فتح کیا گیا۔

طخارستان پر مہم

اسی موقع پر ابن عامر نے احنف بن قیس کو طخارستان کے فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ راستے میں وہ ایک رستاق (منڈی) پر ہو کر گزرے جو ان دنوں ستوان گرد کہلاتا تھا۔ مگر مسلمانوں کے قبضے میں آنے کے بعد رستاق احنف کے نام سے مشہور ہو گیا۔ احنف نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اور آخر وہاں کے لوگوں نے تین لاکھ درہم پیش کر کے امان حاصل کی۔ احنف نے کہا میں تم سے اس شرط پر صلح کرتا ہوں کہ ہمارا ایک شخص یکہ و تنہا جا کر شہر کے اندر قصر حکومت میں اذان دے۔ نعرۂ اللہ اکبر بلند کر کے شہر کے اندر ذرا ٹھہرے۔ اور واپس آئے۔ اس شرط کو ان لوگوں نے قبول کیا۔ اور اس سرزمین پر نعرۂ توحید بلند کر کے احنف مرو رود کی طرف بڑھے۔ وہاں کے لوگوں نے مقابلہ کیا۔ احنف نے میدان جنگ گرم کر کے ان کو شکست دی اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔

فتح رستاق احنف

فتح مرو رود

یہاں کا مرزبان عجمی حاکم بن باذان کا عزیز تھا جس نے حضور سرور عالم ﷺ کی زندگی میں آتش پرستی سے توبہ کر کے مذہب توحید کو اختیار کیا تھا۔ اور مسلمان اس کا بہت کچھ پاس و لحاظ کرتے تھے۔ مرزبان مرو نے احنف کو لکھ بھیجا کہ میرے عزیز باذان نے دین اسلام قبول کر لیا تھا اس لیے میرا جی چاہتا ہے کہ آپ لوگوں سے صلح کر لوں۔ احنف نے اس کی درخواست قبول کی۔ اور چھ لاکھ درہم پر صلح ہو گئی۔ اس کے بعد احنف نے ایک لشکر رستاق سنج پر بھیجا جو وہاں سے بہت سے مویشی ہنکا لایا۔ اس کے بعد وہاں کے لوگوں نے بھی صلح کا پیام بھیج کر اطاعت قبول کر لی۔

فتح رستاق سنج

---

۵ ان دنوں مرو کے نام کے دو شہر تھے۔ ایک مرو شاہجہان اور دوسرا مرو رود۔ مسلمانوں نے پہلے جس مرو کو فتح کیا وہ مرو شاہجہان تھا۔

ایک فیصلہ کن لڑائی۔

ان مسلسل فتوحات سے طخارستان والوں میں وطنی حمیت کا ایسا جوش پیدا ہو گیا کہ سب مل کر آمادہ ہوئے کہ کثیر التعداد فوج جمع کر کے اور گرد و جوار کے حکمرانوں سے مدد حاصل کر کے ایک فیصلہ کن لڑائی لڑیں اور مسلمانوں نے جن شہروں پر قبضہ کر لیا ہے ان کو ان سے چھین لیں۔ آخر ان کی کوشش سے اتنا بڑا لشکر جمع ہو گیا کہ گویا انسانوں کا سمندر تھا جو سخت ترین طوفان کی شورش سے ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اس لشکر میں گرگانی (ہارینیا) طالقان فاریاب اور اطراف و جوانب کی خلقت عظیم جمع تھی۔ احنف نے اس سخت طوفان کا حال سنا تو فوراً دشمنوں کے اس سیلاب کی طرف کوچ کیا اور دونوں حریفوں کا سامنا ہوتے ہی میدان حشر قائم ہو گیا عین معرکۂ گیرو دار میں صغانیاں کے بادشاہ نے دعوے کے ساتھ احنف کو نیزہ مارا۔ احنف نے اپنے زبردست ہاتھ سے نیزہ پکڑ لیا اور ایک ہی جھٹکے میں اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ آخر سخت خونریزی کے بعد دشمنوں کو شکست ہوئی اور سپہگران عرب نے بھاگنے والے دشمنوں کو ہر طرف دور تک بہ کثرت قتل کیا اور اس عظیم الشان فتح کے بعد احنف مرو رود میں واپس آ گئے۔

جنگ جوزجان

چند ہی روز بعد خبر آئی کہ علاقہ گرگان کے شہر جوزجان میں کچھ اور دشمن جمع ہو گئے ہیں احنف نے فوراً ان لوگوں کے استیصال کے لیے اقرع بن حابس تمیمی کو ان کی قوم کے شہسواران عرب کے ساتھ روانہ کیا اور رخصت کرتے وقت یہ تقریر کی "اے بنی تمیم باہم دوست رہو، ایک دوسرے کے حال پر فیاضی کرو۔ بس اسی طرز عمل سے تمہارے سب کام بن جائیں گے جہاد کو پہلے خود اپنے پیٹوں اور شرم گاہوں سے شروع کر دو یعنی اپنی ہوسوں اور خواہشوں کو مارو۔ اگر تم سے یہ ہو سکا تو تمہارا دین ایمان درست رہے گا اور خبردار باہم ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرنا۔ تم نے اس کی پابندی کی تو تمہارا جہاد درست رہے گا۔" اپنے دیندار اور بہادر سردار کی زبان سے یہ نصیحتیں سن کر اقرع روانہ ہوئے تو جوزجان میں پہنچ کر دم لیا اور دشمنوں پر ایسے جوش سے حملہ کیا کہ پہلی گرد آوری کے بعد دوسرا ہی حملہ ہوا تھا کہ دشمن شکست کھا کر بھاگے۔ اور جوزجان بہادران بنی تمیم کی شمشیر آبدار سے فتح ہو گیا۔

کتاب الرد پر سپہ سالار اسلام کی نصیحت

جوزجان کی فتح۔

فتح طالقان و فاریاب

اس کے بعد احنف نے علاقہ ہائے طالقان و فاریاب کو بھی صلحاً فتح کر لیا۔ بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ فاتح فاریاب احنف نہیں بلکہ امیر بن احمر تھے۔ اب تمام صوبہ جات ایران اسلام کے زیر نگیں تھے اور پوری قلمرو آل ساسان قلمرو خلافت میں شامل ہو گئی۔

فتح بلخ۔

اب احنف نے ترکستان کا ارادہ کیا اور شہر بلخ کی طرف چلے جو علاقہ طخارستان کا مرکز حکومت تھا۔ عربی فتوحات کی رفتار اب دشمنوں کے لیے ایسی حوصلہ شکن تھی کہ ان لوگوں کو مقابلے کی جرأت

نہ ہوئی۔ علی اختلاف الروایات چار یا سات لاکھ درہم پیش کر کے اطاعت قبول کر لی اور اسید بن متشمس حاکم بلخ مقرر ہوئے۔ جس کے بعد احنف خوارزم کی طرف چلے جو دریائے جیحون کے کنارے واقع تھا۔ اس شہر کا محاصرہ کیا اور فتح کے لیے بہت کچھ زور لگایا مگر قابو نہ چلا۔ آخر اپنے ہمراہی صاحب رائے سرداروں کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ حضین بن منذر نے کہا "آپ کو شاعر عرب عمرو بن معدی کرب کا شعر یاد ہے۔ اور وہ شعر یہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب تجھ سے کوئی کام نہ ہو سکے تو اس کو چھوڑ دے اور وہ کام کر جو ہو سکتا ہو۔" احنف نے اسی مشورے پر عمل کیا اور خوارزم کو بغیر فتح کیے چھوڑ کر بلخ میں واپس چلے آئے۔

خوارزم پر حملہ

بلخ میں اسید رقم خراج کو وصول کر چکے تھے جو از روئے معاہدہ اہل شہر کے ذمہ واجب الادا تھی۔ اتفاقاً ان دنوں عید نوروز کا زمانہ تھا۔ اس موقع پر اہل شہر نے بہت قیمتی نذرانہ لا کے پیش کیا جس میں بہت سے درہم و دینار کے علاوہ سواری کے جانور اور کپڑوں کے تھان وغیرہ تھے۔ اسید نے ان چیزوں کو دیکھ کر کہا "معاہدۂ صلح میں ان چیزوں کا تو اقرار نہ تھا۔" لوگوں نے کہا "اس کو صلح اور مقررہ خراج سے تعلق نہیں۔ یہ تو وہ نذرانہ ہے جس کو ہم عید نوروز کے دن ہمیشہ اپنے حاکموں کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔" یہ سن کر اسید بولے "میں اس معاملے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ خدا جانے مجھے اس کے لینے کا حق ہے یا نہیں۔ مگر امانت کے طور پر میں رکھے لیتا ہوں۔ غور کے بعد فیصلہ ہوگا کہ یہ چیزیں لی جائیں یا نہیں۔" پھر جب احنف واپس آ گئے تو اسید نے اس نذرانے کا حال ان سے بیان کیا۔ احنف نے پھر اہل شہر کو اپنے سامنے بلوایا اور نذرانۂ نوروز کے بارے میں سوال کیا۔ سب نے وہی جواب دیا جو اسید سے کہہ چکے تھے۔ اب اسید نے وہ سب چیزیں حاکم خراسان ابن عامر کے پاس بھیج دیں۔ ابن عامر نے اسید سے دریافت کیا "تم اس نذرانے کو کیوں نہیں لیتے؟" انھوں نے صاف جواب دیا کہ "مجھے ان کی ضرورت نہیں۔" یہ جواب پا کر ابن عامر نے ان چیزوں کو اپنے وہاں کے خزانے میں داخل کر لیا۔

نوروز کا نذرانہ

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مجاہدین اسلام جب پہلے پہل عراق کی سرحد پر نمودار ہوئے تھے۔ اس وقت ان کا اتقا کس درجہ کا تھا اور اب سارا ایران و ترکستان فتح کر لینے کے بعد ان کے بعض سرداروں کی کیا حالت تھی۔ اگرچہ اسید کے ایسے نیک نفس متقی ابھی فنا نہیں ہوئے تھے۔

یہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ خراسان میں داخل ہونے سے پہلے ہی ابن عامر نے مجاشع بن مسعود سلمی کو فتح کرمان پر مامور کیا تھا۔ مجاشع آندھی اور بجلی کی طرح کرمان کے شہر بیمند پر جا پڑے۔ اور اس کو

بزدشیر فتح کرلیا۔ تمام لوگوں کو امان دی۔ اور وہاں ایک عالیشان قصر بنایا جو مدت دراز تک قصر مجاشع کے نام سے مشہور رہا۔ پھر آگے بڑھ کے شہر سیرجان پر پہونچے جو کرمان کا مرکز حکومت تھا۔ اہل شہر نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ شروع کیا۔ مجاشع چند روز تک گھیرے پڑے رہے پھر ایک رات چاروں طرف سے دھاوا کر کے فصیل کے اندر گھس پڑے اور فتح کرلیا۔ یہاں کے لوگوں نے چونکہ بدعہدی اور دغابازی کی تھی اس لیے سب جلاوطن کر دیے گئے۔ بعد ازاں مجاشع نے بزدشیر شہر جیرفت کو فتح کیا۔ ان بڑے بڑے شہروں کے فتح کر لینے کے بعد صحابی سپہ سالار نے سارے کرمان کا دورہ کیا اور جہاں قلعہ بندیاں اور مخالفت و عداوت کی بنیادیں نظر آئیں ان کو منہدم کر کے بغاوت کی قوت بالکل پامال کر ڈالی۔

فتح سیرجان

فتح جیرفت

اس کے بعد مجاشع قوم قفص (افغانیہ) کے سر پر جا پہونچے۔ ان لوگوں کے علاقے میں مفرور جلا وطن عجمیوں کا ایک گروہ کثیر جمع ہو گیا تھا۔ ان کی پامالی اور سرکوبی کی۔ اور سارے ملک پر مجاشع کا ایسا رعب بیٹھ گیا کہ بہت سے سرکش دفتہ اہل کرمان تو جہازوں پر سوار ہو کے بھاگ گئے جنھوں نے مکران میں جا کے قرار لیا۔ اور بہت سے سیستان میں چلے گئے۔ فتحمند عرب ہولئے ان کے مکانوں اور ان کی زمینوں پر قبضہ کر لیا جن میں سے کسی کسی جگہ مسلمانوں نے کھود کے چشمے برآمد کیے اور دولت حاصل کی اور خلافت کو مزروعہ زمینوں کا عشر ادا کرنے لگے۔

افغانیہ پہ حملہ

ناظرین یہ بھی پڑھ آئے ہیں کہ ابن عامر نے ربیع بن زیاد حارثی کو سیستان کی فتح پر مامور کیا تھا۔ وہ منازل سفر طے کر کے قلعہ زالق پر پہونچے۔ خاص نوروز کے دن جب کہ قلعہ والے جشن منا رہے تھے حملہ کر کے قلعے میں گھس پڑے شہر کو لوٹا۔ اور وہاں کے حاکم و دہقان کو اسیر کر لیا۔ اس نے بکری کی ایک کھال سونے چاندی سے بھر دی تو جان کی امان پائی۔ اور عربوں اور اہل فارس میں جو شرطیں ہوئی تھیں انھیں شرطوں پر صلح کر کے سر اطاعت جھکا دیا۔ اس کے بعد ربیع کرکویہ نام ایک شہر میں پہونچے وہاں لوگوں نے اطاعت قبول کی۔ اور ربیع زرنج کی طرف بڑھے جو سیستان کا دار الحکومت تھا۔ راستے میں روشت نام ایک شہر سامنے آیا تو اس پر حملہ کر دیا۔ اہل روشت لڑنے کو تیار ہو گئے۔ اور ایسی شجاعت و جانبازی سے لڑے کہ ان کے اسلحہ سے چند مسلمان شہید ہو گئے لیکن لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ دشمنان اسلام ہمت ہار کے بھاگ گئے۔ اور عربوں نے ایسے غیظ و غضب کے ساتھ تعاقب کیا کہ اہل سیستان کی ایک خلقت عظیم قتل ہو گئی۔

سیستان میں ربیع کی یلغار
فتح زالق
فتح کرکویہ
فتح روشت

اب ربیع نے آگے سبقت کی اور ناشروذ اور شرواد کو فتح کر کے خاص زرنج کے سامنے

فتح ناشروذ و شرواد

خیمے ڈال دیے۔ اہل زرنج نے بڑھ کے مقابلہ کیا مگر پہلے ہی معرکہ میں ایسی شکست کھائی کہ قلعہ میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ اور لشکر اسلام نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ آخر زرنج کے مرزبان نے صلح کی درخواست کی۔ اور کہلا بھیجا کہ مجھے امان دی جائے تو بذات خود حاضر ہو کے اپنی درخواست پیش کروں۔ اُس کو امان دی گئی اور وہ آیا۔ مگر یہاں مسلمانوں کو اس عجیب خوفناک شان میں پایا کہ خود ربیع اور تمام مسلمان کسی نہ کسی لاش پر بیٹھے ہیں۔ اور کسی دوسری لاش سے تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ مرزبان پر اس منظر کا نہایت خوفناک اثر پڑا اور اسی وقت عاجزی سے کہا کہ "میری درخواست صلح قبول کر لی جائے میں اس کے معاوضے میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایک ہزار خوب رو و کمان ابرو غلام پیش کروں گا۔ جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک سونے کا جام ہو گا۔" بہر حال صلح ہو گئی مرزبان نے اپنی شرط پوری کی اور مسلمان شہر میں داخل ہوئے۔

یہاں سے بڑھ کے ربیع سناروذ نام ایک ندی کے پار اُترے۔ اور ایک گانوں میں پہونچے جو رستم زریان کا اصطبل مشہور تھا۔ وہاں کے لوگ برسر پرخاش ہوئے تو مسلمانوں نے مقابلہ کر کے انھیں شکست دی۔ اور اُن لوگوں کو مطیع فرماں بنا کے شہر زرنج میں واپس آئے۔ جہاں ربیع کا پورے ایک سال تک قیام رہا جس کے بعد وہ اپنی طرف سے ایک شخص کو عامل سیستان مقرر کر کے ابن عامر کے پاس واپس چلے آئے۔

مگر ان کے پلٹتے ہی سیستان والوں نے اُس عامل کو نکال باہر کیا۔ اور بغاوت اختیار کر لی ربیع کی حکومت سیستان میں ڈیڑھ سال تک رہی۔ اس ملک سے انھوں نے چالیس ہزار لونڈی غلام اسیر کیے ربیع کے منشی اس مہم میں حضرت حسن بصری تھے جن کے نام سے شاید کوئی مسلمان ناآشنا ہو گا۔

اہل سیستان کی سرکشی کی خبر ابن عامر کو پہونچی تو عبدالرحمن بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس کو والی سیستان مقرر کر کے بھیجا۔ انھوں نے آتے ہی زرنج کا محاصرہ کر لیا۔ اور جب بد عہد و باغی اہل شہر جان سے عاجز آ گئے تو دو لاکھ درہم اور دو ہزار غلامان خوبرو پیش کر کے سند امان حاصل کی۔ عبدالرحمن نے زرنج پر قبضہ پاتے ہی قدم آگے بڑھایا اور زرنج سے کش تک سارا علاقہ زیر فرمان کر لیا۔ یہ شہر کش ہند وستان کی جانب واقع ہے اس کے بعد عبدالرحمن نے دوسری طرف رُخ کیا تو اس علاقے کو جو زرنج سے دوان تک پھیلا ہوا ہے مطیع و منقاد بنا لیا۔ دوان پر پہونچ کے انھوں نے لشکر دوان کو کوہ زون کے درمیان میں گھیر لیا۔ اور جب ان لوگوں نے ہمت ہار کے اطاعت قبول کر لی تو نجیاتی کے گروہ سے شہر دوان میں داخل ہوئے۔ زون جس کی جانب مذکورہ بالا پہاڑ منسوب تھا ایک بت کا

نام ہے جس کی مورت سونے کی بنی ہوئی تھی، اور آنکھوں کی جگہ دو لعل شب چراغ جڑے ہوئے تھے۔ عبدالرحمٰن نے فتحیاب ہوتے ہی مورت کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا اور آنکھوں سے دونوں لعل اکھاڑ لیے پھر سونے اور دونوں لعلوں کو مرزبان کے حوالے کر کے کہا ان چیزوں کو تمھیں لیجاؤ۔ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے میرا مقصد فقط یہ بتانا تھا کہ یہ بت نہ اپنے آپ کو بچا سکتا ہے اور نہ کسی اور کو کچھ نفع یا ضرر پہونچا سکتا ہے۔"

فتح کابل و زابلستان

اس واقعہ کے بعد عبدالرحمٰن نے کابل اور زابلستان کو فتح کیا۔ زابلستان سے مراد وہ سارا علاقہ ہے جو شہر غزنین کے توابع میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کامیابیوں اور فتحوں کے بعد وہ زرنج میں واپس آئے، اور وہیں تھے کہ خلافت عثمانی کا انتظام درہم برہم ہونے لگا۔ اس پر وہ امیر بن احمر یشکری کو اپنی جگہ چھوڑ کے واپس چلے آئے۔ مگر اہل سیستان بھی بغاوت و شورش میں ایسے مشاق تھے کہ ان کے ہٹتے ہی پھر بغاوت کر دی، اور امیر کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔

کرمان و سیستان کی فتحیں بھی دراصل ابن عامر کے کارناموں میں شامل تھیں۔ یہ سب فتحیں پوری ہو گئیں تو لوگوں نے ان سے کہا "جیسی نمایاں اور وسیع فتحیں آپ کو حاصل ہوئی ہیں کسی کو نہیں نصیب ہوئیں۔ فارس، کرمان، سیستان، خراسان، طالقان، اور طخارستان سب کو خدا نے آپ کے ہاتھ سے فتح کرایا۔" انھوں نے کہا بیشک۔ اور اس کے شکریے میں مجھ پر واجب ہے کہ یہیں سے احرام باندھ کر حج کروں۔ چنانچہ انھوں نے عمرے کا احرام باندھا اور ارض حجاز کی راہ لی اور عمرہ ادا کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

فتح سمنگان

خراسان میں وہ اپنی جگہ قیس بن ہیثم کو چھوڑ گئے تھے۔ قیس نے ان کے چلے آنے کے بعد طخارستان کا دورہ کیا، اور جس شہر میں گزر ہوا۔ وہاں کے لوگوں کو مطیع و منقاد پایا۔ اور سب نے اظہار اطاعت و انقیاد کیا۔ یہ دورہ ختم کر کے وہ سمنگان میں پہونچے تو وہاں کے لوگوں نے سرکشی کی۔ انھوں نے فوراً محاصرہ کر لیا، اور بزور شمشیر فتح کر کے اس علاقے کو بھی قلمرو خلافت میں شامل کر لیا۔

پانچویں فصل

دیگر فتوحات اسلام اور حضرت عثمانؓ کے مخالفین

چند واقعات قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا پہلا حملہ۔ ایک مجاہدہ خاتون۔ بغاوت قفقاز۔ جنگ بلنجر ذوالنورین کی شہادت اور مسلمانوں کو شکست۔ ترکستان میں قارن کی شورش۔ چالاک ابن خازم ان کی کارگزاری۔ فتح عظیم۔ قارن مارا گیا۔ ابن خازم حاکم خراسان۔ حضرت عباسؓ دیگر اکابر صحابہ کی وفات۔ روم و مصر میں معزولی حملے۔ ترکستان میں شکست۔ قبرص دوبارہ فتح ہوا۔ قبرص میں مسلمانوں کا آباد ہونا۔ سعید والی کوفہ اور ان کے ہم صحبت۔ کوفے میں فتنے کا آغاز۔ حضرت عمرؓ کی مآل اندیشی۔ یہی واقعہ دوسری روایت سے۔ مخالفین خلافت۔ مخالفین اور حضرت معاویہؓ۔ ان لوگوں کی کیفیت بارگاہ خلافت میں۔ دشمنان خلافت اور عبدالرحمٰن بن خالد۔ مالک اشتر بارگاہ خلافت میں۔ بصرے کا فتنہ۔ عبداللہ بن سبا اس کے عقائد اس کی فتنہ انگیزی۔ غلط افواہوں کی تفتیش۔ عمار بن یاسر کا فتنے میں پڑ جانا سنہ ۳۴ھ کا حج۔ وفات مقداد۔

چند واقعات — اسی سنہ ۳۱ھ میں جناب معاویہ کے والد حضرت ابوسفیان نے اٹھاسی برس کی عمر میں سفر آخرت کیا۔ اور ختم سال کے وقت جب حج کا زمانہ آیا تو خود حضرت عثمانؓ امیر حج بن کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔

اب سنہ ۳۲ھ سنہ ۸۲ ہجری (سنہ ۶۵۲ء) شروع ہوا اس سال کے اہم واقعات میں سے ہے کہ حضرت معاویہ نے جو جزیرۂ قبرص کو فتح کر چکے تھے! اور ان کا زبردست بیڑہ جزائر یونان میں گشتیں کر رہا تھا۔ ارادہ کیا کہ قیصر روم کے مرکز حکومت یعنے خاص قسطنطنیہ پر حملہ کریں۔ چنانچہ وہ بذات خود اپنے بیڑے کو لے کر درۂ دانیال میں گھس گئے اور قسطنطنیہ پر دھاوا کر دیا۔ زمانہ اسلام کی اولوالعزمیوں کی یادگار میں یہ واقعہ بھی مورخین کی زبان پر ہے کہ اس بحری مہم میں حضرت معاویہ کی بیوی عاتکہ بنت قرظہ جن کو بعض اہل روایت فاختہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اپنے بلند حوصلہ شوہر کے ساتھ شریک جہاد تھیں اسی زمانے میں مسلمانوں کو جار جیا والوں اور علاقہ قفقاز کے ترکوں سے ایک شکست بھی ہو گئی اس کا باعث یہ ہوا کہ عساکر خلافت نے جب ان پر متواتر فوج کشیاں کیں

قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا پہلا حملہ۔

ایک مجاہدہ خاتون

بغاوت قفقاز

اور غلبہ حاصل کیا تو انھوں نے آپس میں مل کر کہا "ہم ایسے محفوظ مقام میں ہیں کہ اس سے پہلے کوئی غنیم ہم تک پہونچ ہی نہ سکتا تھا۔ مگر اب یہ حالت ہو گئی کہ عربوں کا ایک چھوٹا گروہ ہمیں برابر زک دے رہا ہے اور ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے"۔ کسی نے کہا "اس کا باعث یہ ہے کہ عرب لوگ مرتے ہی نہیں ہیں۔ کسی نے دیکھا ہو گا کہ کسی میدان میں کوئی عرب بھی زخمی ہو کر گرا ہو"۔ اور لوگوں نے کہا "اچھا پہلے اسی کا امتحان کر لو کہ یہ جری حملہ آور مارے بھی جا سکتے ہیں یا نہیں"۔ چنانچہ ان کے چند مسلح آدمی در ول اور کھوہوں میں چھپ کر بیٹھ رہے اور جیسے ہی دو ایک عرب راستے بھول کے ادھر سے گزرے نکل پڑے اور اُن کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔ اس واقعہ کی جیسے ہی خبر پہاڑوں میں پہنچی ہر طرف خوشیاں منائی گئیں کہ ہم بھی عربوں کو قتل کر سکتے ہیں۔ فوراً سارے ملک میں جوش و خروش پیدا ہو گیا اور سب نے باہم عہد و پیمان کیا کہ ہم جان پر کھیل کے عربوں سے مقابلہ کریں گے اس کے بعد غدر کے لیے ایک دن مقرر ہو گیا۔

اتفاق کی بات کہ یہاں کے والی عبدالرحمن بن ربیعہ کو جو ذوالنون کے لقب سے مشہور تھے (ذو النون اصل میں اُن کی تلوار کا نام تھا) حضرت عثمانؓ نے تحریر فرمایا تھا کہ تمھاری ولایت کی رعایا مخالفت کے لیے زیادہ تیار ہوتی جاتی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ مسلمانوں کو وہاں نقصان نہ پہونچ جائے مگر عبدالرحمن نے خلافت کی اس ہدایت کا مطلق خیال نہ کیا بلکہ بڑھ کے اُن کے شہر بلنجر پر حملہ کر دیا۔ وہاں تمام پہاڑی ترک جانبازیوں کے ساتھ جمع ہو گئے تھے اور مسلمانوں کی روک تھام کے لیے دشمنوں کا بڑا زبردست لشکر موجود تھا۔ دونوں حریفوں کا سامنا ہوتے ہی سخت لڑائی چھڑ گئی جس میں حضرت ذوالنون جانبازی سے مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے اور اُن کے ہمراہی مجاہدین عرب کے معمول قدیم کے خلاف شکست کھا کے بھاگے۔ بھاگتے وقت اُن کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک پہاڑوں کی طرف بھاگا اور عبدالرحمن کے بھائی سلمان بن ربیعہ کے ساتھ جیلان چلا۔ جن کو سعید بن عاص نے حسب فرمان خلافت عبدالرحمن کی کمک پر بھیجا تھا۔ دوسرا گروہ جیلان اور گرگان کی طرف بھاگا۔ اس میں حضرت سلمان فارسی اور ابو ہریرہ کے ایسے نامور صحابی اور اُن کے علاوہ اور بہت سے اکابر اسلام بھی موجود تھے۔ اس شکست کی خبر حضرت عثمانؓ کو پہونچی تو بے اختیار اُن کی زبان سے نکلا "انا للہ وانا الیہ راجعون بہادران کوفہ کی یہ حالت ہوئی! خدا وندا اُن کا قصور معاف کر اور اُن کی توبہ درجۂ قبولیت حاصل کرے"۔

اسی طرح کی ایک ناگوار شورش اس سال علاقۂ ترکستان اور سرحد خراسان میں بھی مچ گئی۔ یہاں قارن نام ایک فتنہ انگیز شخص پیدا ہوا جس نے مقام طبسین و بادغیس و ہرات اور کوہستان ترک کے لوگوں کو

جنگ بلنجر

ذوالنون کی شہادت اور مسلمانوں کو شکست

ترکستان میں قارن کی شورش

مسلمانوں کی مخالفت پر ابھار کے چالیس ہزار سپاہیوں کا لشکر جمع کر لیا۔ اور اس کو لے کر مقابلے کے لیے بڑھا۔ یہ حال سن کر حاکم خراسان قیس نے اپنے عزیز ابن خازم سے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا "میرے نزدیک آپ اتنے بڑے زبردست لشکر سے مقابلہ نہ کر سکیں گے لہٰذا سیدھے بصرے میں ابن عامر کے پاس چلے جائیے اور اُن کو دشمنوں کی کثرت سے آگاہ کیجیے۔ آپ جب تک وہاں سے زبردست لشکر لے کے آئیں ہم مختلف شہروں میں قلعہ بند ہو کر دشمنوں سے لڑیں گے۔ اور کمک کے انتظار میں لڑائی کو طول دیں گے" چنانچہ قیس نے اس مشورے کو پسند کیا اور خراسان کو چھوڑ کے بصرے میں واپس گئے۔ ابن عامر نے صورت دیکھتے ہی ناراضی ظاہر کی کہ تم اپنے علاقہ کو چھوڑ کر کیوں چلے آئے؟ اور قارن کی شورش کی وجہ سے سخت متردد تھے۔

مگر ابن خازم نے یہ کارروائی کی کہ قیس کے جاتے ہی لوگوں کو ایک فرمان دکھا کے باور کرایا کہ ابن عامر نے مجھی کو حاکم خراسان مقرر کیا ہے۔ اور چار ہزار بہادران عرب کو اپنے ساتھ لے کر قارن کے مقابلہ کو روانہ ہو گئے۔ روانہ ہوتے وقت ہمراہیوں کو حکم دیا کہ سب لوگ جہاں تک ممکن ہو چربی اور تیل ساتھ لے لیں۔ قارن کے قریب پہونچے تو حکم دیا کہ ہر شخص اپنے نیزے کی نوک پر کوئی چیتھڑا یا روئی لپیٹ کے مشعل بنا لے۔ اور اس کو چربی یا تیل میں خوب اچھی طرح تر کر لے۔ تھوڑا اور باقی تھا کہ یہ تدبیر کر کے یہاں سے بھی بڑھے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ شام ہو گئی۔ چھ سو آدمیوں کو مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے آگے بڑھایا۔ اور حکم دیا کہ سب اپنی مشعلیں روشن کر لیں۔ اُن کے پیچھے باقی فوج کے ساتھ خود بڑھے اور قریب پہونچ کر ان کی مشعلیں بھی روشن کرا دیں۔ آدھی رات کے وقت ناگہاں مقدمۃ الجیش کے بہادر مشعلیں روشن کیے ہوئے قارن کے سامنے نمودار ہوئے۔ وہ نہایت پریشان ہوا کہ یہ لوگ کیا کرنے والے ہیں مگر اتنا اطمینان تھا کہ مشعلیں ساتھ رکھنے کی وجہ سے یقین ہے کہ میرے لشکر پر شبخون نہ ماریں گے۔ اتنے میں ابن خازم اپنے سارے لشکر کے ساتھ نمودار ہوئے۔ اور باغی عجمیوں کو یکایک نظر آیا کہ داہنے بائیں ہر طرف جنگل میں آگ لگی ہوئی ہے۔ اس منظر کا ان پر سخت دہشتناک اثر پڑا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھتے اور گھبرا رہے تھے کہ یکایک ابن خازم نے حملے کا حکم دے دیا۔ اور مسلمان اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے بڑھے۔ ہنوز مقابلے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ دہشت زدہ عجمی بھاگے جو رات کے اندھیرے میں ادھر اُدھر بھٹکنے لگے۔ اور مسلمانوں نے گھیر گھیر کے قتل کرنا شروع کیا۔ خود قارن مارا گیا۔ اور اس کا سارا لشکر دم بھر میں پامال ہو گیا۔

صبح ہوتے ہی ابن خازم نے عبداللہ بن عامر کو فتح کی خوشخبری لکھی۔ اُن کو عین تردد کی حالت میں

چالاک ابن خازم

اُن کی کارگزاری

فتح عظیم — قارن مارا گیا

ابن خازم حاکم خراسان

یہ خبر پہنچی۔ اور اس معرکے کا مفصل حال معلوم ہوا تو بہت ہی خوش ہوئے ابن خازم کی کارگزاری کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا اور یا تو اُن سے ناراض تھے یا لکھ بھیجا کہ اس وقت سے تم ہی خراسان کے والی و حاکم ہو۔"

حضرت عباسؓ کی وفات

اسی ۳۲ھ میں حضرت رسول خدا صلعم کے عم محترم حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے اٹھاسی برس کی عمر میں عالم بقا کی راہ لی اور دنیا سے وہ برکت اٹھ گئی جو خلافت اسلامیہ کو باہمی اختلاف اور بدنظمیوں سے بچائے ہوئے تھی چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ہی سے فتنوں اور ہنگاموں کا دروازہ کھل گیا۔ اسی سال حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے بھی دنیا کو رخصت کیا۔

اب ۳۳ھ سنہ ہجری (۶۵۳ء) شروع ہوا۔ حضرت معاویہ نے اس سال مملکت روم کے علاقہ ملطیہ میں حصن المرأة نام ایک قلعہ پر حملہ کیا۔ اسی طرح عبداللہ بن سعد نے افریقیہ پر دوبارہ چڑھائی کی اس لیے کہ وہاں کے لوگوں نے بغاوت کر دی تھی۔

ترکستان میں فتوحات

شرقی سرحد خلافت کی جانب احنف نے حملہ کر کے دونوں مرووں کو دوبارہ فتح کر لیا۔ اور بعض مورخین ابن عامر کی مذکورہ سابق فتحوں کو بھی اسی سال بتاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس بعض اہل روایت جزیرۂ قبرص کی فتح کو بھی اسی سال بتاتے ہیں۔ مگر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ جزیرۂ مذکور کی پہلی فتح تو اسی زمانے میں ہوئی جبکہ بتائی گئی ہے۔ مگر ۳۲ھ تک رومیوں نے جہازوں کے ذریعے سے ایک لشکر عظیم بھیج کر اُن کی مدد کی اور انھوں نے سرکشی اختیار کر لی۔ یہ حال جناب معاویہ نے سنا تو ۳۳ھ میں زور و شور سے حملہ کر کے قبرص کو دوبارہ فتح کیا۔ رومیوں کو پامال کیا اور جزیرے میں سے کثیر المقدار مال غنیمت کے ساتھ بہت سے لونڈی غلام بھی پکڑ لائے۔ جدید معاہدۂ صلح کے ذریعے سے اُن کو از سر نو مطیع و منقاد بنایا اور بارہ ہزار مسلمان وہاں بھیج کے آباد کر دیے جنھوں نے جزیرۂ مذکور میں مسجدیں بنائیں اور وہاں اپنا ایک خاص شہر بسا لیا اس دوسرے حملے کو بعض مورخین ۳۵ھ میں بتاتے ہیں۔

قبرص دوبارہ فتح ہوا

قبرص میں مسلمانوں کا آباد ہونا

ہم اوپر اشارہ کر آئے ہیں کہ خلافت اسلامیہ کی قلمرو میں فتنوں کا آغاز اسی زمانے سے ہوا۔ جس کی بنیاد یوں پڑی کہ ولید کو جب میخواری کا الزام دیا گیا حضرت ذی النورین نے اُن کی جگہ سعید بن عاص کو والی کوفہ مقرر کر کے حکم دیا کہ ولید کو دار الخلافت مدینہ میں بھیج دیں۔ سعید نے ولید کو روانہ کرنے کے بعد مسجد اور منبر کو دھلوایا اور معززین کوفہ میں سے مجاہدین قادسیہ اور قاریان قرآن کو اپنی صحبت اور مشورے کے لیے منتخب کیا۔ یہ لوگ اُن کی اندرونی صحبتوں میں شریک ہوا کرتے

اگر یہ وہ باہر نکلتے تو شر و فتن کا باب ہو سکتا ۔

حبیش کا واقعہ

یہی رنگ تھا ایک روز ان کی صحبت میں بیٹھے ہوئے بے ساختہ حبیش اسدی کی زبان سے نکلا کہ طلحہ بن عبید اللہ بڑے فیاض شخص ہیں۔ سعید نے کہا کہ "جس شخص کے پاس نشاستج کی سی زمین ہو اس کو تو ایسا ہی فیاض ہونا چاہیے۔ اگر کوئی زمین میرے پاس ہوتی تو تم لوگ خوب چین کرتے" حبیش کا بیٹا عبدالرحمٰن بہت نو عمر آدمی تھا امیر کی زبان سے یہ الفاظ سن کر بولا "میرا تو خدا کی قسم یہ جی چاہتا تھا کہ یہ زمین آپ ہی کے قبضہ میں ہوتی" نشاستج اس علاقے کی بہترین زمین تھی جو کوفہ کے قریب دریائے فرات کے کنارے واقع تھی اور تاجداران آل ساسان کے عہد میں ہمیشہ خاص بادشاہوں کی جاگیر رہا کرتی۔ عبدالرحمٰن کے یہ الفاظ سن کر اور لوگ جو شریک صحبت تھے بگڑے اور کہا ماشاء اللہ اب تم لوگوں کی ایسی ہوسیں ہیں! ان لوگوں کو برافروختہ دیکھ کر حبیش نے کہا "عبدالرحمٰن ابھی لڑکا ہے آپ حضرات اس کے کہنے کا خیال نہ کریں" مگر معترضوں کا غصہ فرو نہ ہوا اور کہنے لگے "خوب سارے علاقہ سواد کی تمنا اور سعید کے لیے!" حبیش نے کہا "اور اس کو آپ نہیں دیکھتے کہ اس سے بہت زیادہ اور اس کی دو دنی چوگنی تمنائیں آپ کے لیے ہیں" مگر مالک اشتر، جندب، ابن ذی الحبکہ، صعصعہ، ابن کوا، کمیل، عمیر جو معترض تھے ان کی کسی طرح تسلی نہ ہوئی اس قدر بگڑے کہ اسی صحبت میں عبدالرحمٰن کو پکڑ کے مارنے پیٹنے لگے۔ عبدالرحمٰن کے باپ حبیش نے روکنا چاہا تو ان کو بھی مارا یہاں تک کہ دونوں پٹتے پٹتے بیہوش ہو گئے۔ سعید گو کہ امیر تھے مگر انھوں نے بجائے اس کے دباؤ ڈال کر حکم سے کام لیں تسلیں دلا دلا کے روکتے اور منع کرتے رہے مگر ان لوگوں نے ایک نہ سنی ۔

اس اثنا میں یہ خبر مشہور ہوئی اور بنی اسد تک پہونچی جو حبیش کے قبیلے والے تھے انھوں نے یورش کر کے قصر امارت کو گھیر لیا جس کے اندر یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ محاصرہ کرنے والوں میں خود طلحہ بھی موجود تھے۔ تھوڑی دیر میں اور قبائل عرب بھی قصر کے گرد آ کے جمع ہو گئے۔ اور سب سعید سے دادخواہ ہوئے۔ سعید باہر نکل آئے۔ اور کہا "چند لوگوں میں باہم جھگڑا ہو گیا تھا۔ مگر خدا نے خیریت کی۔ اور اب کوئی اندیشے کی بات نہیں ہے۔" بہرحال سب کو سمجھا بجھا کے واپس کر دیا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد جب حبیش اور ان کے بیٹے کو ہوش آیا تو کہنے لگے "ہم پٹ گئے ان ندیمان صحبت سے بچ نہیں سکے" سعید نے کہا "اب تم بھی ان لوگوں کو میری صحبت میں نہ پاؤ گے مگر اتنا کرو کہ اپنی زبانوں کو روکے رہو تاکہ جھگڑا نہ بڑھے" اس کا وعدہ کر کے دونوں باپ بیٹے اپنے گھر گئے۔ اور

جیسا کہا تھا ویسا ہی کیا۔ یعنے کسی کے سامنے حرف شکایت زبان سے نہ نکالا اور خاموش رہے مگر وہ لوگ جنھوں نے ان کو مارا تھا فساد سے باز نہ آئے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور سعید کی مخالفت کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے لگے۔

حضرت عمر کی دور اندیشی

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے جو نہایت سختی سے حکم دیا تھا کہ عرب لوگ اپنے وطنوں کو چھوڑ کر مفتوحہ ممالک میں نہ رہیں اور وہاں کوئی زمین نہ خریدیں اس میں کس قدر بڑی مصلحت پوشیدہ تھی۔ ان کی تاکید تھی کہ عرب یہاں آکر مقیم نہ ہوں لیکن یہ لوگ وہاں کے ملکوں میں زمیندار بن گئے۔ حضرت عثمان کے زمانے میں یہ لوگ ... عربوں نے ... ایسے رئیس اور زمیندار بن گئے دارالسلطنت کی مخالفت ... اور اس کا انجام یہ تھا کہ باہمی حسد و منافست پیدا ہوتا چلا گیا اور ان میں پھوٹ پیدا ہو گئی۔

یہی واقعہ دوسری روایت سے

مذکورہ بالا واقعہ کو بعض لوگوں نے اس طرح سے بیان کیا ہے کہ سعید بن عاص کے گھر میں قصر امارت کوفہ میں شب کو اکثر ایک صحبت ہوتی تھی جس میں علاقہ کے اکابر مثلاً اسود بن یزید نخعی اور مالک اشتر نخعی وغیرہم کے علاوہ اپنے معززین کوفہ شریک ہوا کرتے تھے۔ ایک دن اتفاقاً اس صحبت میں سعید کی زبان سے نکلا "سواد کا علاقہ قریش کا باغ ہے"۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عربوں نے یہاں کتنی جلدی کثرت سے زمینداریاں پیدا کر لی تھیں اور رئیس و زمیندار بن گئے تھے۔ سعید کے اس جملے پر مالک اشتر نے بگڑ کے کہا تو آپ کے خیال میں یہ سرزمین عراق جسے ہماری تلواروں نے فتح کیا ہے آپ کے اور آپ کی قوم کے لیے ہے۔ اس معاملے میں جب یہ لوگ زیادہ دیر تک سعید سے الجھتے رہے تو عبدالرحمن اسدی نے جو شہر کے کوتوال تھے ڈانٹ کر کہا کہ تم لوگ امیر سے زبان لڑاتے اور سختی و درشتی کے لہجے میں گفتگو کرتے ہو۔ عبدالرحمن کے یہ الفاظ سنتے ہی مالک اشتر نے کہا کہ اس شخص کو نہ چھوڑنا چاہئے ساتھ ہی سب کے سب عبدالرحمن پر پل پڑے اور اس قدر مارا کہ عبدالرحمن بیچارے بیہوش ہو گئے اس پر بھی مارتے رہے اور ٹانگیں پکڑ کے انہیں زمین پر گھسیٹا۔ بعد ازاں جب عبدالرحمن کے منہ پر پانی چھڑکا گیا اور انہیں ہوش آیا تو بولے "افسوس مجھے اس شخص نے مارا جسے آپ کی صحبت کے لیے میں ہی نے منتخب کیا تھا۔" سعید نے کہا "خیر جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ اب آئندہ شعر خوانی کے لیے میرے یہاں کوئی نہ آنے گا۔"

مخالفین عثمان

اس صحبت کے ٹوٹنے کے بعد وہ لوگ گھروں میں بیٹھ کر سعید کو اور ان کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی برا بھلا کہنے لگے۔ چند روز میں ان کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہو گئے اور ان کی تعداد بڑھی۔

یہ رنگ دیکھ کر سعید اور دیگر شرفائے کوفہ نے حضرت عثمانؓ کو اطلاع کی۔ اور لکھا کہ "ان لوگوں کا یہاں سے نکال دیا جانا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے" جواب آیا کہ "ان لوگوں کو شام میں معٰویہ کے پاس بھیج دو" اور ساتھ ہی حضرت عثمانؓ نے جناب معٰویہ کو لکھا کہ "چند لوگ جو کوفے میں آتش فساد بھڑکا رہے ہیں، تمھارے پاس آتے ہیں اُن کی نگرانی رکھو۔ انھیں فتنہ انگیزی سے روکو۔ اس میں اگر ان سے صلاحیت ظاہر ہو تو فبہا اور اگر ان پر تمھارا بھی زور نہ چلے تو انھیں میرے پاس بھیج دو"

[illegible] حضرت معٰویہ

الغرض وہ لوگ دمشق میں پہونچے، جناب معٰویہ نے اُن کو کنیسۂ مریمؑ میں اُتارا اُن کے نام پر وہی وظیفہ جاری کر دیا جو انھیں عراق میں خزانۂ خلافت سے ملا کرتا تھا۔ اور روز صبح و شام کو انھیں اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کے کھلاتے۔ دو چار روز بعد سبیل تذکرہ اُن سے کہا "تم لوگ اہل عرب ہو۔ خدا نے تمھیں دانت بھی دیے ہیں اور زبانیں بھی دی ہیں۔ تم کو شرف اسلام حاصل ہوا۔ دنیا کی قوموں پر غالب آئے اور اُن کی دولت کے وارث ہوئے مگر سنتا ہوں تم کو قریش سے مخالفت ہے حالانکہ اگر قریش نہ ہوتے تو تم ذلیل و خوار ہوتے۔ یاد رکھو کہ تمھارے امام (خلیفہ) تمھارے حق میں سپر کا کام کرتے ہیں۔ اس سپر سے تم باہر نہ ہو۔ تمھارے امام خود تمھارے ظلم کو برداشت کرتے اور تمھاری حرکتوں سے تکلیفیں اُٹھاتے ہیں۔ لہٰذا میں تمھیں خدا کا واسطہ دلا کے کہتا ہوں کہ ان حرکتوں سے باز آؤ۔ ورنہ خدا انھیں ایسی آزمائش میں ڈالے گا جو بُری ہوگی"۔ اس تقریر کے جواب میں صعصعہ نے کہا "قریش کی جنبہ داری میں آپ اتنا سب کہہ گئے مگر اس کا خیال نہ کیا کہ یہ لوگ نہ تعداد میں دیگر قبائل عرب سے زیادہ ہیں اور نہ جاہلیت میں کچھ ایسے بڑے بہادر تھے کہ آپ ہمیں اُن کا خوف دلائیں۔ رہا یہ جو آپ نے ڈھال کا نام لیا تو سنیے۔ ڈھال جب پھٹ جائے تو ہم آزاد اور اُس سے باہر ہیں"۔ یہ جواب سُن کر جناب معٰویہ نے کہا "اب میری سمجھ میں آگیا کہ تم لوگ بیوقوف اور بے عقلی کے ہاتھوں خراب ہو۔ تمھیں ان سب میں فصیح اور زبان آور معلوم ہوتے ہو مگر تمھاری عقل کا یہ حال ہے کہ میں تو اسلام کا ذکر کرتا ہوں اور تم جاہلیت کا تذکرہ چھیڑے دیتے ہو۔ خدا ان لوگوں کو غارت کرے جنھوں نے تمھارے فتنہ کو بڑھایا۔ خیر اب مجھ سے عقل سیکھو۔ غالباً یہ تو تمھارا خیال نہ ہوگا کہ جاہلیت اور اسلام دونوں عہدوں میں قریش کو جو عزت حاصل ہوئی وہ فقط خدا کی مرحمت تھی۔ اس کو میں تسلیم کرتا ہوں کہ نہ وہ تعداد میں دیگر قبائل عرب سے زیادہ تھے اور نہ سب سے زبردست تھے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ سب سے زیادہ شریف تھے اور نیکوکاری میں بڑھے ہوئے تھے۔ جاہلیت میں جب تمام قبائل عرب ایک دوسرے کو کھائے جاتے تھے۔ خدا نے محض اپنی عنایت سے اُن کو اس آفت سے محفوظ رکھا اس لیے کہ

ان کو اپنے حرم کے مقبول عام امن میں جگہ دی۔ جب کہ چاروں طرف لوٹ مار ہوتی رہتی تھی کوئی عربی یا عجمی اور گورا یا کالا ایسا بھی نظر آتا ہے جس کے وطن پر مصیبت نہ پڑی ہو اور اس کی عزت خاک میں نہ ملی ہو۔ بجز قریش کے جن پر کسی دشمن نے اگر دست درازی کا ارادہ بھی کیا تو خدا نے اس کو ذلیل و خوار کر دیا۔ یہاں تک کہ اللہ جل شانہ کی مرضی ہوئی کہ جو شخص اس کے دین کی عزت و پیروی کرے اُسے دنیا کی ذلت اور عقبیٰ کی خجالت سے محفوظ رکھے چنانچہ بہترین مخلوقات یعنی اپنے پیغمبر صلعم کو ہدایت خلق اللہ کے لیے منتخب فرمایا پھر اُن کے لیے اصحاب و رفقا منتخب فرمائے۔ اور بہترین اصحاب وہی تھے جو قریش میں سے تھے۔ اس دینی سلطنت کی بنیاد انہیں کے لیے قائم کی اور پیغمبر کی خلافت خاص انہیں کے واسطے مخصوص کر دی۔ لہٰذا تم خوب یاد رکھو کہ اس کے لیے بجز قریش کے اور کوئی موزوں نہیں ہے۔ جاہلیت اور کفر کے زمانے میں جب خدا ان کی حفاظت کرتا تھا تو کیا تمھارا خیال ہے کہ اب دینداری اور حق پرستی کے زمانے میں نہ کرے گا؟ تم لوگوں کی حالت پر افسوس ہے اور اے صعصعہ تو تو وہ شخص ہے جس کا گاؤں سب گاؤں سے بدتر ہے اس کے ثمر انتہا سے زیادہ متعفن۔ اس کی وادی انتہا سے زیادہ پست اس کے رہنے والے انتہا سے زیادہ بدنام اور اس کے جوار والے انتہا سے زیادہ نالائق ہیں کبھی کوئی شریف و وضیع آدمی اس بستی میں نہ آباد ہوا ہوگا کہ لوگ اُسے برا نہ کہنے لگے ہوں چنانچہ وہ لوگ سارے اہل عرب میں بدترین خطابوں سے یاد کیے جاتے ہیں۔ اور جن لوگوں سے اُن کے ہمسایہ نہ رہا وہ بھی نہایت برے تھے۔ یاد کرو کہ تم لوگ فارسیوں کے مطیع و منقاد تھے کہ دعوت اسلام کا آوازہ بلند ہوا لیکن اب بھی ہنوز بحرین سے کون نہیں ہو سکا تھا کہ تم لوگ بھی دعوت اسلام میں شریک ہو جاتے۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی خیال کر کہ تو اپنی قوم بھر میں برا ہے یہاں تک کہ اسلام نے تجھ کو نکال کے اور لوگوں میں شامل کر دیا مگر باوجود ان سب باتوں کے اب تو آیا ہے کہ دین میں کجی پیدا کرے؟ اور اسلام کو ذلیل کرے؟ خوب یاد رکھو قریش کو اس سے ضرر نہ پہنچے گا۔ اور کوئی چیز ان کو اپنا فرض بجا لانے سے نہ روکے گی شیطان تم لوگوں سے غافل نہیں ہے۔ اسے تمھاری خباثت معلوم ہو گئی چنانچہ تمھارے ہی ذریعے سے وہ لوگوں کو بہکانے لگا۔ تم لوگ اپنی شرارت سے ایک بات پیدا کرو گے تو خدا تمھاری سرکوبی کے لیے اس سے بڑھ کے بڑی بات پیدا کر دے گا۔"

اس قدر سمجھانے بجھانے کے بعد جناب معاویہ ان کے پاس سے چلے آئے۔ دو چار روز بعد پھر ملے اور فرمایا "تم چند گنتی کے آدمی ہو نہ کسی کو تم سے فائدہ پہنچ سکتا ہے نہ ضرر لیکن اگر اپنی فلاح چاہتے ہو تو

اپنے ساتھیوں میں جا کے خاموش بیٹھ رہو۔ اور جو انعام ہم دلاتے تمھیں مل رہا ہے وہ تم کو غارت نہ کرے بہرحال تمھارا جو حال تھا وہ بھی جاتا رہا۔ مجھے جائزہ لینا ہے تمھارے سب حالات امیر المومنین کو لکھ بھیجوں گا!"

اس کے بعد پھر ان لوگوں کو بلوا کے کہا میں پھر تم سے کہتا ہوں کہ رسول خدا صلعم معصوم تھے۔ انھوں نے مجھ کو والی مقرر فرمایا۔ اور اپنے معاملات میں شریک کیا۔ پھر ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے انھوں نے بھی مجھے والی کے عہدے پر مقرر کیا۔ بعدازاں عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے۔ انھوں نے بھی مجھ کو یہی خدمت دی۔ ان کے بعد عثمان ذی النورینؓ خلیفہ ہوئے اور انھوں نے بھی مجھے والی بنایا۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ جن جن حضرات نے مجھے والی بنایا آخر تک مجھ سے خوش رہے۔ رسول خدا صلعم کا معمول تھا کہ حکومت کے عہدوں کے لیے مسلمانوں میں سے ان لوگوں کو منتخب فرمایا کرتے تھے جو دولتمند ہوتے اور معاوضۂ خیر کے مستحق۔ لہٰذا تم لوگ اس بارے میں اختلاف نہ کرو۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تم جو کچھ زبان سے کہتے ہو اس کے خلاف خود تمھارے دل گواہی دے رہے ہیں!"

بعض راویوں کا بیان ہے کہ اس موقع پر جناب معٰویہ نے ان لوگوں سے یہ بھی کہا "سنو میں تم کو کسی بات کا حکم نہیں دیتا ہوں جب تک خود اپنے آپ کو اور اپنے خاندان والوں کو اس کا پابند نہیں بنا لیتا ہوں۔ سارے قریش جانتے ہیں کہ میرے والد ابوسفیان سارے قریش میں اشرف تھے۔ اور اشرف قریش کے فرزند تھے۔ بجز نبی صلعم کے جن کو اللہ جل شانہٗ نے شرافت دی اُن کو رسالت کے لیے منتخب کیا۔ اور سب سے اشرف و افضل بنا دیا۔ اور ابوسفیان کی نسبت تو میرا یہ خیال ہے کہ اگر وہ سب آدمیوں کے باپ ہوتے تو ہر آدمی اعلیٰ درجے کا مدبر و شجاع ہوتا!"

اس پر صعصعہ نے بگڑ کے کہا "تم جھوٹ کہتے ہو۔ سارے آدمی جن کی نسل سے ہیں (یعنی آدم علیہ السلام) وہ ابوسفیان سے افضل و اعلیٰ تھے۔ خدا نے انھیں خاص اپنے ہاتھ سے بنایا۔ اُن میں روح پھونکی۔ اور فرشتوں کو اُن کے سجدے کا حکم دیا۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے اُن کی نسل میں اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی۔ عقلمند بھی ہیں اور احمق بھی"۔ حضرت معٰویہ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور اُٹھ کر چلے گئے۔

دوسری رات کو پھر آ کے اُن سے ملے۔ اور دیر تک گفتگو کرنے کے بعد کہا "لوگو نیکی اختیار کرو اور یہ نہیں ہو سکتا تو خاموش رہو"۔ صعصعہ نے اس موقع پر کہا "آپ حکومت کے اہل نہیں ہیں۔ اور نہ آپ کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ کی اطاعت میں خدا کی معصیت گوارا کر لی جائے"۔ جناب معٰویہ نے کہا "کیا میں نے سب باتوں سے پہلے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں تمھیں خدا سے ڈرنے اور رسولؐ کی پیروی کرنے کا

حکم دیتا ہوں۔ اور یہ چاہتا ہوں کہ سب کے سب خدا کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو۔ اور اُس میں تفرقہ نہ ڈالو؟" ان لوگوں نے کہا "نہیں بلکہ تم نے اختلاف کرنے اور حکم نبیؐ کی مخالفت کا ہمیں حکم دیا۔" معٰویہؓ نے کہا "تو اچھا اب میں تم کو خدا اور رسولؐ کی پیروی کا حکم دیتا ہوں۔ اور اگر اس کے خلاف کہا ہے تو وہ گناہ ابھی میں توبہ کرتا ہوں اور تمھیں مشورہ دیتا ہوں کہ جماعت کے ساتھ چلو۔" "اپنے اماموں (خلفاء) کی عزت کرو۔ اور جہاں تک بنو اُن کو اچھے راستے پر لے چلو" اس کے جواب میں صعصعہ نے درشتی کے ساتھ کہا "اور ہم تمھیں حکم دیتے ہیں کہ اس عہدے سے علیحدہ ہو جاؤ۔ مسلمانوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو تم سے زیادہ اس خدمت کے مستحق ہیں جن کے باپ سابق الاسلام ہونے میں تمھارے باپ سے افضل تھے اور وہ خود بھی تم سے پہلے مسلمان ہونے کا شرف رکھتے ہیں" جناب معٰویہؓ نے کہا "خدا کی قسم مجھے بہتوں کے مقابلے میں سابق الاسلام ہونے کا فخر حاصل ہے! اور بیشک ایسے بھی بہت سے لوگ موجود ہیں جو مجھ سے پہلے ایمان لائے اور مجھ سے افضل ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ میرے زمانے میں کوئی امارت کی خدمت انجام دینے والا اتنا زبردست نہیں ہے جتنا کہ میں ہوں۔ عمر بن الخطابؓ کی یہی رائے تھی۔ اگر انھیں کوئی مجھ سے زیادہ زبردست نظر آتا تو میرے حال پر یہ نظر عنایت ہرگز نہ ہوتی" مجھ سے کوئی ایسا فعل بھی نہیں سرزد ہوا کہ اس خدمت سے علیحدہ ہونے کے قابل سمجھا جاؤں۔ بہر حال تم لوگ ان باتوں سے باز آؤ! اور میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اگر معاملات کا فیصلہ تمھاری ہوس کے مطابق ہوتا تو اسلام کو ایک دن یا ایک شب کے لیے بھی استقامت نہ حاصل ہوتی۔ اس کو چھوڑو اور صلاحیت کی باتیں کرو۔ خدا کی سطوت بہت زبردست ہے مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو تم لوگ ان خیالات میں شیطان کی پیروی اور خدا کی نافرمانی کر بیٹھو! اور اس کی پاداش میں داخل دوزخ ہو۔" یہ کلمات سنتے ہی وہ لوگ سخت برافروختہ ہو کر غصے میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت معٰویہؓ پر جھپٹ پڑے اور ان کی داڑھی پکڑلی۔ مگر حلم معٰویہ مشہور تھا آپ نے کمال متانت سے فرمایا "ٹھہرو اور ہوش میں آؤ۔ یہ کوفہ کی سرزمین نہیں ہے۔ شام کے لوگ اگر تمھیں ایسی حرکت دیکھ پائیں گے تو ان کا روکنا میرے امکان سے باہر ہو جائے گا۔ پھر تمھاری جان لیے نہ رہیں گے! اور میں اپنی جان کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تم لوگوں کی سب حرکتیں یکساں حماقت و بے عقلی کی ہیں۔" یہ کہنے کے بعد جناب معٰویہ اُن کے پاس سے اُٹھ کر چلے آئے۔"

پھر حضرت عثمانؓ کو لکھ بھیجا کہ "میرے پاس چند لوگ آئے جنھیں خدا نے عقل سے محروم کر دیا ہے اور نہ ان کا کوئی خاص مسلک ہے۔ فقط اتنا ہے کہ عدالت نے ان کو ناراض کر دیا ہے! اُن کا مقصد

ان لوگوں کی کیفیت بارگاہ خلافت میں

خدا کی رضامندی نہیں ہے۔ اور نہ وہ کوئی معقول و موجہ بات کہتے ہیں۔ مجھے تو ان کا مقصد فقط یہ نظر آتا ہے کہ فتنہ پیدا کریں۔ اور ذمیوں کو لوٹیں ماریں۔ خدا انہیں آزمائش میں ڈالنے اور ان کی تہہ پہنچنے کو ہے۔ اور بعد از ان انہیں ذلیل و خوار کرنے والا ہے۔ لہٰذا آپ سعید کو اور ان کے ہمراہیوں کو منع فرما دیں کہ ان لوگوں سے سروکار نہ رکھیں۔ اس لیے کہ یہ کسی شمار و قطار میں نہیں ہیں۔"

اس کے بعد بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جناب معاویہ کو حکم فرمایا کہ ان لوگوں کو سعید بن عاص کے پاس کوفہ میں بھیج دو چنانچہ وہ کوفہ میں گئے۔ اور ایسی سختی و دریدہ دہنی سے خلافت کے خلاف اور حضرت عثمانؓ کی مخالفت میں زبان درازی شروع کی کہ سعید ان سے پناہ مانگنے لگے۔ اور حضرت عثمانؓ کو اس کی اطلاع کی۔ آپ نے حکم بھیجا کہ اچھا ان لوگوں کو شہر حمص میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید کے پاس بھیج دو۔ وہاں پہونچے تو عبدالرحمن نے ان کو اپنے وہاں اتارا اور ان کے نام پر وظیفے جاری کر دیئے۔

دشمنان خلافت اور عبدالرحمن بن خالد۔

لیکن دیگر مورخین کا یہ بیان ہے کہ یہ لوگ جب دمشق سے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک نے دوسرے سے کہا "ہمیں کوفہ میں نہ چلنا چاہیے۔ اس لیے کہ وہاں کے لوگ ہمیں برا بھلا کہتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اب ہم الجزیرہ میں چلیں۔" الغرض روانہ ہوئے تو راستے میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید نے جو حمص کے والی تھے۔ اپنے پاس بلوا بھیجا۔ اور ان کا سامنا ہوتے ہی کہا "اے شیطان کے ہاتھ کے ہتھیار و مرحبا۔ ان دونوں شیطان تو حسرت سے پشیمان پڑا ہے۔ مگر تم خوش و خرم ہو۔ خدا عبدالرحمن کو (مجھے) بشارت کرے اگر وہ تمھاری تادیب و تنبیہ نہ کرے۔ اے وہ لوگو جن کی نسبت میں نہیں جانتا کہ عربی ہو یا عجمی۔ مجھ سے وہ نہ کہنا جو تم نے معاویہ سے کہا تھا۔ میں خالد بن ولید کا بیٹا ہوں۔ اور اس شخص کا فرزند ہوں جس کو عجیب عورتوں نے تجی المذاق بنا دیا تھا۔ اور اس کی اولاد ہوں جس نے مرتدوں کو ہلاک کیا تھا۔ لہٰذا او صعصعہ اگر مجھے خبر ہوئی کہ میرے ہمراہیوں میں سے کسی نے تیری ناک کچل دی اور تجھ کو ذلیل کیا تو تجھے یہاں سے بہت دور پھینکوں گا۔"

اس کے بعد عبدالرحمن نے ایک مہینے تک ان لوگوں کو اپنے پاس ٹھیرایا۔ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ اور جب سوار ہوتے تو وہ لوگ بھی ہمراہ رکاب ہوتے۔ اس زمانے میں جب کبھی صعصعہ سامنے آجاتا تو کہتے "او ماہ رنجیدہ۔ اب تو تجھے معلوم ہوا کہ جس شخص کے حق میں نیکی مناسب نہیں ہے اس کے ساتھ برائی کرنا نہایت مناسب ہے۔ تیرے جو خیالات میں نے سنے ہیں ان کو میرے سامنے کیوں نہیں ظاہر کرتا۔ وہی کہہ جو تو نے سعید اور معاویہ کے سامنے کہا تھا۔" اس کے جواب میں وہ سب لوگ

مارے خوف کے یہی کہا کرتے کہ "ہم خدا کی درگاہ میں توبہ کرتے ہیں"۔

مالک اشتر بارگاہ خلافت میں

ان لوگوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اپنے خیالات سے تائب ہو گئے! ور خاصتہً مالک اشتر کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بار حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب عثمانؓ نے اُن سے فرمایا کہ تمھیں اختیار ہے جہاں چاہو جا کے رہو۔ اور وہ بارگاہ خلافت سے رخصت ہو کر پھر عبد الرحمن بن خالد کے پاس چلے گئے۔

بصرہ کا فتنہ

عبداللہ بن سبا

ان فتنہ انگیزان کوفہ کے مقابلے سے بھی زیادہ خطرناک جھگڑا بصرے میں پیدا ہوا۔ وہاں عبداللہ بن عامر کو حکومت کرتے جب تین سال ہو گئے تو انھوں نے سنا کہ حکیم بن جبلہ عبدی کے گھر میں ایک شخص آ کے ٹھیرا ہے جس کا نام عبداللہ بن سبا ہے! ور ابن سودا کے لقب سے عوام میں مشہور ہے۔ اس شخص سے بصرے کے بعض لوگ ملے اور اُس نے اُن کو فریب دے کے بہکا لیا۔ مگر صاف طور پر کسی کو یہ نہیں بتایا کہ میرا اصلی مقصد کیا ہے۔

ہم اس شخص کا حال اس موقع پر بیان کر آئے ہیں جب یہ ابوذر غفاریؓ سے ملا تھا! ور اُن کو بہکا کے جناب معویہ کے خلاف کر دیا تھا۔ یہ پہلے یہودی تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں مسلمان ہوا۔ پہلے حجاز میں دورہ کرتا رہا۔ وہاں سے بصرے میں آیا۔ عبداللہ بن عامر کو جب اس کی نسبت اشتباہ ہوا تو اس سے پوچھ بھیجا کہ "تو کون ہے؟" اُس نے کہلا بھیجا "میں اہل کتاب میں کا ایک شخص ہوں! یمان لایا ہوں! ور آپ کی پناہ میں ہوں"۔ انھوں نے حکم دیا کہ "تیرے متعلق میں طرح طرح کے افواہیں سُن رہا ہوں۔ لہذا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تو یہاں سے چلا جائے"! اس حکم کے مطابق وہ بصرے سے نکل کے کوفے میں پہونچا۔ مگر وہاں سے بھی نکالا گیا۔ پھر شام میں گیا اور وہاں سے بھی خارج البلد کیا گیا۔ تب مصر میں پہونچا اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔ مصر میں پہلے اس نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کے پھر دنیا میں آنے کے قائل ہیں اُن سے تعجب ہے کہ محمد صلعم کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کو نہ مانیں۔ غرض پہلے اُس نے رجعت یعنے محمد رسول اللہ صلعم کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کا عقیدہ ظاہر کیا جس کو بہت سے لوگوں نے قبول کر لیا! س کے بعد اُس نے یہ دعوی کیا کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور محمد صلعم کے وصی حضرت علیؓ ہیں۔ اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو رسول خدا صلعم کی وصیت کو ناجائز رکھے! ور اُن کے وصی کے مقابلے پر کھڑا ہو۔ عثمانؓ نے خلافت کو بغیر حق کے لیا ہے۔ چنانچہ مصر میں اُس نے بہت سے لوگوں کو انھیں عقائد کے خطوط بھیجنا شروع کیے! ور جابجا اس کے ہم خیال پیدا ہو گئے تو اُس نے سب کو لکھا کہ اس عقیدے کو

اس کے عقائد

[illegible] طریقے سے کرو کر اپنے
[illegible] پاکر اس نے
[illegible] کی تبلیغ و اشاعت
[illegible] نظر کی بے بنیاد شکایتیں
[illegible] دوسرے شہروں کے
[illegible] صحیح حال مدینے والوں کا
[illegible] خوش نصیب اور حکام کے

[illegible] امیر المومنین جو کچھ حالات
[illegible] اطمینان ہے کہ سب جگہ
[illegible] سب نے کہا ہاں سب
[illegible] اس کی حالت دیکھیں اور
[illegible] اور محمد بن مسلمہ کو کوفہ
[illegible] ترک مخالف
[illegible] کسی جگہ کوئی ناگوار بات
[illegible] انھیں واپسی میں دیر ہوئی تو
[illegible] عبداللہ بن ابی سرح کا خط آیا
[illegible] مگر دو میں عبداللہ

[illegible] خلافت کی فتنہ انگیزیوں سے
[illegible] کی شہادت میں صحیح ہوا
[illegible] بہت زیادہ کو [illegible] سے

چھٹی فصل

خلافت عثمانی کے آخری پُرشورش ایام

شورش کا بڑھنا۔ کوفہ کا مفسدین سے خالی ہو جانا۔ یزید بن قیس کا فتنہ۔ شام سے ہو کے مفسدوں کا واپس آنا۔ نئی فتنہ انگیزی۔ اصلاح اور اُس میں ناکامی۔ شورش جرعہ۔ سعید کے ایک غلام کا مارا جانا۔ شورش جرعہ دوسری روایت سے۔ ابن عبدالقیس کی حضرت عثمانؓ سے گستاخانہ گفتگو۔ اور آپ کی ناراضی۔ ممتاز والیوں کی مدینہ میں طلبی۔ اُن سے مشورہ۔ ابن عامر کی رائے۔ سعید اور حضرت معاویہ کی رائے۔ عبداللہ بن سعد کی رائے۔ عمرو بن عاص کی رائے۔ والیوں کی واپسی۔ ابوموسیٰ اشعری کا تقرر۔ کوفہ میں ابوموسیٰ کی فہمائش اہل کوفہ کو۔ حذیفہ کا انتظام۔ خلافت کی نازک حالت۔ حضرت علیؓ کا مشورہ حضرت عثمانؓ کو۔ حضرت عثمانؓ کا جواب۔ باہمی ردوقدح۔ حضرت عثمانؓ کا خطبہ۔ شورش پسندوں کی غلط شہرت کی تحقیقات۔ بیعت امیر المومنین اور والیوں کا مجمع۔ حضرت عثمانؓ کا استفسار۔ سعید کا جواب۔ ابن سعد کا جواب۔ معاویہ کا جواب۔ عمرو بن عاص کا جواب۔ حضرت عثمانؓ کا اندیشہ۔ معاویہ کو ہوس خلافت ہونے کی بنا۔ مدینے میں معاویہ کی تقریر۔ حضرت علیؓ اور معاویہ میں ایک جھڑپ۔ حضرت عثمانؓ کا ارشاد۔ جن لوگوں کو جو دیا گیا تھا اُن سے واپس لیا گیا۔ معاویہ کا مشورہ اور حضرت عثمانؓ کا نہ ماننا۔ معاویہ کی آخری تقریر اکابر صحابہ کے سامنے۔

شورش کا بڑھنا۔ سنہ ۳۴ھ میں عبداللہ بن سبا کی فتنہ انگیزیاں اور زیادہ بڑھ گئیں اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ سارے قلمرو اسلام میں حضرت عثمانؓ اور اُن کے والیوں کے خلاف شورش پھیل گئی۔ جو لوگ حضرت ذی النورینؓ سے منحرف ہو گئے تھے انہوں نے باہم مراسلت کی۔ پھر ایک جگہ جمع ہوئے اور ارادہ کیا کہ امورِ متنازعہ فیہ میں آپ سے مناظرہ کریں۔

کوفہ کا مفسدوں سے خالی ہو جانا۔ وہ لوگ جو کوفے سے نکالے گئے تھے عبدالرحمن بن خالد کے پاس جزیرہ میں جا کے تائب ہوئے تھے۔ کہ سعید بن عاص حسب الطلب حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن کے چلے جانے کے وجوہ بعد معلوم ہوں گے۔ مدینے میں جانے سے پہلے وہ اپنے زیرِ فرمان مملکت کا یہ انتظام کر گئے کہ اشعث بن قیس کو آذربائیجان کا، سعد بن قیس کو رے کا، نسیر عجلی کو

ہمدان کا۔ سائب بن اقرع کو اصفہان کا۔ مالک بن حبیب کو علاقہ ماہ کا۔ حکیم بن سلام حزامی کو موصل کا۔ جریر بن عبداللہ کو قرقیسیہ کا۔ سلمان بن ربیعہ کو باب کا۔ عتیبہ بن نہاس کو حلوان کا والی مقرر کر دیا۔ غرض کوفہ تمام معزز سرداروں اور ذی رائے لوگوں سے خالی تھا۔ فقط قعقاع بن عمرو افسر جنگ کی حیثیت سے اور عمرو بن حریث نائب امیر کی شان سے کوفے میں تھے۔

ایسے نازک موقع پر یزید بن قیس اس ارادے سے اٹھا کہ حضرت عثمانؓ کو مسند خلافت سے اتارے اور جو لوگ ابن سبا کے فریب میں آ گئے تھے اس کے ساتھ ہو گئے۔

یہ لوگ ایک بڑا گروہ باندھ کر کوفے سے چلے تو افسر فوج قعقاع نے ان کو روکا کہ کہاں اور کس ارادے سے جاتے ہو؟ یزید نے کہا ہم اس لیے جاتے ہیں کہ سعید کو یہاں کی حکومت پر واپس لائیں۔ قعقاع نے اس میں کوئی مضائقہ نہ دیکھا اور ان لوگوں کو روانگی کی اجازت دے دی۔

اب یزید بن قیس نے ان لوگوں کو جو یہاں سے نکالے ہوئے تھے اور عبدالرحمٰن بن خالد کے پاس مقیم تھے خط بھیج کے بلوایا۔ چنانچہ مالک اشتر اور ان کے سب رفقا بھی کوفے میں آ گئے۔ ان لوگوں کے آنے کے بعد جو جمعہ پڑا اس میں نماز جمعہ کے وقت اشتر نے مسجد جامع کے دروازے پر کھڑے ہو کے لوگوں سے کہا میں امیرالمومنین عثمانؓ بن عفان کے پاس سے آیا ہوں اور سعید کو اس کے لیے تیار و آمادہ دیکھ آیا ہوں کہ یہاں آ کر تمہاری عورتوں پر سو سو درہم بجرا کریں اور تم لوگ جو مبتلائے مصیبت ہو ان سے بھی ایک ایک ہزار درہم وصول کریں۔ سعید کا خیال یہ ہے کہ تمہاری جاگیریں جو تم کو غنیمت میں ملی ہیں وہ دراصل قریش کا باغ ہیں۔ یہ سنتے ہی سب کو ان باتوں میں اچھی خاصی سچائی نظر آئی۔ مگر جو لوگ ذی ہوش و صاحب رائے تھے انھوں نے ان باتوں کا اعتبار نہ کیا اور لوگوں کو سمجھانے لگے۔

اب یزید نکلا اور اس کے نقیب نے لوگوں میں اعلان کیا کہ جو کوئی سعید کو کوفے میں پھیر لانا چاہتا ہو یزید سے آ کے مل لے۔ اس شور و غل کے وقت بعض سنجیدہ لوگ مسجد ہی میں بیٹھے رہے تھے۔ سعید کے نائب عمرو بن حریث نے منبر پر کھڑے ہو کر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ لوگو! [illegible] کے سردار تھے کہا یہ ممکن نہیں کہ [illegible] آپ اس سیلاب کو روک دیں۔ خدا کی قسم یہ شور و ہنگامہ [illegible] اس کے بعد سب حضرات اپنے گھر چلے گئے۔

اس ہنگامہ [illegible] کے قریب جرعہ نام ایک بستی میں آ اترا۔

مالک اشتر وغیرہ اس کے تمام ہم خیال ہمراہ تھے جن کی تعداد ہزاروں کو پہونچی ہوئی تھی اتفاقاً وہاں سعید بن عاص جو حضرت عثمانؓ سے مل کر واپس آ رہے تھے اُن سے ملے اور ایک گروہ عظیم کو دیکھ کر حال پوچھا۔ یہ لوگ کوفے میں تو یہ کہہ رہے تھے کہ ہم سعید کو واپس لانا چاہتے ہیں۔ اب خود سعید کو موجود پایا تو غل مچایا کہ "ہم آپ کی حکومت نہیں چاہتے"۔ انھوں نے کہا اس کے لیے تو یہ کافی تھا کہ ایک شخص کو تم امیر المومنین کے پاس بھیج دیتے اور ایک شخص میرے پاس چلا آتا۔ ہزار آدمیوں کے مدینے جانے کی کیا ضرورت ہے؟" ان لوگوں کو یہ جواب دے کر سعید مدینے کی طرف واپس چلے گئے۔

اس اثنا میں ان لوگوں نے ایک غلام کو دیکھا جو اونٹ کو تیزی سے بھگائے لیے جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا "سعید کو واپس نہ جانا چاہیے تھا" یہ سنتے ہی مالک اشتر نے طیش میں آ کر اس پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ بس اتنی ہی باتوں پر اس بستی کا ہنگامہ جو تاریخ عرب میں "یوم جرعہ" کے نام سے مشہور ہے ختم ہو گیا جو ۳۴ھ میں پیش آیا۔

مذکورہ واقعہ یوم جرعہ کی بعض لوگ یہ صورت بتاتے ہیں کہ چند لوگ کوفے میں جمع ہوئے اور حضرت عثمانؓ کی کارروائیوں پر معترض ہوئے۔ آخر سب نے بالاتفاق عامر بن عبد قیس کو جو عامر بن عبد القیس کے نام سے مشہور تھا حضرت عثمانؓ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کر عرض کیا "بعض مسلمانوں نے جمع ہو کر آپ کے معاملات پر غور کیا اور اس نتیجے کو پہونچے آپ سے سخت غلطیاں ہو گئی ہیں۔ لہذا خدا سے ڈریے اور توبہ کیجیے" حضرت عثمانؓ کو یہ گستاخانہ انداز گفتگو گراں گزرا۔ فرمایا "لوگ اس شخص کو لکھا پڑھا اور قاری قرآن سمجھتے ہیں۔ مگر بدتمیزی کی یہ حالت ہے کہ مجھ سے ایسے تحقیر کے الفاظ میں گفتگو کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی نہیں جانتا کہ خدا کہاں ہے؟" عامر نے کہا "جی میں جانتا ہوں کہ خدا کہاں ہے"۔ پھر یہ آیت پڑھی "اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ" (یعنی تیرا پروردگار گھات میں لگا ہوا ہے)

جب یہاں تک نوبت پہونچی کہ یہ فتنہ انگیز لوگ خود حضرت عثمانؓ کے سامنے آ کر گستاخیاں کرنے لگے تو حضرت عثمانؓ نے اپنے سفیر دولت کے ممتاز و صاحب رائے والیان ملک جناب معاویہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، سعید بن عاص، عمرو بن عاص اور عبداللہ بن عامر کو مدینے میں بلا بھیجا اور جب یہ سب حضرات آ کے جمع ہو گئے تو ان سے فرمایا "تم لوگ میرے وزیر و مشیر ہو۔ اور تمہیں پر مجھ کو بھروسہ ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ لوگوں نے سخت فتنہ پیدا کر دیا ہے۔ مجھ سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ

اپنے تمام والیوں کو معزول کر دو۔ اور اس بات کی استدعا ہے کہ میں ان کی مرضی پر چلوں۔ لہذا بتاؤ کہ اس نازک موقع پر تمہاری کیا رائے ہے؟" ابن عامر نے کہا "امیر المومنین! ان سب کو جہاد میں مصروف کر دیجیے تاکہ اپنے ذاتی معاملات میں پھنسکر فتنہ انگیزی کو بھول جائیں"۔ سعید نے یہ مشورہ دیا کہ "یہ فتنہ یوں دفع ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کے سرغنہ فنا کر دیے جائیں"۔ جناب معاویہ بولے "اپنے تمام سرداران فوج کے نام احکام جاری کیجیے کہ اپنے علاقے کے فتنہ جو لوگوں کو دبا دیں۔ اور اہل شام کے متعلق میں ذمہ داری کرتا ہوں"۔ عبداللہ بن سعد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ "لوگ بالطبع دولت کے جویا ہوتے ہیں۔ آپ فیاضی سے کام لیجیے۔ کچھ دے دلا کے ان لوگوں کی زبانیں بند کیجیے اور ان کے دل اپنے ہاتھ میں لے لیجیے"۔ اب عمرو بن عاص اٹھے اور کہا "امیر المومنین آپ نے ویسی ہی حکومت کی جیسی بنی امیہ کے کسی شخص کو کرنا چاہیے تھی۔ آپ کے دل میں جو بات آئی آپ نے کہی۔ اور اور دوسروں کا جو جی چاہا انھوں نے کہا۔ انجام یہ ہوا کہ ادھر آپ سیدھے راستے سے ہٹے اور ادھر وہ بھی ہٹ گئے لہذا رائے یہ ہے کہ یا تو آپ اعتدال سے کام لیں اور یا خلافت سے علٰحدہ ہو جائیں۔ اور یہ بھی نہیں منظور ہے تو استقلال سے کام لیجیے اور قوت کے ساتھ سبقت کیجیے"۔

ابن عامر کی رائے

سعید اور حضرت معاویہ کی رائیں

عبداللہ بن سعد کی رائے

عمرو بن عاص کی رائے

یہ رائیں سن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا "صحیح رائے سعید کی ہے کہ فتنہ انگیز لوگوں کے سرغنہ جن جن کے فنا کر دیے جائیں۔ مگر اس میں جو خرابیاں ہیں کاش وہ نہ ہوتیں"۔ اور حضرت عمرو بن عاص کی رائے پر آپ نے اظہار ناراضی کیا۔

اب سب حضرات اٹھ کر چلے گئے۔ فقط عمرو بن عاص باقی تھے۔ تنہائی میں انھوں نے عرض کیا کہ "امیر المومنین میری نظر میں آپ کی عزت و حرمت سب سے زیادہ ہے لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ دروازے میں ایسے لوگ لگے کھڑے ہیں جو ہماری رائوں کو سنتے ہی دنیا بھر میں مشہور کر دیں گے۔ مجھے مناسب معلوم ہوا کہ عوام میں اپنی یہی رائے مشہور کروں تاکہ مخالفین مجھ پر بھروسا کرنے لگیں۔ پھر ان کو دوست بنا کے آپ کی خدمت بجا لاؤں اور سارے شر کو رفع کر دوں"۔

والیوں کی واپسی

اس کارروائی کے بعد حضرت عثمانؓ نے تمام والیوں کو ان کے علاقوں میں واپس روانہ کیا اور ہدایت کی کہ جاتے ہی جہاد کے لیے مہمیں روانہ کریں۔ ساتھ ہی یہ ارادہ فرمایا کہ مخالفوں کو جو وظائف مل رہے ہیں روک دیے جائیں تاکہ احتیاج ان کو مطیع و منقاد بنا دے۔ اور اسی موقع پر سعید واپس ہوکر جب کوفے کے قریب پہونچے تو ہنگامہ جرعہ کا واقعہ پیش آیا۔

فتنہ جویوں کے کہنے سے وہ پھر مدینے میں واپس گئے اور حضرت عثمانؓ کی خدمت میں

حاضر ہو کر جرعہ کے بلوائیوں کا حال بیان کیا، اور کہا "وہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ولایت کوفہ سے بدل دیا جاؤں اور میری جگہ ابوموسیٰ اشعری مقرر کیے جائیں۔" حضرت عثمان نے اسی وقت ابوموسیٰ اشعری کو حاکم مقرر کر دیا۔ اور ان لوگوں کے نام ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ "میں نے اسی شخص کو تمھارا حاکم مقرر کر دیا جس کو تم پسند کرتے ہو۔ میں خدا کی قسم تمھاری اصلاح میں اپنی قوت صرف کروں گا، صبر سے کام لوں گا اور تمھاری فلاح و رفاہ میں کوئی کوشش نہ اٹھا رکھوں گا۔ اس کے ساتھ تم کو بھی یہ چاہیے کہ تم سے جس بات کی خواہش کی جائے اس کو قبول کرو۔ تم انہیں باتوں کی استدعا کرو جن میں خداوند جل وعلا کی نافرمانی نہ ہو۔ اس کے معاوضے میں تمھارے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا جو تمھیں پسند ہو تاکہ خدا کے سامنے تمھارے لیے کوئی حجت نہ باقی رہ جائے ہم حسب الحکم خداوندی صبر سے کام لیں گے یہاں تک کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ۔"

ادھر کوفہ میں حضرت ذی النورین کی یہ تحریر پہونچی ادھر اکثر والیان ملک جو کوفے کے قریب تھے وہاں آ گئے۔ چنانچہ جریر قرقیسیا سے اور عتیبہ حلوان سے آ گئے اور نئے والی ابوموسیٰ اشعری نے مسجد جامع میں منبر پر کھڑے ہو کر اس مضمون کی تقریر کی کہ "تم کو ساری امت کا ساتھ دو اور جناب ذی النورین کی اطاعت کرو۔" سب لوگوں نے اس حکم کو قبول کیا۔ اور کہا "آپ آپ نماز پڑھائیں" ابوموسیٰ نے کہا "نہیں جب تک تم لوگ حضرت عثمانؓ کی اطاعت و فرماں برداری کا اقرار نہ کرو گے میں نماز نہ پڑھاؤں گا۔" سب نے بالاتفاق وعدہ کیا اور انھوں نے نماز پڑھائی پھر ماتحت والیان ملک ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے سب کو ان کی خدمتوں پر بحال رکھا۔

ابوموسیٰ کی فہمائش اہل کوفہ کو

ابوموسیٰ کو حاکم کوفہ مقرر کرتے وقت حضرت عثمانؓ نے حذیفہ بن یمان کو حکم دیا کہ فوج لیکر علاقہ قفقاز میں جائیں اور جہاد کریں چنانچہ وہ ادھر روانہ ہو گئے۔

حذیفہ قفقاز میں۔

اب حضرت عثمانؓ کی مخالفت کا ہنگامہ نہایت سختی سے بلند تھا بعض معزز صحابہ کی رائیں بھی متزلزل ہونے لگیں۔ بعض صحابہ وغیرہ نے ایک دوسرے کو لکھ بھیجا "ہمارے یہاں آؤ، اس لیے کہ خود ہمارے گھر میں جہاد موجود ہے۔" اور علی العموم حضرت ذی النورینؓ کی مخالفت ہونے لگی صحابہ کی عام حالت یہ ہو رہی تھی کہ کوئی نہ کسی کو منع کرتا تھا نہ روکتا تھا بجز حضرت زید بن ثابتؓ ابو اسید ساعدیؓ اور حسان بن ثابتؓ کے جو حضرت عثمانؓ کی طرفداری پر استقلال سے قائم تھے۔

خلافت کی نازک حالت

آخر تمام اکابر مدینہ جمع ہو کر حضرت علیؓ کے پاس گئے اور زمانہ کی یہ نازک حالت اُن سے بیان کی۔ حضرت علیؓ اسی وقت اٹھ کر حضرت عثمانؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا "میں بہت سے مسلمانوں کی طرف سے آیا ہوں۔ اور جو کچھ وہ کہتے ہیں چاہتا ہوں کہ آپ کے گوش گزار کر دوں۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہوں نہ کوئی ایسی بات ہے جو آپ کو معلوم نہ ہو۔ نہ کوئی ایسا مشورہ دے سکتا ہوں جو آپ کے خیال میں موجود نہ ہو۔ ایسی کون سی بات ہو سکتی ہے جس کو ہم جانتے ہیں اور آپ پہلے سے نہ جانتے ہوں۔ آپ دیکھ چکے ہیں صحبت رسالتؐ سے مشرف ہو چکے ہیں۔ حضور سرورِ عالمؐ کی باتیں اپنے کانوں سے سُن چکے ہیں۔ آپ کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ حقوق کے لحاظ سے نہ ابن ابی قحافہ (ابو بکرؓ) کو آپ پر فوقیت حاصل تھی نہ ابن خطاب (عمرؓ) کو۔ قرابت میں آپ رسول خدا صلعم سے قریب ہیں۔ اور حضرت رسالتؐ کی دامادی کا جو فخر آپ کو حاصل ہے ان دونوں کو نہیں نصیب تھا۔ اور نہ کسی اور بات میں وہ دونوں آپ سے بڑھے ہوئے تھے۔ لہٰذا خدا کے لیے اپنے دل میں غور کیجیے۔ بجز آپ نہ دیکھتے ہیں نہ غور کرتے ہیں۔ راستہ صاف اور روشن ہے اور شعائر دین قائم ہیں۔ اے عثمانؓ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ امام عادل جو پیروی ہدایت کرے سنت معلوم کو قائم کرے۔ اور بدعت متروکہ کو مٹائے خدا کے تمام بندوں سے افضل ہوتا ہے اور جو امام ظالم گمراہ ہو اور گمراہ کرے سنتوں کو مٹائے اور بدعتوں کو زندہ کرے۔ وہ بدترین نوع انسان ہوتا ہے میں آپ کو خدا کی سطوت اور اس کے انتقام کا خوف دلاتا ہوں۔ اور ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ ہی اس اُمت کے وہ امام نہ ثابت ہوں جو مارا جائے گا۔ اس کا خون گرتے ہی قیامت تک کے لیے اس اُمت پر قتل و خونریزی کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور مسلمانوں کے تمام معاملات درہم و برہم ہو جائیں گے ایسے گروہ پیدا ہوں گے جو اس کی رفاقت چھوڑ دیں گے۔ اور باطل کے غلبے کی وجہ سے ان کو حق نظر نہ آئے گا۔"

حضرت علیؓ کی یہ تقریر سُن کر حضرت عثمانؓ نے کہا "بخدا میں جانتا ہوں کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ اگر میرے مقام پر ہوتے اپنے عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے۔ دوستی کو نباہتے۔ پریشان حال کو پناہ دیتے۔ اور اسی قسم کے لوگوں کو والی مقرر کرتے جن کو عمر فاروقؓ نے مقرر کیا تھا تو میں نہ آپ کو الزام دیتا اور نہ عیب لگاتا۔ اے علیؓ میں آپ سے قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ مغیرہ بن شعبہ کو جو اس وقت موجود نہیں ہیں۔ عمرؓ نے والی نہیں مقرر کیا تھا؟" حضرت علیؓ نے فرمایا "ہاں مقرر کیا تھا" حضرت عثمانؓ نے "تو پھوپھی سے قرابت کی بنا پر اگر ابن عامر کو مقرر کیا تو آپ مجھے کیوں الزام دیتے ہیں؟"

حضرت علیؓ کا مشورہ حضرت عثمانؓ کو

حضرت عثمانؓ کا جواب

باہمی رد و قدح

حضرت علیؓ: "حضرت عمرؓ جس کسی کو والی مقرر کرتے تھے اس کا ایک لفظ بھی کبھی خلاف پاتے تو فوراً سرکچل دیتے اور سخت ترین سزا دیتے۔ مگر آپ یہ نہیں کرتے بلکہ ضعف سے کام لیتے ہیں کمزوری ظاہر کرتے اور اپنے اعزہ کے ساتھ نرمی کرتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ: "وہ لوگ آپ کے بھی تو عزیز ہیں۔"

حضرت علیؓ: "ہاں میرے عزیز ہیں لیکن ان کے علاوہ اُن سے افضل عزیز بھی موجود ہیں۔"

حضرت عثمانؓ: "آپ تو جانتے ہیں کہ معٰویہ کو حضرت عمرؓ نے والی مقرر کیا تھا۔ لہٰذا میں نے بھی ان کو مقرر کر دیا۔"

حضرت علیؓ: "میں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ آپ کو اس کی خبر ہے کہ حضرت عمرؓ کا غلام یرفاؔ اُن سے اتنا نہ ڈرتا ہوگا جتنا کہ معٰویہ اُن کے نام سے کانپتے تھے؟"

حضرت عثمانؓ: "ہاں جانتا ہوں۔"

حضرت علیؓ: "مگر اب معٰویہ کی یہ حالت ہے کہ بغیر اس کے کہ آپ کو خبر بھی کریں معاملات سلطنت کا فیصلہ کر دیا کرتے ہیں پھر لوگوں میں مشہور کرتے ہیں کہ یہ امیر المومنین کا حکم ہے اور آپ ایسے امور کو جانتے ہیں اور ان سے جواب نہیں طلب کرتے۔

حضرت عثمانؓ کا خطبہ

اس گفتگو کے بعد حضرت علیؓ جناب ذی النورینؓ کے پاس سے اُٹھ کے چلے آئے اُن کے بعد حضرت عثمانؓ بھی گھر سے نکلے مسجد نبویؐ کے منبر پر چڑھے اور مجمع عام میں حمد و نعت کے بعد فرمایا ہر چیز میں ایک آفت ہوتی ہے اور ہر امر میں کوئی عیب ہوتا ہے اس امت کی آفت اور اس نعمت خلافت کا عیب طعنے مارنے والے فتنہ جو اور عیب جو لوگ ہیں جو تمہارے سامنے تمہاری سی اور تمہارے پیچھے تمہارے خلاف اور ناگوار باتیں کیا کرتے ہیں۔ بخدا کی قسم تم لوگ مجھ میں وہ عیوب بتاتے ہو جن کو تم عمر بن خطابؓ میں گوارا اور قبول کیا کرتے تھے مگر انھوں نے تمھیں پاؤں سے کچلا۔ ہاتھ سے مارا۔ اور زبان سے نیست و نابود کر دیا جس کا انجام یہ ہوا کہ ان کی ہر بات چاہے پسند یا ناپسند تم نے قبول کر لی۔ مگر میں نے تمہارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا۔ ہاتھ اور زبان کو تم سے روکا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھ پر تمہاری جرأت بڑھ گئی۔ اچھا سنو میں خدا کی قسم اپنے دوست اشخاص کے لحاظ سے قوی۔ اپنے حامیوں کی وجہ سے غالب اور اپنے طرفداروں کے اعتبار سے زبردست ہوں۔ میرے بھی خواہوں کا شمار زیادہ ہے جب کہوں تو سب میری مدد کو آجائیں گے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ میں ایسے اخلاق کو بھی ظاہر کر سکتا ہوں جو تمھیں نہیں پسند ہے۔ اور ایسے الفاظ بھی کہہ سکتا ہوں جو

میری زبان سے نہیں نکلتے۔ لہٰذا اپنی زبانوں کو مجھ سے روکو اور اپنے والیوں پر طعن و تشنیع کرنے سے باز آجاؤ۔ اس کا بھی خیال کرو کہ میں نے اس شخص کو تقریر کرنے سے روک دیا جو اگر میری جگہ پر کھڑے ہو کر گفتگو کرتا تو تم لوگ بغیر اس کے کہ مجھے کچھ کہنے سننے کی نوبت آئے راضی ہو جاتے۔ بتاؤ تمہارا کون سا حق مارا گیا ہے؟ مجھ سے پہلے تم لوگوں کو جو کچھ مل رہا تھا اس میں خدا کی قسم ذرا بھی کمی نہیں ہوئی۔ یہی تم کو پہلے بھی مل رہا تھا مگر تم نے اس زمانے میں کبھی اختلاف نہیں کیا تھا۔

اس موقع پر مروان بن حکم اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اگر تم لوگ چاہتے ہو تو ابھی وقت فیصلہ ہو سکتا ہے۔ اور خدا کی قسم ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار ہی سے ہوگا۔ یہ سنتے ہی حضرت عثمانؓ نے ڈانٹ کر کہا چپ رہو مجھے اور میرے اصحاب کو باتیں کرنے دو۔ تمہارے بولنے کی ضرورت نہیں ہے مروان کو کچھ اور کہنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور حضرت عثمانؓ منبر پر سے اتر آئے مگر افسوس کہ جناب ہی کی اندرونی کے اس خطبے نے اور آگ لگا دی۔ دشمنوں کی شورش حد سے زیادہ بڑھ گئی اور ابن سبا کی سازشی جماعت نے ساری قلمرو خلافت میں ایک آگ سی لگا رکھی تھی۔ ہر جگہ لوگ گھبرا گھبرا کے ایک دوسرے سے پوچھتے کہ قلمرو خلافت میں یہ کیا اندھیر مچا ہوا ہے۔ اور کوئی کچھ جواب نہ دے سکتا۔

شورشیں اور بڑھیں

[illegible] شورش کی تفتیش

آخر پریشان ہو کر حضرت عثمانؓ نے تمام شہروں میں خطوط بھیجے اور اپنے عاملوں کے نام فرمان جاری کیے جن کا مضمون یہ تھا اہل مدینہ کو اطلاع ملی ہے کہ بعض مقامات میں لوگوں کو گالیاں دی جاتی ہیں مارے جاتے ہیں اور ان پر طرح طرح کے ظلم ہو رہے ہیں۔ لہٰذا کل والیان ملک اور جن جن لوگوں کو مجھ سے اور میرے عاملوں سے شکایت ہو حج کے موقع پر آ کے بیان کریں اور اپنا حق وصول کر لیں۔ اور اگر شکایت نہ ہو تو میرے والیوں کی عدالت گستری کی علی الاعلان تصدیق کریں

یہ فرمان اور خطوط جب جابجا شہروں اور ملکوں میں پڑھے گئے تو ان کو سن کر بہت سے لوگ زار و قطار روئے اور حضرت عثمانؓ کو دعائیں دینے لگے۔ اور جیسے ہی حج کا زمانہ آیا۔ عبداللہ بن عامر، عبداللہ بن سعد، معاویہ بن ابی سفیان، سعید بن عاص، اور عمرو بن عاص اور بہت سے لوگ مکہ معظمہ میں جمع ہو گئے۔ ان سب کے مجمع عام میں حضرت عثمانؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا "یہ کیا شکایت ہے؟ اور کیسی بدنامی ہو رہی ہے؟ بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ تم لوگوں (والیوں) کی نسبت یہ سچ نہ کہا جا رہا ہو۔ اور اس کا الزام مجھ پر ہے اور کسی پر نہیں ہے" سب نے کہا آپ نے تو اپنے مفتشوں (انسپکٹروں) کو بھیج کے دریافت کر لیا۔ وہ لوگ گئے اور واپس آ گئے۔ نہ انہیں کسی جگہ کوئی ظلم و جور

حج میں عمال اور والیوں کا مجمع

حضرت عثمانؓ کا استفسار

پھیلا دیا اور تمام ان خبروں کی تصدیق ہوئی۔" حضرت عثمانؓ نے فرمایا "ان باتوں کی اصلیت تو یہ ہے کہ
پھر بھی یہ سب کیوں مشہور ہو رہی ہیں؟"

سعید کا جواب

اس سوال کا جواب سعیدؓ نے یہ دیا کہ "یہ بالکل موضوع اور جعلی خبریں ہیں جو چھپ چھپ کر
بنا کر پھیلا دی جاتی ہیں اور ان خبروں کے روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ جن لوگوں سے یہ خبریں نکلیں
چاہیے ان کی تفتیش کی جائے اور جن سے ان کی اصلیت ثابت ہو وہ قتل کیے جائیں۔"

ابن سعد کا جواب

عبداللہ بن سعد نے کہا "جب آپ لوگوں پر مہربانی اور ہمدردی و شفقت کرتے رہتے ہیں تو
پھر ان سے مواخذہ بھی کیجیے اور ان لوگوں کے معاملہ میں درگزر کرنے کی نسبت سختی کرنا
زیادہ مناسب ہے۔"

معاویہ کا جواب

معاویہؓ نے کہا "جس سرزمین کا والی آپ نے مجھے بنایا ہے وہاں سے کچھ فساد کی اطلاع نہیں
آئی کوئی خبر آپ تک نہیں پہنچی ہے اور باقی دونوں صوبوں کا حال یہ دونوں حضرات زیادہ بتا سکتے ہیں
بہرحال مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں سے ایسی خبروں کی اشاعت ثابت ہو ان کو تنبیہ
اور سزا دی جائے۔"

عمرو بن عاص کا جواب

اب عمرو بن عاص نے زبان کھولی اور کہا "مجھے تو یہ نظر آ رہا ہے کہ لوگوں کے حق میں آپ
نہایت ہی نرم ہو گئے ہیں۔ ڈھیل ڈال دی ہے اور جتنے وظائف عمر فاروقؓ دیا کرتے تھے
آپ ان سے زیادہ دینے لگے ہیں۔ لہٰذا آپ کے لیے بہترین مشورہ یہ ہے کہ دونوں سابق
بزرگوں کا طریقہ اختیار کیجیے۔"

حضرت عثمانؓ کا فیصلہ کن ارشاد

ان سب لوگوں کی رائیں سن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا "اصل حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ ہونا ہے
اس کا ایک دروازہ ہوتا ہے۔ وہ دروازہ کھل گیا۔ یہ وہ فتنے ہیں جن کا اس امت کے لیے اندیشہ تھا
ہے۔ اس کا دروازہ بند کرنے کی چاہیے جس قدر کوشش کی جائے وہ ضرور کھلے گا۔ لہٰذا ہم حدود
اللہ کے قائم رکھنے کے اور تمام امور میں نرمی و صلاحیت ہی سے کام لینا چاہیے۔ اگر یہ
فتنوں کا دروازہ کھل گیا تو کسی پر اس کا الزام نہ ہوگا۔ اور خدا جانتا ہے کہ میں نے لوگوں کو کبھی
نیکی و صلاحیت سے نہیں روکا۔ مگر اب فتنے کی چکی پھر رہی ہے اور خوش نصیب ہو عثمانؓ کہ
اگر مر جائے مگر اپنے ہاتھ سے اس چکی کو نہ چلائے۔ الغرض جاؤ اور لوگوں کو تسلی دو۔ ان کے جو
حقوق ہوں ادا کر دو اور خدا کے حقوق پورے کرنے میں سستی نہ کرو۔"

حضرت عثمانؓ کی اس تقریر پر یہ صحبت ختم ہوئی۔ آپ اپنے قیام گاہ پر تشریف لے آئے

اور والیان ملک نے اپنا اپنا راستہ لیا۔ لیکن مدینہ منورہ تک حضرت ذی النورینؓ اور تمام والیوں کا ساتھ رہا۔ راستے میں ایک حُدی خوان نے اتفاقاً ایک شعر گایا جس کا مضمون یہ تھا کہ "حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوں گے"۔ کعبؓ نے جو یہ نغمہ سنا تو اس ساربان کو ڈانٹا اور کہا "تو جھوٹا ہے۔ خلافت عثمانؓ کے بعد معاویہ کو ملے گی"۔ لوگ کہتے ہیں یہی واقعہ ہے جس نے جناب معاویہ کے دل میں خلافت کی ہوس پیدا کر دی۔

معاویہ کو خلافت ملنے کی پیشینگوئی

مدینہ طیبہ میں پہونچ کر حضرت عثمانؓ نے حضرت علی مرتضیٰؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ کو بلوایا معاویہ بھی شریک صحبت تھے جنھوں نے سب صاحبوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا آپ سب حضرات رسول اکرمؐ کے صحابی ہیں، بہترین مخلوقات ہیں اور آپ ہی کو خلافت کا استحقاق حاصل ہے۔ لہٰذا آپ کے سوا اور کوئی شخص جانشینی حضرت رسولؐ کی ہوس نہیں کر سکتا۔ بجز اس شخص کے جس کو طمع دامنگیر ہو اور جبر و تعدی سے کام لے۔ آپ نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کیا جن کی عمر اب بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ اور اگر ان کی نسبت اب آپ مختل الحواس ہو جانے کا اندیشہ کریں تو کچھ بعید نہیں ہے۔ میرے نزدیک ان کا اس درجے کو پہونچ جانا بھی ان کے لیے موجب شرف ہوگا۔ مگر جس قول کے کہے جانے کا مجھے اندیشہ تھا اب وہ ہر شخص کی زبان پر ہے۔ تاہم مجھے اس کا اقرار ہے کہ یہ جو کچھ ہوا آپ حضرات کی کوشش سے نہیں ہوا۔ خیر اب میں کہتا ہوں کہ یہ ہاتھ خلافت کی مدد کو موجود ہے۔ اور معاملۂ خلافت میں آپ اور لوگوں کو طمع نہ دلائیے میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ لوگوں نے اگر اس کا ارادہ کیا تو انھیں زک ہی ہوگی۔" جناب معاویہ کے یہ الفاظ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا "تمھاری ماں مرے تمھیں اس معاملے سے کیا تعلق ہے؟" معاویہ نے کہا "میری ماں کا نام نہ لو۔ تم سب کی ماؤں سے وہ کچھ بری نہیں ہیں۔ اس لیے کہ اسلام لائیں رسول خدا صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بجائے اس کے میری بات کا جواب دو۔"

مدینے میں معاویہ کی تقریر

حضرت علیؓ اور معاویہ میں ایک جھڑپ

یہ باہمی رد و قدح دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے کہا میرا بھتیجا (معاویہ) سچ کہتا ہے۔ خیر میں اپنا اور اپنی خلافت کا حال خود ہی بیان کیے دیتا ہوں۔ جو دو بزرگ مجھ سے پہلے خلیفہ ہوئے تھے انھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور ان دونوں کو کسی قسم کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔ مگر خود حضرت رسول خداؐ کی عادت تھی کہ اپنے قرابت داروں کو دیا کرتے تھے۔ میں ایک ایسے گروہ کا شخص ہوں جس میں کثرت سے عیال دار اور قلیل المعاش لوگ ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے میں نے کسی حد تک اپنا ہاتھ کھول دیا۔ اس کو اگر تم لوگ میری غلطی سمجھتے ہو تو جن جن لوگوں کو میں نے دیا ہے ان سے واپس لے لو۔ میں وعدہ

حضرت عثمانؓ کا ارشاد

کرتا ہوں کہ تمہاری مخالفت نہ کروں گا۔"

یہ سن کر سب نے حضرت عثمانؓ کی نیک نفسی کا اعتراف کیا اور کہا "آپ نے عبداللہ بن خالد بن اسید کو پچاس ہزار کی اور مروان بن حکم کو پندرہ ہزار کی رقمیں دی ہیں ان سے واپس لے لیجئے" حضرت عثمانؓ نے اسی وقت یہ رقمیں ان لوگوں سے لے لیں، اور سب لوگ حضرت خلافت پناہ سے راضی ہو کر اپنے گھروں کو واپس گئے۔

اس کے بعد تنہائی کا موقع پا کر جناب معاویہ نے حضرت عثمانؓ سے کہا "مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے ساتھ شام میں چلے چلیں، وہاں کے لوگ مطیع و فرماں بردار ہیں" حضرت عثمانؓ نے کہا "مجھے چاہے کیسا ہی لالچ دلایا جائے جوار رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں گا۔ چاہے میرا گلا کاٹ ڈالا جائے مگر مدینے کے باہر قدم نہ نکالوں گا" معاویہ نے کہا "تو اچھا میں شام سے ایک لشکر بھیج دوں گا جو یہاں آپ کے پاس ٹھہرے گا اور آپ کی حفاظت کرے گا۔ ممکن ہے کہ کوئی آفت اٹھ کھڑی ہو۔ اس وقت کوئی آپ کا بچانے والا گروہ ضرور موجود ہونا چاہیے" حضرت عثمانؓ نے کہا "مدینہ چھوٹا شہر ہے، اور ایک لشکر کے یہاں رہنے سے ساکنین جوار رسول اللہ ﷺ تنگی و دشواری میں پڑ جائیں گے اس لیے مجھے یہ بھی گوارا نہیں ہو سکتا" ان دونوں تدبیروں میں ناکام ہو کر معاویہ نے کہا "خدا کی قسم لوگ آپ کو فریب دیں گے اور لڑیں گے" مگر حضرت عثمانؓ نے کسی طرح نہ مانا، اور فرمایا "حسبی اللہ و نعم الوکیل"۔

اب جناب معاویہ نے سفر کے کپڑے پہنے اور شام کے ارادے سے چلے، راستے میں حضرات علیؓ، طلحہؓ و زبیرؓ کو ایک جگہ جمع دیکھا، ان کے پاس جا کھڑے ہوئے اور کہا "آپ سب صاحب جانتے ہیں کہ حکومت کے لیے لوگ ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے کہ خدا نے اپنے پیغمبر کو مبعوث کیا اور اس وقت سے لوگوں کو سبقت اسلام، قدامت صحبت، اور دینداری کی کوشش کے لحاظ سے شرافت اور فضیلت حاصل ہونے لگی۔ لہٰذا آپ لوگ اگر اسی اصول پر قائم رہے تو حکومت آپ کی ہے، اور سب آپ کی اطاعت و پیروی کو تیار ہیں لیکن اگر غلبے کے ذریعے سے دنیا حاصل کرنے کی ہوس کی گئی تو حکومت ان سے چھین لی جائے گی اور غیروں کو مل جائے گی۔ خداوند جل علا کو اس قسم کا تغیر و تبادل کرنے کی قدرت ہر وقت حاصل ہے۔ میں آپ حضرات کے درمیان بوڑھے محترم خلیفہ عثمانؓ کو چھوڑے جاتا ہوں۔ ان کے ساتھ بھلائی کیجیے۔ اور ان کے مدد و معاون رہیے" یہ تقریر

کرکے تو یہ چلے گئے۔ اور حضرت علیؓ نے کہا "انھوں نے بات تو اچھی کہی"۔ زبیر بولے "خدا کی قسم آپ کے اور ہمارے دلوں میں آج سے پہلے کبھی اس شخص کی اتنی عزت نہ تھی"۔

ساتویں فصل

بلوائیوں کی شورش

خلافت راشدہ کو صدمہ۔ حضرت عثمانؓ کی ابتدائی ہر دلعزیزی۔ اعتراض اور اس کا جواب۔ دوسرا اعتراض۔ اس کا جواب۔ بنی اُمیہ کا خیال۔ حضرت عثمانؓ کشمکش میں۔ تمام اہل مدینہ کی مخالفت۔ جناب معاویہ کی ان کو دھمکی۔ معاویہ کا خوفناک مشورہ۔ حضرت عثمانؓ کی نیک نفسی۔ معاویہ کا آخری مشورہ۔ اور انتقام خون عثمانؓ کا حق حاصل کرنا۔ بیرونی بلاد میں غدر کا انسداد۔ خود بعض مدینے والوں نے بلوائیوں کو بلایا۔ روانگی مصر کے بلوائیوں کی کوفہ کے بلوائیوں کی۔ بصرے کے بلوائیوں کی۔ مفسد والوں کی اطلاع حضرت عثمانؓ کو۔ آپ کی تقریر مجمع عام میں۔ عبداللہ بن سعد کی ناکامی۔ بلوائیوں کے پڑاؤ اور اُن کے ارادے۔ حضرت طلحہ اور زبیر اور علیؓ کے طرفدار۔ اُن کے وکیل مدینہ میں۔ تینوں صحابیوں نے انکار کیا۔ اور حضرت عثمانؓ کے معاون ہیں۔ حضرت عثمانؓ کی خواہش سے حضرت علیؓ کا جانا۔ اور بلوائیوں کو واپس کرنا۔ حضرت عثمانؓ کا علانیہ اقرار۔ مروان نے اُن کی رائے بدل دی۔ مروان کی مفسدانہ تقریر۔ حضرت علیؓ کی پریشانی۔ آپ کی غصہ کی گفتگو حضرت عثمانؓ سے۔ جناب نائلہ کا حضرت عثمانؓ کو سمجھانا۔ جناب عثمانؓ کا حضرت علیؓ کے گھر جانا۔ اور بے نتیجہ واپس آنا۔ عمرو بن عاص کی سخت کلامی۔ بلوائیوں کے پھر واپس آنے کا سبب۔ حضرت عثمانؓ کا خط۔ اس کا تذکرہ حضرت عثمانؓ کے سامنے۔ اہل مصر حضرت عثمانؓ کے سامنے۔ حضرت عثمانؓ کا خط سے انکار۔ اہل مصر کا اصرار کہ خلافت کو چھوڑ دیجیے۔ حضرت عثمانؓ کا اس سے انکار۔ اہل مصر کا دعویٰ اور حضرت عثمانؓ کا جواب۔ حضرت عثمانؓ کا محاصرہ۔ ابتدائی ایام محاصرہ۔ والیان ملک کی اعانت۔ بلوائیوں کی پہلی چیرہ دستی۔ آپ اہل مدینہ کو مدد سے روکتے ہیں۔ حضرت علیؓ کو بنی اُمیہ کی دھمکی۔ حضرت عثمانؓ نماز پڑھانے سے بھی روکے گئے۔

خلافت راشدہ کو صدمہ

جو ہنگامہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا باعث ہوا تھا اُس نے خلافت راشدہ کی کمر توڑ دی۔ اور سچ یہ ہے کہ اُس نے ہمیشہ کے لیے خلافت اسلامیہ کو کمزور کر دیا۔ اسلام کی تاریخ میں یہ نہایت ہی اہم اور حد سے زیادہ نازک واقعات ہیں خصوصاً اُن لوگوں کے لیے جو تمام صحابۂ رسول اللہ صلعم کو عادل ثقہ اور واجب التعظیم تسلیم کرتے ہیں۔

روش کی حضرت عثمانؓ ابتدائی ہر دلعزیزی

حضرت عثمانؓ سے ابتداءً لوگ نہایت ہی خوش تھے۔ بلکہ آپ کو حضرت عمرؓ سے بھی اچھا کہتے تھے۔ اس لیے کہ آپ زیادہ رحمدل شفیق اور فیاض تھے۔ آپ کے زمانے میں مستحق مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ وظائف جاری ہوئے اور اہل مدینہ کی دولت مندی حد سے گذر گئی لیکن اس میں آپ نے اپنے خاندان والوں یعنی بنی اُمیہ کے ساتھ زیادہ سلوک کیا۔ لوگوں کو

اعتراض اور اس کا جواب

اس پر اعتراض ہوا اور آپ نے یہ جواب دیا کہ قرآن مجید میں ذوی القربیٰ کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ خود رسول خدا صلعم نے اکثر اوقات اپنے اعزہ حضرت عباسؓ وغیرہ کو زیادہ فیاضی کے ساتھ عطا فرمایا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر قریش اور مخصوص بنی اُمیہ کے ساتھ خاص رعائتیں فرمائیں اور ان کو سب سے زیادہ دیا۔ مخالفوں کے پاس اس کا کوئی جواب تو نہ تھا۔ مگر مخالفت سے باز نہ آتے تھے۔

دوسرا اعتراض

دوسری بات یہ تھی کہ آپ نے بعض ان نوجوانوں کو جو صحابی ہونے کی عزت نہ رکھتے تھے اور آپ کے قرابت داروں میں تھے۔ مصر و عراق وغیرہ میں والی ملک مقرر فرمایا اور اگرچہ اکابر صحابہ موجود تھے مگر وہ ان خدمتوں سے محروم رکھے گئے۔ اس کی وجہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں نہایت ہی موجہ اور معقول بتائی ہے۔ وہ یہ کہ گذشتہ فتحوں کے بعد حضرات شیخین کے عہد کے سپہ سالاروں اور اولوالعزم والیوں میں سے اکثر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور جو باقی تھے وہ بجائے جہاد میں سرگرمی دکھانے اور ممالک دور دراز میں اعلاء کلمۃ الحق کرنے کے مفتوحہ ممالک میں بیٹھ کر صرف حکومت کرنے کو پسند کرتے تھے۔ اور دولت مندی اور اگلے کارناموں کے فخر نے اُن میں ملک گیری و جہاد کا جوش ٹھنڈا کر دیا تھا۔ ابوموسیٰ اشعری ہوں یا سعد بن ابی وقاص اب کوفہ و بصرہ کے دارالامارۃ میں بیٹھ کر فقط حکومت کرتے تھے۔ اسی طرح عمرو بن عاص نے مصر کی فتح پر قناعت کر لی تھی۔

اس کا جواب

یہ حالت دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے حوصلہ مند اور اولوالعزم نوجوانوں سے کام لینا چاہا جن کی رگوں میں نو عمری کا تازہ خون دوڑ رہا تھا۔ بلحاظ اس کے کہ اُن کو صحبت رسول اکرمؐ کا شرف حاصل ہو یا نہ ہو اس قسم کی اُلوالعزمی چونکہ بنی اُمیہ میں بیشتر سے موجود تھی اس لیے زیادہ تر انہیں کا انتخاب ہوا۔ اور اس حکمت عملی کا مفید نتیجہ بھی حضرت عثمانؓ ہی کے زمانے میں نظر آ گیا عبداللہ بن ابی سرح نے بجائے اس کے کہ عمرو بن عاص کی طرح فسطاط و اسکندریہ کی ہوا کھایا کریں افریقہ پر حملہ کر کے قریب قریب سارے شمالی افریقہ میں توحید کا نعرہ بلند کر دیا اور ایک بہت بڑا وسیع ملک قلمرو خلافت میں شامل ہو گیا۔ اسی طرح ابن عامر نے اپنی حوصلہ مندی سے تمام ممالک فارس و عجم کو جو بالکل قبضے سے

نکل گئے تھے مطیع و منقاد بنا کے سارے قفقاز و ترکستان اور طخارستان و زابلستان کو مطیع الاسلام بنا لیا۔ معترض اس مصلحت کو تو نہیں دیکھتے تھے مگر ناراض تھے کہ اپنے ہی لوگوں کو دیتے اور اپنے ہی عزیزوں کو عہدوں پر مقرر کرتے ہیں۔ یہ شکایتیں بہت سے صحابہ کے زبانوں پر بھی جاری ہو گئیں اور بعض ازواج مطہرات رسالت بھی عوام سے سن سن کر حضرت عثمانؓ کو الزام دینے لگے یہاں تک باقی ماندگان اہل شوریٰ و عشرہ مبشرہ حضرات علیؓ طلحہؓ اور زبیرؓ کا طرز عمل بھی مشتبہ نظر آنے لگا یہاں تک کہ

بنو امیہ کا خیال۔

بنی امیہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ بزرگان امت اس لیے حضرت عثمانؓ کی مخالفت کر رہے ہیں کہ مسند خلافت کو اپنے لیے خالی کرائیں۔ اور انھوں نے طیش میں آکر سختی سے جواب دینا شروع کیا۔ حضرت عثمانؓ کے حصول حکمرانی کی جنبہ داری کرنے لگے۔ اور گو کہ حضرت عثمانؓ اکثر ان کو روکتے تھے مگر ان کے بے اعتدالی کے جوابوں نے عام لوگوں میں اور زیادہ ناراضی بڑھا دی۔

حضرت عثمانؓ کشمکش میں۔

مدینے کے اکابر و اجلہ صحابہ حضرت عثمانؓ کے پاس آکر آپ کے والیوں کی شکایتوں کا دفتر کھولتے۔ اور درخواست کرتے کہ آپ ان کو فوراً معزول کر دیں مگر عائد بنی امیہ ان والیوں کی طرفداری کرتے جس سے آپ ایک کشمکش میں پڑے ہوئے تھے اس کے ساتھ عمر بہت زیادہ ہو گئی تھی دماغ کمزور تھا اور قویٰ میں اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ اور گرد و پیش کے لوگوں کے سمجھانے سے آپ اس نتیجے کو پہونچتے کہ "میرے والیوں کی شکایتیں محض بغض و عناد کی وجہ سے کی جا رہی ہیں۔ وہ ہرگز ایسے برے نہیں ہیں۔ جیسے کہ مشہور کیے جاتے ہیں"۔ لہذا آپ ان کی جنبہ داری فرماتے۔ اور بوجہ ان کے معزول کرنے کو جائز نہ خیال کرتے۔

عام اہل مدینہ کی مخالفت۔

آخر اہل مدینہ نے عام مخالفت کر دی جس میں بعض اکابر صحابہ کے ساتھ مدینہ والوں کے کثیر التعداد غلام اور بہت سے بدوی قبائل بھی شریک ہو گئے۔ اور بنی امیہ کو یہ نظر آیا کہ حضرت عثمانؓ کی مخالفت کے پردے میں دراصل ہمارے خاندان کی پامالی کی کوشش کی جا رہی ہے۔

جناب معاویہ کی آخری گفتگو

چنانچہ اس زمانے میں ایک بار جب کہ اکثر بزرگان مہاجرین کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر بھی موجود تھے۔ اور معاویہ بھی مدینے میں آئے ہوئے تھے معاویہ نے سب کو ان الفاظ میں متنبہ کیا کہ "اے گروہ صحابہ۔ میں آپ کو اپنے بوڑھے بزرگ (حضرت عثمانؓ) کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اگر آپ کے درمیان میں یہ مار ڈالے گئے تو خدا کی قسم مدینے کو سواروں اور پیدلوں سے بھر دوں گا۔" پھر عمار کی طرف رخ کر کے کہا "عمار شام میں ایک لاکھ سوار موجود ہیں جن میں سے ہر ایک ماہوار پاتا ہے اور اسی تعداد میں ان کے اولاد و احفاد اور غلام ہیں جو نہ علیؓ کو جانتے ہیں نہ ان کی قرابت کو۔ نہ عمار

واقف ہیں نہ ان کے گذشتہ کارناموں سے۔ نہ زبیرؓ کو جانتے ہیں نہ ان کے احباب کو۔ نہ انھیں طلحہؓ کی خبر ہے نہ ان کے واقعات ہجرت کی۔ نہ وہ ابن عوفؓ سے ہیبت کھاتے ہیں نہ ان کی دولت سے۔ نہ سعدؓ سے ڈرتے ہیں، نہ اُن کی دعا کی تیر بہدف ہونے سے۔ لہٰذا اسے تمہارا کل جو فتنہ پیدا ہونے والا ہے اس میں بے خبر وار نہ پڑنا تاکہ پھر اس کے بعد یہ نہ کہا جائے کہ فلاں عثمانؓ کا قاتل ہے اور فلاں علیؓ کا۔"

ان مخالفتوں کے نتیجے میں جو عداوت بنی امیہ کو اکابر صحابہ سے ہو گئی تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے گذشتہ تقریروں کے بعد جناب معٰویہؓ سے تنہائی میں پوچھا کہ "اب اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" "مہاجرین چاہتے ہیں کہ قسمت کو پہلے ہی بلالیں (یعنے تیسرے مرحلے کا انتظار کیے بغیر خلافت کو حاصل کرلیں) اور جو کچھ ان لوگوں کے دل میں ہے اس کو کر کے چھوڑیں گے" تو انھوں نے کہا "میری رائے میں تو آپ مجھے اجازت دیجیے کہ ان سب لوگوں کے سر اُڑا دوں"۔ پوچھا "کس کے؟" کہا "علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ کے"۔ یہ سنتے ہی حضرت عثمانؓ چونک پڑے اور فرمایا "سبحان اللہ! اصحاب رسالتؐ کو مار ڈالوں! اور بغیر اس کے کہ انھوں نے کچھ کیا ہو یا کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہوں!" معاویہ نے کہا "تو یاد رکھیے کہ اگر آپ نے ان لوگوں کو قتل نہ کیا تو یہ عنقریب آپ کو قتل کریں گے"۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "جو کچھ ہو میں وہ پہلا شخص نہ بنوں گا جو رسول اللہؐ کا جانشین ہو کر آپ کی امت کا خون گرائے"۔

معٰویہ کا خوفناک مشورہ

حضرت عثمانؓ کی نیک نفسی

اب معٰویہ نے کہا "تو پھر تین باتوں میں سے ایک کو آپ اختیار کیجیے"۔ پوچھا "کون باتیں؟" کہا "پہلی یہ کہ میں یہاں مدینے میں آپ کی حفاظت کے لیے لشکر اسلام کے چار ہزار سوار مقرر کردوں"۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا "ان کی تنخواہ کہاں سے دی جائے گی؟" کہا "بیت المال سے"۔ جناب ذی النورینؓ نے حیرت کے الفاظ میں کہا "محض اپنی حفاظت کے لیے میں مسلمانوں کے بیت المال سے چار ہزار سواروں کو تنخواہ دوں! یہ تو مجھ سے نہ ہوگا"۔ معٰویہ نے کہا "تو پھر دوسری بات اختیار کیجیے۔ وہ یہ کہ ان سب لوگوں کو یہاں سے نکال کے دور دراز مقامات میں پھینک دیجیے۔ اس طرح کہ ہر شخص ایک جگہ ہو اور انھیں صوبوں اور اہم کاموں میں اس طرح پھنسا دیجیے کہ انھیں نماز سے زیادہ فکر اپنے اونٹوں کی رہے"۔ اس پر حضرت عثمانؓ اور زیادہ متحیر ہوئے اور فرمایا "سبحان اللہ! معزز مہاجرین اکابر صحابہ اور باقی ماندگان شوریٰ۔ ان کو ان کے وطنوں سے نکالوں! اور گھر بار اور اعزہ و اقارب سے جدا کردوں! یہ بھی نہیں ہو سکتا"۔ معٰویہ نے کہا "تو اب فقط تیسری بات رہ گئی۔ وہ یہ ہے کہ اگر آپ

معٰویہ کا آخری مشورہ

اور حضرت عثمانؓ کا جواب کا انکار

مار ڈالے جائیں تو مجھے یہ حق عطا کیجیے کہ آپ کے خون کا دعویدار ہوں" حضرت عثمانؓ نے کہا "ہاں یہ ہوسکتا ہے"[۱]

بیرونی بلاد میں غدر کا انسداد

آخر معاملات نے اور زیادہ نازک صورت اختیار کی۔ جو لوگ حضرت عثمانؓ سے منحرف تھے انھوں نے تمام شہروں میں علانیہ غدر و بغاوت کے لیے ایک دن مقرر کیا۔ مگر والیان ملک کو پتہ لگ گیا۔ اور انھوں نے ایسی بیدار مغزی سے کام لیا کہ فتنہ انگیزوں کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی تاہم باغیوں نے بجائے شہروں میں غدر مچانے کے ارادہ کیا کہ خاص مدینے میں پہونچ کر حضرت عثمانؓ پر نرغہ کریں جس کا اصلی سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود مدینے والوں کی طرف سے اُن کے پاس خطوط گئے جن کا مضمون یہ تھا کہ "اگر تم کو جہاد کا شوق ہو تو یہاں آؤ۔ اس لیے کہ تمھارے خلیفہ نے دین محمدی کو غارت کر دیا۔ فوراً آؤ اور اس کی اصلاح کرو"۔

خود مدینے والوں نے بلوائیوں کو بلایا۔

روانگی مصر کے بلوائیوں کی

مصر میں محمد بن ابی بکر اور محمد بن حذیفہ لوگوں کو حضرت عثمانؓ کی مخالفت پر اُبھار رہے تھے اُن کے اثر سے مصر والوں کا ایک گروہ عمرے کا بہانہ کر کے چل کھڑا ہوا جس میں محمد بن ابی بکر بھی تھے۔ عبدالرحمن بن عدیس بھی اپنے پانچ سو یا ایک ہزار ساتھیوں کے ساتھ اس گروہ میں شامل ہو گیا۔ کنانہ بن بسر لیثی اور سودان بن حمران سکونی وغیرہ بھی اُن کے ساتھ ہوئے۔ اور غافقی بن حرب عکی اُن کا سرغنا قرار پایا۔

کوفے کے بلوائیوں کی

اسی تعداد میں ایک گروہ کوفہ سے چلا جس میں یزید بن صوحان عبدی، اشتر نخعی، زیاد بن نضر حارثی اور عبداللہ بن اصم عامری تھے تیسری طرف سے اسی تعداد میں بصرے کے بلوائیوں کا ایک گروہ بھی مدینے کی طرف چلا جس میں حکیم بن جبلۂ عبدی، ذریح بن عباد، بشر بن شریح قیسی اور ابن المحرش وغیرہ تھے۔ اور اُن کا سردار حرقوص بن زہیر سعدی تھا۔ یہ سب لوگ شوال کے مہینے میں روانہ ہوئے اور سب نے شہر والوں پر یہ ظاہر کیا کہ حج کو جاتے ہیں۔

بصرے کے بلوائیوں کی

مصر والوں کی اطلاع حضرت عثمانؓ کو۔

مصر والے جیسے ہی فسطاط سے روانہ ہوئے وہاں کے والی عبداللہ بن سعد کو خبر ہو گئی۔ انھوں نے فوراً حضرت عثمانؓ کو اطلاع کی۔ آپ نے خبر پاتے ہی مسجد نبوی میں منبر پر کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس میں ان بلوائیوں کی روانگی کا حال بیان کیا اور فرمایا "فتنہ جوئی میں ان لوگوں نے عجلت کی اور میری عمر کو دراز کرنا چاہا۔ خدا کی قسم اگر میں ان کے ہاتھوں زندگی سے جدا

آپکی تقریر مجمع عام میں۔

---

[۱] کتاب السیاسۃ والامامہ ابن قتیبہ صفحہ ۲۷، ۲۵

ہوگیا تو پھر وہ تمنا کریں گے کہ میری عمر کا ایک ایک دن ایک ایک سال کا ہوتا۔ اس لیے کہ میرے بعد یہ لوگ خونریزی مصیبت اور شورش کو دیکھیں گے اور نظر آجائے گا کہ شریعت کے احکام کچھ سے کچھ ہو گئے"۔ پھر اسی وقت حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن سعد کو حکم بھیجا کہ ان بلوائیوں کے تعاقب میں خود روانہ ہوں۔ اس حکم کے مطابق وہ چلے شہر ایلہ تک پہنچے تھے کہ سنا مصری بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کو محصور کر لیا ساتھ ہی یہ خبر ملی کہ محمد بن حذیفہ نے تمام اہل مصر کو اپنے موافق کر لیا ہے۔ فوراً پلٹ کے مصر پہنچے مگر مخالفت کا جوش اس قدر غالب تھا کہ لوگوں نے شہر میں نہ آنے دیا۔ اور مجبوراً وہ ارض فلسطین میں جا کر بیٹھ رہے کہ دیکھیں ان ہنگاموں کا کیا انجام ہوتا ہے۔

سب جگہ کے بلوائی مدینے کے قریب پہنچے تو بصرے والوں میں سے تھوڑے بڑھ کے مقام ذی خشب میں اتر پڑے اور اس بات کی کوشش شروع کی کہ حضرت عثمانؓ کو مسند خلافت سے اتار کے حضرت طلحہؓ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اہل کوفہ میں کچھ لوگ بڑھ کے مقام اعوص میں اتر پڑے اور اس کے درپے ہوئے کہ خلیفۂ زمانہ کو ہٹا کے حضرت زبیرؓ کو خلیفہ بنائیں۔ مصر والے جب مدینے کے قریب پہنچے تو ذی المروہ میں ٹھہر گئے اور اس کوشش میں مصروف ہوئے کہ حضرت علیؓ کو مسند خلافت پر بٹھائیں۔ اور زیاد بن نضر اور عبداللہ بن اصم ایلچیوں کی طرح مصر اور بصرے والوں میں آتے جاتے رہتے تاکہ سب کو ایک رائے پر متفق کریں۔

اب زیاد اور عبداللہ نے سب سے کہا آپ سب یہیں ٹھہریے ہم ذرا مدینے میں جا کر دیکھ آئیں کہ وہاں کا کیا رنگ ہے۔ سنا ہے کہ ہمارے آنے کی خبر ہو گئی ہے اور لڑائی کی تیاریاں ہو رہی ہیں اگر یہ سچ نکلا تو ہم واپس آ کے آپ کو اطلاع کر دیں گے اور خیال کریں گے کہ ہم سے آنے میں غلطی ہو گئی"۔ اس قرار داد کے مطابق دونوں مدینے میں گئے۔ لوگوں پر ظاہر کیا کہ ہم خاندان رسالت کی حکومت چاہتے ہیں اور نیز ہماری خواہش ہے کہ بعض والیان ملک بدل دیے جائیں اور حضرات علیؓ و طلحہ و زبیر سے ملنا چاہا۔ مگر سب نے ملنے سے انکار کیا اور وہ اپنے گروہ میں واپس چلے آئے۔

اس کے بعد مصر کے چند لوگ مدینہ میں جا کر حضرت علیؓ سے اور بصرے کے چند لوگ حضرت طلحہؓ سے ملے۔ اور کہا ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ اور آپ نے نہ مانا تو سخت جھگڑا پیدا کریں گے۔ آپ کی جماعت کو توڑ دیں گے۔ اور برابر آپ کے پاس آتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ آپ قبول کریں۔ مگر انجام یہ ہوا کہ دونوں حضرات نے ان کو جھڑک کر اپنے سامنے سے نکال دیا بلکہ ان لوگوں کی دست برد سے بچانے کے لیے حضرت علیؓ نے اپنے فرزند جناب حسنؓ کو ایک گروہ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے مکان پر بھیج دیا اور فرمایا جو لوگ ذی المروہ ذی خشب اور

عبداللہ بن سعد کی ناکامی

بلوائیوں کے پڑاؤ اور ان کے ارادے

حضرات طلحہؓ زبیرؓ اور علیؓ کے تقرر کا اقرار

ان کے وکیل مدینے میں

تینوں صاحبوں نے انکار کیا

امام حسنؓ کو ان کے پاس بیٹھا

اعوص میں جمع ہیں رسول خدا صلعم نے اُن کو ملعون بتایا ہے"۔ اسی طرح حضرت طلحہ نے بھی اپنے دو بیٹوں کو جناب ذی النورین کی حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ کوفہ والوں کے سفیروں نے حضرت زبیر کی خدمت میں حاضر ہو کر یہی التجا کی اور یہی جواب پایا۔ اور زبیر کے فرزند حضرت عبداللہ بھی حضرت عثمانؓ کے دروازے پر کھڑے تھے کہ کسی کو اُن کی طرف قدم نہ بڑھانے دیں۔

مدینے کا ایک رنگ اور اکابر صحابہ کی یہ مستعدی دیکھ کر یہ لوگ اپنے گروہوں میں واپس گئے ان لوگوں کے ذی خشب میں جمع ہونے کی خبر حضرت عثمانؓ نے سُنی تو حضرت علیؓ کے گھر میں تشریف لے گئے اُن سے ملے! اپنے حقوق قرابت جتائے اور یہ کہہ کر کہ ان لوگوں پر آپ کا اثر ہے اُن سے خواہش کی کہ "آپ اُن کے پاس جائیے اور انھیں روکیے۔ اگر وہ یہاں تک آ گئے تو میری توہین ہوگی"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "میں انھیں کیا کہہ کے پھیروں؟" حضرت عثمانؓ نے کہا "آپ جو مناسب جانیں کہیں میں اس کا پابند رہوں گا"۔ حضرت علیؓ نے کہا "میں آپ سے بار بار کہہ چکا۔ آپ نے ہر بار وعدہ کیا اور پھر اس کے بعد اپنے قول سے پھر گئے۔ اصل میں یہ سب کارروائیاں مروان، ابن عامر، معٰویہ اور عبداللہ بن سعد کے باعث ہیں۔ آپ ان کا کہنا مانتے ہیں اور میرے کہنے پر عمل نہیں کرتے"۔ حضرت عثمانؓ نے کہا "اب میں آپ کی اطاعت اور اُن کی مخالفت کروں گا"۔ اس گفتگو کے بعد حضرت علیؓ جناب عثمانؓ کی خواہش کے مطابق تیس مہاجرین و انصار کو ساتھ لے کر اہل مصر کے پاس گئے اور اُن کو سمجھا بجھا کے واپس کر دیا۔ اور مدینے میں واپس آ کر حضرت عثمانؓ سے کہا کہ وہ لوگ واپس گئے۔ پھر فرمایا "آپ خود چل کے مجمع عام میں اپنی زبان سے اعلان کر دیجیے کہ کیا اصلاحیں کی گئی ہیں۔ تمام شہروں کے لوگ برہم ہو رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوفے اور بصرے کے بلوائی بھی آ پہنچیں اور اس وقت پھر آپ مجھ سے فرمائیں کہ اُن کے پاس جاؤ۔ اس وقت اگر میں جانے میں کوتاہی کروں گا تو آپ کہیں گے کہ قرابت کا بھی خیال نہ کیا۔

حضرت علیؓ کے کہنے سے حضرت عثمانؓ مسجد نبویؐ میں آئے اور سب لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں اپنی غلطیوں کا اعتراف اور توبہ کا اظہار کیا اور کہا "اگر حق مجھے غلام بنا دے تو میں غلاموں کی طرح رہوں گا۔ میں مروان وغیرہ کو بھی تمھارے سامنے جھکا دوں گا۔ اور تم جب چاہو گے مجھ تک پہونچ سکو گے"۔ یہ سُن کر تمام لوگ رقت قلب سے رونے لگے اور خود حضرت عثمانؓ کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔

اس کے بعد جب گھر میں آئے تو وہاں مروان، سعید اور چند اور نوجوانان بنی اُمیہ کو موجود پایا۔

حضرت عثمانؓ کی خواہش سے حضرت علیؓ کا جانا۔

اور بلوائیوں کا واپس کرنا۔

حضرت عثمانؓ کا علانیہ اقرار۔

مروان نے نائلہ کی رائے بدل دی۔

مروان نے کہا "امیر المومنین میں کچھ عرض کروں؟" حضرت کی بیوی نائلہ جو بڑی عقلمند اور ذی ہوش بیوی تھیں بولیں "نہیں تم خاموش رہو۔ لوگ ان کو قتل کر کے کسی اور کو جانشین کر دیں گے انھوں نے جو کچھ کہہ دیا ہے اس سے ہرگز نہ ہٹنا چاہیے" مروان نے نائلہ کو سخت جواب دیا اور نائلہ نے بھی سختی سے مگر معقولیت کے ساتھ اُس کی تردید کی لیکن حضرت عثمانؓ نے مروان کو بولنے کی اجازت دے دی۔ اور اس نے کہا "آپ کا یہ قول اگر کسی مجبوری سے ہوتا تو سب سے پہلے اس کو میں قبول کرتا۔ مگر آپ نے تو ذلت اختیار کر لی۔ خدا کی قسم خطا پر قائم رہنا اور خدا سے توبہ کر لینا اس سے اچھا تھا کہ علانیہ خطا کا اقرار کیا جائے۔" حضرت عثمانؓ نے کہا تو اچھا تم باہر جا کے جو چاہو لوگوں سے کہہ دو اب مجھے تو کچھ کہتے شرم آتی ہے! اجازت پاتے ہی مروان باہر نکلا تو دیکھا کہ لوگوں کا

مروان کی مفسدانہ تقریر۔

ٹھٹ لگا ہوا ہے اُن میں کھڑے ہو کر کہا "تم لوگ کیوں جمع ہوئے ہو؟ کیا ہمیں لوٹنے آئے ہو چاہتے ہو کہ ہماری سلطنت ہم سے چھین لو؟ اور ہمیں ہمیشہ کے لیے نکال دو؟ یہ ارادہ ہے تو ہم بھی تمھارے ساتھ وہ سلوک کریں گے جو تم کو ناگوار گزرے گا۔ جاؤ اپنے گھر جاؤ اور ہم خدا کی قسم دبنے والے نہیں ہیں۔"

مروان کی اس تقریر نے یک بیک آگ لگا دی اور برہمی و شورش پہلے سے زیادہ ہو گئی تو لوگوں نے دوڑ کے حضرت علیؓ کو خبر کی آپ فوراً عبد الرحمٰن بن اسود سے ملے اور کہا آپ عثمانؓ کے خطبے کے وقت موجود تھے؟ کہا "ہاں" پوچھا "اور مروان نے جو کچھ کہا وہ بھی آپ نے سُنا؟" کہا "ہاں" اب حضرت علیؓ نے سب سے خطاب کر کے فرمایا "خدا کے بندو! اور مسلمانو میں گھر میں بیٹھ رہتا ہوں تو کہتے ہیں کہ میں نے تعلقات قرابت قطع کر دیے معاملات میں دخل دیتا ہوں تو یہ انجام ہوتا ہے کہ

حضرت علیؓ کی پریشانی۔

مروان یوں آ کے ان کے قول کے ساتھ ملاعبت کرتا ہے۔ اُن کی تلوار مروان کے ہاتھ میں ہے اور باوجودیکہ وہ صحبت رسول اللہ کا شرف حاصل کر چکے ہیں اور کہن سال ہیں مگر وہ ان کی تلوار کو جدھر چاہتا ہے چلا دیتا ہے۔" اس کے بعد حضرت علیؓ غصے میں بھرے ہوئے جناب عثمانؓ کے پاس گئے اور کہا "آپ جو مروان سے راضی ہیں اور مروان آپ سے راضی ہے یہ محض اس وجہ سے ہے کہ آپ دین اور عقل سے ہٹ گئے ہیں بعینہ یہ حال ہے جیسے ساربان اونٹنی کو جدھر چاہتا ہے لیجاتا ہے۔ مروان خدا کی قسم نہ دین میں صائب الرائے ہے اور نہ اپنی ذات میں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو آپ کے درجے سے گرا نہ دے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ وہ آپ کا درجہ کچھ بڑھا سکے۔ بس اب اس کے بعد میں یہاں نہ آؤں گا۔ آپ کی وہ ذاتی بزرگی تشریف لے گئی! اور اب اوروں کی رائے

آپ کی غصہ کی گفتگو حضرت عثمانؓ سے۔

آپ کی رائے پر غالب ہے۔" یہ کہہ کر حضرت علیؓ چلے گئے۔ مگر آپ نے جیسے ہی دروازے کے باہر قدم نکالا جناب نائلہ نے حضرت عثمانؓ سے کہا علیؓ نے جو کچھ کہا تم نے سُن لیا۔ اور اب وہ پھر تمہارے پاس نہ آئیں گے تمہاری مہار مروان کے ہاتھ میں ہے جدھر چاہتا ہے تم کو لیجاتا ہے۔ حضرت عثمانؓ بولے "تو پھر میں کیا کروں" نائلہ بولیں "خدا سے ڈرو اور تم سے پہلے دو بزرگوں کی جو وضع رہی ہے وہی وضع تم بھی اپنی رکھو"۔ نائلہ کی اس گفتگو کی خبر مروان کو ہوئی تو فوراً دوڑا آیا اور نائلہ کی شان میں کچھ سخت کلامی کرنے کو تھا کہ حضرت عثمانؓ نے ڈانٹ کے روک دیا اور وہ اپنا سُنہ لے کے چلا گیا۔ رات کو پھر حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے گھر میں گئے اور اُن سے کہا "میں اپنے قول سے نہ پھروں گا اور جو آپ نے کہا ہے وہی کروں گا"۔ حضرت علیؓ نے کہا "آپ نے حضرت رسول خدا صلعم کے منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور ان باتوں کو قبول کیا جن کو لوگ چاہتے ہیں۔ پھر آپ جب گھر میں گئے تو مروان نے آپ کے پاس سے آکر خاص آپ کے دروازے پر لوگوں کو گالیاں دیں اور ایذا پہونچائی"۔ اس کا جواب جناب عثمانؓ نے کچھ نہیں دیا بلکہ یہ کہتے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ "تم نے مجھ کو ذلیل کیا اور لوگوں کو میرے خلاف کر دیا"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "میں خدا کی قسم تمام لوگوں سے زیادہ آپ کی جان بچانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن جب کوئی ایسی بات کہتا ہوں جس میں آپ کی سلامتی اور بہبود ہو تو مروان اگر دوسری بات پیش کرتا ہے آپ فوراً اس کی بات مان لیتے ہیں اور میری بات رد کر دیتے ہیں"۔

دوسرے ہی روز مروان نے حضرت عثمانؓ سے یہ اعلان کرا دیا کہ مصر والے جو آئے تھے پلٹ گئے۔ اور سب لوگوں نے جو کچھ باتیں میرے متعلق سُنی ہیں غلط ہیں۔ اس تقریر کے وقت عمرو بن عاص نے اُٹھ کر کہا "عثمانؓ خدا سے ڈرو۔ تم نے بہت سے کام کیے اور تمہارے ساتھ ہم نے بھی کیے۔ لہٰذا تم بھی خدا کی درگاہ میں توبہ کرو اور ہم بھی کریں"۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے کمال برہمی کے ساتھ کہا "ایں! یہ تو ہے! جب سے میں نے تجھے حکومت سے معزول کیا تیرے کپڑوں میں جوئیں پڑ گئیں"۔ اسی وقت دوسری طرف سے آواز آئی کہ "توبہ کرو" اور عمرو بن عاص نے دونوں ہاتھ اٹھا کے کہا "خداوندا سب سے پہلے میں توبہ کرتا ہوں"۔ توبہ کرتے ہی عمرو بن عاص اُٹھے تو مدینہ چھوڑ دیا اور ارض فلسطین میں پہونچ کر دم لیا۔ کہتے ہیں جانے سے پہلے حضرت عثمانؓ کے خلاف حضرت علیؓ طلحہؓ اور زبیرؓ سب کے اُبھارنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ اور پھر فلسطین میں بھی وہ حضرت عثمانؓ کی شہادت ہی کے منتظر رہا کرتے تھے۔

جناب نائلہ کا حضرت عثمان رضی کو سمجھانا۔

جناب عثمان رضی کا حضرت علیؓ کے گھر جانا۔

اور بے نتیجہ واپس آنا۔

عمرو بن عاص کی سخت کلامی۔

بلوائیوں کے پھر واپس آنے کا سبب

جب بلوائیوں نے واپس جانے کے بعد پھر یکایک مدینے کی طرف سبقت کرنے کا ارادہ کیا تو محمد بن مسلمہ نے جا کر واپسی کا سبب پوچھا ان لوگوں نے ایک خط پیش کیا اور کہا "مقام بویب میں ہم کو عثمانؓ کا ایک غلام ملا جو زکوٰۃ کے ایک اونٹ پر سوار مصر کی طرف جا رہا تھا (اس شخص کا نام بعض روایتوں میں ابو الاعور سلمی بتایا گیا ہے) ہم نے اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس ایک سیسے کے چونگے میں یہ خط نکلا جس میں عثمانؓ اپنے والی مصر کو حکم دیتے ہیں کہ "عبد الرحمٰن بن عدیس، عمرو بن حمق اور عروہ بن بیاع کو کوڑے ماریں جائیں۔ ان کی ڈاڑھیاں اور سر منڈوائے جائیں پھر ان میں سے بعض مصلوب کیے جائیں اور بعض مقید کیے جائیں"۔ اسی کے ساتھ ان لوگوں نے یہ بھی کہا "ہم نے اس معاملے میں حضرت علیؓ سے گفتگو ہو چکی ہے انھوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ عثمانؓ کو اس بارے میں سمجھائیں گے لیکن جب ہم نے سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید سے تذکرہ کیا تو انھوں نے صاف جواب دے دیا کہ ہم تمھارے معاملہ میں دخل نہ دیں گے۔ بہر حال آج ظہر کے بعد ہم حضرت علیؓ کے ساتھ اگر حضرت عثمانؓ سے ملیں گے"۔ محمد بن مسلمہ نے بھی ان لوگوں سے کوشش کا وعدہ کر لیا چنانچہ وقت مقررہ پر دونوں حضرات یعنی حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور اہل مصر کے لیے حاضری کی اجازت مانگی۔ مروان حضرت عثمانؓ کے پاس موجود تھا بولا "مجھے جانے دیجیے میں ان لوگوں سے گفتگو کروں گا" مگر حضرت عثمانؓ نے اس موقع پر برا بھلا کہہ کے اور ڈانٹ ڈپٹ کے اس کو اپنے سامنے سے نکال دیا۔ اس کے جانے کے بعد دونوں صاحبوں نے حضرت عثمانؓ سے خط کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عثمانؓ نے قسم کھائی کہ "نہ میں نے اس خط کو لکھا اور نہ مجھے اس کی اطلاع ہے"۔ محمد بن مسلمہ یہ سن کر کہنے لگے "بیشک آپ سچ کہتے ہیں۔ اور یہ فعل آپ کا نہیں ہو سکتا یہ کارروائی یقیناً مروان کی ہے"۔

حضرت عثمانؓ کا خط

اس کا تذکرہ حضرت عثمانؓ کے سامنے

اہل مصر حضرت عثمانؓ کے سامنے

اب اہل مصر باریاب ہوئے تو انھوں نے سلام کیا مگر یہ نہیں کہا کہ "السلام علیک یا امیر المومنینؓ" جن الفاظ میں خلیفۂ رسولؐ کو سلام کیا جاتا تھا ان کے اسی انداز سے لوگ سمجھ گئے کہ یہ لوگ شر پر آمادہ ہیں۔ انھوں نے حضرت عثمانؓ کے سامنے عبد اللہ بن سعد کی بہت سی غیر منصفانہ کارروائیاں بیان کیں پھر کہا "ہم آپ کے قتل کرنے کا ارادہ کر کے مصر سے چلے تھے مگر حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہ نے ہمیں سمجھا کے واپس کر دیا۔ اور وعدہ کیا ہے کہ ہماری سب شکایتیں رفع ہو جائیں گی۔ واپس جا رہے تھے کہ راستے میں یہ خط ملا جس پر آپ کی مہر ہے اور عبد اللہ بن سعد والی مصر کو حکم ہے کہ

حضرت عثمانؓ کا خط سے انکار

ہمیں کوڑے ماریں، ہمارے ناک کان کاٹیں اور مدتوں کے لیے ہم کو قید کر دیں"۔ حضرت عثمانؓ نے قسم کھا کے کہا "میں نے یہ احکام نہیں جاری کیے اور نہ مجھے اس خط کی خبر ہے"۔ حضرت علیؓ اور ابن سلمہ دونوں نے ان لوگوں کے سامنے تصدیق کی کہ واقعی حضرت عثمانؓ نے یہ کارروائی نہیں کی۔ مصر والوں نے پوچھا "تو پھر یہ خط کس نے لکھا؟" جناب ذی النورینؓ نے فرمایا "میں نہیں جانتا"۔ ان لوگوں نے کہا "آپ کے نام سے اتنی بڑی جرأت کی جائے خاص آپ کا غلام زکوٰۃ کے اونٹ پر سوار کرا کے بھیجا جائے، خط پر آپ کی مہر ہو اور اتنے بڑے بڑے اہم احکام آپ کے نام سے دیے گئے ہوں اور آپ کو خبر نہ ہو!" حضرت عثمانؓ نے کہا "ہاں مجھے نہیں خبر ہے"۔ ان لوگوں نے کہا "دو صورتوں سے خالی نہیں ہے اس انکار میں یا آپ جھوٹے ہیں یا سچے۔ اگر جھوٹے ہیں تو مسند خلافت سے اتار دینے کے قابل ہیں اس لیے کہ آپ نے ناحق ہمارے لیے سزاؤں کا حکم دیا۔ اور اگر آپ سچے ہیں تو بھی آپ کو خلافت سے علیحدہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ

اہل مصر کا اصرار کہ خلافت چھوڑ دیجیے

ضعیفی سے آپ میں حکومت کی صلاحیت نہیں باقی رہی ہے۔ غفلت پیدا ہو گئی ہے۔ اور مشیر برے ہیں۔ اور ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ خلافت کو اس شخص کے ہاتھ میں چھوڑ دیں جس کی ضعیفی و غفلت کے باعث معاملات کا فیصلہ کوئی اور شخص کرتا ہو۔ بہر تقدیر آپ خلافت سے سبکدوش ہو جائیں"۔ حضرت عثمانؓ نے کہا "میں اس کرتے کو تو نہ اتاروں گا جو خدا نے مجھ کو پہنا دیا ہے

حضرت عثمانؓ کا اس سے انکار

لیکن ہاں توبہ کرتا ہوں اور سب باتوں سے باز آنے کو تیار ہوں"۔ مصریوں نے کہا "کاش پہلا گناہ ہوتا جس سے آپ نے توبہ کی ہوتی۔ اس سے پہلے بھی آپ توبہ کر چکے ہیں۔ ہمیں تو یہ نظر آتا ہے کہ آپ توبہ کرتے ہیں اور پھر وہی کام کرنے لگتے ہیں اس لیے ہم تو جب تک آپ کو خلافت سے علیحدہ نہ کر لیں گے نہ واپس جائیں گے۔ یا تو اس کوشش میں آپ ہی کو قتل کر دیں گے یا خود

اہل مصر کی دھمکی

مارے جائیں گے۔ اور اگر آپ کے اعزا اور رفقا مزاحم ہوئے تو ہم سے ان سے مقابلہ ہو گا"۔

اور حضرت عثمانؓ کا جواب

اس کے بعد بھی حضرت عثمانؓ نے یہی فرمایا کہ "یہ تو نہ ہو گا کہ میں خدا کی عطا کردہ خلافت سے علیحدگی اختیار کروں۔ اس کے مقابل مار ڈالا جانا مجھے زیادہ پسند ہے۔ اور یہ جو تم نے کہا کہ جو کوئی مزاحم ہو گا اس سے لڑو گے تو میں کسی کو تمہارے مقابلے کا حکم نہ دوں گا اور کوئی لڑا تو بغیر میری اجازت کے لڑے گا۔ مجھے لڑنا ہی ہوتا تو بعض لشکروں کو باہر سے یہاں بلا لیتا۔ یا خود میں کسی اور سرزمین میں چلا جاتا"۔

اب چاروں طرف سے ایک شور و غوغا مچ گیا۔ صحبت کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت علیؓ اٹھ کھڑے

حضرت عثمانؓ کا محاصرہ۔

اہلِ مصر کو وہاں سے باہر نکالا، اور اپنے گھر چلے گئے۔ مصر والوں نے اسی گھڑی حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا، اور مشہور کر دیا کہ جو کوئی عثمانؓ کی حمایت نہ کرے اس کے لیے امان ہے۔

ابتدائی ایام میں محاصرہ۔

محاصرے کے ابتدائی ایام میں اتنی سختی نہ تھی۔ مدینے کے لوگ تو ان بلوائیوں کے خوف سے دروازے بند کر کے گھروں میں بیٹھ رہے۔ مگر خود حضرت عثمانؓ روز برآمد ہو کر مسجد نبوی میں آتے اور نماز پڑھاتے۔ کسی کو اس کی بھی روک نہ تھی کہ جناب ذی النورین سے بات کرے۔ محاصرہ دراصل مصر کے بلوائیوں سے شروع ہوا۔ اہلِ بصرہ و کوفہ کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد کر رہے ہیں، اور ہم سب میں باہم عہد و پیمان ہو گیا ہے۔ حضرت علیؓ نے اہلِ کوفہ و بصرہ سے پوچھا بھی کہ تم لوگ تو کئی منزل واپس جا چکے تھے تمہیں اہلِ مصر کا حال کیسے معلوم ہوا کہ پلٹ پڑے؟ اس کا جواب ان سے یہ ملا کہ "آپ خود جو چاہیں سمجھ لیں، مگر لوگ اس شخص (عثمانؓ) کو مسندِ خلافت پر نہیں رکھنا چاہتے۔"

حیرت کی یہ بات ہے کہ یہ لوگ اگرچہ حضرت عثمانؓ کے سخت مخالف تھے مگر نماز انہیں کے پیچھے پڑھتے۔ ہاں یہ البتہ تھا کہ اہلِ مدینہ اگر کسی جگہ جمع ہونا چاہتے تو یہ لوگ مزاحم ہوتے۔ اور نہ پسند کرتے کہ ان کے خلاف کوئی قوت مدینے میں پیدا ہو سکے۔ حضرت عثمانؓ نے اس درمیان میں یہ کارروائی کی کہ مختلف مقامات کے والیوں کو ان معاملات کی اطلاع دے کر مدد مانگی، اور لکھا کہ آ کے بلوائیوں کو روکو، اور یہ بھی بتا دیا کہ ان فتنہ جو لوگوں کا مقصد کیا ہے۔

والیانِ ملک کی اعانت۔

ان خطوں کا فوری اثر ہوا، اور ہر جگہ سے بڑے بڑے گروہ چل کھڑے ہوئے۔ چنانچہ معٰویہ نے حبیب بن مسلمہ فہری کو اور عبداللہ بن سعد نے معٰویہ بن خدیج کو لشکروں کے ساتھ روانہ کر دیا۔ کوفے سے قعقاع بن عمرو فوراً روانہ ہو گئے، اور چند لوگ جن میں عقبہ بن عامر، عبداللہ بن ابی اوفے اور حنظلہ کاتب وغیرہ تھے ٹھہر گئے کہ اور لوگوں کو جمع کر کے مدینے میں لائیں۔ علیٰ ہذا القیاس بصرے میں عمران بن حصین، انس بن مالک اور شام میں عمرو لوگوں کو خلیفۂ رسولؐ کی کمک کے لیے جمع کرنے لگے، اور ایسا ہی جوشِ ہمدردی ان صحابیوں میں پیدا ہو گیا جو ملکِ شام میں مقیم تھے۔

بلوائیوں کے سامنے پہلی تقریر (؟)

بلوائیوں کے داخل ہونے کے بعد جو پہلا جمعہ پڑا اس میں نماز کے بعد حضرت عثمانؓ نے منبر پہ کھڑے ہو کر فرمایا: لوگو خدا خدا کرو، اور بخدا تمام اہلِ مدینہ جانتے ہیں کہ رسولِ خدا صلعم نے

تم لوگوں کو ملعون بتایا ہے۔ لہٰذا غلطی میں نہ پڑو۔ اور صراط مستقیم پر قائم رہو"۔ اس کے بعد محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر حضرت عثمانؓ کے بیان کی تصدیق کی تھی کہ حکیم بن جبلہ نے ان کو زبردستی بٹھا دیا۔ زید بن ثابتؓ کچھ کہنے کو اٹھے ایک بلوائی نے ان کو بھی بٹھا دیا۔ اور ساتھ ہی شورش پسند ہنگامہ آراؤں نے مسجد میں ہنگامہ مچا دیا۔ سنگریزے مٹھیوں میں بھر بھر کے چاروں طرف مارنے لگے۔ یہاں تک کہ سب لوگوں کو مسجد سے نکال دیا۔ اور حضرت عثمانؓ پر اتنی بوچھاڑ ہوئی کہ آپ منبر سے گر کے اور بیہوش ہو گئے۔ اور لوگ ہاتھوں پر اٹھا کے آپ کو گھر لے گئے۔

آپ نے اہل مدینہ کو مدد سے منع کر دیا۔

جب یہاں تک نوبت پہونچی تو چند اہل مدینہ جن میں حضرت حسن بن علیؓ زید بن ثابتؓ اور ابو ہریرہؓ تھے آمادہ ہوئے کہ بلوائیوں سے لڑیں اور حضرت عثمانؓ کو ان کے شر سے بچائیں۔ حضرت عثمانؓ نے سنا تو ان کو قسم دلا بھیجی کہ اس ارادے سے باز آئیں۔ مجبوراً وہ سب حضرات اپنے گھروں کو واپس گئے۔ چونکہ حضرت عثمانؓ کو سنگریزوں کی اذیت سے غش آ گیا تھا حضرت علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ عیادت کو آئے۔ اور جو کچھ حالت دیکھ رہے تھے اس کی شکایت کی

حضرت علیؓ سے بنی امیہ کی دشمنی۔

اس وقت یہاں بنی امیہ میں سے بھی چند لوگ موجود تھے جن میں زیادہ نمایاں مروان تھا۔ ان لوگوں نے جواب میں حضرت علیؓ سے یہ کہا کہ تمھیں نے ہم کو ہلاک کیا اور یہ سب تمھارا کیا دھرا ہے لیکن اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو گئے تو ہم خدا کی قسم تمھاری دنیا تلخ کر دیں گے یہ جواب حضرت علیؓ کو سخت ناگوار گزرا۔ اور آپ اور آپ کے ساتھی سب غصے میں بھرے ہوئے وہاں سے اٹھ آئے۔

حضرت عثمانؓ نماز پڑھانے سے روک دیئے گئے۔

ان حضرات کے چلے آنے کے بعد تین دن تک حضرت عثمانؓ ہی مسجد میں آ کر نماز پڑھاتے رہے۔ اور اب آپ کی مخالفت اس درجے کو پہونچی کہ بدمعاشوں نے آپ کو نماز سے بھی روک دیا اور آپ کی جگہ ان کا سرغنہ غافقی نماز پڑھانے لگا۔ ان دنوں مدینہ کی یہ حالت تھی کہ لوگ خوف کے مارے گھر کے باہر قدم نہ نکالتے۔ اور اگر کوئی کسی ضرورت سے باہر نکلتا بھی تو تلوار باندھے ہوئے اور اگر کوئی بلوائیوں سے مزاحم ہوتا تو وہ بلا تامل اس کو قتل کر ڈالتے۔

آٹھویں فصل

حضرت عثمانؓ کی شہادت

مروان کا غلط مشورہ۔ حضرت علیؓ سے استعانت۔ وقتی صلح اور امن۔ پھر بلوائیوں کا نرغہ۔ حضرت عثمانؓ کا جواب۔ کوٹھے پر سے آپ کی تقریر۔ مخالفوں کا جواب۔ آپ کے حامی و معاون۔ آپ کے پاس آنے جانے اور دانے پانی کی روک۔ پانی پہونچانے میں حضرت علیؓ کی ناکامی۔ ام المومنین ام حبیبہ کی ناکامی۔ کوٹھے پر سے آپ کی آخری تقریر۔ محمد بن ابی بکر کی کجروی۔ قافلۂ حج کے ساتھ ابن عباس۔ حضرت طلحہ پر تہمت۔ مددگاران خلافت کی آمد۔ قتل عثمانؓ پر باغیوں کی آمادگی۔ آپ کے دروازے کا معرکہ۔ آپ کا اپنے طرفداروں کو روکنا اور باہر نکل آنا۔ ابن سلام کی نصیحت باغیوں کو اور پھر ان کی خوشخبری آپ کو۔ نیار بن عیاض کا مارا جانا۔ اس کے قاتل کے دینے سے حضرت عثمانؓ کا انکار۔ آپ کے دروازے میں آگ لگا دی گئی۔ آپ کی اہل بیت۔ پھر آپ اپنے طرفداروں کو روکتے ہیں۔ مغیرہ بن شعبہ کا مشورہ۔ حضرت عثمانؓ کا جواب۔ بلوائیوں پر حملہ۔ مروان کا اتفاق سے بچ جانا۔ محمد بن ابی بکر کی آخری تدبیر۔ دوسرے مکان سے چڑھ کر جا پہونچنا۔ جن لوگوں کو قتل کی جرأت نہ ہوئی۔ محمد بن ابی بکر کی گستاخی۔ حضرت عثمانؓ کا مرنے کیلئے تیار رہنا۔ بدمعاشوں کا نرغہ۔ آپکی انگلیاں کٹ گئیں۔ کاری ضرب اور شہادت۔ حضرت نائلہ کی انگلیاں کٹنا۔ ایک بدمعاش کا مارا جانا۔ آپ کی شہادت کی شہرت۔ حضرت علیؓ کو بیحد صدمہ۔ زمانۂ شہادت اور عمر وغیرہ۔ آپ کے خون آلود کرتے کا معاویہ کے پاس جانا۔ شام کی کمک کا راستے سے واپس جانا۔ بدمعاشوں کا نادم ہونا۔ تین دن کے بعد دفن ہونا۔ دفن میں مزاحمتیں اور جھگڑے۔ آپ کی شہادت پر مرثیے۔ اصل حقیقت۔ حضرت عثمانؓ کی برأت۔ بدمعاش مدینے سے کیوں نہ نکالے جا سکے۔ انکی شورش۔ اور آپ کو شہید کرنا۔ آپ کی شان شہادت۔ تمام کبار صحابہ کی برأت۔

مروان کا غلط مشورہ

محاصرے میں جب زیادہ سختی ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے اپنی خانگی مشیروں سے مشورہ کیا اور سب کی یہ رائے قرار پائی کہ حضرت علیؓ کے پاس آدمی بھیج کر خواہش کی جائے کہ ان لوگوں کو

سمجھا بجھا کر واپس کریں۔ ساتھ ہی مروان نے کہا "یہ لوگ جو کچھ چاہتے ہیں اس کا وعدہ کر لیا جائے تاکہ اتنی مہلت مل جائے کہ باہر سے مدد آ سکے"۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "لیکن اب یہ لوگ التوا کو نہ منظور کریں گے"۔ مروان بولا "اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ جو کچھ چاہیں اس کو منظور کر لیجیے اور جہاں تک ٹالا جائے ٹالیے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ لوگ باغی ہیں اور باغیوں سے جو عہد کیا جائے کچھ ضرور نہیں کہ وہ واجب العمل بھی ہو"۔ آخر حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو بلوایا اور کہا "آپ ان لوگوں کی حالت دیکھ رہے ہیں؟ ان کی شورش سے مجھے اپنی جان خطرے میں نظر آتی ہے۔ لہٰذا جس طرح بنے ان لوگوں کو واپس کیجیے اور جو حقوق مانگتے ہیں اُن کے دینے کو تیار ہوں۔ چاہے وہ حقوق میری ذات سے متعلق ہوں یا کسی اور کی ذات سے"۔ حضرت علیؓ نے کہا "لوگوں کو آپ کے قتل کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی ضرورت آپ کے انصاف کی ہے۔ اور جب تک ان لوگوں کی خواہشیں نہ پوری ہوں گی کچھ نہ مانیں گے۔ میں نے پہلے بھی ان لوگوں سے اقرار کر لیا تھا کہ ان کی خواہشیں پوری کی جائیں گی۔ مگر آپ نے میرے اس اقرار کو پورا نہیں کیا۔ اب پھر مجھے آفت میں نہ پھنسائیے۔ اس لیے کہ میں گیا تو آپ کی طرف سے ہر بات کا اقرار کروں گا"۔ حضرت عثمانؓ نے کہا "کر لیجیے اور میں خدا کی قسم آپ کے اس اقرار کو پورا کروں گا"۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے باہر برآمد ہو کے لوگوں سے کہا "تم لوگوں نے جو کچھ حقوق مانگے تم کو دیئے جاتے ہیں۔ اور حضرت عثمانؓ وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارے ساتھ بذات خود انصاف فرمائیں گے"۔ لوگوں نے کہا "ہم نے قبول کیا۔ مگر اس کی مضبوطی کر لیجیے اس لیے کہ اب ہم خالی خولی وعدے پر نہ راضی ہوں گے"۔ یہ سن کر حضرت علیؓ پھر حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور ان لوگوں نے جو کچھ کہا تھا بیان کیا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا "تو آپ میرے اور ان لوگوں کے درمیان ایک مدت مقرر کرا دیجیے۔ اس لیے کہ ایک ہی دن میں ان کی شکایتوں کا رفع کرنا امکان سے باہر ہے"۔ حضرت علیؓ نے کہا "جو امور خاص مدینے سے متعلق ہیں ان کے لیے کسی مدت کی ضرورت نہیں رہے وہ امور جو باہر سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے لیے اتنی مدت رہنی چاہیے جتنے زمانے میں آپ کے احکام وہاں تک پہونچ جائیں"۔ حضرت عثمانؓ نے کہا "تو اچھا معاملات مدینے کے متعلق مجھے تین دن کی مہلت دیجیے"۔ اس کو حضرت علیؓ نے منظور کر لیا۔ اور باہم ایک تحریر ہو گئی کہ کل مظالم دور کر دیے جائیں گے۔ اور تمام عامل جن کو یہ لوگ ناپسند کرتے ہیں معزول کر دیے جائیں گے۔ اس قرارداد کے مطابق محاصرہ کرنے والے رک گئے۔

حضرت علیؓ سے استعانت۔

وقتی صلح ہو گئی

مگر جب تین دن گزر گئے اور کوئی رد و بدل نہ ہوا تو لوگوں نے پھر نرغہ کیا جس کا باعث یہ ہوا کہ عمرو بن حزم انصاری اہل مصر کے اُن باقی ماندہ لوگوں کے پاس گئے جو ذی خشب میں خیمہ زن تھے۔ اور ان کو اطلاع دی کہ مدت مقررہ گزر گئی اور حضرت عثمانؓ نے کچھ نہیں کیا۔ وہ لوگ فوراً مدینے پر چڑھ آئے۔ اور سختی سے تقاضا کیا کہ اپنے عاملوں کو موقوف اور مظالم کو دور کیجیے۔ اس کے جواب میں حضرت عثمانؓ نے کہا "اگر یہی ہوا کہ جسے تم چاہو میں مقرر کروں اور جسے ناپسند کرو معزول کر دوں تو پھر میری کیا حیثیت رہ جائے گی؟ یہ تو تمھاری حکومت ہوئی۔" یہ الفاظ سنتے ہی سب لوگ بگڑ کھڑے ہوئے اور کہا "اب تو بخدا یہ ہوگا کہ یا ان باتوں کو چھوڑیے یا خلافت سے دست بردار ہو جیے یا مقابلہ کیجیے۔" پہلی بات کے قبول کرنے سے حضرت عثمانؓ نے قطعاً اختلاف کیا۔ اور خلافت سے دست بردار ہونے کے بارے میں کہا "جو لباس خدا نے مجھے پہنا دیا ہے اس کو نہ اُتاروں گا۔"

اس گھڑی سے محاصرے میں زیادہ سختی شروع ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ نے حضرات علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ کو پھر بلوایا۔ اور جب وہ آ گئے تو ان کے سامنے اپنے کوٹھے پر برآمد ہوئے۔ اور سب کی طرف خطاب کر کے کہا "لوگو بیٹھ جاؤ" اور جب سب مکانوں کی محرابوں اور زینوں پر بیٹھ گئے تو فرمایا۔ "اے اہل مدینہ۔ میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد خلافت تمھارے حق میں اچھی رہے۔" اس کے بعد کہا "میں تمھیں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ تم کو یاد ہے عمر فاروقؓ کے شہید ہونے کے وقت تم نے دعا مانگی تھی کہ خدا تم میں سے بہترین شخص کو تمھارے لیے منتخب کرے۔ اور تم سب کو اس پر متفق کر دے؟ کیا تم کہتے ہو کہ خدا نے تمھاری وہ دعا نہیں قبول کی؟ یا تم سمجھتے ہو کہ خدا نے اپنے دین کو ذلیل سمجھا؟ چاہے کوئی خلیفہ منتخب ہو جائے اس کی پروا نہ کی؟ اور دیندار لوگ مختلف الرائے نہیں ہوئے؟ کیا تم کہتے ہو کہ صحیح مشورہ نہیں ہوا اور اس وقت جو کچھ ہوا محض مکابرہ تھا؟ جس کے یہ معنے ہوئے کہ خدا نے امت محمدی کو چھوڑ دیا؟ یا تم یہ کہتے ہو کہ خدا کو میرے انجام کار کا علم نہ تھا؟ اب اس کے بعد میں پھر تمھیں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ کیا تم میرے گذشتہ کارناموں اور میری اُن فضیلتوں سے واقف نہیں ہو جن کی بنا پر مجھے انتخاب کرنے میں اوروں پر فضیلت دی گئی؟ خبردار مجھے قتل نہ کرو۔ اس لیے کہ بجز زنا سے محصنہ کرنے والے کے اور مرتد کے۔ اور اس شخص کے جو کسی مسلمان کو بیگناہ مار ڈالے کسی کا قتل کرنا جائز نہیں ہے یاد رکھو اگر تم نے مجھے قتل کر ڈالا تو تلوار کو خود اپنی گردنوں پر رکھ لو گے۔ اور باہمی جھگڑوں کو خدا کبھی تم سے

دور نہ کرے گا۔"

مخالفین کا جواب۔

مخالفوں اور باغیوں نے اس تقریر کی تردید میں کہا "آپ کے خلیفہ منتخب ہو جانے کا باعث تو یہ ہے کہ خدا نے آپ کو ایک آزمائش قرار دیا اور اپنے بندوں کو اس میں مبتلا کیا۔ رہے رسول خدا صلعم سے آپ کے تعلقات اور آپ کے نیک کام تو بے شک پہلے آپ ایسے ہی نیکوکار تھے اور خلیفہ منتخب ہونے کے اہل تھے لیکن بعد ازاں آپ نے ایسے کام کیے جن سے آپ خود واقف ہیں۔ لہٰذا ضرور ہے کہ ہم آپ پر حق کو جاری کریں تاکہ یہ فتنہ سال آئندہ پر نہ اٹھا رہے اور یہ جو آپ نے کہا کہ تین شخصوں کے سوا اور کسی کا خون حلال نہیں ہے۔ تو سنیے۔ قرآن مجید سے ان کے سوا اور لوگوں کا قتل کرنا بھی مباح ثابت ہوتا ہے۔ اس شخص کا قتل کرنا جو دنیا میں فساد پیدا کرے اس شخص کا قتل کرنا جو بغاوت کرے اور بغاوت میں لڑے۔ اس شخص کا قتل کرنا جو اجرائے حق میں مانع و مزاحم ہو۔ اس پر اصرار کرے اور اس کی جنبہ داری میں ہتھیار اٹھائے۔ آپ وہ شخص ہیں جس نے بغاوت و سرکشی کی۔ حق کے راستے میں مانع و مزاحم ہوا اور اس پر اصرار کیا اور جس کسی پر ظلم کیا اس کا معاوضہ اپنی ذات سے نہیں کیا اور یہ دلیل اختیار کی کہ ہم تم پر حاکم ہیں۔ بہرحال اگر آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں تو ہم سب لڑائی چھوڑ کر چلے جائیں گے!" حضرت عثمانؓ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور اندر جا کے بیٹھ رہے۔ مگر جاتے وقت اہل مدینہ کو قسم دلائی کہ آپ سب صاحبان اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ میری حمایت میں لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔" آپ کی تاکید سے سب لوگ تو واپس چلے گئے مگر حضرات حسنؓ بن علیؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ محمد بن طلحہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کے سوا چند اور بزرگ اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور ان کی رفاقت میں اور بہت سے لوگ بھی موجود تھے۔

آپ کے حامی و مددگار۔

محاصرہ کل چالیس روز تک رہا۔ اور جب اٹھارہ دن گذر گئے تو مختلف شہروں سے سوار آئے اور بلوائیوں کو خبر کی کہ بہت سے لشکر تمہارے مقابلے پر آنے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ یہ سن کر محاصرہ کرنے والوں نے آپ کے پاس لوگوں کے آنے جانے کی بھی روک ٹوک شروع کر دی اور ضروری چیزوں کو بھی اندر جانے سے روک دیا حتیٰ کہ وانہ پانی بھی آپ پر بند کر دیا گیا۔

آپ کے پاس آنے جانے اور دانے پانی کی روک۔

پانی کی سخت تکلیف ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے مخفی طور پر حضرات علیؓ طلحہؓ و زبیرؓ اور ازواج مطہرات رسالتؐ کو اپنی حالت سے مطلع کیا اور خواہش کی کہ مجھے پانی پہونچا دیجیے۔ سب حضرات اعانت پر آمادہ ہو گئے اور سب سے پہلے حضرت علیؓ اور ام المومنین ام حبیبہؓ نے پانی پہونچانے کی کوشش کی۔ حضرت علیؓ رات کے اندھیرے میں بلوائیوں سے جا کر ملے اور فرمایا "یہ جو تم کر رہے ہو نہ مسلمانوں کا طریقہ ہے

پانی پہونچانے میں حضرت علیؓ کی ناکامی۔

اور نہ کافروں کا شیوہ ہے پانی اور حوائج ضروریہ کو بند کرو۔ رومی اور مجوسی کبھی کسی کو قید کرتے ہیں تو کھلانے پلانے میں کمی نہیں کرتے" مگر اشرار نے آپ کا حکم ماننے سے قطعی انکار کیا اور حضرت علیؓ نے اپنا عمامہ اتار کے حضرت عثمانؓ کے گھر میں پھینک دیا جس میں اشارہ تھا کہ میں آپ کی مدد کے لیے آیا تھا مگر ناکام واپس جاتا ہوں۔

ام المومنین ام حبیبہ کی سعی ناکامی۔

حضرت ام حبیبہ اپنے ایک خچر پر سوار ہو کے گھر سے نکلیں اور پانی کا ایک گھڑا آگے رکھ لیا۔ شریر باغیوں نے اُن کے مقصد پر [illegible] کیا اور خچر کے منہ کو مارنے لگے۔ آپ نے کہا مجھ سے متعلق بنی امیہ کی چند وصیتیں ہیں۔ چاہتی ہوں کہ اُن کے بارے میں حضرت عثمانؓ سے مشورہ کر لوں تاکہ یتیموں کا مال ضائع نہ ہو" شریروں نے ایک نہ سنی تلوار سے خچر کا تنگ کاٹ دیا۔ خچر بھڑکا اور قریب تھا کہ زوجہ محترمہ رسول خدا صلعم زمین پر جا پڑیں۔ مگر چند رفقا ساتھ تھے انھوں نے جھپٹ کے خچر سے اتار لیا۔ اور گھر پہونچا آئے۔

کوٹھے پر سے آپ کی آخری تقریر۔

اس جناب ذی النورینؓ کی مظلومی انتہائی درجہ کو پہونچ گئی تھی۔ آپ کو دانے کی تنگی نے بے دست و پا کر دیا تھا۔ آخر گھبرا کے ایک دن چھت کوٹھے پر چڑھے اور سرکش باغیوں کی طرف خطاب کر کے کہا "میں تمہیں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ یہ سامنے کا بیر رومہ جس سے میرے یہاں پانی آتا ہے اُسے میں نے عام مسلمانوں کی سیرابی کے لیے اپنے روپیہ سے خریدا تھا یا نہیں؟ پھر اُس کو عام مسلمانوں کی نذر کر دیا اور جس طرح سب اس سے پانی لیتے تھے میں بھی پانی لیتا رہا۔ سب نے اس کی تصدیق کی۔ اور آپ نے پوچھا "تو پھر مجھے اس کا پانی لینے سے کیوں روکتے ہو؟" مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا "اور میں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ میں نے فلاں فلاں زمینیں خرید کے مسجد نبوی میں بڑھائیں یا نہیں؟" سب نے اقرار کیا اور آپ نے پوچھا "بھلا تمہارے علم میں مجھ سے پہلے کوئی اور بھی اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا گیا تھا؟" پھر اسی سلسلہ میں ارشاد ہوا "قسم کھا کے بتاؤ کہ رسول خدا صلعم نے یہ باتیں میری نسبت فرمائیں یا نہیں؟" اور اپنے فضائل کی حدیثیں کہلوانے لگے۔[1]

غالباً اسی موقع پر حضرت عثمانؓ نے یہ بھی فرمایا "تم لوگ جانتے ہو کہ جن وجوہ سے تم نے سرکشی کی ہے میں نے اُن سے توبہ کر لی اور خدا سے معافی مانگی۔ تمہارا خیال ہے کہ میں نے طرز حکمرانی کو بدل دیا

[1] ابن اثیر جلد ۳۔ حالات حضرت عثمانؓ۔

اگر اس دعوے میں سچے ہو تو عادل گواہوں کو لا کے پیش کرو۔ ورنہ میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم کھانے کو موجود ہوں جس خط کو کہتے ہو اس کو نہ میں نے لکھا نہ لکھوایا نہ مجھے اس کی اطلاع ہے پھر فرمایا بس سنو۔ اور اطاعت کرو۔ سرکشی و تفرقہ اندازی سے بچو۔ خدا کی ہدایت کو قبول کرو۔ اور اس کے عذاب سے ڈرو۔ اگر تم وہی کر گزرے جو چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ پھر کبھی مسلمانوں میں اتحاد نہ ہوگا اور تمہارا دشمن تم پر مسلط ہو جائیگا یہ بھی سن لو کہ ایک گروہ نے دعوی کیا کہ مجھے وہ لوگ حق کی طرف بلاتے ہیں۔ مگر جب حق ان کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے منہ پھیر لیا۔ میری درازی عمر ان کو گراں گزری۔ اور میرا طبعی خاتمہ کرنے کی انھیں فکر ہوئی۔ وہ تم کو پہلے لکھ چکے تھے کہ میں نے جو تجھے حقوق دیے ان پر وہ راضی ہو گئے۔ اور مجھے یاد نہیں آتا کہ جن باتوں کا اقرار میں نے کیا ان میں سے کوئی بھی پوری نہ کی گئی ہو۔ ان لوگوں کا دعوی تھا کہ حدود اللہ کی پابندی اور ترک مظالم کے خواہشمند ہیں۔ میں نے اس پر بھی رضامندی ظاہر کی انھوں نے کہا کہ عمرو بن عاص اور عبداللہ بن قیس کے ایسے قوی و امین لوگ مقرر کیے جائیں اس کی بھی میں نے تعمیل کر دی۔ مگر اب بھی راضی نہ ہوئے اور میرا مسجد کا راستہ روک دیا۔ مدینہ سر پر اٹھا لیا میرے سامنے تین شرطیں پیش کرتے ہیں۔ یا تو یہ کہ ہر شخص جس کے ساتھ جان کر یا بے جانے بدسلوکی ہوئی ہو اس کا انتقام میری ذات سے لیا جائے یا یہ کہ میں خلافت کو چھوڑ دوں اور وہ کسی اور کو خلیفہ بنائیں یا اپنی فوجوں کو بلوائیں کہ وہ ان کی مطیع ہوں اور مجھے ان کی قوت سے مغلوب کریں۔ حالانکہ خدا کا یہ حکم ہے کہ میری اطاعت و فرمانبرداری کی جائے"۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے ان شرطوں کا جواب دیا چنانچہ خلافت سے دست بردار ہونے کے متعلق کہا "مجھے سولی دیا جانا گوارا ہے اور یہ نہیں گوارا کہ خلافت کو چھوڑ دوں۔ اس لیے کہ مجھ سے رسول خدا صلعم اپنی زبان مبارک سے فرما چکے ہیں کہ عثمانؓ میرے بعد خدائے تعالیٰ تم کو ایک کرتہ پہنائے گا۔ لوگ اس کو اتروانا چاہیں تو ہرگز نہ اتارنا یہاں تک کہ مجھ سے آملو"۔ [1]

آپ کی اس تقریر کے بعد عام لوگوں میں شہرت ہوئی کہ حضرت عثمانؓ حوائج ضروریہ سے روکے گئے ہیں۔ اور سب نے کہنا شروع کیا کہ امیر المومنین کو ان باتوں سے نہ روکنا چاہیے۔ مگر سب کو خاموش کرنے کے لیے اشتر نخعی اٹھ کھڑا ہوا اور بولا یہ ان کا فریب ہے دھوکے میں نہ آؤ۔

یہ موسم حج کا زمانہ تھا۔ اور لوگ حج کی غرض سے روانہ ہو رہے تھے۔ بیوہ رسول اللہ حضرت ام المومنین

ع۔ الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۳۷۔

محمد بن ابی بکر کی کجروی۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی مکہ معظمہ کا ارادہ کیا اور اپنے سوتیلے بھائی محمد بن ابی بکر سے جو مصر کے بلوائیوں کے ساتھ حضرت عثمانؓ پر یورش کر کے آئے تھے فرمایا "میرے ساتھ چل کے مجھے حج کرا لاؤ" انھوں نے جانے سے انکار کیا۔ اور کہا مجھ سے تو جہاں تک بنے گا اہل مصر کا ساتھ دوں گا۔ حنظلہ کاتب نے اُن کا یہ جواب سُنا تو تعجب کیا اور فرمایا "اُم المومنین کے ساتھ تو نہیں جاتے مگر ان مردم خوار بھیڑیوں کا ساتھ دینے کو تیار ہو جدھر جانا جائز نہیں ہے۔ اور اگر تم زبردستی کامیاب بھی ہو گئے تو یاد رکھو کہ بنی عبد مناف غالب آئیں گے اور تم کو کچھ نہ ملے گا۔" یہ کہتے ہی حنظلہ مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں چلے گئے۔ اور اُن کی زبان پر تین شعر تھے جن کا مضمون یہ تھا کہ "لوگ جس جھگڑے میں ہیں اُس پر مجھے تعجب آتا ہے۔ خلافت کو مٹانا چاہتے ہیں لیکن اگر وہ مٹ گئی تو سمجھو ان لوگوں سے بھلائی بھی جاتی رہی۔ اس کے جاتے ہی وہ سخت ذلت میں مبتلا ہوں گے۔ یہود و نصاریٰ کی سی حالت ہو جائے گی۔ اور یکساں طور پر گمراہ ہوں گے۔"

حضرت علیؓ اور ام المومنین اُم حبیبہؓ کو جو واقعات پیش آئے تھے اُن کی خبر حضرات طلحہ اور زبیر نے سُنی تو گھروں سے قدم نہ نکالا۔ اور حزام کے خاندان والے جن کا مکان حضرت عثمانؓ کے مکان سے ملا ہوا تھا چپکے سے آپ کو پانی پہونچا دیا کرتے تھے۔

قافلۂ حج کے ساتھ ابن عباس

اب وقت تھا کہ حاجیوں کا قافلہ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کو جائے۔ اور کوئی صاحب امیر الحج مقرر کیے جائیں۔ اس دینی خدمت کے انجام دینے کے لیے حضرت عثمانؓ پھر کوٹھے پر برآمد ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس کو سامنے بلوایا اور حکم دیا کہ "آپ امیر حج بن کر قافلے کے ساتھ روانہ ہوں۔" ابن عباس اُن حضرات میں تھے جو جناب ذی النورین کی حفاظت کے لیے ہر وقت آپ کے دروازے پر موجود رہتے۔ عرض کیا "امیر المومنین۔ مجھے حج میں جانے کے مقابل ان لوگوں کے مقابلے پر ٹھہرنا اور جہاد کرنا زیادہ اچھا اور ضروری معلوم ہوتا ہے۔" مگر حضرت عثمانؓ نے پھر وہی حکم دیا اور ان کو قسم دلا کے روانہ کر دیا۔

حضرت طلحہ پر تہمت۔

عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ کی ایک روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت طلحہؓ بھی بے رحم بلوائیوں میں شریک تھے اور اُن سے ساز رکھتے تھے۔ مگر یہ قطعاً غلط ہے۔ اس لیے کہ حضرت طلحہ کے فرزند آخر وقت تک حضرت عثمانؓ کے دروازے پر ٹھہر کے انھیں بلوائیوں کی شورش سے بچاتے اور فتنہ انگیزوں کی یورش کو روکتے رہے۔ یہ غیر ممکن ہے کہ اُن کے صاحبزادے یوں سینہ سپر ہوں اور والد بزرگوار دشمنوں کا ساتھ دیں۔

حضرت زبیر کے متعلق اہل روایت میں اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے سے پہلے وہ مدینہ سے چلے گئے تھے اور بعض کا بیان ہے کہ نہیں مدینہ ہی میں مقیم رہے۔

مددگاران خلافت کی آمد

اس اثنا میں بلوائیوں کو خبر ملی کہ جو لوگ حج کو آئے ہوئے ہیں اُن کا ارادہ ہے کہ بعد حج یہاں آکر حضرت عثمانؓ کی مدد کریں۔ اور اس کام کو بھی وہ منجملہ اپنے مناسک حج کے سمجھتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی سُنا گیا کہ تمام شہروں سے لوگ چل چکے ہیں۔ ان خبروں نے بدمعاش بلوائیوں میں زیادہ شورش و سرگرمی پیدا کر دی۔ اور سب میں مشورہ کے بعد قرار پایا کہ "جو جھگڑا ہم نے مول لیا ہے اُس سے تو تبھی کہ خلیفہ وقت کو قتل نہ کر ڈالیں نجات نہیں مل سکتی جیسے ہی اُن کے مارے جانے کی خبر مشہور ہو گی سب جہاں ہیں وہیں رک جائیں گے۔ اور کوئی ادھر کا قصد نہ کرے گا۔"

قتل عثمانؓ پر باغیوں کی آمادگی

اس قرار داد کے مطابق سب نے حضرت عثمانؓ کے دروازے پر یورش کی حضرات حسنؓ عبداللہ بن زبیرؓ محمد بن طلحہؓ مروان سعید بن عاص اور دیگر فرزندان صحابہ نے ان کو پوری شجاعت سے روکا اور ہٹا دیا۔ اس معرکہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر ایسا ایک تیر پڑا کہ خون میں نہا گئے۔ محمد بن طلحہ بھی زخمی ہوئے۔ اور حضرت علیؓ کے غلام قنبر کو بھی چوٹ آئی۔

آپ کے دروازے پر معرکہ

حضرت عثمانؓ نے اس موقع پر بار بار انھی کے الفاظ میں اپنے ان حامیوں سے فرمایا "میں تم سب کو اپنی حمایت کے فرض سے بری کرتا ہوں۔ اور ہرگز نہیں چاہتا کہ تم میری حمایت میں لڑو۔" مگر اُن حضرات نے آپ کا یہ حکم نہ مانا۔ کیونکہ امام وقت کی اعانت کو اپنا فرض خیال فرماتے تھے اُن کا اصرار دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے اپنا دروازہ کھول دیا۔ اور باہر نکل آئے آپ کو گھر کے باہر دیکھتے ہی حامیان خلافت نے بلوائیوں پر اس زور و شور سے حملہ کیا کہ وہ لوگ گھبرا کے بھاگے۔ اور فرزندان صحابہ نے اُن کا تعاقب کیا۔

آپ کا اپنے طرفداروں کو روکنا

اور پھر باہر نکل آنا

غالباً اسی وقت کا تذکرہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے جو مدینے کے اسرائیلی النسل صحابی اور کتب سماوی کے عالم و فاضل تھے بڑھ کے بلوائیوں سے کہا "لوگو خدا کی تلوار کو اپنے اوپر برہنہ نہ کرو۔ یہ تلوار نکلی تو پھر کبھی میان میں نہ جائے گی سمجھو آج تمھارا حاکم دُرّہ سے کام اٹھاتا ہے گر کل تلوار

ابن سلام کی نصیحت اہل بلوہ کو

۱۔ ابن اثیر جلد سوم

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۴۸

۳۔ ابن اثیر جلد سوم

لے کر اٹھے گا۔ مدینے کو بارہ ہزار فرشتے اپنے جھرمٹ میں لیے ہوئے ہیں۔ امیر المومنین شہید ہو جائیں گے تو وہ فرشتے چھوڑ کے چلے جائیں گے"۔ بدمعاشوں نے چلا کے کہا "او یہودن کے بیٹے۔ تجھے ان معاملات سے کیا تعلق ہے؟" اور ان بیچارے پر ہر طرف سے سنگریزے اور ڈھیلے پڑنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گئے۔ مجبوراً انھوں نے حضرت عثمانؓ کی طرف خطاب کر کے کہا "امیر المومنین صبر کیجیے۔ خدا کی قسم آپ کتاب آسمانی میں خلیفۂ مظلوم شہید کے لقب سے یاد کیے گئے ہیں"۔

اور پھر انھیں خوشخبری دی

آخر حضرت عثمانؓ نے اپنے طرفداروں کو قسمیں دلا کر لڑائی سے روکا اور گھر میں واپس تشریف لے گئے۔ اور اپنے طرفداروں کو مکان کے اندر کر کے دروازہ بند کر لیا۔

نیار بن عیاض کا مارا جانا

اس موقع پر ایک بہت ہی افسوسناک واقعہ پیش آگیا۔ نیار بن عیاض نام ایک صاحب نے جو صحابہ میں سے تھے حضرت عثمانؓ کو آپ کا نام لے کے پکارا۔ آپ مکان کی چھت پر برآمد ہوئے۔ نیار انھیں دیکھ کر کہنے لگے کہ آپ ان لوگوں سے علیحدہ ہو جائیں۔ وہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ یکایک آپ کے طرفداروں میں سے کثیر بن صلت کندی نے نیار کو تیر کا نشانہ بنا دیا۔ بلوائیوں نے تقاضا شروع کیا کہ "نیار کے قاتل کو ہمارے سپرد کیجیے تاکہ ہم اس پر قصاص جاری کریں"۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "تم لوگ میرے قتل کے درپے ہو۔ ایسی حالت میں کسی ایسے شخص کو تو میں ہرگز تمھارے حوالے نہیں کر سکتا جو میری مدد پر تھا"۔ اس پر سب نے برافروختہ ہو کے پھر آپ کے دروازے پر نرغہ کیا۔ اب باہر کوئی روکنے والا نہ تھا مگر دروازہ بند تھا اور جب کسی طرح کسی کے کھولے نہ کھل سکا تو بلوائیوں نے اس میں اور اس کے آگے جو چھتا تھا اس میں آگ لگا دی جس کی وجہ سے جو لوگ اندر تھے وہ بھی دروازے کے پاس سے ہٹ گئے۔

ان کے قاتل کے دینے سے حضرت عثمانؓ کا انکار اور آپ کے دروازے میں آگ لگانا

آپ کی تلاوت

حضرت عثمانؓ گھر میں جاتے ہی کوٹھے پر چڑھ گئے۔ نماز کی نیت باندھ لی اور اس میں سورۂ طٰہٰ شروع کر دی۔ باوجودیکہ سخت ہنگامہ مچا ہوا تھا۔ چیخ پکار کی آوازیں بلند تھیں۔ مگر آپ تلاوت میں اس قدر محو و مصروف تھے کہ نہ شور و غل سنا نہ گھبرائے اور نہ کسی جگہ تلاوت میں اٹکے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو قرآن مجید لے کر بیٹھ گئے اور یہ آیت پڑھنے لگے۔ "الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوهم فزادهم ایمانا و قالوا حسبنا الله و نعم الوکیل"۔

پھر آپ کا اپنے طرفداروں کو روک دینا

دروازے کی آگ بھڑکی تو آپ نے ان سب حضرات کو جو گھر کے اندر تھے بلایا اور فرمایا "رسول اللہ صلعم نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے جس پر میں صبر کے ساتھ قائم ہوں۔ ان لوگوں نے دروازے میں آگ اس لیے لگائی ہے کہ اس سے زیادہ سخت کارروائی کا ارادہ رکھتے ہیں"۔ پھر حضرت حسنؓ سے فرمایا

تمھارے والد اس وقت ایک بڑے اہم معاملے میں مبتلا ہیں۔ میں تمھیں قسم دلاتا ہوں کہ انھیں کے پاس واپس جاؤ۔" مگر حضرت حسنؓ نے آپ کا کہنا نہ مانا۔ مغیرہ بن اخنس بن شریق حج کر کے ایک چھوٹے گروہ کے ساتھ بڑی عجلت سے آ پہونچے تھے اور اس وقت حضرت عثمانؓ کے گھر میں موجود تھے اور اس سے پہلے حضرت مغیرہ بن شعبہ نے حضرت عثمانؓ سے عرض کیا تھا "آپ امام زمانہ ہیں اور آپ پر یہ آفت نازل ہوئی ہے میں اس بلا سے بچنے کی تین صورتیں پیش کرتا ہوں۔ یا نکل کے لڑیے اور ہم سب پوری اور کافی قوت سے آپ کے ہمراہ ہیں کیونکہ سب جانتے ہیں کہ آپ حق پر اور یہ لوگ باطل پر ہیں۔ یہ نہیں تو ہم آپ کے مکان میں پشت پر دروازہ توڑے دیتے ہیں ادھر سے نکل کے مکہ معظمہ میں بھاگ چلیے جہاں سب لوگ آپ کے موافق ہیں۔ اور یہ بھی نہیں تو شام میں چلے جائیے وہاں بھی سب لوگ آپ کے ہمدرد ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہاں معاویہ موجود ہیں۔" یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا "نہ مجھ سے یہ ہوگا کہ نکل کے مقابلہ کروں اور وہ شخص بنوں جس کی وجہ سے امت محمدی میں خونریزی ہو۔ اور یہ جو کہتے ہو کہ مکے میں جاؤں تو میں نے اپنے کانوں سے رسول خدا صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قریش میں سے مکہ پر ایک شخص ظلم کرے گا اور اس پر سارے عالم کا نصف عذاب ہوگا۔ میں وہ شخص نہیں بننا چاہتا۔ باقی رہا یہ کہ شام میں چلا جاؤں تو سن لو کہ اپنے مکان ہجرت اور جوار تربت رسولؐ کو چھوڑ کے میں کہیں نہ جاؤں گا۔"

یہ مایوسانہ جواب پانے کے بعد مغیرہ بن شعبہ دشمنوں کے مقابلے کے لیے رجز پڑھتے ہوئے باہر نکلے۔ اور ان کے ساتھ ہی حضرات حسنؓ، محمد بن طلحہ، و سعید بن عاص بھی رجز خوانی کرتے بڑھے سب کے بعد عبداللہ بن زبیر نکلے جن سے حضرت عثمانؓ کی زندگی کے آخر ترین واقعات مروی ہیں۔ ان بزرگوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ اور اور لوگ بھی تھے۔ اور مروان بھی رجز پڑھتا باہر نکلا۔

مروان کا سامنا میدان میں آتے ہی بنی قیس کے ایک شخص سے ہوگیا جس کا نام بیاع تھا اُس نے مروان کے شانے پر تلوار کا ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ شانہ کٹ گیا۔ اور اس کی زندگی بھر یہ کندھا جھولتا رہا۔ بیاع کا وار پڑنے کے بعد عبید بن فاعتہ زرقی نے ارادہ کیا کہ بڑھ کر مروان کا کام تمام کر دے۔ مگر ابراہیم بن عدی کی ماں فاطمہ جنھوں نے مروان کو دودھ پلایا تھا بیچ میں آگئیں اور چلائیں "مار ڈالنا چاہتے ہو تو اب حملے کی ضرورت نہیں۔ وہ مر چکا۔ لیکن اگر اس کے گوشت کے تکے بوٹیاں کرنا چاہتے ہو تو یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔" عبید یہ سن کر سامنے سے ہٹ گیا۔ اور فاطمہ نے جس طرح بنا مروان کو اٹھا کے اپنے گھر کے اندر کر لیا۔ اور فرزندان مروان نے فاطمہ کے اس حق کو

اپنے عہد خلافت میں ہمیشہ یاد رکھا اور اُس کا بیٹا والی ملک مقرر کیا گیا۔

محمد بن ابی بکر کی خونریزی

جس وقت حضرت حسنؓ رضی اللہ عنہٗ زخمی ہوئے ہیں محمد بن ابی بکر نے دو بلوائیوں کو پاس بلا کے کہا "بنی ہاشم نے کہیں حسنؓ کے چہرے کو خون آلود دیکھ لیا تو سب چڑھ آئیں گے اور سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا لہٰذا اب عثمانؓ کو اس طرح قتل کرنا چاہیے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو"۔ چنانچہ لوگ بغیر اس کے کہ اور بلوائیوں کو خبر کریں ایک انصاری بزرگ کے مکان میں گھسے جن کا گھر حضرت عثمانؓ کے گھر سے ملا تھا۔ اس میں سے ہو کر وہ حضرت عثمانؓ کے قریب پہونچ گئے اور جو حضرات دروازے پر دشمنوں کو روک رہے تھے انھیں خبر بھی نہ ہونے پائی۔

دوسرے مکان سے پہنچ کر

حضرت عثمانؓ اس وقت جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کوٹھے پر تھے اور بجز اُن کی بیوی حضرت نائلہ کے کوئی پاس نہ تھا۔ ان بے رحم بلوائیوں نے جو قریب پہونچ گئے تھے اپنے میں سے ایک کو بھیجا کہ جا کے آپ کو شہید کرے۔ وہ سامنے گیا اور کہا "تم خلافت چھوڑ دو تو ہم بھی تم کو چھوڑ دیں"۔ آپ نے طیش کے ساتھ اپنے بعض مفاخر بیان فرمائے اور کہا "جو کرتا خدا نے پہنا دیا ہے۔ اُس کو تو نہ اتاروں گا جب تک کہ خدا نیکوں کو فضیلت اور بدبختوں کو ذلت نہ دے لے"۔ اس جواب کا اُس شخص پر کچھ ایسا رعب پڑا کہ اُلٹے پاؤں واپس آیا۔ اب دوسرا شخص گیا اس کی صورت دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا "تو میرا قاتل نہیں ہو سکتا اس لیے کہ رسول خدا صلعم نے تجھے شر سے محفوظ رہنے کی دعا دی تھی"۔ اس کو بھی جرأت نہ ہوئی اور پلٹ آیا۔ اور تیسرا پہونچا جو قریشی نژاد تھا۔ اس کو پہچان کر حضرت عثمانؓ بولے "تجھے رسول اللہ صلعم نے مغفرت کی دعا دی ہے وہ خون نہ گرا جس کا گرانا حرام ہے"۔ اور یہ شخص بھی مرعوب ہو کے چلا آیا۔

عثمانؓ کو قتل کی کوشش

اب محمد بن ابی بکر پہونچے حضرت عثمانؓ نے اُن سے کہا "تم پر افسوس ہے، آیا تم اللہ تعالیٰ پر غصہ کا

محمد بن ابی بکر کی گستاخی

۱؎ تاریخ الخلفا

۲؎ ابن اثیر نے عمرو بن حزم کا مکان بتایا ہے۔

۳؎ ابن اثیر جلد ۳۔ حالات حضرت عثمانؓ۔

۴؎ ابن اثیر نے ذکر قتل عثمانؓ کے نیچے لکھا ہے کہ لوگوں نے بہت سے اسباب کو حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے واقعۂ قتل کا سبب بتایا ہے جن کا بیان کرنا ہم نے ترک کر دیا اس کے بعد بھی بعض ایسے واقعات بیان کئے ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور اس وجہ سے ان کے غلط ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا چنانچہ مولوی عبدالحلیم صاحب نے خود اُن کو ترک کر دیا ہے لیکن واقعات کے پڑھنے سے محمد بن ابی بکر کے اس قدر مخالفت اور جوش کی وجہ نہیں معلوم ہوتی اس لیے (بقیہ مضمون صفحہ آئندہ)

یہ حاشیہ لکھا گیا ہے۔ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ابن عساکر سے یہ روایت کی ہے کہ زہری نے سعید بن المسیب سے پوچھا کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو کن وجوہ سے قتل کیا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں ان کی مدد نہیں کی۔ ابن المسیب نے جواب دیا کہ حضرت عثمانؓ مظلوم قتل کئے گئے جنھوں نے اُن کو قتل کیا وہ ظالم تھے جن لوگوں نے اُن کی مدد نہ کی وہ معذور تھے۔ حضرت عثمانؓ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو صحابہ کی ایک جماعت نے اُن کی خلافت ناپسند کی اس لیے کہ وہ اپنی قوم بنی اُمیہ کو دوست رکھتے تھے۔ بارہ سال اُنھوں نے خلافت کی بنی اُمیہ کے اکثر لوگوں کو جن کو شرف صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل نہیں تھا بڑے بڑے صوبوں پر حاکم بنا کر بھیج دیتے تھے ان حاکموں کے جو حالات لوگ مدینہ میں آکر بیان کرتے تھے ان کو سُن کر صحابہ رسول اللہؐ رنجیدہ ہوتے تھے اور اُن کے معزول کرنے کی صلاح دیتے تھے لیکن حضرت عثمانؓ اُن کو معزول نہیں فرماتے تھے جب آپ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کی حکومت دی اور کئی سال تک وہ وہاں حکومت کرتے رہے تو لوگ ان کی شکایت لے کر پہنچے۔ اس سے پہلے حضرت عثمانؓ کی طرف سے عبداللہ بن مسعود۔ ابوذر۔ عمار بن یاسر کی نسبت (جو مہاجرین سابقین سے تھے) حکام کی مخالفت یا ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا تھا اور اس وجہ سے قبائل بنو ہذیل۔ بنو زہرہ۔ بنو غفار۔ بنو مخزوم اور ان کے حلیفوں کے قلوب میں آپ سے کدورت پیدا ہو گئی تھی۔ جب حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن ابی سرح کو کسی کے متعلق تہدیدی حکم بھیجا تو اس نے اس کو قتل کر دیا۔ اس پر مصر کے سات سو آدمی اُن کی شکایت لے کر مدینہ پہنچے۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ۔ حضرت ام المومنین عائشہؓ۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو کہا کہ مناسب یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح کو آپ معزول کر دیں اور دادخواہوں کا انصاف کریں۔ لوگوں کی استدعا پر آپ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا حاکم مقرر کر دیا۔ ان کے ساتھ مہاجرین و انصار کی ایک جماعت بھی روانہ ہوئی۔ جب یہ لوگ تین روز کا سفر کر چکے تو ایک سیاہ غلام اونٹ پر سوار ملا جو اونٹ کو بے اختیار دوڑاتا چلا جا رہا ہے۔ جب اس سے حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت عثمانؓ کا غلام ہے اس کے سامان کی تفتیش کی گئی تو ایک خط ملا جو حضرت عثمانؓ کی طرف سے عبداللہ بن ابی سرح کے نام لکھا گیا تھا مضمون یہ تھا کہ جب محمد اور فلاں فلاں اشخاص تمھارے پاس آئیں تو کسی حیلہ سے ان کو قتل کر دو۔ جو خط وہ لے آئیں گے اس کی تعمیل مت کرو اور تم میرے دوسرے حکم تک اپنی خدمت پر قائم رہو۔ جو لوگ تمھاری فریاد لے کر میرے پاس آتے ہیں اُن کو میرے دوسرے حکم تک قید میں رکھو۔ اس خط کو لے کر محمد بن ابی بکر اور اُن کے ہمراہی مدینہ میں لوٹ آئے۔ حضرات طلحہ۔ زبیر۔ علیؓ۔ سعد اور دیگر صحابہ کو جمع کر کے وہ خط دکھایا جس کے دیکھنے سے تمام اہل مدینہ حضرت عثمانؓ سے مکدر ہو گئے۔ تمام صحابہ غمزدہ ہو کر اپنے گھروں میں جا کر بیٹھ رہے اور لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور محمد بن ابی بکر نے بنی تیم وغیرہ کو ابھارا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت علیؓ نے طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ عمار اور دیگر صحابہ کو جو سب اہل بدر سے تھے بلوا بھیجا۔ اور سب کو لیکر حضرت عثمانؓ کے پاس گئے۔ خط غلام اور اونٹ کو دکھلایا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا غلام اور اونٹ بیشک میرے ہی ہیں لیکن آپ نے

قسم کھا کر فرمایا کہ اس خط کا مجھے مطلق علم نہیں، میں نے نہ اس کو لکھوایا ہے نہ بھجوایا ہے۔ لوگوں نے خط کو دیکھ کر پہچان لیا کہ وہ مروان کا لکھا ہوا ہے۔ اور کہا کہ مروان ہمارے تفویض کر دیا جائے تاکہ ہم اس خط کے متعلق تحقیقات کریں۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے دینے سے انکار فرمایا کیونکہ ان کو خوف تھا کہ تحقیق واقعہ سے قبل ہی بلوائی مروان کو کہیں قتل نہ کر دیں۔ اس پر تمام صحابہ چلے گئے اور اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔ اس کے بعد محمد بن ابی بکر کے متعلق جو واقعات سعید بن المسیب نے بیان کئے ہیں وہی ہیں جو متن کتاب میں مندرج ہیں۔ (ناظم مذہبی)

اظہار کرتے ہو اور آیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی برائی کی تھی سوائے اس کے کہ اللہ کا حق تم سے لیا تھا۔ محمد بن ابی بکر نے آپ کی داڑھی پکڑ لی اور کہا اے ڈھیل خدا تجھے رسوا کرے حضرت عثمانؓ بولے کہ میں "نعثل" نہیں ہوں بلکہ میں عثمانؓ امیر المومنین ہوں" حضرت عثمانؓ کے مخالف آپ کو "نعثل" کہہ کر خطاب کرتے تھے محمد بن ابی بکر کہنے لگے کہ تمہارے حمایتی معاویہ اور فلاں فلاں لوگ اس وقت کہاں ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا! اے میرے بھتیجے تمہارے باپ اگر ہوتے تو وہ کبھی میری اس داڑھی کو یوں نہ پکڑتے۔ محمد بن ابی بکر کہنے لگے کہ اگر میرے والد زندہ ہوتے اور آپ کے اس طرز عمل کو دیکھتے تو وہ کبھی اسے گوارا نہیں کرتے اور جو میں اب آپ کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں وہ داڑھی پکڑنے سے بھی زیادہ سخت فعل ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اس کے جواب میں میں صرف خدا سے امداد طلب کرتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں۔ محمد بن ابی بکر یہ سن کر آپ کو چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے وضو کیا اور قرآن کو پھر آغوش میں لیکر بیٹھ گئے اب او بہت سے بدمعاش اس مقام تک پہونچ گئے تھے۔ چنانچہ ایک کوفہ کا بدمعاش ایک چھوٹا سا تبر لیے ہوئے پہونچا جس سے آپ کے شانے کو گلے کے پاس زخمی کیا۔ اور آپ کو خون میں نہلا دیا۔ خون کی دھار قرآن مجید پر پڑی اتنے میں ایک اور شخص آیا اور آپ کو ایک ٹھوکر رسید کی تیسرے شخص نے آگے تلوار کا ہولا مارا جس سے آپ کو غش آ گیا۔ یہ حالت دیکھ کر بی بی نائلہ نے اور اور بیویوں نے جو غل سن کر آ پہونچی تھیں آپ کے منہ پر پانی چھڑکا۔ اور فریاد کرنے لگیں۔ پانی چھڑکنے سے آپ کو ہوش آ گیا اس درمیان میں ایک مصری بدمعاش نے آپ کی ریش مبارک پر ایک ہاتھ مارا جتنے بال مٹھی میں آئے نوچ لیے۔ اور تلوار بلند کر کے بولا "لے ہٹو" اور وار کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کی تلوار اپنے ہاتھ پر لی جس سے دست مبارک کٹ گیا۔ اور آپ نے فرمایا "خدا کی قسم یہ پہلا ہاتھ ہے جس نے قرآن لکھا" اتنے میں ایک گربہ چشم لپست قد چیچک رو شخص ایک فولادی گرز

حضرت عثمانؓ کا تیار ہونا
بدمعاشوں کا نرغہ

آپ کی انگلیاں کٹ گئیں

ہاتھ میں لیے ہوئے آیا اور سوال کیا کہ "او بڈھے تو کس مذہب پر ہے؟" آپ نے فرمایا "میں بڈھا نہیں بلکہ عثمانؓ بن عفان ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیفی پر ہوں اور مشرکین میں سے نہیں ہوں" اس نے کمال وریدہ دہنی سے کہا "تو جھوٹا ہے" اور آپ کی بائیں کنپٹی پر گرز مارا۔ سر سے خون جوش

کاری ضرب اور شہادت

مار کے نکلنے لگا اور آپ منہ کے بل گر گئے۔ یہ حالت زار دیکھ کر حضرت نائلہ کمال بیقراری سے بیچ میں آ گئیں اور بنت شیبہ نے بھی اپنے آپ کو حضرت عثمانؓ کے اوپر ڈال دیا۔ اتنے میں ایک اور مصری شخص شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیے ہوئے آیا اور بولا "میں خدا کی قسم اس کی ناک کاٹ لوں گا" اس کو حضرت نائلہ نے روکا اور اس کشمکش میں آپ کی چادر کھل گئی۔ اور مصری ظالم نے جو دیکھا کہ نائلہ بیچ میں ہیں تو ان کے کان کے گوشوارے اور شانے کے درمیان میں تلوار ڈالی کہ آپ کی ناک پر حربہ کرے مگر جناب نائلہ نے تلوار اپنے ہاتھ سے پکڑ لی اور آپ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ جس پہ طیش میں آ کر آپ نے اپنے شوہر کے غلام حبشی رباح کو پکارا اور فرمایا "میری مدد کو آ" رباح تلوار لے کے جھپٹا اور ایک ہی وار میں اس مصری شخص کو ڈھیر کر دیا۔

جناب نائلہ کی انگلیاں کٹ جانا

ایک بدمعاش کا مارا جانا

اب ایک اور بدمعاش تلوار لیے ہوئے آیا اور سب سے کہا "ہٹو" پھر تلوار کی نوک حضرت عثمانؓ کے پیٹ پر رکھ کے گڑو دی۔ حضرت نائلہ نے اس کی بھی تلوار پکڑ لی جس سے آپ کی انگلیاں جو پہلے ہی کٹ چکی تھیں جدا ہو کے گر گئیں اور تلوار حضرت عثمانؓ کے پیٹ میں پیوست ہو گئی۔ یہ دیکھ کر عورتیں چلا چلا کے آہ و بکا اور فریاد و زاری کرنے لگیں اور بدمعاش جو اندر گھسے ہوئے تھے اپنا کام پورا کر کے بھاگے۔ تب حضرت نائلہ نے بیرونی دیوار کے پاس آ کر غل مچایا کہ "امیر المومنین مارڈالے گئے" یہ آواز نہ تھی بجلی تھی جس نے باہر والے جاں نثاروں کو بدحواس کر دیا جو دروازہ روکے اور سینہ سپر بنے کھڑے تھے۔ حضرات حسنینؓ اور ان کے رفقا فوراً اوپر چڑھ آئے۔ حضرت عثمانؓ کو مقتول دیکھا۔ دیر تک اوپر جھک کے روتے رہے۔ اب یہ خبر ہر طرف مشہور ہو گئی۔ لوگ دوڑ دوڑ کے آنے لگے اور دم بھر میں سارے مدینہ میں غل مچا ہوا تھا۔ حضرات علیؓ، طلحہ، زبیر اور سعد اور اکثر اکابر مدینہ حیران و پریشان دوڑے آئے آپ کی لاش دیکھ کر زار و قطار روئے اور حضرت علیؓ کو تو فرط غم سے غش آ گیا۔ جب افاقہ ہوا تو دونوں صاحبزادوں سے فرمایا "تم دروازے پر کھڑے رہے اور امیر المومنین شہید ہو گئے؟" یہ کہہ کر دونوں فرزندوں کو مارا۔ محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو بھی برا بھلا کہا۔ غرض یہ حالت تھی کہ آپ کے ہوش و حواس بجا نہ تھے اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اب کیا ہو گا۔ اس پر طلحہ نے تعجب کے لہجے میں کہا "اے ابوالحسنؓ یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ اپنے دونوں فرزندوں کو

آپ کی شہادت کی شہرت

حضرت علیؓ کو بیحد صدمہ

آپ نے کیوں مارا؟" فرمایا "طلحہ امیر المومنین بغیر کسی وجہ شرعی اور حجت و برہان کے مار ڈالے گئے۔"
اس کے بعد حضرت علیؓ اپنے گھر میں گئے اور دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے۔

زمانۂ شہادت اور عمر شریف

جمعہ کا مبارک دن تھا، ماہ مبارک ذی الحجہ کی ۱۸ تاریخ تھی اور ۳۵ھ تھا۔ آپ کو منبر رسالتؐ پر قدم رکھے گیارہ برس گیارہ مہینے اور چند دن کم بارہ برس ہوئے تھے۔ اور عمر شریف بیاسی برس سے تجاوز کر چکی تھی۔

آپ کے خون آلود کرتے کا معاویہ کے پاس جانا

اب حضرت نائلہ نے سب سے پہلی کارروائی یہ کی کہ جناب معاویہ کے نام ایک خط لکھا جس میں کل واقعات، لوگوں کا مکان میں گھس آنا، حضرت عثمانؓ کا قرآن لے کر بیٹھ جانا، اور محمد بن ابی بکر نے جو کچھ کیا تھا اور نیز اپنے تمام حالات لکھے، اور نعمان بن بشیر انصاری کو بلا کے ان کے ہاتھ وہ خط روانہ کر دیا۔ اس خط کے ساتھ انہوں نے حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتہ بھی بھیج دیا اور ان کی داڑھی کے بال بھی جو محمد بن ابی بکر نے نوچ کے ڈال دیے تھے اس کرتے کی گھنڈی میں باندھ دیئے۔ حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں بھی غالباً انہیں چیزوں کے ساتھ گئیں۔ نعمان تھوڑے ہی دور گئے ہوں گے کہ یزید بن اسید ملے جن کو معاویہ نے چار ہزار فوج کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی مدد کو بھیجا تھا۔ انہیں نعمان سے حضرت عثمانؓ کے اس انجام کی خبر ملی تو انہیں کے ساتھ شام کی طرف پلٹ گئے۔

شام کی کمک کا راستے سے واپس جانا

بدمعاشوں کا نادم ہونا

ان واقعات کے بعد مصر کے بدمعاش پھر حضرت عثمانؓ کے گھر میں آئے اور آپ کی لاش کو دیکھا تو متاثر ہوئے اور اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ مگر ان لوگوں نے جو گھر میں موجود تھے ان کو مار کے باہر کر دیا۔ دروازے کے پاس پھر لڑائی ہوئی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ مروان اسی موقع پر زخمی ہو کے گرا تھا۔

تین دن کے بعد دفن ہونا

کہتے ہیں کہ شہادت کے بعد تین دن تک آپ کی لاش گھر کے اندر پڑی رہی۔ بلوائیوں کے ہنگامے اور شورش کی وجہ سے کسی کو دفن کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ حکیم بن حزام قرشی اور جبیر بن مطعم سے نہ رہا گیا۔ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دفن کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دی۔ چنانچہ مغرب و عشا کے درمیان حضرات زبیرؓ، حسن بن علیؓ، ابو جہم بن حذیفہ اور خلیفۂ مظلوم کے اعزا مروان وغیرہ جنازہ لے کے چلے۔ دیگر راویوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ، طلحہؓ، زید بن ثابتؓ اور کعب بن مالکؓ بھی جنازے کے ہمراہ تھے۔ ناگاہ خبر ملی کہ راستے میں لوگ تاک لگائے بیٹھے ہیں کہ جنازہ قریب سے گزرے تو سنگباری کریں۔ حضرت علیؓ نے فوراً

ع ۵ الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۴۰ و ۴۱

دفن ہونے میں اور جھگڑے۔

آدمی بھیج کر انھیں اس حرکت سے روکا۔ اور سب صاحب جنازے کو لے کر "حش کوکب" نام ایک احاطہ میں پہونچے جو جنت البقیع سے ملحق تھا۔ مختلف راویوں کے بیانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرات جنازے کو لے کر گئے وہ آپ کو جنت البقیع میں دفن کرنا چاہتے تھے۔ مگر بعض نوجوان انصار مزاحم ہوے جو اس کے بھی خلاف تھے کہ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جائے۔ چنانچہ ابو جہم بن حذیفہ سے اور ایک شخص سے اس معاملہ میں سخت کلامی ہو گئی۔ انجام یہ ہوا کہ بہ اختلاف روایات حضرت حسنؓ یا حضرت جبیر یا مروان نے نماز پڑھائی اور جنت البقیع کی حد سے باہر حش کوکب میں ایک گڑھا کھود کے دفن کر دیا! ایک زمانے کے بعد جب معاویہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بیچ کی دیوار گروا کے احاطہ حش کوکب کو بھی جنت البقیع میں داخل کر دیا اور حکم دیا کہ آپ کے مزار کے گرد اور لوگ دفن کیے جائیں۔

آپ کی شہادت پر مرثیے۔

آپ کی شہادت پر بہت سے مرثیے کہے گئے مگر بہترین مرثیہ کعب بن مالک نے کہا جو بالکل سچا اور نہایت ہی عبرت خیز ہے۔ فرماتے ہیں:۔

فَكَفَّ يَدَيْهِ ثُمَّ اَغْلَقَ بَابَهُ　　　وَاَيْقَنَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِغَافِلِ

اپنے دونوں ہاتھ روک لیے (حضرت عثمانؓ نے) پھر دروازہ بند کر لیا اور یقین کر لیا کہ خدا دیکھ رہا ہے

وَقَالَ لِاَهْلِ الدَّارِ لَا تَقْتُلُوْهُمْ　　　عَفَا اللّٰهُ عَنْ كُلِّ امْرِءٍ لَمْ يُقَاتِلِ

اور جو لوگ گھر میں موجود تھے اُن سے کہا ان لوگوں سے نہ لڑو خدا ہر شخص کا قصور معاف کریگا جو نہ لڑیگا

فَكَيْفَ رَاَيْتَ اللّٰهَ صَبَّ عَلَيْهِمُ　　　الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ بَعْدَ التَّوَاصُلِ

پھر کیسا دیکھا تو نے کہ اللہ نے اُن میں عداوت و بغض کو ڈالدیا بعد اس کے کہ باہم مل گئے تھے؟

وَكَيْفَ رَاَيْتَ الْخَيْرَ اَدْبَرَ بَعْدَهُ　　　عَنِ النَّاسِ اِدْبَارَ الرِّيَاحِ الْجَوَافِلِ

اور کیسا دیکھا تو نے کہ بھلائی ان کے بعد چلی گئی لوگوں میں سے جس طرح کہ تیز ہوا کے جھونکے چلے جاتے ہیں[۵]

اصل حقیقت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عبد اللہ بن سبا کی سازش اور اس کی خفیہ مراسلتوں نے امیر المؤمنین عثمانؓ اور آپ کے والیوں کی طرف سے ہر جگہ کے لوگوں کو بدظن کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے ہر طرح کی تفتیش کی۔ موسم حج میں شکایت کرنے والوں کو شکایت کا موقع دیا۔ پھر والی بھی بدلے۔ قرآن مجید کے حکم اور حضرت رسول خدا صلعم کی اس سنت کی بنا پر

حضرت عثمانؓ کی برأت۔

بھی کہ حضرت عباس اور اپنے اعزہ سے زیادہ سلوک ہوتے تھے اپنے جن عزیزوں اور قرابتداروں کو

۵ تاریخ الخلفاء۔ حالات حضرت عثمانؓ

کچھ دیا تھا عوام کی شکایت پر اُن سے واپس بھی لے لیا مگر فتنہ جویوں کو کسی طرح اطمینان نہ ہوا۔ وہ بجز اس کے کہ آپ خلافت چھوڑ دیں اور کچھ نہیں چاہتے تھے آخر خود مدینہ کے غلام اور عوام ابن سبا کی سازشوں کے شکار ہو گئے اور انھوں نے اپنی مدد پر اطراف کے بدویوں اور باہر کے بدمعاشوں کو مصر بصرے اور کوفے سے بلالیا۔ یہ لوگ اپنے اپنے مذاق کے مطابق اس بات پر تیار ہو گئے کہ مسند خلافت کو حضرت عثمانؓ سے خالی کرا کے صحابہ میں سے کسی ایسے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کریں جو ان کو پسند ہوں۔ خود ان بزرگوں کی یہ حالت تھی کہ اس فتنہ کو حیرت و خوف کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور بلوائیوں کو چاہے اُن کے کتنے ہی بڑے طرفدار ہوں اپنے پاس نہ پھٹکنے دیتے تھے اور اُن سے پناہ مانگتے تھے۔

بلوائیوں کو مدینے سے کیوں نہ نکالا جاسکا

یہ بزرگ اور دیگر اکابر صحابہ یقیناً ان لوگوں کو مدینے سے مار کے نکال دیتے مگر خرابی یہ تھی کہ ایک طرف تو خود حضرت عثمانؓ لڑائی کے خلاف تھے اور جو لوگ مدد کو آتے اُن کو بار بار روک کے فرماتے تھے کہ اپنے گھر جاؤ۔ دوسری طرف مدینے کے اکثر نوجوان اور شرفائے مہاجرین و انصار کے تمام غلام بلوائیوں کے ساتھ شریک ہو گئے تھے جن کی کثرت دیکھ کر علیؓ ہوں یا طلحہؓ و زبیرؓ کسی کو بجز اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہنے کے کوئی مفر نہ نظر آتا تھا۔ اور اُن کی خموشی سے باغیوں اور بدمعاشوں کا حوصلہ

اُن کی گستاخیاں

یہاں تک بڑھا کہ حضرت عثمانؓ کو مسجد میں آنے سے روکا۔ آپ کا دانہ پانی بند کر دیا۔ اور بار بار تاکید کرتے تھے کہ خلافت چھوڑ دیجیے۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ "تمھیں ایک خلعت پہنایا جائے گا اگر کوئی اس کو اتروانا چاہے تو میرے پاس عالم بقا میں چلے آنا مگر اپنے جسم سے نہ اُتارنا۔" چونکہ یہ حضرت مخبر صادق کا صریح حکم تھا لہٰذا اس سے انحراف کرنے کو آپ کفر خیال فرماتے ہیں۔

بلوائیوں کا خیال تھا کہ آپ تنگ آ کر خلافت سے دست بردار ہو جائیں گے مگر کسی طرح اُن کی یہ مراد پوری نہ ہوئی۔ اور خبر پہنچی کہ حجاج مکہ معظمہ سے اور بہت سی فوجیں شام و عراق سے آپ کی مدد کے لیے آ رہی ہیں۔ یہ سنتے ہی آمادہ ہو گئے کہ کسی کمک کے پہنچنے سے پہلے ہی آپ کا کام

اور آپ کو شہید کر دیا

تمام کر دیں۔ چنانچہ جو نوعمر بزرگان صحابہ دروازے پر تھے اُن کو خبر بھی نہ ہوئی اور بدمعاش ایک دوسرے مکان سے ہو کر آپ تک جا پہنچے۔ اور کمال شقاوت و سنگدلی سے آپ کو شہید کر ڈالا۔ اور یہ وہ امر ہے کہ خود حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ پکار پکار کے کہہ رہے تھے کہ یہ ظالمانہ تلوار اگر چل گئی تو پھر قیامت تک نہ رکے گی۔ چنانچہ جو امن و امان اس سے پیشتر عہد خلافت راشدہ میں

قائم رہا تھا اُس کی برکت ہمیشہ کے لیے اُٹھ گئی۔ اور یہ اسی ایک مظلومانہ خون کا نتیجہ تھا کہ حضرت علیؓ کے ایسے نیک نفس بزرگ کو بھی ایک گھڑی کے لیے اطمینان سے خلافت کرنا نصیب ہوا۔ جو تلوار دشمنانِ اسلام کے لیے بلند کی گئی تھی خود کلمہ گو فرزندانِ اسلام پر جھمک پڑی۔ بڑے بڑے ائمۂ دین و بزرگانِ اُمت اس کی نذر ہوئے۔ اور یہ سلسلہ کہ مسلمان سلطنتیں مسلمان سلطنتوں سے لڑتیں اور باہم خونریزی کرتی رہیں کسی کے روکے نہ رکا یہاں تک کہ اسلامی عظمت و جبروت کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔

آپ کی شانِ شہادت۔

حضرت عثمانؓ سے جو استقلال ثابت ہوا اور جس دلیرانہ پامردی سے آپ نے جان دی اس سے دنیا کی ساری تاریخ خالی ہے۔ ہر طرح کے خطرے تھے اور جان کا قطعی اندیشہ تھا مگر نہ اس بات کو گوارا فرمایا کہ اپنی حفاظت کے لیے کوئی فوج رکھیں۔ نہ اس کو مانا کہ کسی اور شہر میں چلے جائیں اور جوار رسالت کو چھوڑ دیں۔ نہ اسی بات کو پسند کیا کہ مدینہ کے دیندار بہادر و ذی اثر لوگوں کو لے کے نکلیں اور دشمنوں کو مار کے بھگا دیں۔ آخر تک یہ شعار تھا کہ مرجاؤں گا مگر خلافت کو نہ چھوڑوں گا اس لیے کہ رسولِ خدا صلعم نے منع فرمایا ہے۔ اور نہ بلوائیوں سے مقابلہ کر کے مدینے کے امن میں خلل ڈالوں گا۔ بعض فرزندانِ صحابہ خود اپنا فرض سمجھ کے آپ کی طرف سے لڑ رہے تھے مگر آپ بار بار اُن کو اُس سے روکتے اور منع فرماتے تھے۔ جو قوت موجود تھی اُس سے کام لینے کو بھی حرمِ نبوتؐ کی بے حرمتی سمجھتے۔ دانہ پانی اور ہر چیز کی تکلیف ہوئی مگر پائے ثبات میں ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ اور اُسی وضع اور اسی دھن میں جس پر اوّل سے قائم تھے نہایت مظلومی کے ساتھ جان دے دی بیشک جو ذات مسلمانوں کے ایک عظیم الشان قوم و ملت کا دفتر اُلٹنے والی ہو اس کو ایسی شان سے حق پر قربان ہونا چاہیے تھا۔

تمام کبار صحابہ کی براءت

اس واقعہ کے متعلق حضرات کبار صحابہ علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور سعدؓ وغیرہ کو جو الزام دیے گئے ہیں سب لغو و بے اصل ہیں کسی صحیح مستند روایت سے نہیں ثابت ہو سکتے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بدمعاش بلوائیوں نے اتنا بڑا جرم کر چکنے کے بعد جب دیکھا کہ ساری دنیا اُن کو الزام دے رہی ہے اور ہر طرف سے اُن پر لعنت پڑ رہی ہے تو انھوں نے اپنے ساتھ اُن بزرگانِ اسلام کو بھی شامل کر لینا چاہا۔ اور ایسی مختلف روایتیں مشہور کر دیں جو بعد کے روایت کش مورخین کی کتابوں میں درج ہو گئیں۔ اور یہ واقعہ ہمیشہ کے لیے ایک عقدۂ لاینحل بن گیا۔

نویں فصل

حضرت عثمانؓ کے حالاتِ زندگی پر ایک عام نظر

آپ کا خاندان۔ خوبیاں اور ہر دلعزیزی۔ بہترین بنی امیہ۔ کب ایمان لائے۔ دامادی رسالتؐ کا شرف۔ توحید پر ثابت قدمی۔ ہجرت حبش۔ ہجرت مدینہ۔ حلیہ مبارک۔ حضرت رسول اللہؐ اور حضرت ابراہیمؑ سے مشابہت۔ کنیت۔ شرکت غزوۂ بدر۔ دوسری لختِ جگر رسالتؐ سے نکاح۔ لقب ذی النورین۔ بیویاں اور اولاد۔ اولیات حضرت عثمانؓ۔ دولتمندی اور خدمت دین۔ بیر رومہ کی خریداری۔ مسجد نبویؐ کی توسیع۔ غزوۂ تبوک کے لیے فیاضی۔ احادیث میں آپ کی فضیلت۔ خدمت رسالتؐ۔ رسولِ خداؐ کا دعائیں دینا۔ حفظ قرآن۔ عبادت۔ قحط زدوں کی کفالت۔ عدیم المثال فیاضیاں۔ غلام آزاد کرنا۔ سادگی۔ خوفِ آخرت۔ صبر و شکر۔ رسول اللہ صلعم نے شہادت کی خبر دے دی تھی۔ ہر سال حج کیا۔ خاندان نبوتؐ کا احترام۔ کبوتر بازی اور غلیل بازی سے روکنا۔ مخالفین شریک نفس نہ تھے۔ محمد بن حذیفہ۔ محمد بن ابی بکر۔ کعب بن ذی الحبکہ۔ عمیر بن ضابی۔ کمیل بن زیاد۔ حضرت علیؓ کی برأت۔ تمام اچھے لوگ آپ کے خون سے بری تھے۔

آپ کا خاندان

حضرت عثمانؓ بنی امیہ میں سے تھے آپ کے والد کا نام عفانؓ تھا جو ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے بیٹے تھے چنانچہ پانچویں پشت میں آپ کا سلسلۂ نسب حضرت رسولِ خداؐ کے اجداد میں جا ملتا ہے آپ کی والدہ ماجدہ اروی بنت کریز بھی عبد شمس بن عبد مناف کی پڑپوتی حضرت عبد المطلب کی نواسی اور خود جناب سرورِ عالم صلعم کی ان پھوپی کی بیٹی تھیں جو آپؐ کے والد بزرگوار حضرت عبد اللہ کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں۔ واقعہ اصحاب فیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے۔ لہٰذا رسول اللہ صلعم سے چھ برس چھوٹے تھے[1]

خوبیاں اور ہر دلعزیزی

آپ طلوع نیر اسلام سے پہلے بھی نہایت ہی فیاض ستودہ صفات و ہر دلعزیز تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی ویسے ہی سخی اور تبلیغ و اشاعت دین میں جناب رسالت مآب صلعم کے مدد و معاون رہے

[1] تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۰۱

نزولِ شریعت اسلامیہ سے پہلے ہی آپ نے بہت سی مروجہ بداخلاقیوں کو چھوڑ دیا تھا۔ شراب اپنے اوپر حرام کر لی تھی۔ زنا اور قزاقی سے ہمیشہ بچتے رہتے۔ اور قریش میں اس قدر محبوب تھے کہ مثل مشہور تھی "احبک والرحمٰن حب قریش عثمان" یعنی میں خدا کی قسم تجھے ویسا ہی چاہتا ہوں جیسا قریش عثمانؓ کو چاہتے تھے۔

بہترین بنی امیہ تھے

اگرچہ آپ بنی امیہ میں ہیں مگر بہترین بنی امیہ۔ اُن بنی امیہ میں نہیں جن کو جناب رسول خدا صلعم سے عناد تھا۔ آخر تک مخالف رہے اور اُن کے ساتھ تالیفِ قلب کے لیے حضور سرورِ عالم نے بڑی کشادہ دلی سے اظہار جود و کرم فرمایا۔ جناب عثمانؓ کا شمار سابقین اسلام میں ہے قبل اس کے کہ جناب رسالت مآب صلعم دشمنوں کے اندیشے سے ارقم کے مکان میں گوشہ گیر ہوں آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اثر سے مسلمان ہوئے۔ اور آپ کا شمار اُن دس منتخب بزرگان امت میں ہے جن پر حسب وعدہ مخبر صادقؐ دوزخ کی آگ حرام ہو گئی تھی۔

کسب ایمان لائے

دامادی رسالت کا شرف

آغاز اسلام ہی میں آپ کو جناب رسالت مآب صلعم کی دامادی کا شرف حاصل ہو چکا تھا اس لیے کہ حضرت رقیہؓ سے جو حضور سرورِ عالم کی سب صاحبزادیوں سے زیادہ حسین تھیں آپ کا عقد ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ کی خوبروئی و خوش جمالی کی بھی جوانان قریش میں شہرت تھی۔ چنانچہ ان دونوں دولہا دولھن کی زیبائی و رعنائی کا چرچا ہر گھر میں ہو رہا تھا۔ خادم رسالت اسامہ بن زید کہتے ہیں ایک بار رسول خدا صلعم نے مجھے کچھ گوشت دیا کہ جناب عثمانؓ کے گھر میں دے آؤں۔ وہاں گیا تو دونوں میاں بیویوں کے چہرے کی دلکشی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ حضرت رقیہ اور حضرت عثمانؓ کے چہروں کو میں بار بار دیکھتا اور نہ دیکھ چکتا۔ واپس آیا تو حضور سرورِ عالم نے پوچھا تم نے کبھی دنیا میں ان دونوں سے اچھا کوئی اور جوڑا بھی دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا "کبھی نہیں"۔

خوش جمالی

بنی امیہ ہی میں ہونے کی وجہ سے آپ کا مسلمان ہونا جس قدر مسلمانوں کی نظر میں اہمیت رکھتا تھا اسی قدر بنی امیہ کو ایسے دولت مند معزز رکن کے اپنے گروہ سے نکل جانے پر افسوس تھا۔ چنانچہ آپ کے اسلام کی شہرت ہوتے ہی آپ کے چچا حکم بن ابی العاص نے

تو مسلم پر رشتہ داروں کی سختی

[illegible] ۱۰۵ [illegible]

[illegible] صفحہ [illegible]

توحید پر ثابت قدمی

آپ کو رسی میں باندھ دیا اور ڈانٹا کہ "باپ دادا کا دین چھوڑ کے نیا مبتدع دین اختیار کر لیا ہے جب تک اس دین سے باز نہ آؤ گے نہ چھوڑوں گا" مگر آپ نے سب طرح کی سختیاں برداشت کیں توحید کو نہ چھوڑنا تھا نہ چھوڑا۔ آخر حکم عاجز آ گئے اور اُن کی سنگدلی پر آپ کا استقلال غالب آیا[1]۔

ہجرت حبشہ

ہجرت سے پیشتر جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو زیادہ عاجز کیا تو حضرت عثمانؓ اپنی بیوی یعنی لختِ جگرِ رسالتؐ حضرت رقیہؓ کو ہمراہ لے کر ارضِ حبش میں چلے گئے اُن دنوں رسول خدا صلعم کا دل ہمیشہ آپ میں لگا رہتا۔ اور ہر گھڑی خیر خیریت کے منتظر رہتے[2]۔ غرض یوں حضرت عثمانؓ نے ہجرت اولیٰ کا شرف حاصل فرمایا جس وقت سواد مکہ کو چھوڑ کر چلے ہیں حضور انورؐ نے فرمایا "خدائے عزوجل کی طرف ابراہیمؑ و لوطؑ کے بعد جس نے سب سے پہلے ہجرت کی وہ یہی دونوں ہیں[3]۔

ہجرت مدینہ

پھر وہاں سے واپس آئے اور دوسری ہجرت کے ثواب میں شریک ہوئے جو مدینہ طیبہ کی طرف تھی۔ چنانچہ آپ کا شمار اُن خوش نصیب سابقین اسلام میں ہے جن کو دونوں ہجرتوں کا فخر حاصل تھا۔

حلیہ مبارک

حلیہ مبارک یہ تھا کہ میانہ قد۔ نازک کتابی چہرہ۔ گندم گوں رنگ۔ چہرے پر چیچک کے داغ۔ نہایت خوبصورت دانت۔ بڑی اور خوب گھنی ڈاڑھی۔ سر پر گھنے اور بڑے بڑے بال جو کانوں کے نیچے شانوں تک لوٹتے رہتے۔ چوڑی چکلی پیٹھ۔ خوب بھرے بھرے شانے لمبی باہیں۔ اور مضبوط اور گداز پنڈلیاں۔ کہتے ہیں کہ آخر عمر میں چندیا پر سے بال اُڑ گئے تھے۔ بڑھاپے میں ریش مقدس کو زرد رنگتے۔ اور سونے کے تاروں سے دانت بندھے رہتے۔ چلتے تو بہت تیز چلتے[4]۔

حضرت رسول اللہؐ اور حضرت ابراہیمؑ سے مشابہت۔

اور سب سے بڑی فضیلت و خصوصیت یہ تھی کہ حضرت رسول اکرمؐ اور جناب ابراہیم خلیل اللہؑ سے بہت مشابہ تھے۔ چنانچہ رسول خدا صلعم نے حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی اُم کلثومؓ کو آپ کے عقد نکاح میں دیتے وقت صاحبزادی سے فرمایا "بیٹی تمہارے شوہر کی صورت تمہارے دادا ابراہیمؑ اور تمہارے باپ محمدؐ سے بہت ملتی ہے"۔ اخلاق و عادات بھی حضور سرور عالمؐ سے ملتے جلتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہوا "میرے تمام اصحاب میں اخلاق و عادات میں مجھ سے مشابہ تر عثمانؓ ہیں[5]۔"

---

[1] تاریخ الخلفا۔ حالات حضرت عثمانؓ

[2] ترجمہ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۰۱۔

[3] تاریخ الخلفا۔ حالات حضرت عثمانؓ

[4] معارف ابن قتیبہ حالات حضرت عثمانؓ

[5] تاریخ الخلفا۔ حالات حضرت عثمانؓ

کنیت۔

آپ کی کنیت پہلے ابو عمرو تھی مگر جب حضرت رقیہ کے بطن سے خدا نے ایک فرزند دیا اور اُس کا نام عبداللہ رکھا گیا تو ابو عبداللہ کی کنیت اختیار کرلی۔ اگرچہ وہ صاحبزادے تھوڑی ہی عمر میں والدین کے جگر کو داغ دے گئے مگر یہ کنیت آخر تک اُن کی یاد تازہ کرتی رہی۔

شرکت غزوۂ۔

ہجرت کے بعد دوسرا ہی برس شروع ہوا تھا کہ غزوۂ بدر کا معرکہ پیش آیا۔ اتفاقاً اُس وقت جگر گوشۂ رسول اللہ صلعم حضرت رقیہؓ سخت بیمار تھیں۔ لہٰذا آپ نے حضرت عثمانؓ کو اجازت دی کہ بجائے میدان جنگ میں جانے کے گھر میں ٹھہر کے بیوی کی تیمارداری کرو۔ اِدھر بدر میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اُدھر حضرت رقیہؓ نے فردوس بریں کی راہ لی۔ مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضور سرور عالمؐ نے اس میں حضرت عثمانؓ کا بھی حصہ لگایا چنانچہ آپ مجاہدین بدر میں شمار کیے گئے۔ اور رفیقۃ الرسولؐ کی خدمت کے ساتھ آپ کو نظر رسالتؐ کے پیچھے جہاد کرنے کا ثواب بھی حاصل ہوگیا۔ پھر جناب رسول صلعم نے اپنی دوسری لخت جگر حضرت اُم کلثومؓ کو بھی آپ کے عقد نکاح میں دے دیا۔ مگر افسوس کہ چھ سال بعد اُن صاحبزادی نے بھی سفر آخرت فرمایا جس پر حضرت عثمانؓ کو ملول دیکھ کر حضور رسالتؐ نے فرمایا اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو ان سب کو یکے بعد دیگرے عثمانؓ کے نکاح میں دے دیتا۔

دوسری لخت جگر رسالت سے نکاح۔

اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ دونوں صاحبزادیوں کے ساتھ آپ کا کیسا اچھا برتاؤ رہا تھا اور حضور رسول اکرم صلعم آپ سے کس قدر خوش ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بجز آپ کے کبھی کسی کو دنیا میں یہ فخر و شرف نہیں نصیب ہوا کہ پیغمبر کی دو بیٹیاں اُس کے عقد میں آئی ہوں۔ اور اسی شرف کی بنیاد پر آپ "ذی النورین" کے محترم لقب سے یاد کیے گئے۔ بعض اہل سیر و روایت اس خطاب کی یہ وجہ بتاتے ہیں کہ آپ جاہلیت میں بھی فیاض تھے اور اسلام میں بھی۔

لقب ذی النورین۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی سلسلہ میں حضرت عثمانؓ کی اور سب بیویوں اور بیٹوں بیٹیوں کا ذکر بھی کر دیا جائے۔ حضرت رسول خدا صلعم کی دونوں صاحبزادیوں کے علاوہ آپ نے فاختہ بنت غزوان سے عقد کیا تھا۔ اُن کے بطن سے عبداللہ اصغر پیدا ہوئے اور بچپن میں داغ دے گئے۔ بعد ازاں آپ نے اُم عمرو بنت جندب دوسیہ سے عقد فرمایا۔ اُن کے بطن سے چار فرزند عمرو، خالد، ابان، عمر، اور مریم نام ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں۔ ان بیوی کے علاوہ آپ نے بنت ولید مخزومیہ سے عقد کیا۔ اُن کے بطن سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں جن کا نام اُم سعید تھا۔

بیویاں اور اولاد۔

ع تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۵

ع ترجمۂ ازالۃ الخفاء صفحہ ۲۰۰

اور ان سے ولید و سعید نام دو فرزند بھی پیدا ہوئے آپ نے ام البنین بنت عیینہ فزاریہ کو بھی
نکاح میں لیا ان کے بطن سے عبدالملک نام ایک بچہ پیدا ہوا جو بچپن ہی میں رخصت ہو گیا
آپ کی ایک بیوی رملہ بنت شیبہ تھیں ان کے بطن سے تین صاحبزادیاں عائشہ، ام ابان
اور ام عمرو پیدا ہوئیں۔ پھر آپ نے نائلہ بنت فرافصہ کلبیہ سے نکاح کیا ان کے بطن سے
مریم نام ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں بعض راویان سیر کہتے ہیں کہ ام البنین کے بطن سے عبدالملک
کے علاوہ ایک اور فرزند پیدا ہوا جس کا نام عتبہ تھا۔ اور نائلہ کے بطن سے ایک فرزند عنبسہ اور
ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں جن کا نام ام البنین رکھا گیا یہ صاحبزادی عبداللہ بن یزید بن ابی سفیان
کے عقد میں تھیں۔ مذکورہ بالا بیویوں میں سے چار بیویاں نائلہ، رملہ، فاختہ اور ام البنین
آپ کی شہادت کے وقت موجود تھیں اور کہتے ہیں کہ محاصرہ کے زمانے میں آپ نے ام البنین
کو طلاق دے دی تھی۔[1]

مندرجہ ذیل امور کو مورخین نے آپ کے اولیات میں شامل کیا ہے یعنی ان کاموں کو
سب سے پہلے آپ ہی نے انجام دیا (۱) مجاہدین اسلام و مؤذنین صحابہ کو قطعے جاگیریں اور زمینداریاں
عطا کیں (۲) تکبیر نماز پست آواز سے کہی (۳) مسجد کو خلوق (ایک مرکب عرب خوشبو) سے معطر فرمایا
(۴) جمعہ کی نماز میں پہلی اذان اضافہ کی (۵) مؤذنوں کے لیے وظیفے جاری کیے (۶) صاحب الشرطہ[2]
کی خدمت قائم کی (۷) تمام ممالک اسلام میں قرآن کی ایسی اشاعت کی کہ پھر قرآن کے بارے
میں کوئی تفرقہ نہیں پڑ سکا۔

آپ ابتدائے عہد سے دولتمندان اسلام میں تھے اور آپ کی دولت ہمیشہ مسلمانوں کی خدمت
اور ترقی اسلام میں کام آتی رہی۔ مسلمان ہجرت کر کے مدینے میں آئے تو مسلمانوں کو پانی کی تکلیف
تھی۔ بیر رومہ نامی ایک کنواں تھا جو ایک یہودی کے قبضے میں تھا اور وہ بغیر قیمت لیے کسی مسلمان
کو پانی نہیں دیتا تھا۔ مسلمانوں میں پانی کی تکلیف دیکھ کر حضرت رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا کوئی
ہے کہ اس کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے عام کر دے اور اس کے معاوضہ میں جنت لے۔ یہ ارشاد
نبوی سنتے ہی حضرت عثمان غنیؓ اس یہودی کے پاس گئے اور کنوئیں کی خریداری میں گفتگو کی۔ اس نے
پورے کنوئیں کے بیچنے سے انکار کیا۔ کہا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ نصف کنوئیں کا حق بیچ ڈالوں حضرت
عثمانؓ نے فوراً اس کی منہ مانگی قیمت بارہ ہزار درہم کی رقم دے کر آدھا کنواں خرید لیا۔ اور

[1] تاریخ طبری جلد ۳۔ حالات حضرت عثمانؓ۔
[2] یعنی پولیس جو [illegible] ایک خدمت تھی۔

یہ طے ہوا کہ کنوئیں سے ایک دن پانی پینے کا حق عثمانؓ کو ہے اور ایک دن اس یہودی کو۔ آپ نے اپنا حق مسلمانوں کو عام کر دیا اور معمول ہو گیا کہ آپ کی باری کے دن مسلمان دو روز کا پانی بھر لیا کرتے۔ اس کا یہ انجام ہوا کہ پانی کی خریداری موقوف ہو گئی اور آخر خود اس یہودی نے حضرت عثمانؓ کے پاس آ کر کہا "وہ باقی نصف حصہ بھی آپ ہی خرید لیں"۔ آپ نے آٹھ ہزار درہم دے کے باقی حصہ بھی مول لے لیا اور سارے کنوئیں کو مسلمانوں کے حق میں وقف کر دیا۔ آنحضرت صلعم بیحد محظوظ ہوئے اور حضرت عثمانؓ نے اس طریقے سے جنت خرید لی۔ مگر یہ خیال کرنے اور عبرت پکڑنے کا واقعہ ہے کہ محصوری کے زمانے میں اسی کنوئیں سے حضرت عثمانؓ کا پانی روکا گیا۔ اور آپ کے خاندان کو ایک ایک قطرۂ آب بڑی دشواریوں سے نصیب ہو سکتا تھا۔

مسجد نبوی کی توسیع

مدینے میں جب مسلمانوں کی زیادہ کثرت ہوئی اور مسجد نبویؐ حق پرستان توحید کے لیے تنگ ثابت ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا "کون ہے کہ ہماری مسجد کو وسیع کرے اور جنت کو مول لے"؟ یہ جنتی سودا کرنے کو بھی حضرت عثمانؓ ہی اٹھے۔ آپ نے متصل مسجد ایک زمین جس پر ایک قبیلے کا مویشی خانہ تھا بیس یا پچیس ہزار درہم پر خرید فرما کے مسجد رسالت میں شامل کر دی۔ اور اپنی بے نظیر فیاضی سے دوبارہ جنت خرید لی۔[۵]

غزوۂ تبوک کیلئے فیاضی

غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر رسالتؐ کے لیے زاد راہ کی بہت کمی تھی۔ اپنی اپنی حالت و استطاعت کے مطابق تمام صحابہ نے ایثار کرم کا جوہر دکھایا۔ مگر حضرت عثمانؓ نے نو سو پچاس اونٹوں اور پچاس گھوڑوں کا انصرام اپنے روپیہ سے کر کے رسول خدا صلعم کو بے انتہا خوش کر دیا۔ ارشاد ہوا "اب عثمانؓ چاہے کچھ کریں انہیں ضرر نہیں پہونچ سکتا"۔ اور بے اختیار یہ الفاظ تین بار زبان مبارک سے نکلے "میں عثمانؓ سے راضی ہوا خدایا تو بھی راضی ہو"۔ ایک موقع پر حضرت عثمانؓ نے جناب رسالتؐ کی خدمت میں حلوا بھیجا۔ آپ نوش فرما کر بیحد محظوظ ہوئے۔ اور فرمایا "خداوندا عثمانؓ تیری رضا چاہتا ہے تو اس سے راضی ہو جا"۔[۵]

الزام اور اس کی صفائی

ان واقعات سے پیشتر حضرت عثمانؓ پر ایک الزام آیا تھا۔ وہ یہ کہ غزوۂ احد میں جب مشرکین نے پشت کی طرف سے نکل کے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور حضور سرور عالمؐ کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی۔ تو حضرت عثمانؓ اور بہت سے صحابہ بکمال بدحواسی و اضطراب سے میدان چھوڑ کے چلے گئے تھے

---

[۵] تاریخ الخلفاء حالات حضرت عثمان رضؓ

[۵] ترجمہ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶۔

مگر خداوند جل و علا نے ان کا اور اُن سب مسلمانوں کا قصور وحی متلو کے ذریعہ سے یہ ارشاد فرما کر معاف کر دیا کہ "ولقد عفا اللہ عنہم"

بیعت حدیبیہ میں آپ کی فضیلت۔

آپ کی سب سے بڑی فضیلت جیسی اور کسی کو نہ نصیب ہو سکی یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ حضور سرورِ عالمؐ کے سفیر بن کر مشرکین مکہ کے پاس گئے تو مشرکین نے آپ کو عمرے اور طوافِ کعبہ کی اجازت دے دی مگر آپ نے نہ منظور کیا اور کہا "بغیر حضرت رسالتؐ کے میں طواف نہیں کر سکتا" یہی خود رسول خدا صلعم نے اپنی جگہ پر صحابہ سے فرمایا تھا کہ "جب تک میں طواف نہ کر لوں گا عثمانؓ ہرگز طواف نہ کریں گے"۔ اتنے میں خبر اڑی کہ مشرکین نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔ آپ یہ سنتے ہی جان دینے اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے ۔ اور ہمراہیوں سے جہاد کے لیے بیعت لینا شروع کر دی۔ اسی سلسلہ میں آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ بتایا اور دوسرے ہاتھ کو اپنا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت فرمائی۔ اور ان کو بھی اپنی اس بیعت میں شریک کر لیا۔ یہ کتنی بڑی عزت تھی! جانبازی اور خالص دینی سرگرمی کے موقع پر حضرت سرورِ عالمؐ خاص اپنے نورانی ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ بتاتے ہیں۔ اور اپنے گوشت پوست کو ان کا گوشت پوست قرار دیتے ہیں۔ بے شک آپ رسالتؐ کے دست و بازو تھے اور یہی مبارک ہاتھ تھا جو پیغمبرؐ کے سینے کی وحی کو قلمبند کیا کرتا تھا۔

خدمتِ رسالتؐ

ایک بار حضرت عثمانؓ نے جناب عائشہ صدیقہؓ کی زبان سے سن پایا کہ حضرت رسول خدا صلعم اور اہل بیت رسالتؐ کو چار فاقے گزر چکے ہیں۔ حضرت عثمانؓ زار و قطار رونے لگے۔ پھر اسی وقت گئے۔ آٹا گیہوں اور خرمے اونٹوں پر لدوا کے لائے۔ اُس کے ساتھ ایک ذبح اور صاف کی ہوئی بکری اور تین سو درہم خدمتِ رسالتؐ میں پیشکش کر دیے۔ اس ایثار عثمانی کی خبر جناب رسالتؐ کو ہوئی تو خوش ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور وہی دعا کی جو ایک بار پہلے کر چکے تھے کہ "خداوندا میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی اُس سے راضی ہو جا!"

یہی نہیں رسول خدا صلعم اکثر اوقات آپ کے حق میں دعا فرمایا کرتے تھے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو اوّل شب سے صبح تک حضرت عثمانؓ کے حق میں مسلسل دعا فرماتے رہے۔

ع۱ معارف اپنی تنقیح حالات حضرت عثمانؓ

ع۲ ترجمہ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۰۳ و ۲۰۴ ۔

حفظ قرآن
عبادت

حضرت عثمانؓ کا حافظہ بہت قوی تھا چنانچہ آپ نے حضور سرور عالمؐ کی زندگی ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ اکثر راتوں کو یہ ہوتا کہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے۔ بڑے متقی و پرہیزگار تھے ہمیشہ روزہ رکھتے اور قائم اللیل تھے۔ شب زندہ داری کی یہ حالت تھی کہ رات کے فقط تھوڑے سے ابتدائی حصہ میں سو لیا کرتے۔ پھر ساری رات جاگتے اور عبادت کرتے گذر جاتی خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ نماز میں روتے روتے ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

قحط زدوں کی کفالت۔

حضرت ابن عباس سے آپ کی فیاضی کا ایک عجیب واقعہ مروی ہے۔ زمانۂ خلافت اولیٰ یعنے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کے عہد ہمایوں میں ایک بار قحط پڑا۔ اور لوگ فقر و فاقے کی مصیبت میں مبتلا تھے۔ حضرت صدیق اکبر کی کرامت سمجھیے یا جو خیال سمجھیے کہ آپ نے لوگوں سے فرمایا "کل صبح کو تمھاری مصیبت دور ہو جائے گی"۔ صبح ہوتے ہی مدینہ میں مشہور ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے ایک ہزار اونٹ غلہ سے لدے آرہے ہیں۔ اونٹ آبادی میں داخل نہ ہونے پائے تھے کہ مدینے کے آڑھتیے آپہونچے اور حضرت عثمانؓ سے اُس غلہ کی خرید کا سودا کرنے لگے۔ آپ نے پوچھا "شام کی خریداری پر کیا نفع دوگے؟" انھوں نے کہا دس کے بارہ۔ آپ نے فرمایا "مگر مجھے تو اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے"۔ انھوں نے پہلے دس کے چودہ کہے۔ پھر دس کے پندرہ دینے لگے۔ مگر آپ نے برابر یہی جواب دیا کہ "مجھے اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے"۔ اس اثنا میں اونٹ آگئے۔ اور غلہ اترنا شروع ہوا آڑھتیوں نے حیران ہو کے پوچھا وہ کون تاجر ہے جو آپ کو اس سے زیادہ نفع دے رہا ہے؟ فرمایا مجھے ایک ایک درہم کے عوض میں دس دس درہم مل رہے ہیں۔ بھلا تم دو گے؟ سب نے کہا "یہ تو ہمارے امکان میں نہیں ہے"۔ آپ نے فرمایا "تو میں تمھیں کو گواہ کرتا ہوں کہ یہ سب غلہ میں نے مدینے کے فقیروں اور محتاجوں کو دے دیا"۔[۱]

مدینہ میں اقبال نیاضیاں۔

سنہ ۔۔ھ میں بہت سے ملک فتح ہوئے اور صحابہ ہر طرف جہانگیری و اعلاء کلمۃ اللہ میں کامیاب تھے۔ مدینہ میں ان دنوں دولت کی انتہا نہ رہی تھی۔ خزانے بھر گئے تھے۔ اور حضرت عثمانؓ جی کھول کے فیاضیاں کر رہے تھے۔ جو کوئی آ کے مانگتا آپ بے تکلف اجازت دے دیتے۔ چنانچہ ایک ایک شخص لاکھ لاکھ توڑے اٹھائے جاتا جن میں چار ہزار اوقیہ چاندی ہوتی۔

غلام آزاد کرنا۔

آپ کا معمول تھا کہ جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے۔ اور اگر کسی جمعہ میں اتفاقاً ناغہ ہو جاتا تو دوسرے

[۱] ترجمہ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۱۰

سادگی

ہمیشہ اُن کا معاوضہ فرما دیتے تھے۔ مہمانوں اور رفیقوں کو پُرتکلف کھانے کھلاتے تھے اور خود نہایت سرکہ اور زیتون پر بسر ہوتی۔ لباس بھی سادہ اور کم قیمت رہتا۔ سادگی کی یہ حالت تھی کہ مسجد میں بے تکلف چادر ڈال کے اس پر سو جاتے تھے اور عام لوگوں میں بیٹھتے تو اس وضع سے کہ کسی قسم کا امتیاز نہ نظر آتا۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں میں مسجد نبوی میں گیا تو دیکھا کہ حضرت عثمانؓ اپنی چادر پر ہاتھ ٹیکے بیٹھے تھے۔ اتنے میں دو شخص لڑتے ہوئے آئے اور آپ نے ان کا جھگڑا چکا دیا۔[۱]

خوف آخرت

ایک بار آپ نے ایک غلام سے کہا میں نے تیری گوشمالی کی تھی تو تو بھی میرا کان پکڑ کے مل دے۔ اس نے بحکم الامر فوق الادب آہستہ سے کان پکڑا تو فرمایا نہیں زور سے کان پکڑ کے مل دنیا کا قصاص قصاص آخرت سے اچھا ہے۔

صبر و شکر

قناعت اور صبر و شکر کی یہ شان تھی کہ چالیس دن محاصرہ رہا۔ دانہ پانی بند ہوا اور سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں مگر زبان سے شکایت کا کلمہ نہ نکلا۔ تمام اعزہ و احباب موجود تھے اور اکثر صحابہ اور ان کے بیٹے کہتے تھے کہ حکم ہو تو ہم نکلیں اور بلوائیوں سے مقابلہ کریں مگر اس کو پسند نہ فرمایا۔

رسول صلعم کی پیشین گوئی شہادت کی تصدیق

صحاح کی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے آپ کی شہادت کی پیشین گوئی فرما دی تھی۔ ایک بار ارشاد ہوا عثمانؓ کو خوشخبری سنا دو کہ وہ ایک ہنگامہ میں ثابت قدم رہیں گے۔ ایک بار حضرت طلحہؓ سے ارشاد ہوا ہر نبی کے ساتھ جنت میں اس کی امت میں سے کوئی رفیق ہوگا میرے رفیق عثمانؓ ہیں وہ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے۔ ان حدیثوں کی خود حضرت عثمانؓ کو پوری اطلاع تھی۔ چنانچہ محصوری کے زمانے میں آخر تک یہی کہتے رہے کہ "رسول اللہ صلعم نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے اور میں اس پر قائم ہوں۔"[۲]

ہر سال حج کیا

ایام خلافت میں بجز آخری سال کے ہر سال آپ حج کو جاتے تھے اور امہات المومنین کو ساتھ لیجا کر حج کراتے تھے۔ تمام شہروں میں لکھ بھیجا تھا کہ "جن لوگوں کو کچھ شکایت ہو موسم حج میں آکر مجھ سے ملیں۔ اچھے کام کریں اور برے کاموں سے بچیں۔ کمزور شخص اگر مظلوم ہو تو میں ہر زبردست کے مقابلے میں اس کے ساتھ ہوں۔"

۱ تاریخ الخلفاء۔ حالات حضرت عثمانؓ

۲ ابن اثیر جلد ۳۔ حالات حضرت عثمانؓ

۳ تاریخ الخلفاء۔ حالات حضرت عثمانؓ

خاندانِ نبوت کا احترام

اس کے بالکل روادار نہ تھے کہ خاندانِ نبوت سے کوئی گستاخی کرے۔ کسی شخص نے عم رسول اللہ ﷺ حضرت عباس کی توہین کی تھی، آپ نے اس کو مارا پیٹا اور فرمایا "بھلا یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو اپنے چچا کی تعظیم و تکریم کریں اور میں ان کی توہین گوارا کروں؟ ایسی بات کو جو گوارا کرے وہ رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہے۔"

کبوتر بازی اور غلیل بازی سے روکنا۔

مدینہ میں جب دولت و نعمت بہت بڑھی تو پہلی برائی یہ پیدا ہوئی کہ لوگوں کو کبوتر بازی اور غلیل بازی کا شوق ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے آٹھویں سال یہ برائی دیکھ کر ایک شخص کو مامور فرمایا کہ کبوتروں کے پر کاٹ دے اور غلیلوں کو توڑ ڈالے۔

مخالفین کی نفسیات
محمد بن حذیفہ

جو لوگ آپ کی مخالفت پر اٹھے ان میں شاذ و نادر ہی کوئی ہوگا جو خلوصِ نیت سے اصلاح کے لیے اٹھا ہو۔ بلکہ اکثر ذاتی اسباب سے آپ کے دشمن ہو گئے تھے۔ ان میں سب سے عجیب داستان محمد بن ابی حذیفہ کی ہے۔ ان کے والد ابو حذیفہ عبد شمس کے پرپوتے تھے اور بنی امیہ کے گروہ میں تھے۔ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تو محمد بن حذیفہ کو ایک یتیم بچہ چھوڑ گئے۔ حضرت عثمانؓ نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ شفقت پدری سے رکھا اور ناز و نعم سے پالا۔ ہاتھ پاؤں نکالے تو درخواست کی کہ مجھے کہیں کا والی مقرر کیجیے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "اگر تم اس کے اہل ہوتے تو میں تمہیں اس خدمت پر مقرر کر دیتا"۔ محمد نے کہا "تو اچھا مجھے باہر جانے کی اجازت دیجیے کہ اپنی کمائی سے کھاؤں"۔ حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی، خود ہی ان کے لیے زادِ راہ فراہم کیا، سواری اور سامانِ سفر کا بندوبست فرمایا۔ اور اس طرح رخصت کیا جس طرح کوئی باپ بیٹے کو رخصت کرتا ہے۔ وہ مدینہ چھوڑ کے مصر پہنچے اور وہاں پہنچتے ہی محض اس غصہ سے کہ انہیں کہیں کا والی نہیں مقرر کیا، ان لوگوں میں شامل ہو گئے جو حضرت عثمانؓ کے خلاف تھے اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رہے تھے۔

محمد بن ابی بکر

سالم بن عبداللہ بن عمر جو اپنے وقت کے امام حدیث اور سنت فقہائے روزگار میں تھے، ان سے کسی نے پوچھا "محمد بن ابی بکر حضرت عثمانؓ سے کیوں خلاف ہو گئے؟" فرمایا "محض غصہ اور لالچ کے باعث۔ اسلام میں ان کو ایک وقعت حاصل تھی، بعض گروہوں نے بہکایا اور ان میں ایک لالچ پیدا ہوا۔ ان میں ایک طرح کی سرہنگی و سرکشی تھی جس نے انہیں مستحق سزا ٹھہرایا اور حضرت عثمانؓ نے ان کی پیٹھ پر دُرّے لگائے۔ ان باتوں کا انجام یہ ہوا کہ محمد (ستودہ صفات) سے "مذمم" یعنی معیوب ہو گئے۔"

کعب بن ذی الحبکہ

کعب بن ذی الحبکہ نہدی جو عراق کے بلوائیوں کے ساتھ آیا تھا، اس کی حالت یہ تھی کہ گیند کھیلنے میں مصروف رہا کرتا۔ حضرت عثمانؓ نے سنا تو اپنے عامل ولید کو لکھا "اسے مارو اور اذیت پہنچاؤ کہ

اس عنوبت سے باز آئے۔ ولید نے اس کو سزا دی۔ اور لوگوں میں اعلان کر دیا کہ جو کوئی اس طرح تضیع اوقات کرے گا مستوجب سزا ہوگا۔ اور حضرت عثمانؓ کا خط عام لوگوں میں سامنے پڑھ کے سُنا دیا کعب اس سزا یابی پر برہم تھا چنانچہ اسی جوش میں آپ سے انتقام لینے کے لیے مدینے میں آیا۔

عمیر بن ضابی

عمیر بن ضابی جو آپ سے قتل کرنے کے لیے مدینے پر نرغہ کر کے چڑھ آیا تھا اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے باپ ضابی بن حرث برجمی نے اُن دنوں جبکہ ولید بن عقبہ والی کوفہ تھے چند انصار سے عاریۃً ایک شکاری کتیا حاصل کی جو ہرنوں کا شکار کرتی تھی۔ اور اس کے واپس کرنے میں لیت و لعل کرنے لگا۔ انصار نے اپنی کتیا زبردستی چھین لی۔ یوں زور نہ چلا تو اُس نے انصار کی ہجو میں تین شعر کہے جن میں سے آخری شعر کا یہ مطلب تھا کہ "اپنی کتیا کو نہ چھوڑو۔ وہ تو تمھاری ماں ہے۔ اور ماں کو عاق کرنا بڑا بھاری گناہ ہے"۔ انصار نے اس کی شکایت حضرت عثمانؓ کی خدمت میں کی۔ آپ نے اُس کو سزا دی اور قید کر دیا۔ اسی قید میں وہ انتقال کر گیا۔ اور باپ کا بدلہ لینے کو عمیر باغیوں کے ساتھ مدینے میں آیا۔

کمیل بن زیاد

بلوائیوں میں کمیل بن زیاد بھی تھا اس نے ایک بار حضرت عثمانؓ کے سامنے کچھ گستاخی اور دریدہ دہنی کی تھی۔ آپ نے اُس کے مُنہ پر ایک تھپڑ مار دیا۔ وہ لڑھک کے چوتڑ کے بل زمین پر جا گرا۔ اور بولا "امیر المومنین آپ نے مجھے اذیت پہونچائی"۔ آپ نے فرمایا "تو کیا تم نے گستاخی نہیں کی؟" اس نے کہا "نہیں خدا کی قسم میں نے گستاخی نہیں کی"۔ آپ نے فرمایا "ایسا ہے تو تم بھی مجھے معاف کرو"۔ اس نے زبان سے معاف کر دیا مگر دل سے بغض نہ نکلا اور موقع پاتے ہی دشمنی پر آمادہ ہو گیا۔

حضرت علیؓ کی برات۔

آپ کی شہادت کے بعد بنی اُمیہ نے علی العموم اور ان تمام لوگوں نے جو حضرت عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کو اُٹھے تھے اس ہنگامہ کا سارا بار حضرت علیؓ کے سر ڈال دیا مگر حضرت علیؓ کو ہمیشہ اس سے انکار رہا۔ اور اپنی براءت کرتے رہے چنانچہ حسان بن زید کہتے ہیں "میں نے حضرت علیؓ کو خطبے میں آواز بلند یہ فرماتے سُنا کہ لوگو۔ تم لوگ میرے اور عثمانؓ کے بارے میں دریدہ دہنی کرتے ہو۔ مگر میری اور اُن کی مثال وہی ہے جو خدا تعالیٰ نے فرمادی ہے کہ "ونزعنا مافی صدورهم من غل اخوانا علی سرر متقابلین" (ان کے دلوں میں جو کھوٹ تھا اس کو ہم نے کھینچ کے نکال ڈالا۔ وہ بھائی بھائی ہیں اور ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھتے ہیں)

تمام اچھے لوگ آپ کے خون سے بری تھے۔

بہرحال آپ کو جن لوگوں نے شہید کیا بندۂ غرض اور ہوس کے دام میں اسیر تھے۔ ورنہ اس عہد کے جتنے اچھے لوگ تھے آپ کے فضل و کمال کے معترف اور آپ کی خوبیوں کے مقر تھے۔ اور اپنے آپ کو اس سے بچاتے تھے کہ دشمنان عثمانؓ میں اُن کا نام شامل کیا جائے۔

باب ششم

خلافت علی مرتضیٰؓ

پہلی فصل

حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت

اختلاف صحابہ۔ شہادت عثمانؓ کے بعد دوسرا دن۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت بربنائے روایت اولیٰ
دوسری روایت۔ مدینہ کی حالت۔ انتخاب خلیفہ میں اختلاف۔ سعدؓ کا خلافت سے انکار۔ حضرت علیؓ کا مجبوری
قبول کرنا۔ طلحہ و زبیر پر جبر۔ حضرت علیؓ کا خطبہ۔ طلحہ و زبیر کی علانیہ بیعت۔ سعد اور عبداللہ ابن عمرؓ کا قول۔
جن اکابر صحابہ نے بیعت نہیں کی۔ بیعت کرنے والوں کی شرط۔ حضرت علیؓ کی تقریر۔ قتل عثمانؓ کی تحقیق۔
قاتلین عثمانؓ کو سزا دینے پر حضرت عثمانؓ کا عذر۔ حضرت علیؓ سے ناراضی کا آغاز۔ حضرت علیؓ کی استمالت۔
فتنہ جو غلاموں کی روک۔ بدویوں کی ناراضی۔ ان دونوں کی کوشش۔ طلحہ و زبیر کو مدینہ میں روکنا۔ مغیرہؓ کا
مشورہ حضرت علیؓ کو۔ عبداللہ بن عباسؓ کا مشورہ۔ حضرت علیؓ کا انکار۔ ابن عباسؓ کا حکومت شام سے
انکار۔ بیعت علیؓ کی اطلاع۔ دنیائے اسلام میں معاویہ کا انکار اور مغیرہ کا حکومت شام لینے میں عذر۔
اس زمانے کے والیان ملک۔ حضرت علیؓ کے جدید والی۔ جدید والی شام کی ناکامی۔ مصر کی حالت
بصرے کی حالت۔ کوفہ کی حالت۔ یمن کا حال۔ حضرت علیؓ کی تجویز۔ اہل کوفہ کی اطاعت۔ معاویہ کے پاس
حضرت علیؓ کا خط۔ معاویہ کا جواب۔ اس جواب کے مدینے میں پہنچنے کی شان۔ مدینہ میں قاصد معاویہ کی
شورش۔ حضرت حسنؓ اور حضرت علیؓ میں گفتگو۔ مغیرہ کی علیحدگی۔ اہل مدینہ کی لشکر طلحہ و زبیر کی امید میں۔
ان کا مدینہ سے نکل جانا۔ فوج کشی و ترتیب لشکر۔ حضرت علیؓ کا خطبہ اعلان جنگ۔ حضرت عائشہؓ و طلحہ و زبیر
کی مخالفت کی اطلاع۔ اہل مدینہ کی سستی۔ ابن عمر کی علیحدگی۔ ان کا مدینہ سے بھاگ جانا۔ حضرت
علیؓ کا تردد اور اطمینان۔

اختلاف صحابہ۔
شہادت عثمانؓ کے بعد دوسرا دن۔
حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت بزور۔ روایت اول
دوسری روایت
مدینہ کی حالت

یہ نہایت نازک زمانہ تھا جو صحابہ میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور اُس کے نتیجے میں ایسی مختلف اور متضاد روایتیں سلف کی کتابوں میں درج ہیں کہ اُن سے کسی صحیح نتیجہ تک پہونچنا غیر ممکن ہے۔

ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کے دوسرے دن صبح کو تمام صحابہ مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ اور ہر طرف سے طلحہ و زبیر کو الزام دیا جانے لگا۔ انھوں نے گول گول تقریریں کیں جن میں کچھ تو حضرت عثمانؓ کو الزام دیا کچھ ان کی برأت کی۔ اور آخر میں کہا "اب اس جھگڑے کو چھوڑ دو"۔ اور زبیر نے یہ بھی کہا کہ "علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرو جس سے ہم سب راضی ہیں"۔ بعد ازاں سب حضرات علیؓ کے پاس اُن کے گھر میں آئے۔ اور باوجود آپ کے انکار کے بیعت کرنے پر مُصر ہوئے۔ آپ نے فرمایا "یہ تمہارا نہیں اہل شوریٰ و اہل بدر کا کام ہے"۔ یہ جواب سُن کر واپس آ گئے مگر راستے میں باہم کہا "عثمانؓ کے مارے جانے کی خبر دنیا میں مشہور ہو گی اور کسی کے جانشین منتخب ہونے کی خبر لوگ اس کے ساتھ نہ سنیں گے تو ہر جگہ ہنگامہ مچ جائے گا لہٰذا پھر علیؓ کے پاس چلو اور بیعت کیے بغیر وہاں سے نہ ٹلو"۔ چنانچہ پھر حضرت علیؓ کے پاس پہونچے اور اشتر نخعی کو مجبور کر کے اُس سے کہلایا۔ حضرت علیؓ نے اُسے بھی وہی جواب دیا مگر اس نے ڈرا دھمکا کے اور بے انتہا گھسیٹ کے حضرت علیؓ کو مجبور کر دیا اور سب آپ کو بیعت کرنے کے لیے مسجد میں لائے۔ جہاں سب سے پہلے طلحہؓ نے بیعت کی۔ اور چونکہ اُن کا ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا کسی نے "انا للہ" کہہ کے کہا "جس ہاتھ نے سب سے پہلے بیعت کو ہاتھ بڑھایا لنجا ہے۔ خدا خیر کرے"۔ طلحہؓ کے بعد زبیرؓ نے بیعت کی۔ حضرت علیؓ نے اُن سے یہ بھی فرمایا کہ "اگر تم دونوں سچے دل سے بیعت کرتے ہو تو کرو ورنہ کہو میں خود تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں"۔ مگر انھوں نے کہا "نہیں ہم آپ ہی کو خلیفہ بنائیں گے"۔ لیکن چار مہینے کے بعد بھاگ کر مکہ معظمہ میں ہو رہے اور بیعت توڑ دی۔[1]

مگر دوسری روایت جس کی دیگر واقعات سے بھی توثیق ہوتی ہے یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کے بعد پانچ دن مدینے میں طوائف الملوکی تھی۔ اور بلوائیوں کا سرغنہ غافقی بن حرب گویا مدینے کا حاکم تھا۔ سب اُس سے آ آ کر کہتے تھے کہ کسی کو خلیفہ مقرر کرو۔ مگر اکابر صحابہ میں سے جس کے پاس جاتے وہ پناہ مانگتا اور انکار کرتا۔ حضرت طلحہ کو ان لوگوں نے ایک احاطے میں پایا۔ حضرات سعد و زبیر کو مدینے کے باہر کسی طرف جاتے دیکھا۔ بنی امیہ کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ ان میں سے

[1] الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۴۱-۴۲

جن جن لوگوں سے بن پڑا بھاگ گئے۔ فقط وہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جو جانے سے معذور تھے اور ان کے بڑے رکن سعید اور ولید اور مروان بھاگ کے مکے پہونچ گئے۔

انتخاب خلیفہ میں اختلاف۔

اسی حالت میں مصر والے حضرت علیؓ کے پاس اور کوفے والے حضرت زبیرؓ کے پاس اور بصرے والے حضرت طلحہ کے پاس گئے مگر کوئی صاحب نہ ملے۔ بدمعاش بلوائیوں کی یہ بات تھی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے پر تو سب متفق تھے مگر اس میں باہم اختلاف تھا کہ کسے خلیفہ بنائیں جب تینوں بزرگوں کی طرف سے انکار ہوا تو سب حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس پہونچے اور کہا آپ خلافت کو قبول کیجیے انھوں نے کہا میں اپنی اور عبداللہ بن عمر کی طرف سے انکار کیے دیتا ہوں۔ ہم دونوں میں سے کسی کو خلافت کی ضرورت نہیں ہے"

سعد کا خلافت سے انکار۔

ہر طرف سے قطعاً انکار ہوا تو سب گھبرا گئے اور سخت پریشانی کے ساتھ ایک دوسرے سے کہنے لگے اگر ہم بغیر کسی امام کو مقرر کیے واپس گئے تو کسی طرح جھگڑا نہ مٹے گا آخر سب نے اپنے مدینے کے رفیقوں کو جمع کیا اور ان سے کہا تم اس سرزمین کے رہنے والے اور امامت قائم کرنے کے ذمہ دار ہو اور ہم تمھارے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ لہٰذا غور کر کے کسی کو خلیفہ منتخب کرو۔ اس کے لیے ہم تم کو ایک دن کی مہلت دیتے ہیں اس مدت کے اندر تم نے فیصلہ نہ کر لیا تو کل ہم علیؓ طلحہؓ زبیرؓ اور اور بہت سے لوگوں کی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیں گے"

اس کا انجام یہ ہوا کہ بہت سے لوگ جو غالباً اہل مصر تھے زغہ کر کے حضرت علیؓ کے دروازے پر پہونچے اور کہا "ہم تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے" حضرت علیؓ نے عذر کیا مگر سب نے قسمیں دلانا شروع کیں۔ اور کہا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم کس آفت میں پھنس گئے ہیں؟ اور اسلام کیسی تباہی کی حالت میں ہے؟ مجبوراً حضرت علیؓ نے آمادگی ظاہر کی مگر یہ شرط لے کر کہ ہر امر میں ان کو آپ کی پیروی و فرماں برداری کرنا پڑے گی۔ اور اسی مجمع پر یہ بھی فرمایا کہ اگر تم کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کر لو تو بہتر ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سب سے زیادہ اس کی اطاعت کروں گا"

حضرت علیؓ کا بیعت کو قبول کرنا۔

اسی پر سب لوگ جمعہ کے دن کو عام بیعت کے لیے مقرر کر کے چلے گئے اور اپنی جگہ جا کے باہم یہ رائے قرار دی کہ طلحہؓ اور زبیرؓ سے جس طرح بنے بیعت کرا لی جائے انھوں نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو پھر کوئی جھگڑا نہ باقی رہے گا چنانچہ بصرے والوں نے حکیم بن جبلہ کو زبیرؓ کے پاس بھیجا۔ اس نے آپ کو تلوار سے دھمکایا۔ اور زبردستی لا کے بیعت کرا لی۔ حضرت طلحہ کے پاس اشتر نخعی اپنے چند رفیقوں کے ساتھ گیا اور انھوں نے ہزار عذر کیا ایک نہ مانا۔ زبردستی ڈھکیلتا ہوا لایا۔

طلحہ و زبیر پر جبر۔

اور انھوں نے بھی اسی شان سے آکر بیعت کی۔

اب جمعہ کا مقررہ دن آیا اور بلوائیوں کے ساتھ تمام اہل مدینہ بھی مسجد نبوی میں جمع ہو گئے۔ اہل کوفہ و بصرہ اس وقت تک طلحہ و زبیر کے خیال میں تھے بلکہ انھیں اندیشہ تھا کہ مصر والے اہل مدینہ کو بھی اپنا ہم خیال بنا کے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرا دیں۔ اتنے میں حضرت علیؓ آئے اور منبر پر چڑھ کے یہ تقریر کی۔ "لوگو۔ جانشین رسولؐ کو تمھارے عام اتفاق اور تمھاری اجازت سے ہونا چاہیے۔ یہ خاص تمھارا معاملہ ہے کسی اور کو اس میں دخل نہیں۔ کل ہم ایک امر قرار دے کر جدا ہو گئے۔ میں پسند نہ کرتا تھا مگر تم نے بجز اس کے کہ میں ہی تمھارا حاکم بنوں کسی بات کو نہ مانا۔ خوب سمجھ لو کہ مجھے تمھارے مقابلے میں فقط اتنا امتیاز رہے گا کہ تمھارے مال کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی مجھے حق نہیں کہ ایک درہم بھی اپنے لیے لوں۔ اگر تم اس کو قبول کرتے ہو تو مجھے خلیفہ ہونا منظور ہے۔" سب نے باواز بلند کہا "ہم سب اسی رائے پر قائم ہیں جس کو طے کر کے کل جدا ہوے تھے۔" ان کے اس جواب پر حضرت علیؓ نے فرمایا "خداوندا! تو گواہ رہ۔"

حضرت علیؓ کا خطبہ

اب لوگوں نے طلحہ کو بیعت کے لیے بڑھایا۔ انھوں نے ہاتھ بڑھاتے وقت کہا "میں اپنی مرضی کے خلاف بیعت کرتا ہوں۔" پھر زبیر لائے گئے اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ انھوں نے بھی وہی فقرہ کہہ کے بیعت کی۔ بعد ازاں اور لوگ لائے گئے جن کو بیعت کرنے میں تامل تھا اور ان سے بھی بیعت کرائی گئی۔ سعد بن ابی وقاصؓ آئے اور حضرت علیؓ نے ان سے بیعت لینا چاہی۔ انھوں نے کہا "جب تک سب لوگ بیعت نہ کرلیں میں بیعت نہ کروں گا۔ اور آپ میری طرف سے کسی قسم کا اندیشہ نہ کریں۔" حضرت علیؓ نے ان کا عذر قبول کر لیا۔ اب لوگ عبداللہ بن عمر کو پکڑ لائے اور کہا بیعت کرو۔ انھوں نے بھی وہی کہا جو سعد نے کہا تھا کہ "جب تک سب لوگ بیعت نہ کریں میں بیعت نہ کروں گا۔" حضرت علیؓ نے کہا "تو اپنا کوئی ضامن پیش کرو۔" انھوں نے کہا "میرا ضامن کوئی نہیں ہے۔" اس جواب پر اشتر نے بگڑ کے حضرت علیؓ سے کہا "اجازت ہو کہ اس کا سر اڑا دوں۔" مگر حضرت علیؓ نے فرمایا "ان کا ضامن میں خود ہوں۔"

طلحہ و زبیر کی علانیہ بیعت

سعد اور عبداللہ بن عمر کا تامل۔

انصار کی نسبت کہا جاتا ہے کہ بجز چند کے سب نے بیعت کر لی۔ مگر مندرجۂ ذیل لوگوں نے جو اکابر انصار تھے بیعت نہیں کی۔ حسان بن ثابت۔ کعب بن مالک۔ مسلمہ بن مخلد۔ ابو سعید خدری۔ محمد بن مسلمہ۔ نعمان بن بشیر۔ زید بن ثابت۔ رافع بن خدیج۔ فضالہ بن عبید۔ اور کعب بن عجرہ یہ سب حضرات حضرت عثمانؓ کے طرفدار تھے۔ مذکورۂ حضرات کے علاوہ نامور صحابہ میں سے عبداللہ ابن سلام

جن اکابر صحابہ نے بیعت نہیں کی

صہیب بن سنان، سلمہ بن سلامہ، اسامہ بن زید، قدامہ بن مظعون اور مغیرہ بن شعبہ نے بھی بیعت نہیں کی۔

بیعت کرنے والوں کی شرط

جن اکابر صحابہ نے بیعت کی بھی تو یہ اقرار لے کر بیعت کی کہ "کلام اللہ قریب و بعید اور قوی و ضعیف سب پر قائم کیا جائے"۔ خاص لوگ بیعت کر چکے تو عوام سے بیعت لی جانے لگی اور یہی سمجھا گیا کہ سابق کے طرز عمل کے مطابق اہل مدینہ ہی کی ہاتھ سے حضرت علیؓ کی خلافت کی بنیاد پڑی۔ الغرض اس طرح ۲۵ ذی الحجہ ۳۵ھ کو امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ خلیفہ اور ساری دنیائے اسلام کے حاکم اور نائب رسول منتخب ہوئے۔

حضرت علیؓ کی تقریر

بیعت کی تکمیل کے بعد حضرت علیؓ نے ایک تقریر کی جس کا مضمون حمد و ثنائے الٰہی کے بعد یہ تھا "خدا نے ہدایت کرنے والی کتاب نازل کی جس میں بھلائی اور برائی کو ظاہر کر دیا۔ لہذا بھلائی کو اختیار کرو اور برائی کو چھوڑ دو۔ اور اپنے فرضوں کو بجا لاؤ مسلمان وہ ہے جو مسلمانوں کو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے بچائے۔ بجز اس صورت کے کہ حق اس کے خلاف ہو مسلمانوں کا خون حلال نہیں ہے بجز اس کے کہ از روئے شرع کسی کا قتل کرنا جائز ہو جائے"۔[۱]

قاتلین عثمانؓ کی تحقیق

اس کے بعد حضرت علیؓ قاتلین عثمانؓ کی تحقیقات کے لیے حضرت نائلہ کے پاس گئے انھوں نے کہا "کچھ لوگ گھس آئے جن کا نام میں نہیں جانتی صورت دیکھوں تو پہچان لوں۔ مگر ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھے"۔ حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکر سے پوچھا۔ انھوں نے کہا "نائلہ سچی ہیں۔ میں گیا بیشک تھا۔ مگر جیسے ہی انھوں نے میرے باپ کا نام لیا میں پلٹ آیا اور اب میں اس گناہ سے خدا کی درگاہ میں توبہ کرتا ہوں لیکن یہ عرض ہے کہ میں نے نہ ان کو قتل کیا نہ قتل کرنے میں مدد دی"۔ نائلہ نے کہا "ہاں یہ سچ ہے مگر قاتلوں کو یہی اپنے ساتھ لائے تھے"۔ حضرت علیؓ نے اسی پر تفتیش کی کارروائی ختم کر دی۔ بلکہ اس کے بعد جب ولید بن عقبہ نے آپ سے جا کے پوچھا کہ آپ نے قاتلین عثمانؓ کے بارے میں کیا کارروائی کی؟ تو فرمایا "میں نے نہ اس کا حکم دیا نہ اس سے منع کیا نہ اس پر مجھے خوشی ہوئی۔ نہ برا معلوم ہوا"۔ پھر آپ نے قاتلین عثمانؓ کو امان دے دی اگرچہ ان سے راضی بھی نہ تھے۔[۲]

قاتلین عثمانؓ کو سزا دینے پر حضرت علیؓ کا عذر

اس کارروائی کے بعد حضرت علیؓ گھر میں واپس تشریف لے گئے تو طلحہؓ اور زبیرؓ اور چند اور صحابہ آ کر ملے اور کہا ہم نے بیعت کرتے وقت شرط کر لی ہے کہ قرآن کے حدود قائم کیے جائیں۔ آپ

---

[۱] ابن اثیر جلد سوم واقعہ بیعت حضرت علیؓ

[۲] الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۴۲۔

جانتے ہیں کہ یہ سب لوگ عثمانؓ کے قتل کرنے میں شریک تھے۔ اور ان کے خون کو انھوں نے جائز کر لیا ہے۔" حضرت علیؓ نے فرمایا "جو آپ صاحبوں کے ذہن میں ہے اس سے میں ناواقف نہیں ہوں۔ مگر ان لوگوں کے ساتھ کیا کارروائی کی جائے جن پر ہماری حکومت نہیں بلکہ وہ خود ہم پر حکومت کر رہے ہیں۔ آفت تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے ساتھ ہمارے نوجوانوں کو بھی اکٹھا کر دیا ہے اور بہت سے بدوی عرب بھی ان میں آ کے شامل ہو گئے ہیں۔ لہذا جس بات کی آپ خواہش کرتے ہیں اس کا بھلا ابھی کچھ بھی موقع ہے؟" سب نے کہا "نہیں" تب حضرت علیؓ نے فرمایا "بخدا میں بھی وہی چاہتا ہوں جو تم چاہتے ہو لیکن اس پر عملدرآمد اس وقت ہوگا جب خدا چاہے گا یہ تو ایک جاہلیت کا سا واقعہ ہے۔ ابھی اسی وقت اس معاملہ کو چھیڑ دیا گیا تو طرح طرح کے خیالات پیدا ہوں گے۔ ایک گروہ آپ کا مؤید ہوگا ایک آپ کے خلاف۔ اور ایک نہ ادھر نہ ادھر۔ ابھی ٹھہریے۔ دیکھیے آئندہ کیا پیش آتا ہے۔ پھر ایک زمانے کے بعد جب سکون پیدا ہو جائے گا لوگوں کے حواس ٹھکانے ہوں گے۔ اس وقت اگر آپ کہیں گے تو دیکھا جائے گا۔" آپ کا یہ جواب سن کر سب چلے گئے۔

حضرت علیؓ سے ناراضگی کا آغاز

اب حضرت علیؓ نے قریش کو کہیں جانے سے روکا مگر بنی امیہ کے بھاگ جانے سے تردد ہوا بعد ازاں اور لوگ بھی منتشر ہونے لگے جن میں سے بعض کا تو یہ قول تھا کہ جو کچھ حضرت علیؓ نے فرمایا درست ہے۔ مگر بعض کہنے لگے "ہم نے جس عہد پر بیعت کی ہے اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ لہذا ہم بیعت کو توڑ دیں گے علیؓ میں خود رائی ہے اور اپنی رائے کے آگے وہ کسی کی نہیں سنتے اور ان کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریش کے حق میں اوروں سے زیادہ سخت ہیں۔"

حضرت علیؓ کی استمالت

حضرت علیؓ نے جو یہ حال سنا تو مجمع عام میں ایک تقریر فرمائی جس میں قریش کے فضائل بیان کیے اور کہا "مجھے قریش کی حاجت ہے۔ میری نظر انھیں کی طرف رہتی ہے اور ان کی حمایت کرتا ہوں" اور چونکہ حضرت عثمانؓ کی

فتنہ جو غلاموں کی سرکشی

شہادت کے ہنگامے میں اہل مدینہ کے اکثر غلام اپنے مالکوں کو چھوڑ کے بلوائیوں میں شریک ہو گئے تھے اس لیے آپ نے بہ آواز بلند فرمایا "جو غلام اپنے مالک کے پاس واپس نہ آ جائے

بدویوں کی ناراضگی

اس سے میں بری ہوں۔" غلاموں کی نسبت حضرت علیؓ کا یہ حکم مشہور ہوا تو بدویوں نے آپس میں کہا کہ اگر بیرونی بدوی اشتعال دے رہے تھے تو کیا اثر ہوا کل ہمارے ساتھ بھی یہی سلوک ہوگا جو آج غلاموں کے ساتھ ہوا ہے۔ اور ہماری کچھ نہ سنی جائے گی۔" یہ رنگ دیکھ کر حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ بدویوں

بدویوں کی سرکشی

کو اپنے شہر سے نکال دیں مگر غلاموں اور بدویوں دونوں نے فرمان خلافت پر عمل کرنے سے انکار کیا

طلحہ اور زبیر کو مدینہ میں روک لیا

اور حضرت علیؓ نے طلحہؓ و زبیرؓ و دیگر صحابہ سے فرمایا "اب آپ سب صاحب عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کی کارروائی سے دست بردار ہو جائیں"۔

بعد ازاں طلحہ و زبیر نے حضرت علیؓ سے کہا ہمیں اجازت دیجیے کہ بصرے اور کوفے میں جا کر وہاں سے سواروں کا لشکر لے آئیں، مگر حضرت علیؓ نے اس کو ٹالا۔

مغیرہ کا مشورہ حضرت علیؓ کو

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں میں حضرت عثمانؓ کے مارے جانے کے بعد حج کر کے مکے سے واپس آیا تو حضرت علیؓ کے پاس گیا۔ وہاں دیکھا کہ آپ مغیرہ بن شعبہ سے باتیں کر رہے ہیں۔ میرے جاتے ہی مغیرہ اٹھ کر چلے گئے اور میں نے پوچھا انھوں نے آپ سے کیا کہا؟ فرمایا "انھوں نے آج سے پہلے مجھے مشورہ دیا تھا کہ معاویہ اور ابن عامر کو اور تمام والیان ملک کو ابھی ان کے عہدوں پر بحال رکھنا چاہیے۔ پھر جب سب شہروں کے لوگ آپ کی خلافت کا اقرار کر لیں اور ہر جگہ خاموشی ہو جائے تو آپ جو رد و بدل چاہیں فرمائیں، اور جسے چاہیں معزول کریں۔ مگر میں نے نہ مانا اور کہا کہ "میں مداہنت نہ کروں گا اور دین کے معاملے میں مجھ سے سستی نہیں ہو سکتی" تب انھوں نے کہا اچھا تو اور جسے چاہیے معزول کر دیجیے مگر معاویہ کو ابھی رہنے دیجیے۔ ان میں ایک قسم کی جرأت ہے اور اہل شام ان کے مطیع و منقاد ہیں، اور آپ کے لیے یہ حجت کافی ہے کہ ان کو عمر بن الخطاب نے مقرر کیا تھا، عثمانؓ ہی کے مقرر کیے ہوئے والیوں میں نہیں ہیں۔ میں نے کہا ہرگز نہیں معاویہ سے تو میں دو دن بھی کام نہ لوں گا۔ اس کے بعد وہ چلے گئے اور آج آ کر یہ کہہ گئے کہ "میں اس معاملہ میں غلطی پر تھا اور غور کرنے کے بعد اس نتیجہ کو پہونچا کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہی مناسب ہے"۔

عبداللہ بن عباس کا مشورہ۔

حضرت علیؓ کی زبان سے یہ واقعات سن کر میں نے کہا "انھوں نے پہلی مرتبہ آپ کو صحیح رائے دی تھی۔ اور اب کی آ کے آپ کو فریب دے گئے ہیں"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "یہ رائے کیسے درست ہو سکتی ہے؟" میں نے کہا "اس طرح کہ معاویہ وغیرہ اہل دنیا ہیں۔ ان کو ان کے عہدوں پر رکھا گیا تو پروا بھی نہ کریں گے کہ کس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا اور کون خلیفہ ہوا لیکن اگر وہ معزول کیے گئے تو تو غل مچائیں گے کہ بغیر صحیح مشورے کے خلافت لے لی گئی اور انھیں نے ہمارے خاندان کے خلیفہ کو مار ڈالا۔ فوراً لوگوں کو آپ کی مخالفت پر ابھاریں گے اور شام و عراق آپ کے قبضے سے نکل جائیں گے۔ ماسوا اس کے میں طلحہ اور زبیر کی طرف سے بھی مطمئن نہیں ہوں بہر تقدیر میری رائے یہی ہے کہ ابھی معاویہ کو ان کی خدمت پر رہنے دیجیے، اور جب وہ آپ کی بیعت کو قبول کر لیں گے تو میرا ذمہ کہ جس رتبے کو پہونچے ہوئے ہیں اس سے ان کو اکھاڑ کے

"پھینک دوں گا۔" مگر حضرت علیؓ نے نہ مانا اور فرمایا "میرے پاس معاویہ کے لیے خدا کی قسم بجز تلوار کے کچھ نہیں ہے۔" میں نے پھر کہا "امیر المومنین آپ کے بہادر ہونے میں شک نہیں۔ مگر لڑائی میں آپ صاحب الرائے نہیں ہیں۔ آپ نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہوگا کہ لڑائی دھوکا دینے کا نام ہے۔" حضرت علیؓ نے اس حدیث کو قبول کیا۔ مگر حضرت ابن عباس کے مشورے کو کسی طرح نہ مانا۔ اور آخر میں فرمایا "تم ہی ملک شام میں جاؤ۔ میں تم کو وہاں کا والی و حاکم مقرر کرتا ہوں۔" ابن عباس کو اس کی جرأت نہ ہوئی اور کہا "وہاں معاویہ کے ہاتھ میں سارا اختیار ہے۔ مجھے تو اندیشہ ہے کہ معاویہ سے حکومت لینا درکنار عثمانؓ کے خون کے انتقام میں وہ میری گردن نہ مار دیں۔ یا کم سے کم قید ہی کر دیں۔ آپ پہلے معاویہ کو لکھیے۔ دیکھیے وہ معزولی کو قبول بھی کرتے ہیں یا نہیں۔"[1]

حضرت علیؓ کا انکار۔

ابن عباس کا حکومت شام سے انکار۔

تب حضرت علیؓ نے اپنی بیعت کی اطلاع تمام ملکوں اور کل والیان ملک کو کی۔ ہر جگہ سے یہی خبر آئی کہ آپ کی بیعت قبول کی گئی۔ اور لوگ مطیع و منقاد ہیں۔ بجز شام کے جہاں معلوم ہوا کہ آپ کی بیعت نہیں قبول کی گئی۔ تب حضرت علیؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو بلا کے فرمایا "تم شام میں جاؤ۔ میں تم کو وہاں کا حاکم مقرر کرتا ہوں۔" انھوں نے کہا "موجودہ حالت میں مجھ سے ایسی جرأت نہیں ہو سکتی۔ لیکن آپ ان کو سند حکومت شام بھیج کر پہلے اپنا مطیع بنا لیں پھر دیکھا جائے گا۔"[2]

بیعت علیؓ کی اطلاع دیار اسلام میں۔

معاویہ کا انکار اور مغیرہ کا حکومت شام لینے میں عذر۔

جس وقت حضرت علیؓ نے عنان خلافت ہاتھ میں لی۔ بہ قلمرو خلافت کے ملکوں میں گذشتہ خلافت کے سلسلہ والی حسب ذیل تھے۔ مکہ میں عبداللہ بن حضرمی۔ طائف میں قاسم بن ربیعہ الثقفی۔ صنعاء میں یعلی بن منبہ۔ جیش کا یمن میں عبداللہ بن ربیعہ۔ بصرے میں عبداللہ بن عامر جو وہاں سے چلے آئے تھے اور ان کی جگہ ابھی کوئی نہیں مقرر ہوا تھا۔ شام میں معاویہ بن ابی سفیان اور ان کی جانب سے دمشق میں عبدالرحمٰن بن خالد۔ قنسرین میں حبیب بن مسلمہ فہری۔ اردن میں ابوالاعور سلمی۔ فلسطین میں علقمہ بن حکیم کنانی۔ اور شام کے امیر البحر عبداللہ بن قیس فزاری تھے۔ شام کے علاوہ کوفے میں عامل نماز ابوموسیٰ اشعری اور عامل خراج جابر مزنی تھے۔ کوفے کے دوسرے حصہ پہ عامل خراج قعقاع بن عمرو تھے۔ علاقہ الجزیرہ کے شہر قرقیسیا کے والی جریر بن عبداللہ تھے۔ آذربائجان میں اشعث بن قیس کندی تھے۔ حلوان میں عتبہ بن نہاس تھے۔ ماہ میں مالک بن حبیب تھے۔

اس زمانے کے والیان ملک۔

[1] ابن اثیر جلد ۳۔ حالات بیعت حضرت علیؓ

[2] الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۴۴ ۔

ہمدان میں بشیر تھے۔ رے میں سعید بن قیس تھے۔ اصفہان میں سائب بن اقرع تھے۔ ماسبذان میں خنیس تھے۔ خاص مدینے میں بیت المال کے افسر عقبہ بن عامر تھے اور قاضی اسلام زید بن ثابت تھے۔

حضرت علیؓ کے جدید والی۔

اب ذی الحجہ کا خوفناک مہینہ گذر گیا جس نے دنیائے اسلام میں یہ تہلکہ ڈال دیا تھا اور ۳۶ھ شروع ہوا جس کے آغاز ہی میں حضرت علیؓ نے اپنی طرف سے عامل و والی مقرر فرما کے روانہ کیے۔ چنانچہ عثمان بن حنیف کو بصرے پر، عمارہ بن شہاب کو کوفے پر، عبیداللہ بن عباس کو یمن پر، قیس بن سعد کو مصر پر، سہیل بن حنیف کو شام پر مقرر فرما کے بھیج دیا۔

جدید والیٔ شام کی ناکامی۔

سہیل شہر تبوک تک پہونچے تھے کہ چند سوار ملے جنھوں نے ان سے پوچھا "تم کون ہو؟" کہا "امیر" پوچھا "کہاں کے امیر؟" کہا "شام کے"۔ انھوں نے کہا "اگر عثمانؓ کے مقرر کیے ہوئے ہو تو مرحبا اور اگر کسی اور نے بھیجا ہے تو الٹے پاؤں واپس جاؤ"۔ سہیل نے کہا "کیا تم نے نہیں سنا کہ خلافت میں کیا انقلاب ہو گیا؟" ان سواروں نے کہا "سب سن چکے ہیں"۔ غرض یہیں سے شام کی حالت معلوم کر کے سہیل مدینے میں پلٹ آئے اور جو کچھ پیش آیا تھا حضرت علیؓ سے بیان کر دیا۔

مصر کی حالت۔

قیس بن سعد جو مصر کے والی مقرر ہو کے گئے تھے شہر ایلہ تک گئے تھے کہ انھیں بھی کچھ سوار ملے اور ان کی صورت دیکھ کے پوچھا "تم کون ہو؟" کہا "میں قاتلین عثمانؓ میں سے ہوں اور کسی ایسے کو ڈھونڈھتا ہوں جس کے یہاں پناہ لوں اور وہ میری مدد کرے"۔ ان لوگوں نے ان کا نام پوچھا اور کہا "مصر میں چلے جاؤ وہاں امان مل جائے گی"۔ اس کے بعد قیس مصر میں پہونچے تو دیکھا کہ لوگوں کے کئی گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک گروہ مقام خربتا میں چلا گیا ہے جو لوگ کہتے تھے کہ ہم قاتلین عثمانؓ سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ اور ایک گروہ حضرت علیؓ کا طرفدار ہے۔ قیس اسی گروہ میں شریک ہو گئے اور حضرت علیؓ کو وہاں کی حالت لکھ بھیجی۔

بصرے کی حالت۔

عثمان بن حنیف بغیر کسی روک ٹوک کے بصرے میں داخل ہو گئے۔ سابق عامل ابن عامر کو کسی گروہ سے تعلق نہ تھا اور نہ انھوں نے لڑنے کا ارادہ کیا۔ اگرچہ یہاں بھی شہر والوں کے کئی گروہ ہو گئے تھے۔ اور ایک فرقہ کہتا تھا کہ مدینے والے جو کچھ کریں ہم اس کے قبول کرنے کو تیار ہیں۔

کوفہ کی حالت۔

عمارہ بن شہاب کوفہ کی طرف زبالہ تک پہونچے تھے کہ طلیحہ بن خویلد سے ملاقات ہوئی جو حضرت عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کو اٹھے تھے۔ یہاں سے حضرت عثمانؓ کی مدد کے لیے قعقاع اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں ان کی شہادت کا حال سنا اور پلٹ آئے اور ان کے واپس آتے ہی طلیحہ نے انتقام کا جھنڈا بلند کر دیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے عمارہ سے کہا "خیریت اسی میں ہے کہ یہیں سے واپس جاؤ۔ ہم اپنے امیر کو بدلنا نہیں چاہتے اور اگر تم نے اس کے ماننے میں

انکار کیا تو تمہارا سر اڑا دیا جائے گا۔ عمارہ واپس چلے آئے اور حضرت علیؓ سے کوفہ کی حالت بیان کر دی۔

یمن کا حال

عبیداللہ بن عباس کو یمن میں کوئی مزاحمت نہیں پیش آئی، وہاں کے حاکم یعلیٰ بن منیہ نے عنان ولایت ان کے ہاتھ میں دے دی اور جس قدر خراج وصول ہو سکا اس کو وصول کر لیا اور لے کر مکہ معظمہ میں ٹھہر گئے۔

حضرت علیؓ کی تجویز

سہیل بن حنیف جب شام کی طرف سے ناکام آئے تو حضرت علیؓ نے حضرات طلحہ و زبیر کو بلوایا اور فرمایا جس بات کا اندیشہ تھا وہ پیش آ گئی، اب اس کا تدارک سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا ہے کہ جو فتنہ پیدا ہوا ہے بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کے پھینک دیا جائے۔ یہ فتنہ مثل آگ کے ہے کہ جتنی بھڑکے گی اور پھیلے گی۔ دونوں صاحبوں نے کہا آپ ہمیں مدینے سے باہر جانے کی اجازت دیجئے، مگر حضرت علیؓ نے اجازت نہیں دی۔

اہل کوفہ کی اطاعت

اب آپ نے ایک خط معاویہ کے پاس سبرہ جہنی کے ہاتھ اور ایک ابو موسیٰ اشعری کے پاس معبد اسلمی کے ہاتھ بھیجا، ابو موسیٰ کے پاس سے تو فوراً یہ جواب آیا کہ اہل کوفہ نے آپ کی بیعت قبول کر لی اور آپ کے مطیع و منقاد ہیں، بیعت ایسی ہوئی کہ بعض نے بخوشی خاطر بیعت کی اور بعض نے بہ ناگواری،

معاویہ کے جواب میں تاخیر

مگر سبرہ جہنی نے معاویہ کو جا کر جو خط دیا تو انہوں نے کچھ جواب نہ دیا، سبرہ نے کئی بار جواب کا تقاضا کیا مگر وہ ہر مرتبہ ٹال دیا، کہا جواب سے پہلے کے دو ایک شعر پڑھ دیے، یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کو شہید ہوئے تیسرا مہینہ شروع ہو گیا، آخر ماہ صفر ۳۶ھ میں معاویہ نے بنی عبس کے ایک شخص قبیصہ کو بلا کے ایک لپٹا ہوا مکتوب دیا جس پر مہر تھی

معاویہ کا جواب

اور اوپر لکھا تھا از جانب معاویہ بنام علیؓ، ساتھ ہی اس قاصد کو مخفی طور پر چند ہدایتیں کیں اور مدینے روانہ کر دیا، اور حضرت علیؓ کے قاصد کو بھی اُسی کے ساتھ واپس کیا۔

معاویہ کے قاصد کی مدینے میں پہنچنے کی شان

ربیع الاول ۳۶ھ میں یہ دونوں شخص مدینے میں داخل ہوئے، قبیصہ عبسی اس مکتوب کو علانیہ طور پر ہاتھ میں لیے ہوئے جب حضرت علیؓ کے مکان کی طرف چلا اور مدینہ کی گلیوں میں گزرا تو اکثر لوگ اس کے ساتھ ہو لیے کہ دیکھیں شام سے کیا جواب آیا ہے، مگر دل میں سب سمجھ گئے کہ معاویہ حضرت علیؓ کے مخالف ہیں۔ اب اس نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر خط پیش کیا، آپ نے مکتوب لے کر مہر توڑی اور کھولا تو اس میں کچھ نہ تھا، بالکل سادے کاغذ کا ٹکڑا پایا۔ حیرت سے قاصد کی صورت دیکھی اور پوچھا کچھ زبانی پیام لائے ہو؟ اس نے جان کی امان مانگی۔ آپ نے فرمایا تم قاصد ہو اور قاصد کے لیے اندیشہ نہیں، تم کو امان ہے۔ اس نے کہا میں دمشق میں

ایک ایسی قوم کو چھوڑ آیا ہوں جو بجز قصاص لینے کے کسی بات پر راضی نہیں ہو سکتے۔" آپ نے حیرت سے پوچھا "کس سے انتقام لیں گے؟" اُس نے کہا "آپ کی رگ گلو سے۔ وہاں میں ساٹھ ہزار اکابر شہر کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ عثمانؓ کے کرتے کے نیچے کھڑے رو رہے ہیں؟ اور وہ کرتا دمشق کے منبر پر پھیلا دیا گیا ہے۔" حضرت علیؓ نے فرمایا "تو وہ مجھ سے عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں؟ خداوندا! میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں۔ بخدا! قاتلین عثمانؓ کے لیے یہاں نجات ہے۔ اور خداوند عالم کو اختیار ہے کہ ان کے ساتھ جو چاہے کرے۔" پھر اس کو واپسی کا حکم دیا۔ اُس نے کہا "مجھے امان ہے؟" آپ نے فرمایا "ہاں امان ہے۔" مگر اُس کو جاتے دیکھ کر اسی سبائی گروہ یعنی پیروان عبداللہ بن سبا نے جو مدینے میں موجود تھے اور تمام فسادوں کے وہی بانی ہوئے تھے، غل مچایا کہ "یہ کتا اور کتوں کا قاصد ہے۔ زندہ نہ جانے پائے۔" ان لوگوں کا رنگ دیکھ کر قبیصہ نے آل مضر اور آل قیس کی دہائی دی اور چلایا کہ "نیزوں اور سواروں سے اگر میری مدد کرو۔" پھر سب کی طرف خطاب کر کے کہنے لگا "میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ چار ہزار خواجہ سرا تم پر آ پڑیں گے۔" مضریوں نے آکر اسے سبائیوں کے ہاتھ سے بچایا۔ اور اُس سے کہا "بس اب خاموش رہو۔" مگر قبیصہ کسی طرح زبان نہ روکتا تھا۔ برابر یہی کہے جاتا تھا کہ "بخدا ان لوگوں کو خدا فلاح نہ دے گا جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے آگئی۔ جس چیز کو وہ پائیں گے وہ اُن کے بارے میں جائز ہو گی۔ شام نہ ہو گی کہ ذلت ان پر آ پہنچے گی۔" اور میرا تو مقصد یہی ہے کہ اہل مدینہ کو خبر ہو جائے کہ معاویہ کے بارے میں علیؓ کی کیا رائے ہے اور اہل شام سے لڑنے کو وہ کیسا سمجھتے ہیں۔ کیا انھیں ایسی جسارت ہو گی؟ اور مدینے والے سمجھے ہیں کہ خود اُن کے بیٹے حسنؓ نے اُن کو مشورہ دیا تھا کہ گھر میں بیٹھے رہیے اور ان لوگوں کا ساتھ نہ دیجیے۔" غرض معاویہ کا قاصد مدینے میں یہ ہنگامہ مچا کے واپس گیا۔

اس جلسے کے واقعے کے بعد حضرت علیؓ گھر کے اندر تشریف لے گئے تو حضرت حسنؓ نے آکر کہا "میں نے جو مشورہ دیا تھا اُس کو آپ نے نہ مانا۔ میں نے اس ہنگامے کے وقت کہا تھا کہ آپ مکہ معظمہ میں چلے جائیں تاکہ آپ کو تہمت نہ لگائی جائے۔ آپ نے نہ مانا۔ پھر جب لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی تب بھی میں نے منع کیا کہ جب تک ساری جماعت متفق ہو کر پیشکش نہ کرے، آپ نہ قبول کریں۔ مگر آپ نے نہ مانا۔ پھر جب طلحہ و زبیر نے بیعت میں تامل کیا تو میں نے مشورہ دیا کہ

---

(۱) ابن اثیر جلد ۳، حالات بیعت علیؓ۔

آپ انھیں بیعت پر مجبور نہ کریں۔ اور لوگوں کو چھوڑ دیں کہ اُن کا جی چاہے تو بس پھر تک باہم مشورہ کرتے رہیں۔ خدا کی قسم اتنے دنوں مشورہ کرنے کے بعد بھی بجز آپ کے وہ کسی کو خلافت کا اہل نہ پاتے۔ اور پھر آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ خلافت کو واپس کر کے اس معاملہ کو پھر انھیں لوگوں کے ذمہ چھوڑ دیجیے۔ اگر وہ انحراف کریں تو آپ بھی خاموش ہو جائیے اور اگر پھر آپ کی طرف رجوع کریں تو قبول کیجیے۔ خدا کی قسم ان لوگوں کے سرغناؤں سے غدر کی بو آتی ہے۔" حضرت علیؓ نے فرمایا "بیٹا۔ میں بخدا اس بارے میں تمہارے موافق نہیں ہوں۔ جب سے تمہارے نانا نے وفات پائی تم ہمیشہ مجھ سے مخالفت کرتے رہے۔" حضرت حسنؓ نے کہا "ابا جان خدا کی قسم معٰویہ آپ کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوں گے اس لیے کہ جو کوئی مظلوم مارا جاتا ہے اُس کے ورثہ کو خدا ایک قسم کی قوت عطا کر دیتا ہے۔" حضرت علیؓ نے فرمایا "مگر ہم تو ظالم نہیں ہیں۔ خدا کی قسم نہ ہم نے ظلم کیا۔ نہ قتل کی اجازت دی۔ نہ اس بارے میں کسی کو کچھ لکھا۔ اور تم خود ہی جانتے ہو کہ اس واقعہ سے تمہارے باپ بالکل بری ہیں۔" حضرت حسنؓ نے فرمایا "ان باتوں کو چھوڑیے میرے نزدیک خدا کی قسم مدینہ میں کوئی آزاد مرد کوئی لڑکی اور کوئی بچہ نہیں ہے جس پر عثمانؓ کے خون کا کچھ نہ کچھ بار نہ ہو۔" حضرت علیؓ نے فرمایا "بیٹا تم جانتے ہو کہ تمہارے والد نے کئی بار اہل کوفہ وغیرہ کو پھیر دیا۔ اور تم دونوں کو تلوار بند کر کے ان کی مدد پر بھیج دیا کہ اُن کی حمایت میں جان دے دو مگر انھیں نے تم کو لڑنے سے روکا۔ اور ان کے گھر پہنچنے تک سب کو خونریزی سے منع کرتے رہے۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھے حکم دیتے تو میں بھی ان کی طرف سے لڑتا اور جان دے دیتا۔" حضرت حسنؓ نے فرمایا "ان باتوں کو اس وقت کے لیے اٹھا رکھیے جب روز قیامت کو خدا فیصلہ کرے گا۔"

مغیرہ کی علیحدگی

اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ آئے تو حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا "خدا کی راہ میں تلوار باندھو اور ہمارے ساتھ شریک ہو کر دشمنوں سے لڑو۔" انھوں نے کہا "امیر المومنین۔ نہ میں عثمانؓ کو صحیح راستے پر جانتا تھا اور نہ اُن کے قتل کو بہتر جانتا تھا۔ یہ اتنا بڑا مظلمہ تھا جس کے بعد تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے۔ لہذا مجھے تو اجازت دیجیے کہ تلوار ہاتھ سے رکھدوں۔ اور گھر میں بیٹھا رہوں۔ یہاں تک کہ جو ظلمت عالم پر چھائی ہوئی ہے دور ہو جائے۔" عمار اس جواب کے خلاف تھے مغیرہ سے اُلجھنے لگے۔ مگر حضرت علیؓ نے جھگڑنے سے روکا اور فرمایا "مجبور کرنے کی ضرورت نہیں ان کو ان کی مرضی پر چھوڑ دو۔"[1]

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۴۴ و ۴۵۔

اہلِ مدینہ کی فکر

ان واقعات سے اہلِ مدینہ میں اس کی بڑی فکر پیدا کر دی تھی کہ معاویہ اور حضرت علیؓ میں کیا طے پایا۔ چنانچہ اکثر لوگوں نے زیاد بن حنظلہ تمیمی کو جو اکثر حضرت علیؓ ہی کے پاس رہا کرتے تھے آمادہ کیا کہ اس بارے میں آپ کی رائے دریافت کریں، چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی طرف سے چھیڑنے نہیں پائے تھے کہ خود حضرت علیؓ نے فرمایا "اے زیاد تیار ہو جاؤ"۔ پوچھا کس کام کے لیے؟ ارشاد ہوا "غزائے شام کے واسطے" عرض کیا "جہاں تک ہو سکے ٹالیے اور نرمی اختیار فرمائیے"۔ مگر حضرت علیؓ نے یہی جواب دیا کہ "میں مقابلے کے لیے آمادہ ہوں، اور اس ارادے سے باز نہیں آ سکتا"۔ اس گفتگو کے بعد زیاد اٹھ کے باہر گئے تو لوگ منتظر کھڑے تھے پوچھا کیا خبر ہے؟ کہا "تلوار! بس یہی خبر ہے اور کچھ نہیں"۔[1]

طلحہ و زبیر کی کشیدگی

حضرات طلحہ و زبیر کی نسبت بعض راویوں کا بیان ہے کہ زبیرؓ کو یقین تھا کہ حضرت علیؓ ان کو عراق کا اور طلحہ سمجھے ہوئے تھے کہ مجھے یمن کا والی مقرر فرمائیں گے۔ جب اس میں مایوسی ہوئی تو شکایت کرنے لگے۔ حضرت علیؓ نے سنا تو عبداللہ بن عباس سے مشورہ کیا۔ ان کی رائے ہوئی کہ ان دونوں صاحبوں کو کوفے و بصرے کا حاکم مقرر کر دیا جائے مگر حضرت علیؓ نے ہنس کے ٹال دیا اور فرمایا "اگر میں ایسی کوئی کارروائی کرتا تو معاویہ کی حکومت شام کیونکر قبول کرتا؟ ان دونوں کی یہ ہوس حکمرانی مجھ پر ظاہر ہو گئی ہوتی تو ابتداءً ان کا کچھ خیال کرتا۔ اب تو نہیں ممکن ہے۔" اس کے بعد ان دونوں حضرات نے حاضر ہو کر آپ سے عمرہ بجا لانے کے لیے مکہ معظمہ جانے کی اجازت مانگی۔ ایسا دینی کام سے روکنا مشکل تھا اجازت دے دی اور دونوں بزرگ مدینہ طیبہ سے نکل کے چلے گئے۔[2]

ان کا مدینہ سے چلا جانا

فوج کشی کا سامان و ترتیب

ان کے چلے جانے کے بعد حضرت علیؓ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو بلا کر ان کے ہاتھ میں ایک جھنڈا دیا اور فوج کشی کا سامان کر دیا۔ عبداللہ بن عباس کو میمنہ اور عمرو بن ابی سفیان کو میسرہ پر مقرر فرمایا۔ ابو عبیدہ بن الجراح کے بھتیجے ابو لیلیٰ کو مقدمۃ الجیش کا افسر بنایا اور قثم بن عباس کو اپنی جگہ مدینے میں نائب بنا کے چھوڑنا چاہا۔ مگر جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر خروج کیا تھا ان میں سے کسی کو کوئی خدمت نہیں دی۔ پھر قیس بن سعد، عثمان بن حنیف اور ابو موسیٰ اشعری کو تحریر فرمایا کہ اپنے علاقوں کے لوگوں کو لڑائی پر آمادہ و مستعد کر کے اہلِ شام سے مقابلے پر

---

[1] ابن اثیر جلد ۳۔ حالات بیعت حضرت علیؓ

[2] الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۴۶۔

حضرت علیؓ کا خطبۂ اعلانِ جنگ

روانہ کرو۔ اور اہلِ مدینہ کو بھی بلا کے حکم فرمایا کہ سب شام والوں کے مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں۔ ان لوگوں سے مخاطب ہو کر آپ نے یہ الفاظ فرمائے کہ "خدا کی سطوت ہی میں تمہاری خلافت کی حفاظت ہے۔ بغیر ملال اور ناگواری کے خلیفہ کی اطاعت و فرماں برداری کرو۔ خدا کی قسم تم کو یہی مسلک اختیار کرنا پڑے گا۔ ورنہ خدا سلطنت اسلام کو تم سے کسی اور کی طرف منتقل کر دے گا اور پھر قیامت تک تمہارے شہر میں نہ آئے گی۔ لہٰذا ان لوگوں کے مقابلے کے لیے اٹھو جو تمہاری جماعت توڑنا چاہتے ہیں۔ باہر والوں نے تم میں جو خرابیاں پیدا کرا دی ہیں شاید خدا ان کو دور کر دے۔ اور تم اپنا فرض ادا کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

حضرت عائشہؓ و طلحہؓ و زبیرؓ کی مخالفت کی اطلاع

مدینہ میں شام کی طرف فوجیں روانہ کرنے اور معاویہ کے مقابلے کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ یکایک خبر آئی کہ طلحہؓ، زبیرؓ، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور اہلِ مکہ حضرت علیؓ کے خلاف ہیں اور لوگوں کو مخالفت پر ابھار رہے ہیں۔ حضرت علیؓ نے یہ سنتے ہی مدینہ میں اعلان کر دیا کہ "یہ لوگ ہمارے خلاف اور میری حکومت سے ناراض ہیں۔" پھر فرمایا "میں انشاء اللہ صبر سے کام لوں گا۔ اگر وہ لوگ رکے رہے تو میں بھی رکوں گا۔ اور اتنا ہی رہے گا جتنا کہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ اس سے بڑھنے کی نوبت نہ آئے گی۔" دو چار روز بعد خبر آئی کہ "وہ لوگ مکہ سے بصرے کی طرف جا رہے ہیں۔" یہ سن کر حضرت علیؓ خوش ہوئے اور فرمایا "کوئی مضائقہ نہیں۔ وہاں سے قریب ہی کوفہ میں شجاعانِ عرب رہتے ہیں اور وہاں عرب کے معزز خاندان آباد ہیں۔" ابن عباس نے کہا "امیر المومنین آپ جس چیز پر خوش ہوئے ہیں وہی مجھے اندیشہ ناک معلوم ہوتی ہے کوفہ ایک خیمہ ہے جس میں مشاہیرِ عرب مقیم ہیں۔ مگر ان کی حالت یہ ہے کہ قوم کو جب تیاری کی ضرورت ہو تو وہ تیار نہیں ہو سکتے۔ اس شہر والوں کی ہمیشہ یہ شان رہی کہ علی العموم ایسے کام کا حوصلہ کیا کرتے ہیں جس کو کر نہیں سکتے۔" حضرت علیؓ نے ان کے قول کی تائید فرمائی اور بجائے شام کے کوفہ ہی کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کر دیا۔

اہلِ مدینہ کی سستی، ابن عمرؓ کی علیحدگی

اب آپ نے اہلِ مدینہ کو کوچ کے لیے ابھارا مگر ان سے سستی ظاہر ہوئی۔ اور آپ نے لوگوں کو اپنے سامنے بلوانا شروع کیا چنانچہ کمیل نخعی آپ کے حکم سے عبداللہ بن عمرؓ کو لے آیا۔ حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا "میرے ساتھ لڑائی پر چلو۔" انھوں نے کہا "میں بھی منجملہ اہلِ مدینہ کے ہوں۔ انھوں نے آپ کی بیعت کی ہے تو میں نے بھی کر لی! اگر وہ آپ کے ہمراہ چلیں گے تو میں بھی چلوں گا۔ اگر وہ نہ چلے تو میں بھی نہ جاؤں گا۔" حضرت علیؓ نے کہا "تو پھر کسی کو اپنا ضامن بتاؤ۔"

انھوں نے کہا "ضامن تو میں کسی کو نہ دوں گا" اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ تم سے بچپن سے آج تک کبھی کوئی بد اطواری و بد معاملگی ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ یہ نہ ہوتا تو میں تمہاری اس حرکت کو گوارا نہ کر سکتا اور لوگوں سے کہا خیر انھیں جانے دو۔ ان کا ضامن میں خود ہوں" یہاں سے واپس جا کر ابن عمرؓ نے مدینے والوں کے خیالات کا اندازہ کیا تو لوگوں کو یہ کہتے سُنا کہ "سمجھ میں نہیں آتا اس معاملے میں ہم کیا کریں۔ جب تک خدا کوئی خاص بات روشن نہ کر دے گا ہم تو کہیں نہ جائیں گے" اُن کی یہ رائیں سُن کر حضرت ابن عمرؓ اسی رات کو مدینہ سے بھاگ گئے مگر چلتے وقت اپنی سوتیلی ماں حضرت ام کلثوم بنت علیؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ "مدینے والوں کے یہ خیالات مجھے معلوم ہوئے اور میں عمرے کے لیے مکہ معظمہ جاتا ہوں اس کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ حضرت علیؓ کی اطاعت پر قائم رہوں گا۔ لیکن یہ بھی کہے دیتا ہوں کہ ان کے ساتھ لڑائی پر نہ جاؤں گا"

ابن عمرؓ کا مدینے سے بھاگ جانا۔

دوسری صبح کو جیسے ہی حضرت علیؓ کی آنکھ کھلی تو لوگوں نے عرض کیا کہ "آج رات کو ایسا واقعہ پیش آگیا جو طلحہؓ زبیرؓ عائشہؓ اور معاویہ سب کے واقعوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ ابن عمرؓ بھاگ کے شام چلے گئے" حضرت علیؓ کو اس پر بہت تردد ہوا "فوراً بازار میں آئے سواروں اور پیدلوں کو ابن عمر کے تعاقب میں دوڑایا۔ اور گرد آوری کرنے والی فوجیں ہر راستے پر روانہ کر دیں۔ اتنے میں آپ کی صاحبزادی اُم کلثوم کا آدمی آیا اور اس نے اصل حقیقت بیان کر دی۔ ابن عمر کا یہ ارادہ سُن کر حضرت علیؓ مطمئن ہو گئے۔ اور جن لوگوں کو تعاقب میں بھیجا تھا واپس بلا لیا۔ پھر مجمع عام میں فرمایا۔ خدا کی قسم نہ ام کلثوم جھوٹی ہیں اور نہ ابن عمر نے جھوٹ کہا ہے میں ان کو ثقہ اور راست باز جانتا ہوں۔

حضرت علیؓ کا تردد

اور اطمینان

دوسری فصل

بصرے میں حضرت عائشہؓ کا تسلط

حضرت عائشہ کی مخالفت ۔ آپ کا خطبہ اختلاف ۔ جوش مخالفت ۔ مخالفت کی قوت ۔ ابن عامر کی رائے اور اُن پر اعتراض ۔ مدینے میں تامل ۔ عبداللہ بن عمر کا انکار اور عذر ۔ ازواج امہات مومنین کی علیحدگی لشکر کی تیاری ۔ بصرے روانہ ہوا ۔ مروان کی فتنہ انگیزی ۔ قوم التحیب بنی امیہ کے خیالات ۔ فرزندانِ عثمانؓ ۔ ناقہ عائشہ ۔ آپ حوأب ۔ بصرے میں پہنچا ۔ بصرے کے باہر ٹھہراؤ اور اہلِ شہر کو خبر ۔ والی عثمان بن حنیف والی بصرہ کی مخالفت ۔ عمران وابوالاسود حضرت صدیقہ کی خدمت میں ۔ حضرت طلحہ کی خدمت میں ۔ حضرت زبیر کی خدمت میں ۔ ان سفارت کا انجام ۔ والی کا ارادہ پرخاش ۔ ایک فریب کی کارروائی ۔ اندازِ میں ناکامی ۔ دونوں طرف کے لوگوں کا جماؤ ۔ طلحہ و زبیر کی تقریریں ۔ مجمع کے مختلف خیالات پیدا ہوئی ۔ حضرت عائشہ کا مجمع عام خطبہ ۔ آپ کے خطبہ کا اثر ۔ ایک مخالف کا حضرت صدیقہ کو سمجھانا ۔ طلحہ و زبیر ایک مخالف کا اعتراض ۔ لڑائی شروع ہوگئی ۔ حضرت صدیقہ کا ہٹ جانا ۔ بنو عدی کا گستاخ کو مار دینا ۔ بعد از رخصت کے پاس کی لڑائی ۔ متشدد اہلِ بصرہ کا سفیر مدینے میں ۔ مدینہ خواستگاری کا جواب ۔ حضرت علیؓ کا حکم عثمانؓ کو ۔ عثمانؓ کی مخالفت معاہدہ سے ۔ دیا کا ہنگامہ ۔ عثمان بن حنیف کی گرفتاری ۔ ان پر ظلم ہونے کی دوسری روایت ۔ تیسری روایت ۔ اس روایت کے مطابق طلحہ و زبیر و اہلِ بصرہ کی گفتگو ۔ حکیم کا معرکہ ۔ اس روایت کے مطابق ۔ ان کی اور طلحہ و زبیر کی گفتگو ۔ آخر کا حملہ ۔ ان کا مارا جانا ۔ قاتلین عثمانؓ سے انتقام ۔ بصرے کے طرفدار علیؓ سے انتقام ۔ شہر والوں کو اطلاع ۔ طلحہ و زبیر کے ہاتھ پر بیعت ۔ ان فقرات سے زبیر کا انتخاب ۔

[illegible] بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کی مخالفت پر صحابہ کا ایک [illegible]

[illegible]

[illegible] سے [illegible] [illegible]

پہونچی تھیں کہ آپ کے نانہالی رشتہ دار عبید اللہ بن ابی سلمہ جو ابن اُم کلاب کے لقب سے مشہور تھے۔ ملے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کا سانحہ ہوش ربا بیان کیا! ام المومنین نے پوچھا "اور اُن کے بعد کیا ہوا؟" کہا لوگوں کو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر اتفاق ہے"۔ اتنا سنتے ہی آپ مکہ معظمہ کی طرف پلٹ پڑیں اور زبان پر یہ کلمات تھے" خدا کی قسم عثمانؓ مظلوم مارے گئے اور میں اُن کے خون کا انتقام لوں گی"۔ عبید اللہ نے کہا۔ آپ ہی نے تو سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے طرز عمل پر اعتراض کیا تھا؟" فرمایا" مگر ان لوگوں نے اُن کو اس وقت قتل کیا جب وہ اپنے غیر پسندیدہ افعال سے توبہ کر چکے تھے"۔ حجر میں تشریف لے گئیں۔ وہاں مکہ میں پہونچی تو آپ مسجد حرام کے دروازہ پر اتریں اور پردہ کر دیا گیا جب آس پاس بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے سب کی طرف خطاب کر کے یہ تقریر فرمائی" لوگو مختلف شہروں کے لوگوں، بدوی صحرا نشینوں اور اہل مدینہ کے غلاموں نے شورش مچا کر اس شخص پر یورش کیا جو مظلوم مارا گیا۔ ان ظالموں نے اُن پر یہ الزام لگایا کہ انھوں نے نوجوانوں کو اہم خدمات دیں۔ انھیں جاگیریں عطا کیں حالانکہ عہد عثمانؓ سے پہلے اس عمر کے لوگ ان خدمات پر مامور ہو چکے تھے۔ اور جب انھوں نے ان اعتراضات کو تسلیم کر کے جاگیریں چھین لیں تب ظالموں کے لیے کوئی حجت باقی نہیں رہی اور انھوں نے ظلم سے امیر المومنین کو قتل کر دیا جس خون کا گرانا حرام تھا اس کو گرایا جس شہر میں خونریزی حرام تھی اس میں حلال کی۔ اور جس مال کو لوٹنا حرام تھا اس کو لوٹا۔ خدا کی قسم عثمانؓ کی ایک انگلی ایک عالم سے اچھی تھی۔ خدا کی قسم جس وضع سے ان لوگوں نے دست تعدی دراز کیا ہے اس کی بدولت عثمانؓ سے کوئی گناہ ہوا بھی تھا تو اُس سے اس طرح پاک و صاف ہو گئے جیسے سونا کٹھالی سے اور کپڑا میل سے پاک و صاف ہو جاتا ہے"۔

ام المومنین محبوبۂ رسول اللہ صلعم کی اس تقریر کا حاضرین پر بڑا اثر پڑا۔ عبد اللہ بن عامر حضرمی عہد عثمانی سے مکہ کے والی تھے جوش میں آ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا" اس خون کا پہلا انتقام لینے والا میں ہوں"۔ اس کے بعد تمام بنی اُمیہ جو کہ میں جمع تھے اور مدینے سے بھاگ آئے تھے اس دعوے میں شریک ہوئے اور حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ایک اچھا خاصہ گروہ پیدا ہو گیا۔

اسی اثنا میں عبد اللہ بن عامر بصرے سے آ گئے جو بہت دولت اپنے ساتھ لائے تھے دوسری طرف یعلیٰ بن امیہ ابن منبہ چھ سو اونٹوں کا قافلہ لے کر یمن سے آ گئے اور بصرہ میں

آپ کا خلیفہ کے اختلاف

جوش مخالفت

مخالفت کی ترتیب

پڑاؤ ڈال دیا۔ اس کے بعد حضرات طلحہ و زبیر بھی مدینے سے آکر حضرت عائشہ کی کوشش میں شریک ہو گئے۔ حضرت عائشہ نے اُن سے پوچھا "مدینے میں کیا ہو رہا ہے؟" کہا "ہم مدینے سے بھاگ کے آئے ہیں۔ اور اس شہر کو اس حال میں چھوڑ آئے ہیں کہ بلوائیوں اور بدویوں نے ہنگامہ برپا رکھا ہے اور ایسے بے اصول لوگ جمع ہو گئے ہیں جن کو نہ حق کا اقرار ہے نہ باطل سے انکار اور نہ اپنے نفس پر کور وک سکتے ہیں۔" حضرت عائشہ نے کہا "تو پھر انھیں بلوائیوں کے مقابلے پر چلو۔"

ابن عامر کی رائے اور اس پر اعتراض

سب لوگوں کی رائے تھی کہ پہلے شام کی طرف جانا چاہیے۔ ابن عامر نے کہا "شام میں اکیلے معاویہ کافی ہیں، ہمیں بصرے چلنا چاہیے۔ وہاں میرا بھی کچھ اثر ہے اور وہ لوگ عموماً طلحہ کی نسبت خاص عقیدت رکھتے ہیں۔" یہ سُن کو سب نے ابن عامر کو الزام دیا کہ "ایسا تھا تو تم وہاں سے کیوں چلے آئے؟ نہ تم کوئی صلح کرنے والے تھے اور نہ کسی سے تم کو لڑنا تھا۔ جس طرح معاویہ شام میں ہیں اسی طرح تم کو چاہیے تھا کہ اپنے علاقہ میں ٹھہرے رہتے۔ تمھارا وہاں ہونا ہمارے لیے کافی ہوتا اور وہاں کا انتظام درست کر کے ہم سب کوفہ کی راہ لیتے اور مخالفوں کی سب راہیں بند کر دیتے۔" ابن عامر سے اس اعتراض کا کچھ جواب نہ بن پڑا۔

مدینہ چھوڑنے پر اعتراض

اس کے بعد لوگوں نے حضرت عائشہؓ سے کہا "مدینے کو چھوڑ دیجیے۔ جس وقت ہم وہاں سے نکلے ہیں بلوائیوں کا زور تھا۔ اور ہمارے پاس اتنی قوت نہیں ہے کہ ان لوگوں کا مقابلہ کر سکیں۔ لہٰذا ہمیں بصرہ چلنا چاہیے جہاں حکومت کا ہاتھ مضبوط نہیں ہے۔ وہاں والے ہمارے سامنے حضرت علیؓ کی بیعت کا مسئلہ پیش کریں گے۔ لہٰذا آپ ان کو اسی طرح مخالفت پر آمادہ کریں جس طرح اہل مکہ کو آمادہ کیا ہے۔"

عبداللہ بن عمر کا انکار اور عذر

حضرت عائشہ نے اسی رائے کو پسند فرمایا اور سب لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو بلایا جو مدینے سے بھاگ آئے تھے اور کہا "آپ بھی ہمارے ساتھ چلیے۔" انھوں نے اس پر عذر کیا اور کہا "میں ایک شہری اہل مدینہ میں سے ہوں۔ لہٰذا میں وہی کروں گا جو اہل مدینہ کریں گے۔" چنانچہ سب نے مجبور ہو کے انھیں چھوڑ دیا۔

ام المومنین حفصہ کا ارادہ

اُمّ المومنین حضرت صدیقہ کے ساتھ اور ازواج مطہرات رسالت بھی تھیں مگر جب اُنھوں نے حضرت عائشہ کو بصرے کا عازم دیکھا تو ساتھ چھوڑ کے علیحدہ ہو گئیں۔ حضرت ام المومنین حفصہ ان کی رفاقت قبول کر لی تھی مگر ان کے بھائی عبداللہ بن عمر نے اُن کو بھی اس ارادے سے روک دیا۔

لشکر کی تیاری

اب مکہ میں انتقام خواہ لشکر مرتب ہوا جس کی تیاری میں یعلی بن منیہ نے چھ سو اونٹ

چھ لاکھ درہم ہوں سے اور ابن عامر نے روپیہ کی مقدار کثیر سے مدد کی۔ اور حضرت عائشہ کے نقیب نے مکہ کی گلی کوچوں میں اعلان کر دیا کہ ام المومنین اور طلحہ اور زبیر بصرے جا رہے ہیں جو شخص اسلام کی بے حرمتی کرنے والوں سے لڑنا اور خلیفہ مظلوم عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینا چاہتا ہو اور اس کے پاس سواری اور سامان سفر نہ ہو آ سکتا ہے اس کی مدد اور کفالت کی جائے گی۔ لوگ آنا شروع ہوئے اور چھ سو آدمی اونٹوں پر سوار کرائے گئے ان کے ساتھ ایک ہزار یا نو سو مقرر ہیں اہل مدینہ کے گروہ کو ہمراہ لے کر حضرت عائشہ روانہ ہوئیں۔ راہ میں تھوڑے ہی زمانے میں اور بہت سے لوگ آ کر شریک ہو گئے اور حضرت عائشہ کے جھنڈے کے نیچے پورے تین ہزار سپاہیوں کا انبوہ جمع ہو گیا۔

بصرہ سے روانہ ہونا

رسول اللہ صلعم کی چچی ام الفضل نے جو حضرت عباسؓ کی بیوی تھیں، مکہ معظمہ میں موجود تھیں انھوں نے ظفر نام ایک شخص کو اجرت دے کر مدینے روانہ کر دیا کہ حضرت علیؓ کو ان واقعات کی خبر کر دے چنانچہ انھوں نے فوراً جا کے آپ کو ان حالات سے آگاہ کیا۔

مروان کی بدنیتی

حضرت عائشہ جب مکہ سے روانہ ہونے لگیں تو مروان بن حکم نے طلحہ و زبیر سے آ کے پوچھا آپ دونوں میں سے کس کو امیر کہہ کے سلام کیا کروں؟ اور کس کی طرف سے نماز کی اجازت دی جایا کرے؟ دونوں بزرگوں کے فرزند موجود تھے عبداللہ بن زبیر نے کہا میرے والد زبیر کے نام سے۔ محمد بن طلحہ بولے میرے والد طلحہ کے نام سے۔ حضرت صدیقہ نے یہ ماجرا سنا تو مروان کے پاس کہلا بھیجا معلوم ہوتا ہے تو ہمارے گروہ میں تفرقہ ڈالنا چاہتا ہے۔ میرا حکم یہ ہے کہ میرا بھانجا عبداللہ بن زبیر نماز پڑھائے گا۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ جب تک عتاب بن اسید مارے نہیں گئے تھے وہی نماز پڑھاتے رہے۔ معاذ بن عبید اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر ہم لوگ کامیاب بھی ہو جاتے تو خدا کی قسم آپس میں جھگڑتے نہ زبیر طلحہ کی خلافت پر راضی ہوتے تھے اور نہ طلحہ زبیر کی۔

یوم النحیب

تمام ازواج مطہرات مقام ذات عرق تک حضرت عائشہ کے ساتھ رہیں۔ وہاں جب رخصت ہونے کا وقت آیا تو سب لوگ باہمی نااتفاقی اور اسلام کی مصیبت پر روئے اور اس طرح پھوٹ پھوٹ کر زار و قطار روئے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے رونے والے دیکھے گئے تھے نہ اتنی رونے والیاں اور نہ ایسا رونا چنانچہ اس دن کا نام ہی عربوں میں یوم النحیب یعنی رونے کا دن مشہور ہو گیا۔

بنی امیہ کے خیالات

اس مقام پر سعید بن عاص مروان بن حکم سے ملا اور چپکے سے کہا "انتقام کا میدان تو سامنے موجود ہے۔ تم اس کو چھوڑ کے کہاں جاتے ہو؟" مطلب یہ تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے اصلی دشمن تو عائشہ، طلحہ و زبیر ہیں ان کو چھوڑ کے کہاں جاتے ہو؟ ان کو قتل کر دو اور اپنے گھر کا راستہ لو۔ مروان نے کہا "ہم اس لیے جاتے ہیں کہ شاید تمام قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر سکیں"۔ اس کے بعد سعید طلحہ و زبیر سے ملا اور کہا "اگر آپ فتحیاب ہوئے تو سچ سچ بتائیے کسے خلیفہ بنائیں گے؟" انھوں نے جواب دیا "ہم میں سے کوئی بھی جسے لوگ پسند کریں خلیفہ ہو جائے گا"۔ اس نے کہا "آپ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا انتقام لینے کو جا رہے ہیں۔ انھیں کے کسی فرزند کو کیوں نہ خلیفہ بنائیے؟" اس کا یہ جواب پایا کہ "اکابر مہاجرین کو چھوڑ دیں اور یتیموں کو خلیفہ بنائیں! یہ کیسے ممکن ہے؟" سعید نے کہا "ایسا ہے تو پھر میں کوشش کروں گا کہ خلافت عبد مناف کی اولاد میں نہ جانے پائے"۔ یہ کہہ کے سعید پلٹ گیا۔ اور اس کے ساتھ عبداللہ بن خالد بن اسید نے بھی گھر کا راستہ لیا۔ اس موقع پر مغیرہ بن شعبہ نے کہا "میری رائے وہی ہے جو سعید نے دی۔ اس لیے بنی ثقیف میں کے جتنے آدمی اس لشکر میں موجود ہوں انھیں واپس چلا جانا چاہیے"۔ اور یہ کہہ کر مغیرہ نے بھی اپنا راستہ لیا۔

فرزندان عثمان رضی اللہ عنہ

اب یہ لشکر آگے بڑھا۔ اور اس کے ہمراہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دو فرزند ابان اور ولید بھی موجود تھے یعلی بن منبہ نے عسکر نام ایک اچھی اونٹنی جسے اسّی درہم دے کے خریدا تھا حضرت عائشہ کی نذر کی۔ اور آپ اسی پر سوار ہو کے روانہ ہوئیں۔

ناقۂ عائشہ

بعض راویوں کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ کی اونٹنی بنی عرینہ کے ایک شخص کی ملکیت تھی۔ خود اس شخص کا بیان ہے کہ میں اپنی اس اونٹنی پر چلا جاتا تھا کہ ایک سوار ملا اور کہا "اونٹنی بیچتے ہو؟" میں نے کہا "ہاں"۔ پوچھا "کیا لو گے؟" میں نے کہا "ایک ہزار درہم"۔ اس نے تعجب سے کہا "کچھ سڑی ہوئے ہو؟" میں نے کہا "سڑی ہونے کی کوئی بات نہیں ہے؟ اس اونٹنی پر بیٹھ کے میں نے جس کا تعاقب کیا اس کو پا لیا اور جس نے میرا تعاقب کیا مجھے ہرگز نہ پایا"۔ اس نے کہا "جانتے بھی ہو ہم اس کو کس کے لیے چاہتے ہیں؟ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کے لیے اس کی ضرورت ہے"۔ میں نے کہا "ان کے لیے چاہتے ہو تو بغیر قیمت کے نذر ہے"۔ اس نے کہا "نہیں ہمارے ساتھ چلے چلو۔ ہم تمہیں دام بھی دیں گے اور ایک اونٹنی بھی تمہاری نذر کریں گے"۔ میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ اور لوگوں نے اونٹنی کے معاوضہ میں مجھے ایک اچھی اونٹنی اور چار سو یا چھ سو درہم دیے۔ اس کے بعد اب لشکر نے مجھ سے پوچھا "تم صحرا کے راستوں سے واقف ہو؟" میں نے کہا "خوب واقف ہوں"

ان کی رہنما

لشکر کا رہنما

چنانچہ ان لوگوں نے رہبر کے طور پر کسی کو اپنے ساتھ لے لیا۔ راستے بھر یہ حالت رہی کہ لوگ مجھ سے ہر گھاٹی اور پتھر کا نام پوچھتے اور میں بتاتا جاتا۔ آخر ہم ایک تالاب کے کنارے پہنچے جہاں کے کتے ہم پر بھونکنے لگے۔ لوگوں نے اس کا نام پوچھا اور میں نے بتایا کہ یہ تالاب حوأب کہلاتا ہے۔ میری زبان سے حوأب کا نام سنتے ہی حضرت عائشہ نے نہایت بلند آواز سے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس مقام کا ذکر تو میں حضرت رسول خدا صلعم کی زبان مبارک سے سن چکی ہوں۔ ایک روز میں تھی اور آپ کی اور بیبیاں بھی بیٹھی ہوئی تھیں کہ آپ نے فرمایا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم میں سے کون ہے جس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔" یہ واقعہ بیان کرکے آپ نے اپنی اونٹنی بٹھا دی اور فرمایا "مجھے یہاں سے واپس لے چلو"۔ سب سمجھاتے تھے اور آپ نہ مانتی تھیں۔ اسی تردد میں سارا لشکر ایک رات دن پڑا رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر بار بار کہتے تھے کہ رہبر نے آپ کو اس تالاب کا نام غلط بتایا ہے مگر حضرت صدیقہ ایک نہ مانتی تھیں۔

اسی اثنا میں خبر آئی کہ حضرت علیؓ مدینے سے روانہ ہو گئے۔ ساتھ ہی ابن زبیر نے غل مچایا "بھاگو علیؓ مع اپنے لشکر کے پہنچا ہی چاہتے ہیں"۔ اس اندیشہ نے حضرت عائشہ کو خاموش کر دیا اور سب کے ساتھ آپ بصرے کی طرف چل کھڑی ہوئیں اور یہ لشکر منازل سفر طے کرکے بصرے کی آبادی کے سامنے جا پہنچا۔

یہاں عمیر بن عبداللہ تمیمی نے حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا "ام المومنین۔ میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ ابھی شہر کے اندر نہ داخل ہو جائیے۔ آپ سے ابھی شہر والوں سے کوئی مراسلت نہیں ہوئی ہے اور نہیں معلوم وہ لوگ کس خیال میں ہیں۔ پہلے ابن عامر کو بھیجیے جن کا شہر والوں پر اثر ہے۔ وہ جا کے لوگوں سے ملیں اور آپ کے تشریف لانے کا مقصد بیان کریں۔ پھر اس کے بعد آپ شہر کے اندر قدم رکھیں"۔ اس مشورے کے مطابق حضرت صدیقہ نے بصرے سے ذرا فاصلے پر مقام حفیر میں پڑاؤ ڈال دیا اور ابن عامر جا کے لوگوں سے ملے۔ خود حضرت ام المومنین نے بھی احنف بن قیس اور صبرہ بن شیمان کے سے چند معززین بصرہ کو خطوط بھیجے۔

یہاں اس زمانے میں عثمان بن حنیف تو حضرت علیؓ کے مقرر کیے ہوئے والی بصرہ تھے۔ عمران بن حصین نام ایک رئیس شہر کا اثر عوام پر زیادہ تھا اور خود بھی شہر پر ابوالاسود دوئلی اثر رکھتے تھے جو حضرت علیؓ کے شاگرد تھے اور کبار تابعین میں شمار کیے جاتے تھے۔ عثمان بن حنیف نے ورود عائشہؓ کی خبر پاتے ہی دونوں مذکورہ صاحبوں یعنی عمران اور ابوالاسود

بلا کے کہا "آپ ان بیوی کے پاس جائیں۔ پتہ لگائیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں۔ اور اُن کے ہمراہی کون لوگ ہیں۔ اور کس خیال میں ہیں"۔

عمران و ابو الاسود حضرت صدیقہ کی خدمت میں

دونوں صاحب والی کا اشارہ پاتے ہی حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد عرض کیا "ہمارے والی نے ہمیں یہ دریافت کرنے کو بھیجا ہے کہ آپ یہاں کس لیے تشریف لائی ہیں"؟ حضرت عائشہ بولیں "مجھ سی عورت کا کام نہیں کہ اصل حقیقت کو اپنے فرزندوں سے مخفی رکھوں۔ بلوائیوں اور قبائل عرب کے مفسدوں نے حرم رسالت پر حملہ کیا۔ وہاں فساد مچایا۔ فسادیوں کو پناہ دی۔ اوران اعمال زشت کے باعث خدا اور رسول کی لعنت کے مستوجب ہوگئے اسی قدر نہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کے امام کو قتل کیا۔ بغیر اس کے کہ کوئی عذر پیش کر سکتے ہوں۔ جس خون کا گرانا حرام تھا اس کو حلال کر لیا۔ اور جس مال کا لوٹنا حرام تھا اس کو لوٹا۔ شہر محترم اور ماہ محترم ذی الحجہ کی حرمت خاک میں ملا دی۔ اُن کی یہی دستبرد دیکھ کر میں یہ بتانے کو گھر سے نکلی ہوں کہ اُن ظالموں کے ہاتھ سے کیا ہوا۔ جوار رسالتؐ کے لوگ اب تک کس آفت میں مبتلا ہیں۔ اور اس فساد کے دور کرنے اور امت محمدیؐ کی اصلاح کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے"۔ اس کے بعد آپ نے قرآن کی ایک آیت پڑھی اور خاتمے پر فرمایا "ہمارا یہ حال ہے۔ لہٰذا ہم تمہیں بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو آئے ہیں"۔

ناقدہ طلحہ کی

آپ کی یہ تقریر سننے کے بعد عمران اور ابو الاسود حضرت طلحہ سے ملے اور آنے کا سبب پوچھا۔ انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ "ہم عثمانؓ مظلوم کے خون کا انتقام لینا چاہتے ہیں" دونوں صاحبوں نے پوچھا "آپ تو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ کہا "ہاں کر چکے ہیں مگر اس وقت بیعت کی جب تلوار گردن پر رکھ دی گئی"۔ اور اُن کی یہ بیعت اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ وہ ہمارے اور قاتلین عثمانؓ کے درمیان میں حائل نہ ہوں"۔

بعد ازاں یہ دونوں شخص حضرت زبیر کی خدمت میں گئے اور انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت طلحہؓ نے دیا تھا۔

یوں حضرت اُم المومنین اور اُن بزرگان صحابہ کی رائے دریافت کرنے کے بعد دونوں عثمانؓ بن حنیف کے پاس واپس جانے کو تھے کہ حضرت عائشہ کے نقیب نے کوچ لینے بصرے میں اُن کی آمد ہونے کا اعلان کیا۔ فوراً دوڑ کے عثمان کے پاس گئے انھیں اطلاع کی سنتے ہی بے اختیار ابن حنیف کی زبان سے نکلا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون قسم ہے پروردگار کعبہ کی کہ اسلام کی چکی

گھوم گئی (یعنی مسلمانوں میں لڑائی چھڑ گئی) اب تم اور ہم کہاں جائیں [illegible]
البتہ لڑائی کی چکی تم کو عرصہ دراز تک پیستی رہے گی۔ عثمانؓ نے پوچھا پھر تمہاری [illegible]
کیا مصلحت ہے؟ کہا میری رائے تو یہ ہے کہ آپ اس جھگڑے سے الگ رہیں [illegible]
گھر میں جا کے بیٹھ رہوں گا۔ عثمانؓ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا جب تک [illegible]
روکوں گا۔"

اس کے بعد عمرانؓ تو اپنے گھر میں گئے اور عثمان بن حنیف مزاحمت کی تیاری [illegible]
اسی اثنا میں ہشام بن عامر آکے عثمانؓ سے ملے اور کہا آپ جو کچھ کرنے والے ہیں [illegible]
یہ وہ مصیبت ہے جو دور نہیں ہو سکتی ۔۔۔ دوسرے جو اچھا نہیں ہو سکتا [illegible]
کہ آپ ان لوگوں کے ساتھ نرمی اور اخلاق کا برتاؤ کریں اور حضرت علیؓ [illegible]
ہدایت آنے تک انتظار کریں۔" عثمانؓ نے اس مشورہ کو نہ مانا۔ لوگوں کو [illegible]
حکم کیا اور جمع ہوتے ہی تیاری اور مسلح ہونے کا حکم دے دیا۔

اسی سلسلہ میں عثمانؓ نے ایک یہ کارروائی کی کہ قیس کے [illegible]
رہنے والا تھا اور مکار مشہور تھا بھیجا اس نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر [illegible]
ہوئے ہیں اگر ڈر کے بھاگے ہیں تو اس شہر سے آئے ہیں [illegible]
دے سکتا۔ اور اگر حضرت عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کو آئے ہیں تو ہم [illegible] قاتلین عثمانؓ [illegible]
میرا کہا مانو اور انھیں وہیں واپس بھیجو جہاں سے آئے ہیں۔" اس کے [illegible]
سعدی طیش میں آکر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا ان لوگوں کا یہ خیال نہیں ہے [illegible] قاتلین عثمانؓ [illegible]
اس لیے آئے ہیں کہ قاتلین عثمانؓ کے مقابلے کے لیے ہم سے [illegible]
الفاظ پر بعض لوگ اسود کو سنگریزے پھینک پھینک کے مارنے لگے۔ [illegible]
بن حنیف کو معلوم ہو گیا کہ بصرے کے اندر ان لوگوں کے [illegible]
حوصلہ پست ہو گیا۔

ادھر حضرت عائشہؓ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر بصرے کے [illegible]
پہونچیں جہاں قافلے پڑاؤ ڈالا کرتے تھے۔ ادھر سے عثمان بن حنیف اپنے لوگوں کو [illegible]
نکلے۔ بصرے والوں میں سے جو لوگ جناب صدیقہ کا ساتھ دینا چاہتے تھے [illegible]
گروہ میں آکے مل گئے۔ اور تمام اہل بصرہ اسی میدان میں تھے [illegible]

سنگ زنی
[illegible]

اور عثمانؓ بائیں جانب۔

طلحہ و زبیر کی تقریریں

طلحہؓ نے اٹھ کر ایک تقریر کی جس کے سننے کے لیے سب خاموش ہو گئے۔ انھوں نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد حضرت عثمانؓ کے فضائل بیان کیے۔ اور ظاہر کیا کہ اُن پر کیسی جور و تعدی ہوئی۔ پھر لوگوں کو اُن کے خون کا انتقام لینے کو ابھارا۔ اور جوش دلایا۔ اسی قسم کی تقریر زبیرؓ نے بھی کی۔ انجام یہ ہوا کہ اس میدان میں داہنی جانب جتنے لوگ تھے کہنے لگے "یہ حضرات سچ کہتے اور ہمیں نیک کام کی طرف بلا رہے ہیں"۔ مگر جو لوگ میدان کے بائیں حصے پر تھے اور ابن حنیف کے زیر اثر تھے ان کا یہ خیال ہوا کہ یہ لوگ غلطی پر ہیں ہمیں فریب دے رہے ہیں۔ اور اسلام کے امن میں خلل ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس سے بڑا غدر کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر طلحہ و زبیر دونوں نے بیعت کی اور یہاں آکر اُن کی مخالفت کر رہے ہیں۔

مجمع کے مختلف خیالات

جنگ چل گئی

اس اختلاف کا انجام یہ ہوا کہ یکایک لڑائی چھڑ گئی۔ اور دونوں جانب کے لوگ ایک دوسرے پر خاک جھونکنے اور سنگریزوں کی بوچھار کرنے لگے۔ حضرت صدیقہ نے یہ رنگ دیکھا تو دونوں کو اس بیہودگی سے روک کر اپنی تقریر شروع کی۔ آپ کی آواز بہت بلند تھی۔ اور سب کے کانوں میں پہونچ رہی تھی۔ اس تقریر میں خدا کی حمد کے بعد آپ نے کہا لوگ عثمانؓ بن عفان کو الزام دیتے تھے اُن کے عاملوں کو مجرم و ملزم ٹھہراتے تھے۔ اور مدینے میں ہمارے پاس آکر جو کچھ بیان کرتے تھے اس میں ہم سے مشورہ لیتے تھے۔ ہم جب اس معاملہ میں غور کرتے تو عثمانؓ کو نیک پاک نفس۔ اور وفادار پاتے۔ اور اُن کے مقابلے میں الزام دینے والوں کو بدکار غدار اور جھوٹا۔ اُن لوگوں کا ارادہ کچھ ہوتا اور ظاہر کچھ کرتے تھے۔ پھر جب اُن لوگوں کی قوت بڑھی اور کثرت ہوئی تو سب نے اُن کے گھر پر غدر کیا جس کا خون گرانا حرام تھا حلال کر لیا۔ جو مہینہ محترم تھا اس کی حرمت اور جو شہر معزز تھا اس کی عزت بے وجہ اور بے سبب خاک میں ملا دی۔ اس لیے لوگو تمھیں جو کام کرنا چاہیے جس کے خلاف کرنا ہرگز جائز نہیں یہ ہے کہ قاتلین خلیفہ مظلوم ماخوذ کیے جائیں۔ اور کتاب اللہ کا جو حکم ہو اُس پر عمل کیا جائے"۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی "اَلَم تَرَ اِلَی الَّذِینَ اُوتُوا نَصِیبًا مِنَ الکِتَابِ یُدعَونَ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ الآیہ"۔

حضرت عائشہؓ کا مؤثر خطبہ

حضرت صدیقہ کی اس تقریر نے یہ بڑا اثر کیا کہ عثمان بن حنیف کے ساتھیوں کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک نے نعرے لگانا شروع کیے کہ حضرت ام المومنین سچ فرماتی ہیں اور نیک بات بتا رہی ہیں اور دوسرا اپنے اسی پہلے خیال پر قائم رہا کہ یہ لوگ غلطی پر ہیں اور جس امر کی طرف بلا رہے ہیں وہ

موثر خطبہ کا اثر

لشکر کی تیاری

حق نہیں ہے۔ اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں دھول اور کنکریاں چلنے لگیں۔ حضرت صدیقہ نے یہ رنگ دیکھا تو وہاں سے ہٹ گئیں۔ اور داہنی جانب جتنے لوگ تھے سب عثمانؓ بن حنیف کے گروہ سے جدا ہو گئے اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اُم المومنین یہاں سے ہٹ کر مقام مربد میں ٹھہریں جہاں چمڑے کو دباغت کرنے والے رہتے تھے۔ عثمانؓ بن حنیف کے اکثر رفقا تو انہیں کے ساتھ رہے مگر بعض ان سے ٹوٹ کر حضرت عائشہؓ کے گروہ میں آ ملے۔

ایک شخص کا حضرت صدیقہ کو سمجھانا۔

آپ مربد میں تھیں کہ جاریہ بن قدامہ سعدی حاضر ہوا اور عرض کیا اے اُم المومنین حضور کا اس ملعون ناقہ پر سوار ہو کے نکل کھڑا ہونا خدا کی قسم عثمانؓ کے مارے جانے سے زیادہ سخت اور گراں ہے۔ آپ کو خدا نے ستر دیا تھا اور حرمت و آبرو دی تھی۔ مگر آپ نے اس ستر کی رسوائی کی اور اپنی حرمت کو مٹا دیا۔ خیال تو فرمائیے کہ جو کوئی آپ سے لڑنا جائز سمجھے گا آپ کے قتل کرنے کا بھی روادار ہو گا۔ اگر آپ یہاں اپنی خوشی سے تشریف لائی ہیں تو اپنے گھر واپس تشریف لے جائیے اور اگر دوسروں کے مجبور کرنے سے آئی ہیں تو لوگوں سے مدد مانگیے۔"

طلحہ و زبیر پر ایک شخص کا اعتراض۔

اسی اثنا میں بنی سعد میں کا ایک شخص حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کے سامنے گیا اور کہا اے زبیرؓ حواری رسول اللہ تمہیں ہو اور اے طلحہؓ آپ نے رسول اللہ صلعم کو اپنے ہاتھ سے بچایا ہے۔ آپ کے ساتھ میں آپ کی مادر محترمہ کو بھی دیکھتا ہوں۔ کیا آپ دونوں حضرات اپنے خاندان کی بیویوں کو بھی اپنے ساتھ لائے ہیں؟ جواب "نہیں" جواب سن کر اُس نے کہا "تو پھر مجھے آپ سے کچھ تعلق نہیں"۔ یہ کہہ کر چلا گیا اور چند اشعار پڑھے جن کا یہ مضمون تھا "تم نے اپنی بیویوں کو تو گھر میں بٹھایا مگر ماں کو میدان میں لائے۔ خدا کی قسم یہ نا انصافی ہے۔ اُن بیوی کو تو حکم یہ ہے کہ اس کے دامن گھر کی انگنائی میں لوٹا کریں مگر شوق یہ ہے کہ دامن صحرا کو چاک کریں"۔

لڑائی شروع ہو گئی

اب حکیم بن جبلہ عبدی جو سواروں کا افسر تھا بڑھا اور لڑائی چھیڑ دی۔ حضرت عائشہؓ کے طرفداروں نے ان لوگوں کو آتے دیکھا تو روکنے کے لیے نیزے آگے جھکا دیے۔ مگر وہ نہ رکا اور معرکہ گرم ہو گیا۔ حکیم اپنے سواروں کو بڑھاتا تھا اور حضرت صدیقہ کی طرف کے جاں باز روک رہے تھے۔ یہ لڑائی سرک کے ناکہ پر ہو رہی تھی۔ ام المومنین نے خونریزی سے بچنے کے لیے اپنے لوگوں کو ہٹنے کا حکم دیا۔ سب داہنی طرف ہٹ کر بنی مازن کے قبرستان میں چلے گئے اور اتنے میں رات ہو گئی۔

حضرت صدیقہ کا ہٹ جانا۔

رات ہوئی تو عثمانؓ بن حنیف اپنے قصر میں چلے گئے اور حضرت عائشہؓ کے لوگ دار الرزق

یعنے سرکاری بھنڈار خانے کی طرف چلے۔ رات گزارنے کو یہ لوگ وہاں کے صحن میں جمع ہو رہے تھے کہ حکیم بن جبلہ اُن کے روکنے کو آپہونچا۔ اُس کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور زبان پر گالیاں نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ کو۔ عبد القیس میں سے کسی نے پوچھا "یہ کسے کوس رہا ہے؟" بولا "عائشہ کو"۔ یہ الفاظ سننے کی بھلا کس میں تاب تھی۔ ہ عبدی جوانمرد نے نیزے کا ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ ایک ہی وار میں خاک پر لوٹ رہا تھا اور کہا "کمبخت ام المومنین کی شان میں اور گستاخی!" پھر اسی عبدی شخص کو ایک عورت ملی جسے دیکھا کہ وہ بھی محبوبۂ رسول اللہ ﷺ کی شان میں یاوہ گوئی کر رہی ہے۔ حملہ کر کے اُسے بھی نیزے سے ٹھنڈا کر دیا۔

اسی سلسلہ میں بھنڈار خانے کے پاس سخت خونریزی ہوئی جس میں لڑتے لڑتے صبح ہوئی اور صبح سے دوپہر ڈھل گئی۔ اس معرکہ میں ابن حنیف کے آدمی کثرت سے مارے گئے۔ اور زخمیوں کا شمار دونوں طرف زیادہ تھا۔ آخر لڑائی کی سختی سے دونوں طرف کے لوگ گھبرا گئے۔ اور دونوں جانب سے صلح کے نعرے بلند ہونے لگے۔ پھر بہ اتفاق یہ قرار پایا کہ ایک قاصد مدینے بھیجا جائے جو وہاں سے تحقیق طور پر دریافت کر لائے کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر برضا و رغبت بیعت کی یا اُن سے زبردستی بیعت کرائی گئی۔ پہلی بات سچ ثابت ہو تو دونوں صاحب بصرے کو چھوڑ کے چلے جائیں اور اگر دوسری بات سچ ثابت ہو تو عثمان بن حنیف کو چاہیے کہ شہر کو ان بزرگوں کے حوالے کر کے بصرے سے نکل جائیں۔ اس پر باہم ایک تحریری معاہدہ ہو گیا اور کعب بن سور نے ایک معتمد علیہ سفیر کی حیثیت سے مدینے کی راہ لی۔

جب کعب مدینے پہونچے تو جمعہ کا دن تھا تمام لوگ اُن کے پاس جمع ہو گئے اور انھوں نے کہا "حضرات۔ مجھے اہل بصرہ نے یہ دریافت کرنے کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ طلحہؓ و زبیرؓ نے آکر خود ہی بہ خوشی خاطر علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی یا وہ زبردستی لائے گئے اور اُن سے بہ جبر بیعت لی گئی؟" سب خاموش تھے اور کوئی جواب نہ دیتا تھا۔ اتنے میں اُسامہ بن زید اُٹھے اور کہا "وہ دونوں بیعت کرنے پر مجبور کیے گئے تھے"۔ یہ الفاظ جیسے ہی اُن کی زبان سے نکلے تمام ابن عباس نے کچھ اشارہ کیا اور ساتھ ہی سہل بن حنیف اور بہت سے لوگ اُسامہ پر جھپٹ پڑے۔ مگر غنیمت یہ ہوا کہ ساتھ ہی صہیب ابوایوب انصاری اور دیگر صحابہ کا ایک گروہ جس میں محمد بن مسلمہ بھی تھے اُٹھ کے دوڑے کہ اُسامہ کو ان لوگوں کے ہاتھ سے بچائیں۔ اور جب اُن کو بچا لیا تو اُن سب بزرگوں نے بہ اعلان کہا کہ "افسوس صحیح تو یہی ہے جو اُسامہ نے کہا۔

بے ادب گستاخ کا انجام

بھنڈار خانے کے پاس کی لڑائی۔

مشورۂ صلح۔

اہل بصرہ کا سفیر مدینے گیا۔

مدینے میں اظہار حق کا [illegible]

بعد ازاں صہیب، اُسامہ کو اُن کے گھر میں پہونچا آئے اور اُن سے کہا "ہم لوگوں کی طرح آپ بھی خاموش کیوں نہ رہے؟" انھوں نے کہا "مجھے خبر نہ تھی کہ یہاں یہ حالت ہو رہی ہے"

حضرت علیؓ کا حکم عثمانؓ کو

اس واقعہ کے بعد ہی کعب نے بصرے کی راہ لی اور اُس کی روانگی کے بعد حضرت علیؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ فوراً عثمان بن حنیف کو خط بھیجا جس میں انھیں حکم دیا کہ بصرے کو نہ چھوڑیں اور لکھا کہ "طلحہؓ و زبیرؓ خدا کی قسم جماعت کا ساتھ چھوڑنے پر نہیں مجبور کیے گئے۔ ہاں جماعت کا ساتھ دینے پر البتہ مجبور کیے گئے۔ لہذا اب اگر وہ بیعت توڑنے پر آمادہ ہیں تو اُن کے پاس کوئی جائز عذر نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے علاوہ اگر اُن کا کچھ اور ارادہ ہے تو پھر دیکھا جائے گا"۔

عثمانؓ بن حنیف کی مخالفت معاہدہ

ادھر کعب بن سُور بصرے میں پہونچے اور اُدھر حضرت علیؓ کا خط عثمان بن حنیف کو ملا۔ چونکہ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ طلحہؓ و زبیرؓ سے جبریہ طور پر بیعت لی گئی، لہذا کعب کے آتے ہی اُم المومنین عائشہ نے عثمان بن حنیف کے پاس آدمی بھیجا کہ "اپنے اقرار کے مطابق بصرہ چھوڑ کے چلے جاؤ"۔ انھوں نے اس میں عذر کیا اور حضرت علیؓ کا خط پیش کر کے کہا "اب تو صورت ہی دوسری ہو گئی جو ہماری باہمی قرارداد کے خلاف ہے"۔

مسجد کا ہنگامہ

آخر ایک اندھیری رات میں جبکہ مینھ برس رہا تھا اور ہوا کا زور و شور تھا طلحہؓ و زبیرؓ اپنے لوگوں کو جمع کر کے مسجد بصرہ کی طرف چلے اور ایسے وقت چلے کہ عشا کے معمولی وقت پر پہونچ گئے یہاں عشا کی نماز دیر میں ہوا کرتی تھی۔ کیونکہ عثمان بن حنیف امامت کے لیے دیر کو آتے طلحہؓ و زبیرؓ نے بجائے اس کے کہ اُن کے آنے کا انتظار کریں عبد الرحمٰن بن عتاب کو بڑھا دیا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ یہاں جاٹوں اور سندھ کے نو مسلموں کا ایک گروہ موجود تھا جو قید خانوں کے پہروں پر مامور رہا کرتے۔ انھوں نے ہتھیار نکال لیے طلحہؓ و زبیرؓ نے اُن کا مقابلہ کیا اور مسجد کے اندر تلوار چلنے لگی۔ اس لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ سارے جاٹ اور سندھی جو چالیس تھے قتل ہو گئے

عثمان بن حنیف کی گرفتاری

اس کے بعد دونوں صاحبوں نے آدمی بھیجے کہ جا کے عثمان بن حنیف کو لے آؤ۔ اُن لوگوں نے اُن کے گھر پہونچ کے انھیں زبردستی پکڑ لیا اور ڈاڑھی مونچھوں کے بال نوچتے ہوئے لے آئے چنانچہ مسجد تک پہونچتے پہونچتے اُن کے چہرے پر ایک بال بھی باقی نہ تھا۔ اُن کے ساتھ یہ سلوک ہونا دونوں حضرات کو گراں گزرا۔ مگر اب تو جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ فوراً حضرت عائشہ کو اس واقعہ کی اطلاع کی اور آپ نے حکم فرمایا کہ وہ چھوڑ دیے جائیں۔

ان کا رہا ہونا کی دوسری روایت

ایک ضعیف روایت بھی کتب تاریخ میں درج ہے جو بہت کم قابل وثوق ہے کہ عثمان بن حنیف سے

گرفتار کر لینے کے بعد طلحہؓ و زبیرؓ نے اُن کے بارے میں حضرت عائشہ سے مشورہ کیا۔ آپ نے اُن کے قتل کی رائے دی۔ مگر جناب صدیقہ کی خدمت میں اُس وقت ایک عورت حاضر تھی۔ اُس نے کہا "عثمان صحابی ہیں اُن کے حال پر رحم فرمائیے" اُس کے کہنے سے آپ نے بجائے قتل کے اُن کے قید کرنے کا حکم دیا۔ مگر اس موقع پر مجاشع بن مسعود نے جا کے لوگوں سے کہا کہ انھیں مارو۔ اور اُن کی ڈاڑھی، مونچھیں، پلکیں اور بھویں سب نوچ ڈالو۔ چنانچہ اُن غریب کو چالیس کوڑے مارے گئے۔ اور ڈاڑھی مونچھیں وغیرہ سب نوچ لی گئیں۔ اور اس سزا کے بعد وہ قید خانے میں بند کر دیے گئے۔ پھر چند روز کے بعد چھوڑ دیے گئے۔ اب بصرہ پر حضرت عائشہ کا قبضہ تھا۔ اور آپ کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق داروغہ بیت المال مقرر ہوئے۔

تیسری روایت

بصرے پر حضرت عائشہ کا قبضہ ہونے کی ایک اور روایت بھی ہے کہ جب حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر بصرے میں پہونچے تو حضرت ام المومنین نے زید بن صوحان کو جو بصرے کے ذی اثر سرداروں میں تھا یہ خط بھیجا کہ "از جانب عائشہ ام المومنین حبیبہ رسول اللہ صلعم بجانب فرزند سعید زید بن صوحان بعد حمد الٰہی لکھا جاتا ہے کہ جیسے ہی میری یہ تحریر تم کو ملے آؤ اور میری مدد کرو اور اگر یہ منظور نہ ہو تو گھر میں بیٹھے رہو اور لوگوں کو علیؓ کی رفاقت سے روکو۔" زید نے اس خط کا یہ جواب دیا کہ "میں آپ کا فرزند سعید ہوں اگر آپ ان لوگوں سے کنارہ کشی کر کے اپنے مکان واپس تشریف لے جائیں ورنہ سب سے اول میں ہی آپ سے لڑوں گا۔ خدا رحم کرے اُم المومنین کے حال پر۔ انھیں حکم تھا کہ گھر میں بیٹھی رہیں اور ہمیں حکم تھا کہ میدان میں نکل کر مقابلہ کریں۔ مگر صورت یہ نظر آتی ہے کہ ہمارا فرض وہ ادا کر رہی ہیں اور اپنا فرض ہمارے ذمہ عائد کر لی ہیں۔"

حاکم بصرہ جو عثمان بن حنیف تھے انھوں نے طلحہ و زبیر سے پوچھا "آپ صاحبوں نے علیؓ کی بیعت کیوں توڑ دی؟" انھوں نے کہا "ہم اُن کو اپنے سے زیادہ مستحق خلافت نہیں سمجھتے۔" یہ جواب پانے کے بعد عثمان نے کہا "چونکہ حضرت علیؓ نے مجھے والی مقرر کیا ہے اس لیے میں اُن کی خدمت میں ان امور کی اطلاع کرتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ جواب آنے تک نماز میں ہی پڑھاؤں گا۔" طلحہ و زبیر یہ سن کر رک گئے اور عثمان بن حنیف نے حضرت علیؓ کی خدمت میں خط بھیجا۔ اس کو دو ہی تین روز ہوئے ہوں گے بغیر اس کے کہ حضرت علیؓ کے پاس سے کوئی جواب آئے دونوں بزرگوں نے عثمان پر یورش کر کے انھیں گرفتار کر لیا اور چاہتے تھے کہ مار ڈالیں مگر انصار کے انتقام سے ڈر کے سر کے بال اور ڈاڑھی مونچھیں بھویں پلکیں سب نوچ لیں اور قید کر دیا۔

اس دن بصرے میں طلحہ و زبیر اور اہل بصرہ کی گفتگو

پھر بصرے پر قابض ہونے کے بعد طلحہؓ و زبیرؓ نے لوگوں کے سامنے تقریریں کیں جن میں کہا ہم نے ارادہ کیا تھا کہ امیر المومنین عثمانؓ کو راضی کر دیں۔ مگر کمینے اور ذلیل لوگ ہم پر غالب آ گئے اور اُن کو شہید کر ڈالا" لوگوں نے طلحہؓ سے پوچھا ہمارے پاس جو آپ کے خطوط آئے ان کا مضمون تو اس کے خلاف تھا۔" زبیرؓ نے پوچھا "اس بارے میں میرا بھی کوئی خط تمھیں ملا تھا؟" اور بعد ازاں حضرت عثمانؓ کی شہادت کے واقعات بیان کیے۔ اور اس کے ضمن میں حضرت علیؓ پر اعتراضات بھی کیے۔ بنی عبد القیس کے ایک شخص کو سننے کی تاب نہ رہی۔ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کہا "اے شخص بس چپ رہو۔" زبیرؓ خاموش ہو گئے اور اس شخص نے کہنا شروع کیا "اے گروہ مہاجرین! تم وہ لوگ ہو جنھوں نے سب سے پہلے رسول خدا صلعم کی دعوت قبول کی۔ اور یہ تمھاری فضیلت ہے۔ پھر بعد ازاں تمھاری طرح اور لوگوں نے بھی ایمان قبول کیا۔ جس وقت رسول خدا صلعم نے وفات پائی تو تم نے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ہم بھی اس پر راضی رہے۔ اس کو قبول کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حکومت میں برکت عطا کی۔ مگر تم نے اس بارہ خاص میں ہم سے کوئی علاقہ نہ رکھا۔ پھر جب اس شخص نے انتقال کیا ایک اور شخص کو اپنا جانشین کر گیا۔ تم نے اس کے متعلق بھی ہم سے کچھ مشورہ نہیں لیا۔ لیکن ہم راضی رہے اور اس کی خلافت قبول کر لی۔ جب اس شخص نے سفر آخرت کیا تو معاملہ خلافت کو تمھارے چھ شخصوں پر منحصر کر گیا۔ اور آخر تم نے عثمانؓ کو منتخب کر لیا۔ اور بغیر اس کے کہ ہم سے مشورہ کرتے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بعد ازاں تمھیں اُن کی بعض باتیں ناگوار گزریں اور بغیر ہم سے پوچھے تم نے انھیں مار بھی ڈالا۔ اُن کے بعد بغیر اس کے کہ ہم سے پوچھو تم نے علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر اب کونسی بات پیش آئی کہ تم اُن کے مخالف ہو گئے اور ہم سے چاہتے ہو کہ اُن سے لڑیں؟ کیا انھوں نے کسی مال غنیمت میں تصرف کیا ہے؟ کوئی ناجائز حرکت اُن سے سرزد ہوئی ہے؟ یا انھوں نے کوئی خلاف شرع کام کیا ہے کہ ہم تمھارا ساتھ دے کر اُن سے لڑیں؟"۔

بعض لوگوں نے جو خلاف تھے ارادہ کیا کہ اس عبدی شخص کو مار ڈالیں مگر روک دیے گئے۔ لیکن دوسرے دن سارے قبیلہ بنی عبد القیس پر چڑھ آئے۔ اور اُن کے ستر آدمی مار ڈالے۔ عثمان بن حنیف کے پکڑ لینے کے بعد طلحہ و زبیر بصرے میں رہے اور بیت المال اُن کے قبضے میں تھا۔ اُن کے پاس فوج تھی۔ اُن کے رفقا کا گروہ زبردست تھا اور جو لوگ اُن کے

خلاف تھے روپوش ہو گئے۔

حکیم کا سلوک اپنی روایت کے مطابق

عثمان بن حنیف کے ساتھ جو سلوک ہوا تھا اُس کو حکیم بن جبلہ نے سُنا تو کہا "اگر میں ابن حنیف کی مدد نہ کروں تو سمجھو کہ مجھے خوف خدا نہیں ہے"۔ پھر بنی عبد القیس اور اپنے قبیلے کے دوستوں یعنی بنی ربیعہ کو ساتھ لے کر وہ غلہ کے خزانے میں پہونچا جہاں حضرت عائشہؓ اور طلحہ زبیر کا قیام تھا اور وہاں غلہ کثرت سے موجود تھا۔ عبداللہ بن زبیر نے ارادہ کیا کہ غلہ کو اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ اتنے میں حکیم پہونچا اور انھوں نے اُس سے کہا "کیوں آئے ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟"

اس کی اور ابن زبیر کی گفتگو

کہا "اس غلہ میں سے ہمیں بھی دیجئے۔ اور عثمان کو چھوڑ دیجئے تاکہ جو معاہدہ ہو چکا ہے اُس کے مطابق حضرت علی کے آنے تک وہ دارالامارۃ میں رہیں۔ اور اگر میرے طرفدار کافی تعداد میں موجود ہوتے تو خدا کی قسم میں انھیں باتوں پر بس نہ کرتا بلکہ تم نے جن لوگوں کو قتل کیا ہے اُن کے انتقام میں تم کو قتل بھی کرتا۔ تم نے تو یہاں آکر یہ حال کر دیا کہ گویا ہماری جانیں تم پر حلال ہو گئی ہیں۔ تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ اور کس بنا پر اُن لوگوں کو قتل کرتے ہو جن کا خون مباح نہیں ہے"۔

عبداللہ بن زبیر نے کہا "قتل عثمانؓ کی بنیاد پر"۔ حکیم نے پوچھا "تو جن لوگوں کو تم نے قتل کیا وہ قاتلین عثمانؓ تھے؟ خدا کے غضب سے ڈرو"۔ عبداللہ نے کہا "سُنو ہم نہ تمھیں غلہ دیں گے۔ اور نہ عثمان بن حنیف کو چھوڑیں گے جب تک کہ وہ علیؓ کی بیعت توڑ کر اُن سے بیزاری نہ ظاہر کریں"۔ یہ سُن کر حکیم نے کہا "خداوندا۔ تو عادل اور سچا فیصلہ کرنے والا ہے۔ تو ہی گواہ رہ"۔ پھر اپنے لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا "اب لوگوں سے لڑنا جائز ہونے میں مجھے مطلق شک نہیں ہے۔ جس کو شک ہو وہ واپس چلا جائے"۔

اس کا حملہ

یہ کہتے ہی حکیم نے حضرت عائشہ کے گروہ پر حملہ کر دیا۔ ان لوگوں کو حملہ کرتے دیکھ کر طلحہ و زبیر نے کہا "خدائے تعالیٰ کا شکر ہے اُس نے بصرے کے اُن لوگوں کو اکٹھا کر دیا جن سے ہمیں انتقام لینا ہے۔ خداوندا ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ"۔ حکیم کے ساتھ چار سردار تھے چنانچہ خود حکیم طلحہ کے مقابلے پر۔ ذریح زبیر کے مقابلے پر۔ ابن محرش عبدالرحمن بن عتاب کے مقابلے پر۔ اور حرقوص بن زہیر عبدالرحمن بن حرث کے مقابلے پر جم ہو گئے۔

اس کا انجام

طلحہ نے تین سو آدمیوں کو لے کر حکیم پر حملہ کیا۔ حکیم رجز پڑھ پڑھ کے تلوار مارتا تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے اس کا پاؤں کاٹ ڈالا۔ اور اُس نے وہی پاؤں اُٹھا کر اُس شخص پر اس زور سے کھینچ مارا کہ وہ گر پڑا۔ تب قریب جا کے اُسے مار ڈالا۔ اب اسی مقتول کی لاش پر سہارا دیئے کھڑا تھا

ایک شخص قریب آیا اور پوچھا حکیم کیا حال ہے؟ کہا میں مار ڈالا گیا! پوچھا کس نے مارا؟ کہا میرے اسی تکیہ نے، وہ شخص اُس کو یہاں سے اٹھا لے گیا اور اُس کے ستر رفقا میں پہونچا دیا۔

غرض حکیم اس روایت کے مطابق یوں مارا گیا جس کے مارے جانے کی اصلی حالت ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ طلحہ و زبیر اس معرکہ میں فتحیاب ہوئے تو ارادہ کیا کہ عثمان بن حنیف کو مار ڈالیں۔ مگر عثمان نے کہا مار ڈالنے کو تو مجھے مار ڈالو مگر یاد رکھو کہ میرے بھائی سہیل جو مدینے میں موجود ہیں بے انتقام لیے نہ رہیں گے۔ یہ سُن کر اُن کو چھوڑ دیا۔ ذرحج مع اپنے ساتھیوں کے مارا گیا۔ اور حرقوص نے چند رفقا کے ساتھ بھاگ کر اپنی قوم میں پناہ لی۔

قاتلین عثمانؓ سے انتقام

اس فتح کے بعد طلحہ و زبیر کے نقیب نے بصرے میں اعلان کر دیا کہ حضرت عثمانؓ پر چڑھ کر جو لوگ مدینہ گئے تھے اُن میں سے جو کوئی موجود ہو حاضر کیا جائے چنانچہ ایسے تمام لوگ پکڑ پکڑ کے لائے گئے اور قتل ہوئے۔ اور بجز حرقوص کے اُن میں سے ایک بھی زندہ نہ رہا۔ حرقوص کی قوم والے بنی سعد تھے جن کو گذشتہ لڑائی میں سخت صدمہ پہونچا تھا۔ حرقوص کے بارے میں انھوں نے ایک مدت مقررہ کے لیے ضمانت کر لی۔ اس قبیلے کے لوگ در اصل حضرت عثمانؓ کے طرفدار تھے

اہل بصرہ کے طرفدارانِ علیؓ

مگر اس موقع پر اسی حرقوص کے خیال سے الگ ہو گئے۔ بنی سعد کی ناراضی نے بنی عبد القیس کو بھی برافروختہ کر دیا۔ اس لیے کہ لڑائی کے بعد اُن میں کے بھی بہت سے آدمی مدینے پر چڑھ جانے کے جرم پر مارے گئے تھے۔ اِن کے علاوہ اور تمام لوگ بھی جو بھاگ کر اُن کے پاس پہونچے سب نے حضرت علیؓ کی طرفداری و اطاعت کو اپنے لیے لازم جانا۔

تقسیم وظیفہ و انعام

اب طلحہ و زبیر نے حکم دیا کہ جو وظیفے اور غلہ وغیرہ لوگوں کو ملا کرتا ہے اُن میں تقسیم کیا جائے اور جو لوگ اُن کے مطیع و منقاد ہیں اُن کو معمول کے علاوہ بطور انعام کچھ زیادہ دیا۔ بنی عبد القیس اور بنی بکر بن وائل اُس زیادہ انعام سے محروم رکھے گئے اس سے ناراض ہو کر انھوں نے بیت المال پر حملہ کر دیا۔ مگر روکے گئے اور اُن میں سے اور چند لوگ بھی مار ڈالے گئے۔ پھر اس نامرادی کے بعد یہ لوگ بصرے سے نکل کے مدینے کی سڑک پر ٹھہر گئے اور حضرت علیؓ کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

اور شہر والوں کو اطلاع

اب لشکر ام المومنین بصرے کے اندر اور اس پر حاکم تھا۔ طلحہ و زبیر نے اپنی کارروائیوں کی اطلاع شام میں جناب معاویہ کو کی۔ اور حضرت صدیقہؓ نے کوفہ والوں کو لکھا کہ لوگوں کو علیؓ سے مخالف بنا دو۔ اور اس پر آمادہ کرو کہ قاتلین عثمانؓ سے اُن کے خون کا انتقام لیں۔ انھی کے ساتھ

ام المومنین نے اہل مدینہ و اہل یمامہ کو اسی مضمون کے خطوط بھیجے اور اپنی حالات سے اطلاع دی۔

طلحہ و زبیر کے ہاتھ پر بیعت

بصرے کی مذکورہ بالا لڑائی ۳۶ھ میں ۲۵ ربیع الآخر کو ہوئی جس کے بعد بصرہ والوں نے طلحہ و زبیر کے ہاتھ پر بیعت کی بیعت کے بعد زبیر نے کہا بھلا ایسے ایک ہزار سوار نہیں موجود ہیں کہ میں ان کو لے کے علیؓ کے مقابلے پر جاؤں اور قبل اس کے کہ وہ لوگ یہاں تک پہنچیں کسی صبح یا شام میں ان کا خاتمہ کر دوں؟ مگر کسی نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر زبیر نے کہا "یہی وہ فتنہ ہے جس کا اکثر ہماری صحبتوں میں تذکرہ رہا کرتا تھا" یہ سن کر ان کے غلام نے کہا "آپ اس کو فتنہ بھی بتاتے ہیں اور پھر اس میں لڑنے کو بھی تیار ہیں!" کہا کمبخت۔ ہم دیکھتے ہیں مگر ہمارا دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ کوئی معاملہ نہیں پیش آتا جس میں مجھے معلوم نہ ہو جاتا ہو کہ کدھر قدم ڈالنا چاہیے۔ بجز اس معاملے کے۔ اس میں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں فتنہ کی طرف جا رہا ہوں یا فتنہ سے نکل رہا ہوں"۔

اس فتنہ سے زبیر کا اندیشہ

تیسری فصل[۱]

مدینے سے حضرت علیؓ کی روانگی۔ کوفہ پر قبضہ اور لڑائی سے قبل کے واقعات

حضرت علیؓ کو اطلاع۔ آپ کے رفقا۔ حضرت ام سلمہ کی رفاقت۔ مدینہ سے روانگی
عبداللہ بن سلام کا روکنا اور ناکامی۔ ربذہ میں ورود۔ حضرت حسنؓ کے خیالات۔ حضرت علیؓ کا جواب۔
آپ کی سفارت کوفہ میں۔ آپ کا خطبہ۔ ربذہ سے کوچ۔ آپ کا اصلی مقصد۔ بنی طے کا خلوص اور عطا۔
آپ کے لشکر کی شان۔ نئے معاون۔ کوفے کی خبریں۔ ابن حنیف کے حالات کی اطلاع۔ بصرے کی
خبریں۔ عثمان بن حنیف کی عاجزی۔ ذی قار میں قیام۔ بصرے کی اور خبریں۔ سفارت کی ناکامی
ابوموسیٰ اشعری کی مخالفت۔ کوفے سے سفیروں کی واپسی۔ دوسرے سفیر اشتر اور ابن عباسؓ
ابوموسیٰ کی مخالفانہ تقریر۔ یہ سفیر بھی ناکام رہے۔ تیسرے سفیر حضرت حسنؓ اور عمار۔ حضرت
حسنؓ کا ارشاد۔ ابوموسیٰ کا جواب۔ عمار کی برہمی اور اس کا انجام۔ حضرت عائشہ کی سفارت کوفہ میں
غیر معتمد سفیر۔ ابوموسیٰ کا مسلک۔ حضرت عائشہ کا مخالف سفیر۔ قعقاع کی تقریر۔ عبد الخیر اور
ابوموسیٰ میں مباحثہ۔ اس زمانے کے چار فریق۔ ابوموسیٰ کی تائید۔ عمار کی تقریر۔ حضرت حسنؓ کی
تقریر۔ حضرت حسنؓ کی تقریر کا اثر۔ اہل کوفہ حضرت علیؓ کے طرفدار ہو گئے۔ اشتر کوفہ میں۔ ان کے
داخلے کی شان۔ قصر امارت پر کیونکر قبضہ کیا۔ کوفہ کے یاران علیؓ ان کے سامنے۔ حضرت
علیؓ کی تقریر۔ آپ کے معزز ہمراہی۔ آپ کے سفیر قعقاع۔ قعقاع حضرت عائشہ کی حضور میں۔
انہیں صلح۔ بصرے کے سفیر جو حضرت علیؓ کے پاس۔ حضرت علیؓ کی ایک تقریر۔ قاتلان
عثمانؓ سے آپ کی بیزاری۔ دشمنان عثمانؓ کی کانفرنس۔ اشتر کی رائے۔ ابن سوداء کی
رائے۔ علباء کا مشورہ۔ ابن سوداء کا جواب۔ عدی کا مشورہ۔ سالم کا خیال۔ شریح کا مشورہ۔
آخری تجویز۔

حضرت علیؓ کو اطلاع۔

حضرت علیؓ کو جیسے ہی خبر ہوئی کہ مکہ معظمہ میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ طلحہ و زبیر بھی شریک
ہو گئے اور ہنگامہ آرائی کا بندوبست کر رہے ہیں تو آپ نے شام کا ارادہ ملتوی فرمایا اور

[۱] گذشتہ فصلوں کی طرح اس فصل کے واقعات بھی علی العموم طبری اور ابن اثیر سے لیے گئے ہیں۔

معززین مدینہ کو جمع کر کے اُن کے سامنے ایک تقریر کی جس میں ان سب واقعات کو ظاہر فرما کے ارشاد فرمایا "معاملۂ خلافت کا انجام بھی اسی طرح درست ہوگا جس طرح کہ اس کا آغاز درست ہوا۔ لہٰذا لوگو خدا کی مدد کرو۔ وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے معاملے کو سدھار دے گا۔" مگر آپ کے اس فرمانے کا لوگوں پر زیادہ اثر نہیں پڑا۔ اس لیے کہ بہت کم لوگوں نے آمادگی ظاہر کی۔

آپ کے رفقا

زیاد بن حنظلہ نے لوگوں کی یہ بے پروائی دیکھی تو اظہار افسوس کر کے عرض کیا "امیر المومنین اور کسی کو چاہے لڑائی دشوار معلوم ہو مگر ہم آپ کی رفاقت کے لیے حاضر ہیں۔" اکابر انصار میں سے بھی چند لوگوں نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ ابوقتادہ نے کہا "یا امیر المومنین۔ یہ تلوار رسول خدا صلعم نے میری کمر میں باندھی تھی جسے میں نے ایک مدت تک میان میں رکھا اب اس کے باہر نکالنے کا وقت آگیا ہے۔ اور یہ اُن لوگوں پر کھنچے گی جو فلاح اُمت کی پروا نہیں کرتے اور میری التجا ہے کہ حضور مجھے آگے روانہ کر دیں۔"

حضرت ام سلمہ کی رفاقت

اس موقع پر حضرت اُم المومنین اُم سلمہ نے فرمایا "اگر خدا کی نافرمانی کا اندیشہ۔ اور یہ خیال نہ ہوتا کہ آپ بھی قبول نہ کریں گے تو میں اس لڑائی میں آپ کے ہمراہ چلتی۔ مگر میرے یہ ابن عم جو خدا کی قسم مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں آپ کے ہمراہ رہیں گے۔ اور لڑائی کے میدانوں میں آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔" علامہ ابن قتیبہ نے السیاسۃ والامامۃ میں لکھا ہے کہ حضرت ام المومنین اُم سلمہ نے جناب صدیقہ کو ایک ناصحانہ خط بھی بھیجا جس میں اُن کو عورتوں کے شعائر کے خلاف میدان جنگ میں نکلنے اور حضرت علیؑ کی مخالفت سے روکا تھا۔ جناب صدیقہ نے جواب میں اپنی حالت اور نیت کی جانب سے اطمینان ظاہر کیا اور اُن کے مشورے کی پروا نہ کی۔

مدینے سے روانگی

غرض حضرت علیؑ ماہ ربیع الاول ۳۶ھ کی آخری تاریخوں میں اسی فوج کو لے کر جو سفر شام کے لیے فراہم کی تھی مدینۂ طیبہ کے باہر نکلے۔ تمام بن عباس کو اور بعض راویوں کے بیان کے مطابق سہیل بن حنیف کو اپنی جگہ مدینے کا والی مقرر کیا اور مکہ کی حکومت پر قثم بن عباس کو مامور فرمایا۔ مدینہ چھوڑتے وقت آپ کو خیال تھا کہ طلحہ و زبیر راستے ہی میں مل جائیں گے جن کو آپ پلٹا لائیں گے اور اس کی نوبت نہ آئے گی کہ وہ لوگ بصرے پہونچ جائیں۔ اور کوفے اور بصرے کے جو لوگ گذشتہ جھگڑے کے وقت مدینے میں آئے تھے اُن میں سے نوسو آدمی آپ کے ہمراہ رکاب تھے۔

عبداللہ بن سلام کا روکنا اور لڑائی کی

مدینے سے باہر قدم نکالا ہی تھا کہ عبداللہ بن سلام نے جو ایک جلیل القدر صحابی تھے آگے

رکاب تھام لی۔ اور عرض کیا "امیر المومنین۔ مدینے سے نہ جائیے۔ آپ یہاں سے چلے گئے تو خدا کی قسم پھر کبھی خلافت یہاں نہ آئے گی۔" جو لوگ حضرت علیؓ کو لیے جاتے تھے اُن کو یہ ناگوار گزرا۔ بیچارے عبداللہ بن سلام کو بُرا بھلا کہنے اور گالیاں دینے لگے۔ ایک صحابی رسالتؐ کی توہین ہوتے دیکھ کر حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو روکا اور فرمایا "رہنے دو۔ یہ شخص اصحاب رسالتؐ میں سے ہے۔"

ربذہ میں ورود

یہاں سے کوچ کرکے آپ ربذہ میں پہونچے اور سُنا کہ حضرت عائشہؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ بصرے کی سمت پہونچ گئے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ نے ربذہ میں قیام کر دیا اور سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اس تشویش کے موقع پر آپ کے بڑے فرزند حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا "میں نے آپ کو ایک مشورہ دیا آپ نے نہ مانا اور اسی مشورہ نہ ماننے کی وجہ سے کل آپ اس حالت میں مارے جائیں گے جس میں کوئی آپ کا مددگار نہ ہوگا۔" حضرت علیؓ نے ناگواری کے انداز سے فرمایا "تم ہمیشہ لونڈیوں کی طرح روتے ہی رہتے ہو۔ تم نے کون بات کہی تھی جسے میں نے نہیں مانی؟" حضرت حسنؓ نے کہا "جس دن عثمانؓ کا محاصرہ ہوا ہے میں نے آپ کو صلاح دی تھی کہ مدینے سے نکل کے کہیں باہر چلے جائیے تاکہ آپ کا کوئی تعلق نہ سمجھا جائے۔ پھر جس روز وہ مارے گئے ہیں میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ جب تک قبائل عرب کے وفود اور ہر شہر سے بیعت کرنے والے نہ آجائیں آپ بیعت نہ قبول کریں۔ ساتھ ہی آپ کو اس کا اطمینان دلایا تھا کہ سوا آپ کے وہ کسی کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے مگر آپ نے میری بات نہ سُنی۔ پھر جب یہ خبر آئی کہ یہ عورت (اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ) اور یہ دونوں شخص (طلحہ و زبیر) بغاوت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں تو میں نے آپ سے کہا کہ گھر میں خاموش بیٹھے رہیے تاکہ لوگ خود ہی عاجز آکر صلح کے خواستگار ہوں۔ اور اس میں میرا مقصد یہ تھا اگر فساد ہو تو اوروں کے ہاتھ سے ہو۔ آپ کو اس میں دخل نہ ہو۔ مگر آپ نے اس کو بھی نہ قبول کیا۔"

حضرت حسنؓ کا خیال

حضرت علیؓ کا جواب

حضرت علیؓ نے فرمایا "بیٹا وہ جو تم نے کہا تھا کہ میں مدینے سے چلا جاؤں تو اس پر عمل ہونا غیر ممکن تھا۔ اس لیے کہ جس طرح عثمانؓ دشمنوں کے نرغے میں گھرے ہوئے تھے میں بھی گھرا ہوا تھا۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ بیعت نہ قبول کروں۔ تو سُنو۔ خلافت کا فیصلہ کرنا خاص اہل مدینہ کا حق تھا۔ اور ہمارے لیے مناسب نہ تھا کہ اپنے حق کو ضائع کر دیں۔ جس وقت حضرت رسول خدا صلعم نے وفات پائی ہے میں کسی کو اپنے سے زیادہ اس کا مستحق نہ پاتا تھا۔ مگر لوگوں نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر جب انھیں خدا نے آغوش رحمت میں لیا تب بھی میں اپنے سے زیادہ کسی کو میں

خلافت کا استحقاق نہ پاتا تھا مگر عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور میں نے بھی کی۔ بعد ازاں جب عمر
جوار رحمت میں گئے تو اس وقت بھی میں اسی خیال میں تھا کہ سب سے بڑا مستحق خلافت میں ہی ہوں
مگر چھ ناموں پر قرعہ ڈال گئے جن میں ایک قرعہ میرے نام کا بھی تھا۔ انجام یہ ہوا کہ لوگوں نے
عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور مجھے بھی کرنا پڑی۔ پھر جب یہ ہوا کہ لوگوں نے عثمانؓ پر یورش
کی اور انہیں مار ڈالا تو سب نے بغیر کسی ناگواری کے بہ رضا و رغبت میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ لہذا
اب تو میں ان تمام لوگوں کو ساتھ لے کر جو میرا ہی ساتھ دیں ہر مخالف اور ہر باغی کا مقابلہ کروں گا
تاآنکہ خدا اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرے۔ اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ لہذا طلحہ و زبیر کے
اٹھ کھڑے ہونے کے وقت بیٹا تمہارا یہ کہنا کہ میں گھر میں بیٹھ رہوں کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ میں
اس پر عمل کروں تو وہ فرض کیسے انجام پائے گا جو اب میرے ذمہ عائد ہو گیا ہے؟ آخر تمہارا مطلب
کیا ہے؟ یہ کہ میں چرغ کی طرح منہ چھپا کے بیٹھ رہوں اور لوگ جو چاروں طرف سے گھیرے ہوں
کہیں کہ اس کا کہیں پتہ نہیں ہے پھر اس کے پاؤں کھود کے جائیں وہ نکال لیا جائے۔ میں ہی خلافت
کے فرائض کی طرف توجہ نہ کروں گا تو کون کرے گا؟ لہذا اے میرے فرزند ان باتوں کو چھوڑ دو۔"
یہ جواب سن کر حضرت حسنؓ نے پھر کچھ نہیں کہا۔

آپ کا استعانت کوفہ چاہنا　اب آپ نے ربذہ سے محمدؓ بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو کوفہ روانہ کیا۔ اور ان کے ہاتھ اہل کوفہ
کے نام اس مضمون کا خط بھیجا کہ "تم وہ لوگ ہو جن کو میں نے مخالفوں کے مقابلے کے لیے منتخب
کیا ہے۔ مگر جو واقعات پیش آ رہے ہیں ان سے اندیشہ ہے کہ تم کسی فتنہ میں نہ پڑ جاؤ۔ تمہیں دین کا
مددگار و معاون رہنا چاہیے۔ اور تمہارا فرض ہے کہ لوگوں کو ہماری طرفداری پر آمادہ کرو۔ ہم تو فقط اصلاح
چاہتے ہیں تاکہ امت محمدیؐ کے لوگ آپس میں پھر بھائی بھائی ہو جائیں۔"

فراہمی سامان جنگ　دونوں صاحبوں کی روانگی کے بعد حضرت علیؓ ربذہ ہی میں مقیم رہے اور اس مدت میں آپ نے
مدینہ طیبہ سے اسلحہ اور سواری کے جانور منگوا کر لشکر کو زیادہ مضبوط اور درست فرمایا۔ اور ایک دن سب کے
آپ کا خطبہ　سامنے کھڑے ہو کر یہ تقریر فرمائی۔ "خدائے بزرگ و برتر نے ہم کو اسلام سے مشرف کیا۔ اس سے
ہمارا مرتبہ بڑھایا۔ اور ذلت کمی تعداد۔ باہمی بغض و عناد۔ اور رہبانیت کی بلاؤں سے ہمیں آزاد کر کے
آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ جب تک خدا کی مرضی تھی لوگوں کی یہی حالت رہی۔ ان میں حق تھا اور
کتاب اللہ ان کی رہبر و پیشوا رہتی تھی۔ یہاں تک کہ اس شخص (عثمانؓ) پر ایسے لوگوں کے ہاتھ سے
جن میں شیطان نے تفرقہ ڈال دیا تھا مصیبت آ پڑی اور دین میں تفرقہ پڑ گیا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جس طرح

اگلی امتوں میں تفرقہ پڑا اس امت میں بھی پڑے گا۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اس پیش آنے والی بلا سے ہمیں محفوظ رکھے۔" یہ جملہ دو بار ارشاد ہوا۔ پھر فرمایا "مگر جو کچھ ہونے والا ہے اس سے مفر نہیں۔ لہٰذا آگاہ ہو جاؤ کہ یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہونے والی ہے۔ اور اُن میں سب سے بدتر وہ فرقہ ہوگا جو اگرچہ میرے گروہ میں شامل ہونے کا دعویدار ہوگا۔ مگر میرے عمل پر عمل نہ کرے گا۔ میں نے ان لوگوں کو دیکھا اور پایا۔ اس لیے لوگو دین کو لازم پکڑو۔ میری ہدایت پر عمل کرو۔ اور یہی ہدایت تمھارے پیغمبر کی تھی۔ اُن کی سنت پر کاربند رہو۔ جو دشواریاں پیش آئیں اُن سے بچو اور جب تک ان کو قرآن کی روشنی میں پرکھ نہ لو نہ اختیار کرو۔ جو امر قرآن سے ثابت ہو اس کو لازم جانو۔ اور جس امر کے قرآن خلاف ہو اس کو چھوڑ دو۔ بس اسی پر راضی رہو کہ خدا تمھارا پروردگار ہو۔ اسلام تمھارا دین ہو۔ محمد تمھارے نبی ہوں۔ اور قرآن تمھارا امام و قاضی ہو۔"

ربذہ سے کوچ

آپ کا اصلی مقصد

بعد ازاں جب آپ نے ربذہ سے کوچ کر کے بصرے کی طرف رخ فرمایا تو رفاعہ بن رافع سامنے آئے اور عرض کیا "امیر آپ کہاں لیے چلتے ہیں؟" فرمایا "ہم تو اس نیت سے چلے ہیں کہ اگر لوگ ہماری سنیں تو ہم مسلمانوں کی اصلاح کریں۔" عرض کیا "اور جو وہ لوگ نہ مانیں تو؟" فرمایا "ہم انھیں معذور سمجھ کے چھوڑ دیں گے۔ صبر کریں گے۔ اور اُن سے مزاحم نہ ہوں گے۔" پوچھا "جو وہ اس پر بھی خاموش نہ رہیں؟" ارشاد ہوا "اس پر بھی انھوں نے نہ مانا مگر ہمارے مزاحم نہ ہوئے تو ہم بھی اُن کے مزاحم نہ ہوں گے۔ لیکن اگر انھوں نے لڑنے ہی کا ارادہ کر لیا تو پھر اس وقت البتہ ہم لڑیں گے۔" اس جواب پر رفاعہ نے اطمینان ظاہر کیا۔ اور حجاج بن غزیہ انصاری نے اٹھ کر کہا "امیر المومنین جس طرح میں نے آپ کو اپنے قول سے خوش کیا ہے اسی طرح اپنے کام سے بھی خوش کروں گا۔ بخدائے لایزال جب سے خدا تعالے نے ہمیں انصار کا لقب دیا ہے ویسے ہی خدا کے دین کی مدد کریں گے۔"

بنی طے کا اظہار اطاعت

اسی اثنا میں بنی طے کا ایک گروہ آ کے آپ کے لشکر میں شریک ہو گیا اور کسی نے آپ کو خبر دی کہ "ان میں سے بعض لوگ آپ کے ہمراہ جاں بازی کرنے کو آئے ہیں اور بعض آپ کے آگے سر اطاعت جھکانے کو۔" فرمایا "خدا دونوں کو جزائے خیر دے۔ مگر خداوند عالم نے جہاد کرنے والوں کو بڑی فضیلت دی ہے۔" پھر جب وہ لوگ سامنے آئے تو اُن سے پوچھا "کیوں آئے ہو؟" عرض کیا "اس لیے کہ حضور جس امر کو ہمارے حق میں مناسب فرمائیں اس پر عمل کریں۔" ارشاد ہوا "خدا تم کو جزائے خیر دے۔ تم لوگ برضا و رغبت ایمان لائے تھے۔ مرتدوں پر تم نے جہاد کیا تھا اور

اپنے صدقات سے تم نے مسلمانوں کی کفالت کی تھی"۔ آپ کے یہ الفاظ سُن کر اُن میں سے سعید بن عبید طائی سامنے آیا اور عرض کیا "بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے مافی الضمیر کو زبان سے ادا کر سکتے ہیں مگر بخدا میری یہ حالت ہے کہ جو کچھ دل میں ہے اُس کو زبان ادا نہیں کر سکتی تاہم التماس ہے کہ میں کوشش کروں گا اور توفیق دینے والا خداوند کریم ہے ظاہر و باطن میں آپ کا خیر اندیش رہوں گا۔ آپ کے دشمنوں سے ہر میدان میں لڑوں گا۔ اس لیے کہ بلحاظ فضیلت و قرابت رسول اللہ جو حق آپ کو حاصل ہے آپ کے ہمعصروں سے کسی کو نہیں نصیب ہے"۔ فرمایا "خدا تم پر رحم کرے تمہاری زبان نے جو کچھ ادا کر دیا اس کو تمہارا دل پا بھی نہیں سکتا تھا"۔ اس شخص نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا چنانچہ وہ میدان صفین میں آپ کی جانب سے لڑتا ہوا مارا گیا۔

آپ کے لشکر کی شان

اب آپ کا لشکر بصرے کی طرف جا رہا تھا۔ مقدمۃ الجیش کے افسر ابو لیلیٰ بن عمرو بن الجراح تھے جھنڈا آپ کے فرزند محمد بن حنفیہ کے ہاتھ میں تھا۔ خود بنفس نفیس ایک سُرخ رنگ اونٹنی پر سوار تھے۔ اور ایک کوتل کمیت گھوڑا ہمراہ رکاب تھا۔

تہنیت اسد و طے

مقام فید میں پڑاؤ ہوا تو بنی اسد اور بنی طے کے اور گروہوں نے حاضر ہو کر اپنے آپ کو پیش کیا۔ فرمایا "تم لوگوں کے لیے یہی کافی ہے کہ گروہ مہاجرین میں ٹھہرو"۔

کوفے کی خبریں

یہیں عامر بن مطر شیبانی نام کوفہ کا ایک شخص خدمت میں حاضر ہوا اس سے آپ نے اہل کوفہ کے حالات دریافت فرمائے۔ اُس نے جو کچھ کیفیت تھی عرض کر دی۔ پوچھا "ابو موسیٰ اشعری کا کیا حال ہے؟" کہا "اگر آپ نے صلح کی تو آپ کا ساتھ دیں گے۔ اور اگر لڑائی ہوئی تو اُن سے رفاقت کی اُمید نہ رکھیے"۔ ارشاد ہوا "خدا کی قسم میں تو صلح ہی چاہتا ہوں مگر وہی لوگ مخالفت کریں تو کیا کیا جائے"؟

ابن حنیف کے حال سے اطلاع

یہاں سے آگے بڑھ کر جب آپ مقام ثعلبیہ میں اُترے تو خبر ملی کہ عثمان بن حنیف کے ساتھیوں کے ساتھ کیا برتاؤ ہوا اور خود اُن کی کیا گت بنی۔ آپ نے فوراً تمام ہمراہیوں کو اس واقعہ کی خبر دی اور فرمایا "خداوندا میں آزمائش میں ہوں تو نے طلحہ و زبیر کو مبتلا کیا ہے اُن سے مجھے بچا"۔

بصرے کی خبریں

اب آپ مقام آساد میں پہنچے اور سُنا کہ حکیم بن جبلہ کو کیا پیش آیا اور قاتلین عثمان کا کیا حشر ہوا یہ سُن کر فرمایا "اللہ اکبر طلحہ و زبیر کو اپنا انتقام مل گیا ہے تو پھر اب مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ کیا اب بھی میرا پیچھا چھوڑیں گے؟"

عثمان بن حنیف کی حاضری

آگے بڑھ کے آپ ذی قار میں پہنچے تو عثمان بن حنیف حاضر ہوئے اور اس ہیئت سے کہ

چہرے پر کوئی بال باقی نہ تھا۔ سامنا ہوتے ہی انھوں نے عرض کیا "حضور نے مجھے ڈاڑھی مونچھوں والا بھیجا تھا اور اب جو حاضر ہوا ہوں تو ایک بے ریش و بروت امرد ہوں"۔ فرمایا "تم کو اس کا اجر ملے گا۔ رسول اللہ صلعم کے بعد پہلے لوگوں نے دو شخصوں کو خلیفہ بنایا جنھوں نے کتاب و سنت پر عمل کیا۔ بعد ازاں انھوں نے ایک تیسرے شخص کو اپنا حاکم بنایا پھر اس کے متعلق انھوں نے جو چاہا کہا اور جو چاہا کیا۔ اس کے بعد میرے ہاتھ پر بیعت کی اور سب کے ساتھ طلحہ و زبیر نے بھی بیعت کی لیکن چند روز بعد وہ بیعت خود ہی توڑ دی اور لوگوں کو میری مخالفت پر ابھارنے لگے کتنی بڑی حیرت کی بات ہے کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے تو مطیع و منقاد تھے مگر میری اطاعت نہیں کرتے۔ حالانکہ خدا کی قسم وہ جانتے ہیں کہ میں مرتبہ میں کسی اگلے خلیفہ سے کم نہیں ہوں۔ خداوندا۔ ان لوگوں نے جو گرہ ڈالی ہے اس کو کھول دے۔ اس چیز کو پورا نہ ہونے دے جسے انھوں نے اپنے نفسوں کے لیے مضبوط کیا ہے۔ اور اُن کے کاموں کی برائی دکھلا دے"۔

ذی قار میں قیام

ذی قار میں آپ ٹھہر گئے اور محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کی واپسی کا انتظار کرنے لگے جن کو کوفہ میں بھیجا۔ اسی اثنا میں کچھ واقعات بنی ربیعہ کو پیش آئے تھے آپ نے سنے اور یہی معلوم ہوا کہ بنی عبد القیس بصرہ سے باہر نکل آئے۔ یہ آخری خبر سن کر آپ خوش ہوئے اور فرمایا "تمام بنی ربیعہ میں بنی عبد القیس بہتر ہیں اور ہر ایک ربیعہ والے میں بھلائی ہے"۔ اور اسی موقع پر آپ نے بنی بکر بن وائل کی تعریف کی اور بنی اسد اور بنی طے کی بھی۔

بصرہ سے کمک اور خبر آنا

سفرائے کوفہ کی ناکامی

آپ کے دونوں سفیروں یعنی دونوں محمدوں نے کوفہ میں پہنچ کر ابوموسیٰ اشعری کو مسجد میں حضرت علیؓ کا خط سنایا مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ شام ہوئی تو بعض لوگ دارالامارۃ میں ابوموسیٰ کے پاس جمع ہوئے اور پوچھا آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا "اب وہ رائے نہیں رہی جو کل تھی۔ اور یہ انجام تمھاری ہی سستی کا نتیجہ ہے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ ہم گھر جا کر بیٹھ رہیں۔ نہ ادھر ہوں نہ اُدھر۔ اور دوسری یہ کہ میدان میں نکل کر لڑیں۔ پہلی بات آخرت کے کام کی ہے اور دوسری دنیا کے کام کی۔ ان میں سے جس کو چاہو اختیار کرو"۔ حضرت علیؓ کے دونوں ایلچی چپ رہے تھے ابوموسیٰ کی اس گفتگو پر انھیں غصہ آگیا اور ان کو سخت سست کہنے لگے۔ مگر ابوموسیٰ کی تقریر ایسا اثر کر چکی تھی کہ کوئی بھی لڑنے اور حضرت علیؓ کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ اور ابوموسیٰ نے دونوں محمدوں کی درشت زبانی کے جواب میں کہا "خدا کی قسم عثمانؓ کی بیعت میری گردن پر بھی ہے اور آپ کی طرف سے تم آئے ہو اُن کی گردن پر بھی۔ لہٰذا خونریزی سے

ابوموسیٰ اشعری کی تقریر اہل کوفہ سے

مصر نہیں ہے۔ اور ہم تو جب تک قاتلین عثمانؓ سے چاہے وہ کہیں ہوں فراغت نہ کر لیں گے کسی سے نہ لڑیں گے۔"

کوفہ سے سفیروں کی واپسی

اس کارروائی اور ابو موسیٰ کے اس جواب سے مایوس ہو کر دونوں صاحب واپس آ کر حضرت علیؓ سے ذی قار میں ملے اور سرگزشت بیان کی۔ آپ نے اشتر کو بلا کر جو ساتھ تھے کہا "تمہیں ابو موسیٰ سے خوب نپٹو گے۔ بہتر عبداللہ بن عباس کو ساتھ لے کر جاؤ اور اس خرابی کو دور کرو۔"

دوسرے سفیر اشتر اور ابن عباس

حکم کے مطابق دونوں صاحب کوفہ میں آ کر ابو موسیٰ سے ملے۔ ان سے گفتگو کی۔ اور معززین اہل کوفہ سے ان کی مخالفت میں مدد مانگی۔ ابو موسیٰ نے ان کی یہ کارروائی دیکھ کر اہل کوفہ کے مجمع عام میں یہ تقریر کی کہ لوگو۔ اصحاب رسالتؐ جو آپؐ کی صحبت میں رہے وہی خدا اور رسولؐ کو زیادہ جانتے ہیں۔ ہمارا تم پر حق ہے اور اس حق کو میں نصیحت کے عنوان سے ادا کیے دیتا ہوں۔ صحیح رائے یہ ہے کہ خدائی سلطنت کی سبکی نہ کرو۔ اور نہ خدا سے لڑنے کی جرأت کرو۔ جو لوگ مدینے سے آئیں ان کا خیر مقدم ادا کرو۔ پھر اس کے بعد وہ لوگ جہاں سے آئے ہیں وہیں انہیں واپس بھیج دو تا آنکہ وہ باہم متفق نہ ہو جائیں۔ اس کو وہی لوگ خوب جانتے ہیں کہ امامت کے لیے زیادہ موزوں و مناسب کون ہے۔ یہ کانوں کے پردے پھاڑنے والا ہنگامہ ہے۔ اس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے کھڑا ہونے والا سوار سے اور سوار کوشش کرنے والے سے اچھا ہے۔ لہذا کوئی چونٹی کا سوراخ بھی ملے تو اس میں چھپ کر بیٹھ رہو۔ تلواریں میان میں کر لو۔ نیزوں پر سے پھل اتار لو۔ کمانوں کی تانتیں کاٹ ڈالو۔ اور جو مظلوم و پریشان حال ملے اس کو پناہ دو۔ یہاں تک کہ خرابیاں دور ہو جائیں اور یہ فتنہ دفع ہو۔" ابو موسیٰ کی یہ تقریر سن کر ابن عباس اور اشتر دونوں واپس چلے آئے۔ اور حضرت علیؓ کو ان واقعات کی اطلاع کی۔

ابو موسیٰ کی مسالمانہ تقریر

یہ سفیر بھی ناکام رہے

تیسرے سفیر حسنؓ اور عمارؓ

اب آپ نے اپنے فرزند حسنؓ اور عمار بن یاسرؓ کو اس سفارت پر روانہ کیا اور ان کے روانہ ہوتے وقت عمار کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا "جاؤ اور اس فساد کی اصلاح کرو۔" دونوں صاحبوں کا کوفہ کی آبادی میں داخل ہوتے ہی مسروق بن اجدع سے سامنا ہوا۔ اس نے سلام کے بعد عمار سے کہا "ابوالیقظان! بتلاؤ تم نے عثمانؓ کو کیوں مار ڈالا؟" کہا "اس لیے کہ ہماری آبرو میں فرق آ گیا تھا اور ہمارے اچھے لوگ مارے پیٹے گئے۔" یہ سن کر مسروق نے کہا "مگر خدا کی قسم تم نے اتنا عذاب نہ کیا ہوگا جتنا کہ اس فعل کے پاداش میں تم پر ہوگا۔ اس معاملے میں تم صبر و تحمل سے کام لیتے تو بہتر تھا۔"

اتنے میں ابوموسیٰ آ گئے۔ اور آتے ہی حضرت حسنؓ کو سینے سے لپٹا لیا پھر عمار کی طرف دیکھ کر بولے ابو یقظان اور دشمنوں میں تم بھی شامل ہو گئے؟ اور اپنے نفس کو فاجروں کے پھندے میں ڈال دیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نہ اس کام میں شریک ہوا اور نہ میں نے اسے برا جانا۔" ان کے یہ الفاظ سنتے ہی حضرت حسنؓ نے فرمایا "تم ان لوگوں کو ہم سے جدا کیوں کیے دیتے ہو؟ خدا کی قسم ہمارا ارادہ اصلاح ہی کا ہے۔ اور امیر المومنین علیؓ ایسے بزرگ نہیں ہیں کہ ان کا ساتھ دینے میں کوئی خطرہ ہو۔" اس کے جواب میں ابوموسیٰ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ جو کچھ فرمائیں سچ فرماتے ہیں۔ لیکن جس کسی شخص سے مشورہ لیا جائے اس کی حیثیت امانت دار کی سی ہو جاتی ہے میں نے حضرت رسول خدا صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ عنقریب ایک فتنہ پیدا ہوگا اس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے، کھڑا ہونے والا چلنے والے سے۔ اور چلنے والا سوار ہونے والے سے بہتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھائی بھائی بنا دیا ہے اور ہمارے جان و مال کو ایک دوسرے پر حرام کر دیا۔" یہ تقریر سن کر عمار کو غصہ آ گیا۔ طیش میں ابوموسیٰ کو گالی دے بیٹھے۔ اور اٹھ کر لوگوں سے کہا لوگو۔ رسول خدا صلعم نے اکیلے انھیں کو حکم دیا ہوگا کہ اس فتنہ میں تمہارا بیٹھا رہنا کھڑے ہونے سے اچھا ہوگا۔ عمار کی یہ درشت زبانی تمیم کے ایک شخص کو ناگوار گزری جو ابوموسیٰ کا طرف دار تھا۔ وہ غصہ میں بھرا ہوا اٹھا عمار کو گالی دی۔ اور کہا کل تو ہنگامہ کرنے والوں کے ساتھ تھا اور آج آ کر ہمارے امیر سے بدزبانی کرتا ہے!! ساتھ ہی اور لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو برہم ہوتے دیکھ کر ابوموسیٰ سب کو سمجھانے اور روکنے لگے۔

اسی اثنا میں زید حضرت عائشہؓ کا خط لیے ہوئے جامع مسجد کے دروازے پر آ کے ٹھہرا۔ اس کے پاس حضرت ام المومنین کے دو خط تھے۔ ایک ابوموسیٰ اشعری کے نام اور دوسرا عام اہل کوفہ کے نام۔ دونوں خط کھول کر اس نے عام لوگوں کو سنائے۔ بعد ازاں اپنی طرف سے کہا انھیں (یعنی حضرت عائشہ) کو تو یہ حکم تھا کہ گھر میں بیٹھیں۔ اور ہمیں حکم ہوا تھا کہ نکلیں اور فتنہ کو دور کریں مگر آج جس بات کا انھیں حکم تھا اس پر عمل کرنے کی وہ ہمیں ہدایت کرتی ہیں۔ اور جس بات کا ہمیں حکم تھا اس کو خود انھوں نے اختیار کر لیا ہے۔" زید کا یہ فقرہ شبث بن ربعی کو ناگوار گزرا۔ کہا "اے عمانی (یہ زید ان بنی عبد القیس میں سے تھا جو لوگ عمان میں رہتے تھے) تو نے جلولا کے وقت چوری کی تھی جس کے پاداش میں ہاتھ کاٹا گیا۔ آج آیا ہے کہ ام المومنین کی نافرمانی کرے اور ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا ہے؟"

ابوموسیٰ کا جواب۔

عمار کی برہمی۔

اور اس کا انجام

حضرت عائشہؓ کی سندِ رفتہ کو زندہ کیا۔

غیر متعلقہ تنقید۔

ابو موسیٰ کا مسلک

لوگوں کی یہ باہمی چپقلش دیکھ کر ابو موسیٰ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا لوگو! امیر کا کہنا مانو اور عرب کے لیے ایک پناہ کی جگہ بن جاؤ تاکہ مظلوم تمہارے یہاں پناہ لے اور خوف زدہ کو تمہارے پاس امان مل جائے۔ فتنہ کا معمول ہے کہ آغاز میں مشتبہ نظر آتا ہے مگر تھوڑے ہی زمانے میں روشن ہو جاتا ہے۔ یہ سخت فتنہ ہے۔ جو بوڑھوں کو بچوں کا سا عاجز و بے دست و پا کر دے گا۔ لہذا تلواروں کو میان میں کرو۔ نیزوں کو نیچا کرو۔ کمانوں کی تانت کاٹ ڈالو۔ گھر میں دروازے بند کر کے بیٹھ رہو۔ اور قریش کو باہم فیصلہ کر لینے دو اگر تم نے میرا کہنا مانا تو تمہارے دین و دنیا دونوں بچے رہیں گے۔ اور جو کوئی اس فتنہ کے سمندر میں ہاتھ ڈالے گا بس اس کی شامت آجائے گی۔"

حضرت عائشہؓ کی مخالفت سفر۔

اب زید نے اٹھ کر اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کے ٹنڈ کو حرکت دی اور کہا اے عبد اللہ بن قیس اگر تم فرات کو جدھر سے بہتا ہے اسی طرف الٹا بہا سکتے ہو تو اس شور سے پیچھا چھڑا سکو گے۔ شکوک اور شبہوں میں نہ پڑو۔ جو بات سمجھ میں نہ آتی ہو اس کو چھوڑ دو۔ اور امیر المومنینؓ کی طرف چلو۔ ہم سب چل کے ان کے پاس جمع ہو لیں اور حق کو قائم کر دیں۔"

اب قعقاع اٹھے اور کہا "لوگو! میں تمہیں ایک مشورہ دیتا ہوں۔ تمہارا دوست ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم راہ راست پر رہو۔ لہذا وہی کہوں گا جو حق ہوگا۔ امیر نے جو کچھ کہا سچ کہا مگر کاش اس پر عمل بھی ہو سکتا۔ زید خلافت کے دشمنوں میں سے ہیں۔ ان کا کہنا ہرگز نہ سنوں گا۔ مگر سچ یہ ہے کہ خلافت کی عمارت کا قائم رہنا ضروری ہے تاکہ ملک کا نظم و نسق درست رہے۔ ظالم ظلم سے روکا جائے۔ اور مظلوم کی داد رسی ہو۔ یہ امیر المومنین موجود ہیں جو خلیفہ منتخب ہوئے اور اپنی طرف بلانے میں حق پر ہیں۔ قطع نظر اس کے وہ اصلاح ہی کی طرف بلاتے ہیں اس لیے ان کی خدمت میں حاضر ہو اور جو کچھ وہ فرمائیں سنو۔ اور اس پر عمل کرو۔"

عبد الخیر اور ابو موسیٰ میں مباحثہ۔

اس تقریر کے ختم ہوتے ہی عبد الخیر خیوانی نے ابو موسیٰ اشعری سے سوال کیا کہ "کیا طلحہؓ و زبیرؓ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟" جواب ملا "ہاں کی تھی۔" پوچھا "تو کیا کوئی ایسا سخت واقعہ پیش آیا کہ ان کے لیے بیعت کا توڑنا جائز ہو گیا؟" اس کے جواب میں ابو موسیٰ بولے "میں نہیں جانتا۔" اور عبد الخیر نے کہا "تو خیر ہم کو تم اس وقت تک کے لیے چھوڑے دیتے ہیں جب تک کہ تم اس کی اصلیت سے آگاہ ہو۔ مگر کیا تمہارے نزدیک کوئی شخص بھی ہے جو اس فتنہ سے بچا ہو؟ لوگوں کے چار گروہ ہو گئے ہیں۔ پہلے علیؓ اور ان کے ہمراہی جو کوفہ کے سامنے آ گئے ہیں۔ دوسرے طلحہؓ و زبیرؓ جو بصرہ میں ہیں۔ تیسرے معاویہؓ اور ان کے رفقاء جو شام میں ہیں۔ چوتھا ایک گروہ جو حجاز میں ہے۔

اس زمانہ کے چار فریق۔

نہ وہ مالدار ہیں اور نہ کوئی دشمن اُن کی مدد سے رُک سکتا ہے۔ ابو موسیٰ نے جوش کے ساتھ کہا "اور سب سے اچھے یہی لوگ ہیں۔" عبد الخیر نے جواب دیا کہ "ابو موسیٰ تمھارے دل پر تباہی اور بُرائی غالب آگئی ہے۔"

(ابو موسیٰ کی تائید)

اب سیحان بن صوحان نے اٹھ کر کہا لوگو حکومت کا قائم رہنا لابدی ہے یہی والی لوگ ہیں جو ظلم کو روکتے اور مظلوم کی فریاد کو پہونچتے ہیں۔ تمھارے والی (ابو موسیٰ) چاہتے ہیں کہ تم لوگ انتظار کرو تا آنکہ فیصلہ ہو جائے۔ یہ امت محمدیؐ کے امانت دار ہیں۔ دیندار ہیں اور عالم۔ لہذا جو کوئی ان کی رائے پر چلے ہم اسی کے ساتھ ہیں۔"

(عمار کی تقریر)

یہ رنگ دیکھ کر عمار اُٹھے اور کہا حضرت علیؓ رسول اللہ صلعم کے چچا کے بیٹے ہیں وہ تم کو زوجۂ رسول خدا اور طلحہ و زبیر کے مقابلے پر بلاتے ہیں۔ مجھ کو اقرار ہے کہ عائشہؓ دنیا اور آخرت دونوں میں رسول اللہ صلعم کی بیوی ہوں گی۔ مگر پھر بھی کہتا ہوں کہ خوب سوچو۔ حق کو دیکھو اور حضرت علیؓ کے ہمراہ رکاب رہ کر اُن کے دشمنوں سے لڑو۔" اس موقع پر ایک شخص بولا۔ میں تو اسی کے ساتھ ہوں جس کو جنت کی بشارت دی گئی ہے بمقابل اُس کے جسے بشارت نہیں دی گئی۔

(حضرت حسنؓ کی تقریر)

حضرت حسنؓ نے اس شخص کو ڈانٹ کے روکا اور فرمایا "لوگو۔ امیر المومنین کی دعوت قبول کرو۔ اور اپنے بھائیوں کی طرف چلو۔ عنقریب وہ شخص مل جائے گا جس کے پاس خلافت کے لیے جمع ہونا چاہیے۔ اہل عقل و ہوش کے لیے یہی مناسب ہے کہ آگے یا پیچھے انھیں کا ساتھ دیں۔ اور مسلمانوں کے حق میں یہی مفید بھی ہے۔ لہذا ہماری دعوت قبول کرو اور جس مصیبت میں ہم تم مبتلا ہو گئے ہیں اُس کے دور کرنے میں ہمارے مدد و معاون بنو۔ تمھارے امیر المومنین کہتے ہیں کہ میں نے یہ راستہ اختیار کر لیا خواہ اس میں ظالم ہوں یا مظلوم۔ اور جسے حق کی اعانت منظور ہو خدا کا واسطہ دلا کر اس سے کہتے ہیں کہ ضرور آئے۔ میں مظلوم ہوں تو میری مدد کرے۔ اور اگر ظالم ہوں تو مجھ سے مواخذہ کرے۔ طلحہ و زبیر نے خدا کی قسم سب سے پہلے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر سب سے پہلے مجھے دغا دی۔ میں نے کسی کا مال غصب کر لیا تھا یا کسی شرعی حکم کو بدل دیا تھا جو وہ یوں سرِ پرخاش ہیں۔ آؤ۔ اچھے کاموں کو جاری کرو۔ اور بُرے کاموں سے لوگوں کو روکو۔"

(حضرت حسنؓ کی تقریر کا اثر)

حضرت حسن مجتبیٰ کی اس تقریر نے بڑا اثر کیا۔ لوگ نرم پڑ گئے۔ اُن کی دعوت قبول کر لی۔ اور راضی ہو گئے چنانچہ بنی طے کا ایک گروہ اپنے سردار عدی بن حاتم کے پاس آیا اور کہا آپ کیا کہتے ہیں اور اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا ہم نے علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے

اور وہ ہمیں بھلائی کی طرف اور اس اہم واقعہ میں شریک ہونے کو بلا رہے ہیں تاکہ ہم خود چل کے ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں"۔ اسی درمیان میں ہند بن عمرو نے اٹھ کر کہا امیر المومنین نے ہمیں بلایا، ہمارے پاس اپنے قاصد بھیجے حتیٰ کہ خود ان کے فرزند تشریف لے آئے۔ لہٰذا ان کا کہنا مانو، چل کے ان کی مدد کرو، اور اپنی رائے سے ان کو مشورہ دو"۔ اسی اثنا میں حجر بن عدی نے باآواز بلند کہا لوگو! امیر المومنین کی دعوت قبول کرنا چاہیے کہ ہم سب سوار یا پیادے چل کھڑے ہوں اور سب سے پہلے میں چلتا ہوں"۔

اہل کوفہ حضرت علی کے طرفدار ہو گئے۔

اب تمام لوگ حضرت علیؓ کی رفاقت پر آمادہ تھے اور ان کو مستعد دیکھ کر حضرت حسنؓ نے فرمایا لوگو! میں کل جاؤں گا، جس کا جی چاہے میرے ساتھ سوار ہو کر چلے اور جس کا جی چاہے کشتیوں پر سوار ہو کر دریا کے راستے سے روانہ ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نو ہزار سے زیادہ آدمی حضرت علیؓ کا ساتھ دینے کے لیے روانہ ہو گئے۔ چھ ہزار خشکی کی راہ سے اور دو ہزار چار سو دریا کے راستے سے۔

اشتر کوفہ میں

بعض راویوں کا بیان ہے حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور عمار کے بعد اشتر کو بھیجا تھا۔ وہ جس وقت پہونچے ہیں لوگ مسجد میں جمع تھے۔ ابو موسیٰ، حضرت حسنؓ و عمارؓ میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ ابو موسیٰ لوگوں کو حضرت علیؓ کا ساتھ دینے سے روکتے تھے اور حضرت حسنؓ کہہ رہے تھے کہ تمہارے پاس حکومت کو نہ ہماری ہے۔ تم اس سے علیحدہ ہو جاؤ اور ہمارے منبر کو چھوڑ دو۔ اسی طرح سے کچھ جھگڑا پیش تھا کہ اشتر پہونچے۔

اُن کے آنے کی شان

اُن کے آنے کی یہ شان تھی کہ آبادی میں داخل ہوتے ہی جس قبیلے کے کسی گروہ کے پاس سے گزرتے تھے ان لوگوں کو آواز دے کر اپنے ساتھ لیتے اور کہتے میرے ہمراہ قصر امارت چلو۔ چنانچہ ابو موسیٰ تو مسجد میں منبر پر کھڑے رہے اور اشتر ایک بڑے بھاری گروہ کے ساتھ قصر امارت میں (جو بحیثیت والی ملک ہونے کے ابو موسیٰ کا مسکن تھا) گھس پڑے اور ابو موسیٰ کے لوگوں کو ہٹانا اور دبانا شروع کیا۔ اور آخر ان کے تمام غلاموں کو نکال باہر کیا جو غل مچاتے اور دہائیاں دیتے ہوئے مسجد میں ابو موسیٰ کے پاس پہونچے اور فریاد کی کہ اشتر زبردستی قصر امارت میں گھس آئے اور ہمیں وہاں سے مار کے نکال دیا۔ اُن کی فریاد سنتے ہی ابو موسیٰ منبر سے اتر کر قصر امارت میں گئے اور ان کی صورت دیکھتے ہی اشتر نے ڈانٹنا شروع کیا کہ تیری ماں مرے۔ جا نکل دور ہو یہاں سے اور سمجھ لے کہ خدا نے تجھے اس گھر سے نکال دیا۔ ابو موسیٰ نے ان لوگوں کی یہ زبردستیاں اور ان کا یہ رنگ دیکھا تو کہا اچھا مجھے آج شام تک کے لیے مہلت دو۔ اشتر نے مہلت دی اور کہا مگر خبردار

قصر امارت پر پہونچ کر قبضہ کر لیا۔

آج رات کو تم اس حکومت کے مکان میں نہ سونا"۔ اس موقع پر بعض لوگوں نے چاہا کہ اندر گھس کے ابو موسیٰ کا مال لوٹیں، مگر اشتر نے اس سے روکا اور کہا "خود میں اُن کے مال و اسباب کا ضامن ہوں"۔

کوفہ کی امداد — اس واقعہ کے بعد وہ نو ہزار آدمی حضرت علیؓ کی رفاقت کے لیے روانہ ہوئے جن کو حضرت حسنؓ کی تقریر نے جاں نثار خلافت بنا دیا تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ایک اوپر بارہ ہزار آدمی گئے۔ ابو الطفیل کہتے ہیں "مددگاران کوفہ کی یہ تعداد حضرت علیؓ نے پہلے سے بتا دی تھی۔

ان کا شمار — چنانچہ جب یہ لوگ آئے تو میں نے ان کو گن لیا اور اتنے ہی پائے جتنے آپ نے فرمائے تھے۔ نہ ایک زیادہ تھا نہ ایک کم"۔ ان میں بنی کنانہ، بنی اسد، بنی تمیم، بنی رباب اور بنی مزینہ کے سردار معقل بن یسار ریاحی تھے۔ بنی قیس کے سات گروہوں کے سردار سعد بن مسعود ثقفی، مختار کے چچا تھے۔ بنی بکر اور بنی تغلب کے سردار وعلہ بن مخدوج ذہلی تھے۔ بنی مذحج اور اشعریوں کے سردار حجر بن عدی تھے۔ بنی بجیلہ، بنی انمار، بنی خثعم اور بنی ازد کے سردار مخنف بن سلیم ازدی تھے۔

ان کے سامنے حضرت علیؓ کی تقریر — یہ سب لوگ مقام ذی قار میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ چند لوگوں کے جن میں حضرت ابن عباسؓ بھی تھے ان لوگوں سے جا کر ملے، مرحبا کہا اور فرمایا "اے اہل کوفہ تم لوگوں کا مقابلہ شاہان عجم سے ہوا اور اُن کے زبردست لشکروں کو تم نے شکست دی، یہاں تک کہ اُن کا ورثہ تم کو ملا۔ تم نے اپنے مقبوضہ رقبہ کی حفاظت کی اور دشمنوں کے مقابلے میں اکثر لوگوں کی مدد کی ہے۔ تم کو اس لیے بلایا ہے کہ ہمارے بھائیوں کے مقابلے میں ہمارا ساتھ دو۔ اگر وہ اس خیال سے باز آجائیں تو یہی ہمارا مقصد ہے لیکن اگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہیں تو ہم جہاں تک بنے گا نرمی سے اُن کی اصلاح کریں گے۔ اس کے پابند رہیں گے کہ ظلم و زیادتی کی طرف سے شروع ہو اور صلاحیت کی جو بہترین صورت نظر آئے گی ہم انشاء اللہ تعالیٰ اسی کو اختیار کریں گے"۔

آپ کے ہمراہی — کوفہ کے یہ سب لوگ آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے لگے۔ ادھر بنی عبد القیس کا وہ ہزاروں کا گروہ تھا جو بصرے سے آیا تھا اور بصرہ کے راستے پر آپ کے ورود کا منتظر تھا۔ آپ کے ساتھ جو کوفہ کے سپاہی تھے اُن کے سردار قعقاع بن عمرو، سعد بن مالک، ہند بن عمرو اور ہیثم بن شہاب تھے۔ اب اس موقع پر جو اہل کوفہ مدد کو آئے اُن کا شمار بھی پہلے رفیقوں سے کم نہ تھا۔ ان کے سردار زید بن صوحان، اشتر، عدی بن حاتم، مسیب بن نجبۃ الفزاری اور یزید بن قیس اور اسی پایہ کے اور شجاعان عرب تھے۔

آپ کے سفیر قعقاع

جب یہ سب لوگ ذی قار میں جمع ہو گئے تو حضرت علیؓ نے قعقاع کو بلا کر اہل بصرہ کے پاس بھیجا اور حکم فرمایا کہ ان دونوں شخصوں یعنی طلحہ و زبیر سے ملو۔ انھیں اتفاق و یکجہتی کی طرف بلاؤ۔ اور نا اتفاقی کی خرابیاں اُن پر ظاہر کرو۔" پھر جب وہ چلنے لگے تو روک کر پوچھا "اگر کوئی ایسی بات پیش آئے جس کے متعلق میں نے کوئی ہدایت نہ کی ہو تو تم کیا کرو گے؟" عرض کیا "اول تو ہم آپ کے ارشاد پر عمل کریں گے۔ اور جس امر میں آپ سے کوئی ہدایت نہ ملی ہو گی ہم اجتہاد سے کام لیں گے۔ اور جیسا دیکھتے سنتے رہے ہیں اس کے لحاظ سے جو مناسب جانیں گے کریں گے۔"

حضرت علیؓ اُن کے اس جواب سے مطمئن ہو گئے۔ اور انھوں نے مخالفین کے پڑاؤ کی راہ لی۔

قعقاع حضرت عائشہ کی حضور میں

قعقاع صحابی رسول اللہؐ تھے۔ اور حضرت عمرؓ کے عہد کے کار آزمودہ جوانمردوں میں تھے۔ بصرے میں پہونچتے ہی حضرت ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام کیا اور عرض کیا کہ "اے مادر محترمہ حضور اس شہر میں کیوں تشریف لائی ہیں؟" فرمایا "بیٹا میں لوگوں کی اصلاح کے لیے آئی ہوں۔" عرض کیا تو حضور طلحہ و زبیر کو بھی بلوالیں تاکہ میرے اُن کے درمیان جو گفتگو ہو اُس کو حضور اپنے کانوں سے سنیں۔" حضرت عائشہ نے دونوں صاحبوں کو فوراً بلوا لیا۔ اور قعقاع نے وہی سوال جو مجھ سے رسول خدا صلعم نے کیا تھا اُن سے بھی کیا۔ اور بتا دیا کہ جناب صدیقہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ دونوں صاحبوں نے جناب عائشہ کے جواب کو پسند کیا اور کہا "بیشک ہم دونوں اسی مقصد کے لیے آئے ہیں۔" اب قعقاع نے دریافت کیا کہ "آپ کے نزدیک اصلاح کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اگر وہ صورت ہماری سمجھ میں آگئی تو ہم خدا کی قسم صلح کے لیے تیار ہیں۔" دونوں صاحبوں نے کہا "وہ صورت یہ ہے کہ قاتلین عثمانؓ سے انتقام لیا جائے۔ اور اگر اس کام کو ترک کیا گیا تو قرآن کی صریح مخالفت ہو گی۔" قعقاع نے کہا بصرے کے قاتلین عثمانؓ کو آپ قتل کر چکے۔ مگر میرے خیال میں ان لوگوں کے قتل کرنے سے پیشتر آپ صلاحیت سے زیادہ قریب تھے۔ آپ نے چھ سو آدمی قتل کیے اور انجام یہ ہوا کہ بصرے کے چھ ہزار آدمی آپ سے ٹوٹ کر علیحدہ ہو گئے بہت ہی چھوڑ کے چلے گئے۔ اور آپ نے حرقوص بن زہیر کے پکڑنے کا ارادہ کیا تو چھ ہزار آدمیوں کا گروہ مزاحم ہوا۔ لہٰذا اگر آپ ان لوگوں کو قتل نہ کرتے تو سمجھا جاتا کہ صلح و امن کے خواستگار ہیں۔ اسی طرح اگر اب آپ لڑیں گے تو یہی لوگ جو آپ سے علیحدہ ہو گئے ہیں آپ کے مقابلے پر آئیں گے۔ غرض آپ کی خواہش بمقابل اس طرز عمل کے جس کو آپ پسند نہیں فرماتے زیادہ سخت ہے۔" اس امر کو قعقاع نے زیادہ زور دے کے اور خوب وضاحت سے بیان کیا تو

حضرت ام المومنین بولیں "اچھا تو تمھارے نزدیک کون تدبیر مناسب ہے؟" کہا "میرے نزدیک تو اصلی تدبیر خاموشی اور سکون ہے۔ ملک میں جب سکون پیدا ہو جائے گا تو جو لوگ مجرم ہیں خود ہی پریشان ہو جائیں گے۔ اور اگر آپ نے امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو اس کو بھلائی، روشنی اور رحمت الٰہی جانیے۔ اور یہی خون عثمانؓ کے انتقام ملنے کی اصلی صورت ہے۔ لیکن اگر آپ نے جھگڑے اور ضد سے کام لیا اور اس تدبیر کو نہ مانا تو امن و امان کی برکت اٹھ جائے گی اور آپ کو اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہو گی۔" پھر قعقاع نے کہا "قتل عثمانؓ کا جو واقعہ پیش آ چکا ہے وہ ایک شخص کا ایک شخص کو مار ڈالنا نہیں ہے۔ اور نہ ایک قبیلے یا ایک گروہ کا ایک شخص کو قتل کرنا ہے۔ پھر بھلا اس کا انتقام کیسے لیا جا سکتا ہے؟" یہ تقریر سن کر سب نے کہا "تم نے معقول بات بتائی اور جو کچھ کہا خوب کہا۔ لہٰذا واپس جاؤ۔ اور اگر علیؓ نے بھی آ کر یہی کہا جو تم کہتے ہو تو انشاء اللہ صلح ہو جائے گی۔" سفارت کا حق ادا کرنے کے بعد قعقاع حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ حالات بیان کیے تو آپ نے اُن کی کارروائی کو پسند فرمایا اور سب لوگوں کے دلوں میں صلح کی اُمید پیدا ہو گئی۔ چنانچہ جو لوگ صلح کے آرزومند تھے خوش ہوئے مگر وہ جو شورش اور فتنے کے خواستگار تھے اُن کے دلوں میں تشویش پیدا ہو گئی۔

امید صلح

بصرے کے جو لوگ علیحدہ ہو گئے تھے وہ قعقاع کی واپسی سے پہلے حضرت علیؓ کے لشکر میں آ گئے تاکہ اہل کوفہ کی رائے دریافت کریں۔ اور اُن کو بتائیں کہ ہم لوگ صلح کے طالب ہیں۔ کوفہ والوں نے اُن کی رائے سن کر اپنا بھی وہی خیال ظاہر کر کے اُن سے اتفاق کیا اور ان کو بارگاہ خلافت میں لے گئے۔ ان اہل بصرہ نے آپ کو اپنے حال اور خیال سے آگاہ کیا۔ ان لوگوں میں ایک شخص تھا جریر بن شرس۔ حضرت علیؓ نے اُس سے طلحہ و زبیر کے حالات دریافت فرمائے اور اُس نے اُن کی ذرا ذرا سی باتیں بھی بیان کر دیں۔ اور اسی سلسلہ میں کہا "زبیر کہا کرتے ہیں کہ ہم نے مجبور ہو کر بیعت کی۔" اور طلحہ تمثیل کے طور پر جو اشعار پڑھا کرتے تھے وہ پڑھ کے سنائے اور حضرت علیؓ نے بھی اُن شعروں کے جواب میں چند شعر پڑھ دیے۔

بصرے کے صلح جو حضرت علیؓ کے پاس

اس کے بعد جب اہل کوفہ و بصرہ ہم خیال ہو گئے اور قعقاع نے بھی واپس آ کر اپنی کارگزاری عرض کر دی تو حضرت علیؓ نے عام لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی۔ اس میں پہلے خدا کی حمد و ثنا کی۔ پھر عہد جاہلیت اور اُس کی شقاوت کا اور عہد اسلام اور اُس کی سعادت کا ذکر فرمایا۔ پھر کہا "رسول خدا صلعم کے بعد اُمت کے حال پر خدا کی رحمت اُمت کے اتفاق اور خلیفہ کے طرز عمل سے وابستہ ہے۔" بعد ازاں آپ نے حضرات خلفائے ثلاثہؓ کا سبق کا ذکر فرمایا۔ پھر اس سانحہ جانگزا کا

حضرت علیؓ کی ایک تقریر

ذکر کیا جو حضرت عثمانؓ کو پیش آیا۔ اور فرمایا بعض لوگ دنیا کے طالب ہوئے اور خدا نے جو نعمت و فضیلت اُن خلیفہ کو دی تھی اس پر حسد کیا اور چاہا کہ اسلام اور اس کے معاملات کو پھر گذشتہ حالات پر کھینچ لے جائیں مگر خدا کی جو مرضی ہے وہ پوری ہو کے رہے گی۔" پھر ارشاد ہوا "لوگو! میں کل یہاں سے کوچ کروں گا۔ تم بھی میرے ساتھ چلو لیکن خبردار اُن لوگوں میں سے ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ چلے جنہوں نے عثمانؓ کی مخالفت میں کوئی حصّہ لیا ہے۔ بُرے لوگوں کو چاہیے کہ مجھ سے علیحدہ ہو جائیں۔"

علی رضی اللہ عنہ کی عثمانؓ کے مخالفین سے بیزاری

آپ کی یہ تقریر سن کر لوگ جن میں علباء بن ہیثم، عدی بن حاتم، سالم بن ثعلبہ، شریح بن اوفی، اشتر اور چند لوگ تھے۔ جو حضرت عثمانؓ پر نرغہ کر کے آگئے تھے۔ یا جنہوں نے ان لوگوں کے جانے کو پسند کیا تھا جمع ہوئے۔ پھر مصر والے بھی اُن میں شریک ہو گئے اور ابن سوداء اور خالد بن ملجم بھی اس گروہ میں موجود تھے۔ ان سب نے اس پر غور کرنا شروع کیا کہ "اب ہمیں کیا رائے اختیار کرنی چاہیے۔" اور بعض نے بعض سے کہا "یہ علیؓ ہیں جو خدا کی قسم کتاب اللہ کو انتقام عثمانؓ کا دعوی کرنے والوں سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اُن کے لشکر میں اکثر ایسے لوگ ہیں جو عثمانؓ پر یورش کر کے آئے تھے۔ جو لوگ عثمانؓ کے خلاف نہ تھے ابھی تو کم ہیں مگر اُن کا گروہ بڑھے گا پھر جب سارے مسلمان علیؓ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں گے اُس وقت تمہارا کیا ہوگا۔ تم لوگ خدا کی قسم دودھ کی مکھی کی طرح نکال کے پھینک دیے جاؤ گے۔"

دشمنان عثمانؓ کی کانفرنس

اشتر کی رائے

اشتر نے کہا "ہم لوگوں کے بارے میں طلحہ و زبیر کی جو رائے ہے وہ تو معلوم ہی ہے مگر حضرت علیؓ کی رائے آج تک نہیں معلوم لیکن اور سب لوگ واقعی ہماری مخالفت پر ایک زبان ہیں اس لیے اگر صلح ہو گئی تو یقیناً اس کے انجام میں ہم سب مارے جائیں گے۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم تلوار لے کے اٹھیں اور علیؓ طلحہ و زبیر کو بھی وہاں پہونچا دیں جہاں عثمانؓ ہیں۔ اس واقعہ سے ایک ایسا ہنگامہ پیدا ہو گا کہ جب تک ہمارے ساتھ رضامندی ظاہر نہ کی جائے گی مٹائے سے نہ مٹے گا۔"

ابن سوداء کی رائے

عبداللہ بن سوداء نے کہا "تم نے یہ اچھی رائے نہیں دی۔ اے قاتلین عثمانؓ! اس میدان ذی قار میں تمہارا شمار دو ہزار پانچ سو یا چھ سو آدمیوں کا ہے۔ اور طلحہ اور ان کے گروہ والے تقریباً پانچ ہزار ہیں جن کو تم سے لڑنے کی خواہش ہے۔"

علباء کا مشورہ

یہ سن کر علباء بن ہیثم بولا "ہم کو چاہیے کہ یہاں سے پلٹ چلیں اور ان لوگوں کو تنہا چھوڑ دیں جس سے ان کی شوکت کم ہوگی اور دشمن کی طاقت بڑھ جائے گی لیکن ہمارے جانے پر بھی ان کی تعداد زیادہ رہی تو تم اطمینان خواہ مخواہ ان سے صلح کر لیں گے مگر

یہ امر ہمارے مقاصد کے خلاف ہے اس لیے مناسب رائے یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو چھوڑ دیں اور کسی شہر میں چل کے بیٹھ رہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس ایسے اور لوگ جمع ہو جائیں جن سے ہم کو تقویت ہو اور ان لوگوں کے ہاتھ سے نجات ملے تھلیا کا یہ بیان سن کر ابن سودا بولا تم نے بے تکی رائے دی۔ لوگ تو خدا سے چاہتے ہیں کہ تم لوگ الگ ہو جاؤ۔ اور ان لوگوں کے ساتھ نہ رہو جن کے دامن میں اس خون کا دھبہ نہیں ہے۔ تم یاد رکھو کہ اگر تم ان سے جدا ہوئے تو یہ لوگ تمہیں چن چن کے مار ڈالیں گے" عدی نے کہا میں بخدا اس تجویز سے راضی ہوں اور نہ اس کے خلاف مجھے لوگوں کے تردد پر تعجب آتا ہے! میں تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا اگر لوگوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ آئندہ کیا جاتا ہے تو ہمارے پاس گھوڑے اور اسلحہ موجود ہیں۔ اس وقت اگر تم لوگ ٹوٹ گئے تو تمہارے ساتھ ہم بھی ٹوٹ جائیں گے اور رک گئے تو رک جائیں گے" یہ سن کر ابن سودا بولا "تم نے البتہ ٹھیک بات کہی۔ سالم بن ثعلبہ بولا۔ اور کسی کو چاہیے دنیا کی ہوس ہو مجھے نہیں ہے میں کل اگر رستہ طے کر کے نکلا تو پھر زندہ نہ لوٹوں گا۔ واللہ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ ان لوگوں کا سر کاٹ لو تم نے مجھ کو فیصلہ تلوار سے نہیں ہو سکتا۔ ابن سودا نے اس خیال کی داد دی۔ اور شریح بن اوفیٰ نے کہا اپنے معاملات کی پہلے سے اصلاح کر لو جس امر میں جلدی کی ضرورت ہو دیر نہ لگاؤ ہماری حالت اور لوگوں کے مقابلے میں نہایت نازک ہو رہی ہے اور میں نہیں جانتا کہ باہم صلح ہو جانے کے بعد ہماری کیا حالت ہوگی" آخر ابن سودا بولا۔ لوگو تمہاری فلاح اسی میں ہے کہ لڑائی ہو۔ لہذا کل جس وقت دونوں لشکروں کا سامنا ہو تم فوراً لڑائی چھیڑ دو۔ اور کسی کو ادھر توجہ کرنے کا موقع نہ دو پھر تم جن لوگوں کے ساتھ ہو گے انہیں اس سے مفر نہ ہوگا کہ اپنا بچاؤ کریں۔ اور خدا ایسا کرے کہ علی یا طلحہ یا زبیر یا ان کے ساتھ والے ان میں سے کوئی بھی اس تجویز کی طرف مائل نہ ہو جو تمہارے مقاصد کے خلاف ہے۔ لہذا دیکھتے رہو کہ لوگوں کی کیا رائے قرار پاتی ہے۔ اور صلح کی مخالفت کرتے رہو۔ مگر اس طرح کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔

ابن سودا کا جواب

عدی کا مشورہ

سالم کا خیال

شریح کا مشورہ

آخری تجویز

چوتھی فصل

قتال جنگ جمل اور طلحہؓ و زبیرؓ کو شکست

ذی قار سے روانگی۔ حضرت علیؓ کے لشکر کی ترتیب۔ حضرت عائشہ کے لشکر کی ترتیب۔ میدان جنگ۔ جو لوگ اُم المومنین کو چھوڑ کر حضرت علیؓ سے مل گئے۔ حضرت علیؓ کی کوشش صلح۔ حضرت زبیر کا انتظار صلح۔ طلحہ و زبیر دونوں صلح کے اُمیدوار ہیں۔ حضرت علیؓ لڑائی سے بچنا چاہتے ہیں۔ دونوں طرف کے نیک نفس جنت میں جائیں گے۔ اس اندیشے سے بچنے کی احتیاط۔ پیام صلح۔ احنف بن قیس۔ اُن کی سرگذشت اس کی زبانی۔ احنف حضرت علی کی خدمت میں۔ آپ کی علیحدگی۔ میدان جنگ میں علیؓ طلحہ و زبیر کی ملاقات۔ حضرت علی کا اعتراض۔ حضرت طلحہ سے گفتگو۔ حضرت زبیر سے گفتگو۔ رسول اللہ صلعم کی پیشین گوئی۔ حضرت زبیر کی لڑائی سے دست کشی۔ عبداللہ بن زبیر کا ان کو پھیر لانا۔ زبیر کی علیحدگی کا دوسرا سبب۔ نصرانی الاصل کعب کی بدنیتی۔ ہنوز بطرفداران اُم المومنین۔ قبائل کی فرودگاہیں۔ لشکر عائشہؓ کی تعداد۔ آپ کی طرف سے پیام صلح۔ لشکر علیؓ کی فرودگاہیں۔ باہمی میل جول۔ حضرت علی کے لشکر کی تعداد۔ کلیتہً صلح ہو گئی۔ فتنہ انگیزوں سے بلا اجازت لڑائی چھیڑ دی۔ طلحہ و زبیر کی حیرت۔ مفسدوں کی چالاکی۔ حضرت علی کی تیاری اور حیرت۔ دونوں طرف کے اصول جنگ۔ حضرت عائشہ کا میدان میں آنا۔ زبیر و عمار کا مقابلہ۔ جناب عائشہ کی طرف شکست۔ اس کا باعث۔ زبیر کی واپسی اور شہادت۔ قاتل کا انجام۔ حضرت زبیر کی تلوار۔ حضرت طلحہ کی شہادت۔ مرتے وقت حضرت علی کی بیعت۔ آپ اپنی حالت پر افسوس۔

ذی قار سے روانگی۔ دوسرے روز علی الصباح حضرت علیؓ نے میدان ذی قار سے کوچ کیا۔ اور سارا لشکر آپ کے ساتھ تھا۔ تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ بصرے کے بنی عبدالقیس بھی ہمراہ ہو گئے۔ چلتے چلتے آپ نے مقام زاویہ پڑاؤ ڈالا۔ اور وہاں سے چلے تو بصرے کا رخ کیا۔

حضرت علیؓ کے لشکر کی ترتیب۔ بصرے کے قریب پہونچے تو آپ نے آٹھ جھنڈے اور ان کے لیے آٹھ سردار منتخب فرمائے۔ پہلا علم شعبہ بن قیس ہمدانی کو دیا اس کے نیچے قبائل حمیر و ہمدان تھے۔ دوسرا علم زیاد بن نضر حارثی کو عطا ہوا۔ ان کے ماتحت بنی مذحج اور اشعری لوگ تھے۔ تیسرا نشان عدی بن حاتم کو مرحمت ہوا۔

اُن کے ساتھ سارے بنی طے تھے۔ چوتھا جھنڈا سعد بن مسعود ثقفی مختار کے چچا کو عنایت ہوا
اُن کے ہمراہ بنی قیس یعنی بنی عبس اور بنی ذبیان تھے۔ پانچواں نشان حجر بن عدی کندی کو عطا ہوا
اُن کے علم کے نیچے بنی کندہ اہل حضرموت بنی قضاعہ اور بنی مہرہ تھے۔ چھٹا مخنف بن سلیم ازدی کو
دیا۔ اُن کے تحت میں بنی ازد، بنی بجیلہ، بنی خثعم اور بنی خزاعہ تھے۔ ساتواں علم محدوج ذہلی کے ہاتھ
میں دیا۔ اُن کے ہمراہ بنی بکر، بنی تغلب اور بنی ربیعہ کے گروہ تھے۔ آٹھواں علم حضرت عبداللہ
بن عباس کو دیا۔ اُن کے ہمراہ قریش و انصار اور تمام اہل حجاز تھے۔ آپ کے میمنہ کے افسر
اور میسرہ کے عمار بن یاسر تھے۔

حضرت عائشہ کے لشکر کی ترتیب

آپ کے قریب آپہنچنے کا حال سن کر حضرت طلحہ و زبیر نے اپنے لشکر کو یوں ترتیب دیا کہ سب سے
بڑا علم عبداللہ بن حزام بن خویلد کے ہاتھ میں آیا۔ سواروں کے سردار محمد بن طلحہ اور پیدلوں کے عبداللہ
بن زبیر تھے۔ بنی ازد کا جھنڈا کعب بن سور کے ہاتھ میں تھا اور وہ میمنہ پر تھے۔ قریش اور بنی کنانہ
کا علم عبدالرحمن بن عتاب بن اسید کے ہاتھ میں اور بنی تمیم کا ہلال بن وکیع دارمی کے ہاتھ میں تھا
اور یہ دونوں میسرہ پر تھے۔ اور ان دونوں کے افسر عبدالرحمن بن حارث بن ہشام تھے۔ ان کے
علاوہ بنی قیس کا جھنڈا مجاشع بن مسعود کے ہاتھ میں۔ بنی تیم الرباب کا عمرو بن یثربی کے ہاتھ میں
انصار و ثقیف اور ایک گروہ قریش کا علم عبداللہ بن عامر بن کریز کے پاس، خزاعہ کا علم عبداللہ
بن خلف خزاعی کے ہاتھ میں بنی قضاعہ کا عبدالرحمن بن جابر راسبی کے ہاتھ میں۔ بنی مذحج کا ربیع
بن زیاد حارثی کے ہاتھ میں اور بنی ربیعہ کا عبداللہ بن مالک کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے بعد اپنے
لشکر کے ساتھ اپنے پڑاؤ سے جو فرضہ میں تھا چل کھڑے ہوئے اور حضرت ام المومنین اُن کے
ساتھ تھیں جس مقام پر بعد کے زمانے میں عبیداللہ بن زیاد نے ایک قصر تعمیر کرا دیا تھا وہاں اسلام

میدان جنگ۔

کے دونوں نامہربان بھائیوں کا سامنا ہوا[1]۔ اور وسط ماہ جمادی الاخری سنہ ۳۶ھ[2] میں دونوں
گروہ ایک دوسرے کے مقابل اتر پڑے۔ شقیق بن ثور نے جو حضرت عائشہ کے گروہ میں تھا

جو لوگ کہ ام المومنین کے ہمراہ آئے تھے حضرت علی سے جا ملے۔

عمرو بن مرحوم عبدی کے پاس کہلا بھیجا کہ میدان میں نکلو اور جیسے ہی نکلنا ہم کو اپنے ساتھ لے کر
علیؓ کے لشکر میں داخل ہو جانا۔ چنانچہ وہ دونوں قبائل بنی عبدالقیس اور بنی بکر بن وائل کو ساتھ لے کر

---

[1] اخبار الطوال مصنفہ ابی حنیفہ دینوری صفحہ ۱۴۷ و ۱۴۸۔

[2] ابی حنیفہ دینوری جمعرات کا روز اور ۱۰ جمادی الاخری کی تاریخ بتاتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کے لشکر سے نکلے اور حضرت علیؓ کے پڑاؤ میں جا ملے۔ اور اکثر لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ یہ دونوں گروہ جس کے ساتھ ہوں گے وہی فتحیاب ہوگا۔

حضرت علیؓ کی کوشش صلح۔

دونوں لشکر تین روز تک آمنے سامنے پڑے رہے اور کسی طرف سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں ہوئی حضرت امیر المومنین علیؓ کی یہ حالت تھی کہ برابر مراسلت فرماتے اور حریفوں کو اپنی طرف بلاتے تھے اور حضرت علیؓ کے لشکر کے کچھ لوگ جو آگے بڑھ گئے تھے وہ اپنا اپنا آپ کے علم کے نیچے جمع ہوتے جاتے تھے۔

حضرت زبیر کا استفسار۔

حضرت علیؓ کا لشکر جیسے ہی یہاں اترا۔ ابو الجرباء نے حضرت زبیرؓ سے کہا "مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبل اس کے کہ علیؓ کے کل ہمراہی یہاں جمع ہوں ایک ہزار سواروں کو آپ ان کے مقابلے پر بھیج دیں"۔ زبیرؓ نے جواب دیا "لڑائی کے معاملات کو ہم بھی جانتے اور سمجھتے ہیں مگر لڑنے سے پہلے ہم ان لوگوں کو اپنی طرف بلانا چاہتے ہیں۔ یہ بالکل نئی قسم کی لڑائی ہے ایسا واقعہ آج سے پیشتر کبھی پیش نہ آیا تھا۔ اس میدان کے لڑنے والوں میں سے جو شخص خدا کے سامنے کوئی عذر لے جائے گا روز جزا کو اس کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا ان لوگوں کی سفارت ابھی ابھی ہمارے پاس سے واپس گئی ہے جس سے صلح کی امید ہوتی ہے۔ لہٰذا تم اس شروع صلح کو سنو۔ خاموش رہو اور صبر کرو"۔

طلحہ و زبیر دونوں صلح کے خواہشمند تھے۔

صبرہ بن شیمان نے آگے طلحہ و زبیر سے کہا "لڑائی کے لیے علیؓ سے کچھ مہلت حاصل کر لیجیے اس لیے کہ معرکہ آرائی میں رائے صائب بمقابل سختی کرنے کے زیادہ سود مند ہوا کرتی ہے"۔ دونوں نے فرمایا "یہ ایسی لڑائی ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسی صورت نہیں پیش آئی تھی اس کے متعلق نہ قرآن کی کوئی آیت نازل ہوئی اور نہ کوئی حدیث موجود ہے۔ ایک گروہ ہماری تحریک کو ناجائز بتاتا ہے۔ ایک گروہ جس میں ہم ہیں کہتا ہے کہ ہمارے لیے دست بردار ہو جانا مناسب نہ ہوگا۔ علیؓ کہتے ہیں کہ قاتلین عثمانؓ کو چھوڑنا برا ہے لیکن اور باتیں جو اس سے بھی بڑی ہیں ان کے مقابلے میں اس کا اختیار کر لینا آسان ہے عنقریب حق ہم پر روشن اور آشکارا ہو جائے گا۔ اور مسلمانوں کو بعض ایسے احکام ملے ہیں جو سود مند ہونے میں اس جھگڑے سے زیادہ عام ہیں"۔

حضرت علیؓ لڑائی سے بچنا چاہتے ہیں۔

ادھر حضرت علیؓ خطبہ کہنے کے لیے کھڑے ہوئے تھے کہ اعور بن بنان منقری نے اٹھ کر درخواست کی "ہمیں اہل بصرہ کے مقابلے پر بڑھائیے"۔ فرمایا "مگر میں تو ان کو سمجھانا اور اصلاح چاہتا ہوں

شاید خداوند عالم اُمتِ محمدی سے تفرقہ کو دور کر دے اور یہ لڑائی رک جائے"۔ اعور نے پوچھا "اور اگر وہ لوگ نہ مانیں"۔ ارشاد ہوا "سنو، جب تک وہ لوگ نہ بولیں گے میں بھی نہ بولوں گا"۔ پوچھا "اور جو وہ خاموش بھی نہ بیٹھنے دیں؟" فرمایا "اُس وقت ہم فقط اپنی جانوں کو اُن کے ہاتھ سے بچائیں گے"۔ آخر اعور نے پوچھا "تو کیا ہم پر اُن کے وہی حقوق ہیں جو ہمارے اُن پر ہیں؟" فرمایا "بیشک"۔

دونوں طرف کے مخلص جنت میں جائیں گے۔

اسی طرح ابوسلامہ دالانی نے حضرت علیؓ سے پوچھا "یا حضرت، یہ لوگ جو اس خون کے دعویدار ہیں اگر ان کی نیت بخیر ہو اور خلوص عقیدت سے عثمانؓ کے خون کا انتقام چاہتے ہوں تو اُن کے لیے خدا کے سامنے کافی عذر ہوگا؟" فرمایا "بیشک ہوگا"۔ اُس نے سوال کیا "اور آپ اگر اس لڑائی میں تاخیر فرمائیں تو کیا آپ کے لیے بھی اس میں کافی عذر پیدا ہو جائے گا؟" فرمایا "ہاں ہو جائے گا۔ جس امر میں پورا علم نہ ہو اُس میں وہی طرزِ عمل مناسب ہوا کرتا ہے جس میں زیادہ وسعت ہو اور جس کے اختیار کرنے میں زیادہ احتیاط عمل میں لائی گئی ہو"۔ اس نے پوچھا "اور کل لڑائی چھڑنے کے بعد ہمارا اور ان کا کیا حال ہوگا؟" ارشاد ہوا "مجھے اُمید ہے کہ دونوں طرف جو شخص خالصۃً للہ اراوۂ خیر سے مارا جائے گا خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا"۔

اس اندیشے سے بچنے کی احتیاط۔

اس کے بعد آپ نے خطبہ میں فرمایا "لوگو! اپنے ان حریفوں کے متعلق اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں کو قابو میں رکھو، اور خبردار ہم سے آگے نہ بڑھ جانا۔ آج جو کوئی عداوت کے جذبات سے کام لے گا کل خدا اُس کا دشمن ہوگا"۔

پیام صلح۔

پھر آپ نے حکیم بن سلامہ اور مالک بن حبیب کی معرفت طلحہ و زبیر کے پاس کہلا بھیجا "اگر آپ لوگ اسی خیال پر ہیں جس پر آپ نے قعقاع کو رخصت کیا تھا تو ابھی لڑائی سے ہاتھ روکیے تاکہ ہم یہاں قیام کر کے اس امر میں غور کر لیں"۔

احنف بن قیس۔

احنف بن قیس اور قبیلۂ بنی سعد والے لڑائی کے لیے تیار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان لوگوں نے حرقوص بن زبیر کو بچایا تھا، اور بصرے والوں سے علیحدہ ہو کر چلے آئے تھے۔ خود احنف نے حضرت عثمانؓ کے شہید ہو جانے کے بعد مدینہ میں حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس لیے کہ حج کو گیا تھا، وہاں سے واپس آکر مدینہ میں پہنچا تو دیکھا کہ لوگ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ لہٰذا اُس نے بھی بیعت کر لی اور کہتا تھا کہ میں نے اُس وقت بیعت کی جب مدینے کے اندر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور حضرات طلحہ و زبیر سے مل لیا۔

احنف کی شرکت اور اس کی بات۔

حج کے لیے جاتے وقت جب مدینہ میں گذرا تو عثمانؓ محصور تھے۔ بعد ازاں سب صاحبوں سے
ملکر ان کے خیالات دریافت کیے اور کہا کہ عثمانؓ مجھے بچتے نہیں نظر آتے۔ اگر وہ بچے تو ان کے
بعد آپ مجھے کس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ سب نے کہا کہ علیؓ کے ہاتھ پر
بیعت کرنا۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد واپسی میں جب مدینے میں گزر ہوا تو دیکھا کہ حضرت
عثمانؓ مارے جا چکے اور لوگ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ میں نے بھی فوراً جا کے
اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اپنے وطن بصرے میں چلے آیا۔ اور دیکھا کہ تمام انتظامات درست
ہو گئے ہیں۔ اور اطمینان ہو چلا تھا کہ یکایک ایک شخص نے آکر کہا عائشہؓ طلحہ اور زبیر آ گئے ہیں اور وہ خریبہ میں
اُترے ہیں۔ میں نے پوچھا کیوں آئے ہیں؟ کہا عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے اور علیؓ سے لڑنے
کو آئی ہیں اور تم سے مدد مانگتے ہیں۔ اُن کا یہ پیام آتے ہی ایک نہایت خطرناک معاملہ میری نظر کے
سامنے ہو گیا۔ اور دل میں کہا ایک طرف تو ام المومنین اور حواری رسول اللہ صلعم کی نافرمانی سخت مصیبت
ہے۔ دوسری طرف ابن عم رسول اللہ صلعم سے لڑنا اُس سے زیادہ مصیبت ہے۔ مگر کیا کرتا اُن
حضرات کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے مختلف باتوں کا حکم دیا۔ اور میں نے کہا "یا جناب
ام المومنین اور اے حضرات طلحہ و زبیر آپ کو میں خدا کا واسطہ دلا کر پوچھتا ہوں کہ بتائیے میں نے آپ
سے نہیں پوچھ لیا تھا کہ کس کے ہاتھ پر بیعت کروں اور آپ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لینے کا
حکم دیا تھا؟" انھوں نے کہا "ہاں ہم نے تم کو اس کا حکم دیا تھا۔ لیکن اب علیؓ نے معاملات کو بدل دیا۔"
میں نے کہا "تو سنئے میں صاف عرض کیے دیتا ہوں۔ جب تک ام المومنین آپ کے ساتھ ہیں میں آپ
سے لڑوں گا نہ ابن عم رسول اللہ صلعم سے جن کے ہاتھ پر آپ ہی کے حکم سے بیعت کر چکا ہوں
بلکہ میں سب سے الگ ہو جاؤں گا۔" اس کی اُن لوگوں نے اجازت دی۔ چنانچہ میں اپنے
چھ ہزار کے گروہ کو لے کر الگ ہو گیا۔ اور "جلیا" نام ایک مقام میں جا کے قیام کیا جو بصرے سے
دو فرسخ پر تھا۔ پھر جب حضرت علیؓ تشریف لائے تو احنف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا
"امیر! آپ کی قوم کے جو لوگ بصرے میں ہیں اُن کا خیال ہے کہ کل جب آپ کو فتح حاصل ہو گی اور آپ
بصرے پر قابض ہوں گے تو ہماری قوم والوں کے ساتھ یہ سلوک کریں گے کہ اُن کو قتل کریں گے اور اُن کی عورتوں کو
لونڈیاں بنائیں گے۔" آپ نے فرمایا "مجھ سے شخص سے ایسا اندیشہ نہ کرنا چاہیے۔ کافر و مرتد کے
سوا کسی کے ساتھ بھی ایسا سلوک جائز ہے؟ اور یہ لوگ تو مسلمان ہیں۔" احنف نے عرض کیا تو پھر
میرے متعلق آپ دو باتوں میں سے ایک کو اختیار فرمالیں۔ یا تو میں آپ کی رفاقت اختیار کر کے آپ کے

جھنڈے کے نیچے لڑوں یا دس ہزار تلواروں کو آپ کی مخالفت سے روک دوں''۔[۱] آپ نے فرمایا "اور اس کا کیا علاج ہوگا کہ تم اپنے لوگوں سے کہہ چکے ہو کہ لڑائی سے الگ رہیں"۔ عرض کیا خدا سے وفاداری کرنا لڑنے ہی میں ہے"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "تو پھر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم دس ہزار تلواروں کو روکو"۔ آپ کا یہ ارشاد سن کر وہ واپس چلا گیا اور اپنے رفقا کو اس پر آمادہ کرنے لگا کہ لڑائی سے الگ تھلگ رہیں چنانچہ پہلے اس نے بنی خندف کو پکارا۔ پھر بنی تمیم کو آواز دی۔ دونوں گروہوں میں سے تھوڑے تھوڑے آدمی لڑائی سے دست بردار ہو کر اس کے ساتھ ہوگئے۔ پھر بنی سعد کو پکارا اور سارے بنی سعد لڑنے والوں میں سے نکل آئے۔ ان سب لوگوں کو لے کر وہ حضرت علیؓ کی فوج سے الگ ہوگیا اور انتظار کرنے لگا کہ دیکھیے کیا انجام ہوتا ہے۔ پھر جب لڑائی ہوئی اور حضرت علیؓ فتحیاب ہوئے تو اور سب لوگوں کی طرح اس نے اور اس گروہ نے بھی حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اس کی علیحدگی

جس وقت دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا تھے۔ حضرت زبیر بن عوام گھوڑے پر سوار صفوں سے نکل کر میدان جنگ میں آگئے۔[۲] لوگوں نے حضرت علیؓ کو بتایا کہ "وہ دیکھیے زبیر نکلے ہیں"۔ آپ نے ادھر ادھر نظر دوڑا کے فرمایا "ان میں بمقابل ان کے رفیق طلحہ کے زیادہ صلاحیت ہے"۔ یہ فرمایا ہی تھا کہ طلحہ بھی نکل کر میدان میں آگئے۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے بھی گھوڑے کی باگ اٹھا دی اور ان کے اس قدر قریب پہونچ گئے کہ دونوں حریفوں کے گھوڑوں کی گردنیں مل گئیں۔ پاس جا کر حضرت علیؓ نے فرمایا "تم نے گھوڑے اور اسلحہ تو فراہم کر لیے مگر خدا کے سامنے پیش کرنے کے لیے کوئی عذر بھی پیدا کیا؟ خدا سے ڈرو۔ اور تمہاری مثال اس عورت کی سی نہ ہو جائے جس نے سوت کات کے تیار کیا اور پھر جو کچھ کاتا تھا اس کو خود ہی توڑ کے رکھ دیا۔ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہ تھا کہ میرا خون تم پر اور تمہارا مجھ پر حرام ہو یا کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہے جس سے کہ میرا خون تم پر حلال ہوگیا ہے؟" طلحہ نے کہا "تم نے عثمانؓ کے خلاف شورش پیدا کرائی"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "روز قیامت کو خدا لوگوں کے حق کو پورا کرے گا طلحہ! تم عثمانؓ کے خون کا انتقام چاہتے

میدان جنگ میں علی، طلحہ و زبیر کی ملاقات

حضرت علی کا عام اعتراض

---

[۱] ابن قتیبہ نے الامامۃ والسیاسۃ میں احنف کے یہ الفاظ لکھے ہیں "یا میں دو سو آدمیوں کے ساتھ آکر آپ کا ساتھ دوں یا چار ہزار تلوار کو آپ کی مخالفت سے روک دوں"۔ الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۶۱

[۲] ابو حنیفہ دینوری کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ خود میدان میں آئے اور حضرت زبیر کو بلایا۔ دیکھو اخبار الطوال صفحہ ۱۴۹

خدا لعنت کرے قاتلین عثمانؓ پر۔ اور اے طلحہ تم رسول خدا صلعم کی محبوبہ کو لے کر آئے ہو کہ ان کو ساتھ لے کر لڑو۔ مگر اپنی بیوی کو گھر سے نہیں نکالا۔ اور کیا تم نے میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی؟" طلحہ نے کہا "ہاں کی مگر اس وقت جب تلوار میری گردن پر رکھ دی گئی"۔

حضرت زبیر سے گفتگو۔

اب حضرت علیؓ جناب زبیر کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا "تم میدان میں کس لیے آئے ہو؟" کہا "اس لیے کہ میں تمھیں خلافت کے لیے موزوں نہیں سمجھتا اور نہ تمھیں ہم لوگوں سے زیادہ اس کا استحقاق حاصل ہے"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "کیا عثمانؓ کے بعد میں اس کا اہل نہ تھا؟ ہم لوگ تمھیں خاندان عبدالمطلب میں شمار کرتے تھے یہاں تک کہ تمھارا بیٹا بڑا ہو کر برا ثابت ہوا۔ اور اس نے ہمارے تمھارے درمیان تفرقہ ڈال دیا۔ اس کے سوا چند اور خیالات ظاہر کیے اور فرمایا "تمھیں وہ دن یاد ہے جب روز رسول خدا صلعم کے ہمراہ تم بنی غنم میں گئے تھے۔ ہاں آنحضرت میری طرف دیکھ کر ہنسے اور تم بھی میری طرف دیکھ کر ہنسے۔ اور کہا ابن ابی طالب اپنی نخوت سے باز نہیں آتے اس پر حضور رسالت آب نے فرمایا ان میں نخوت نہیں ہے۔ تم کبھی ان سے لڑو گے۔ مگر تمھاری زیادتی ہوگی۔ اور تم ہی ان کے حق میں ظالم ہوگے"۔ زبیرؓ نے قبول کیا کہ "بیشک آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا تھا۔ مگر مجھے یاد نہ تھا ورنہ میں ہرگز تمھارے مقابلے پر نہ آتا۔ اور اب میں خدا کی قسم ہرگز نہ لڑوں گا"۔ اس گفتگو کے بعد حضرت علیؓ میدان سے واپس آئے اور اپنے یہاں لوگوں سے بیان فرمایا کہ "زبیرؓ نے تو عہد کر لیا کہ اب نہ لڑیں گے"۔[1]

رسول اللہ صلعم کی پیشین گوئی۔

حضرت زبیر کی لڑائی سے دست کشی۔

حضرت زبیر جو میدان سے واپس گئے تو سیدھے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "مجھے بجز آج کے کبھی کوئی ایسا موقع نہیں پیش آیا تھا کہ اپنی حالت کو پہچانتا نہ ہوں"۔ حضرت ام المومنین نے پوچھا "تو کیا ارادہ ہے؟" کہا "یہ کہ سب کو چھوڑ کے چلا جاؤں"۔ یہ الفاظ سن کر ان کے فرزند عبداللہ نے کہا "خوب۔ آپ نے دونوں لشکروں کو لا کے ایک دوسرے کے مقابل

عبداللہ بن زبیر کا ان کو پھر آمادہ کرنا۔

---

[1] یہ گفتگو بہت مختلف فیہ ہے۔ ابن قتیبہ کے بیان کے مطابق یوں ہے کہ حضرت علیؓ نے طلحہ و زبیر سے کہا "عائشہؓ سے جا کے خدا و رسول کا واسطہ دلا کر پوچھو (۱) قریش میں کوئی بھی بلحاظ میرے خدا و رسول کے تعلقات اور سب سے پہلے ایمان لانے کے مجھ پر فوقیت رکھتا ہے؟ (۲) میں نے اپنے نیزے اور تلوار سے رسول اللہ صلعم کو کفار عرب سے بچایا یا نہیں (۳) میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں یا نہیں (۴) اور میں نے کسی کو اپنی بیعت کے لیے مجبور نہیں کیا؟ (۵) میں نے تم دونوں کی بہ نسبت عثمانؓ کو اچھی صلاح دی"۔ اس پر طلحہ نے سخت کلامی کی اور زبیر نرم پڑ گئے۔ اور پھر حضرت علی واپس چلے گئے۔ دیکھو الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ٦٣

کھڑا کر دیا۔ اور بعض لوگوں میں لڑائی بھی ہو گئی۔ جب یہاں تک نوبت پہونچ گئی تو آپ چاہتے تھے کہ یہاں سے چپکے سے چلے جائیں۔ معلوم ہوتا ہے[1] ابن ابی طالب کے جھنڈے دیکھ کر آپ ڈر گئے۔" ان باتوں نے پھر ان کو لڑائی پر آمادہ کیا مگر کہا میں تو حلف اٹھا چکا ہوں کہ علیؓ سے نہ لڑوں گا۔ بیٹے نے کہا تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیجیے۔ چنانچہ زبیر نے اس قسم کے کفارے میں اپنے غلام "مکحول" یا "سرجس" کو آزاد کر دیا۔

زبیر کی علاحدگی کا دوسرا سبب۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ زبیر کے لڑائی سے دست بردار ہونے کا باعث یہ ہوا کہ انھوں نے سنا عمار بن یاسرؓ حضرت علیؓ کے ساتھ ہیں اور ڈرے کہ ایسا نہ ہو عمار اس لڑائی میں مارے جائیں اس لیے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے عمار سے فرمایا تھا کہ "تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔"

نصرانی الاصل کعب کی بدنیتی۔

حضرت عائشہؓ نے حدان میں نزول اجلال فرمایا جو بنی اسد کی آبادی میں واقع تھی۔ اس قبیلے کے سردار صبرہ بن شیمان نے کعب بن سور سے کہا حریف لشکروں کا جب سامنا ہو جاتا ہے تو وہ قابو میں نہیں رہتے اور ان کی حالت کف بھرے ہوئے سمندر کی سی ہو جاتی ہے جس کی موجیں کسی کے روکے نہیں رکتیں۔ لہذا انتظار سے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میرا ساتھ دو۔ اپنے گروہ کو لے کر میدان جنگ سے چلے جاؤ۔ میرے نزدیک صلح نہ ہو گی۔ اور ایسی حالت میں بنی مضر اور بنی ربیعہ کو آپس میں لڑنے دو۔ دونوں گروہ بھائی بھائی ہیں صلح کریں تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اور لڑیں تو ان کو کمزور پا کر کل ہم ان پر حاوی ہو سکتے ہیں۔" یہ کعب اسلام لانے سے پیشتر نصرانی تھا۔ لہذا صبرہ نے اس کی گفتگو سن کر کہا معلوم ہوتا ہے ابھی تم میں نصرانیت کے جذبات باقی ہیں۔ مجھے مشورہ دیتے ہو کہ لوگوں کی اصلاح کے لیے جو یہ کوشش ہو رہی ہے اس سے الگ ہو جاؤں۔ اور صلح نہ ہو تو ام المومنین محبوبۂ رسول خدا اور طلحہ و زبیر کی رفاقت چھوڑ دوں۔ اور خون عثمانؓ کا انتقام لینے سے باز آ جاؤں۔ خدا کی قسم یہ مجھ سے نہ ہو گا۔" چنانچہ انھوں نے قبائل یمن کو لڑائی میں ساتھ دینے پر آمادہ کیا۔

مضر بطور طرفداران ام المومنین۔

منجاب بن راشد کلبی بنی رباب کے ساتھ حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھا۔ بنی رباب کے تحت میں بنی عدی۔ بنی تیم۔ بنی ثور۔ بنی عکل۔ بنی عبد مناف بن اد۔ بنی ضبہ بن اد تھے۔ اسی طرح آپ کے ہمراہ ابو الجرباء بنی عمرو بن تمیم کے ساتھ۔ اور ہلال بن وکیع بنی حنظلہ کے ساتھ۔

---

[1] بعض مورخین کا بیان ہے کہ حضرت زبیر نے دوبارہ لڑنے کو نہیں قبول کیا اور اسی وقت میدان سے روانہ ہو گئے۔

صبرہ بن شیبان بنی ازد کے ساتھ۔ مجاشع بن مسعود سلمی بنی سلیم کے ساتھ۔ زفر بن حرث
بنی عامر و بنی غطفان کے ساتھ۔ خریت بن راشد بنی ناجیہ کے ساتھ تھے۔ اور قبائل یمن کے
افسر ذوالاجرہ حمیری تھے۔

قبائل کی فرودگاہیں

جب طلحہ و زبیر اور تمام بصری لوگ اُن کے قریب اُترے بصریوں سے ذرا ہٹ کے
بلندی پر بنی ربیعہ نے پڑاؤ ڈالا۔ اُن سے ذرا ہٹ کر شیبہ کی طرف اہل یمن اترے۔ اور
اُن سب کو یقین تھا کہ صلح ہو جائے گی۔ حضرت عائشہؓ اُس وقت تک حدان میں تھیں۔ اور سارا
لشکر اپنے سرداروں کے زیر علم مقام زابوقہ میں تھا۔ اور ان سب کی مجموعی تعداد تیس ہزار
سپاہیوں کی تھی۔ حضرت صدیقہ کی طرف سے حکیم اور مالک یہ پیام لے کر حضرت علیؓ کی خدمت
میں حاضر ہوئے کہ ہم اس عہد پر قائم ہیں جو قعقاع سے طے ہو چکا ہے۔

لشکر عائشہؓ کی تعداد — آپ کی طرف سے پیام صلح

لشکر علیؓ کی فرودگاہیں

حضرت عائشہ کے مقابل حضرت علیؓ آ کے اُترے اور لشکر کے اترنے کی یہ شان تھی کہ بنی مضر
کے مقابل بنی مضر بنی ربیعہ کے مقابل بنی ربیعہ اہل یمن کے مقابل اہل یمن ٹھہرے اس لیے کہ ان سب
قبائل کے گروہ دونوں جانب موجود تھے۔ اگرچہ یہ لوگ دشمنوں کی شان سے ایک دوسرے کے
مقابل ٹھہرے ہوئے تھے مگر دونوں طرف سے نکل نکل کے اپنے عزیز بھائیوں سے ملتے جلتے
اور بجز صلح کے کسی بات کا ذکر نہ آتا۔ حضرت علیؓ کے زیر علم بیس ہزار جوانمرد تھے۔

باہمی میل جول — حضرت علیؓ کے لشکر کی تعداد

گفتگوئے صلح ہو گئی

حضرات علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اپنے لشکروں سے نکل کے ملے اور صلح پر اتفاق ہو گیا اور دونوں فریق
کے نزدیک صلح سے بہتر کوئی بات نہ تھی۔ چنانچہ اسی تجویز کو طے کر کے تینوں صاحب اپنے اپنے
لشکروں میں واپس گئے۔ اور شام کے وقت حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو طلحہ و زبیر کے
پاس بھیجا۔ اور صلح ہونے کی خبر اپنی فوج کے تمام سرداروں کو کر دی۔ ادھر طلحہؓ و زبیرؓ نے بھی
اپنے لشکر کے افسروں کو صلح کی اطلاع دی۔ چنانچہ دونوں طرف کے لوگ رات کو ایسے
اطمینان سے سوئے کہ اس زمانے میں کسی رات کو ایسا اطمینان نصیب ہوا تھا۔

مگر جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف ہنگامہ کیا تھا اُن کے حق میں اس سے بدتر
اور اس سے زیادہ تکلیف کی کوئی رات نہیں گذری تھی۔ انھیں اپنی ہلاکت سامنے نظر آتی تھی۔
رات بھر مشورہ کرتے رہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اور آخر اس پر سب نے اتفاق کیا کہ
ہمیں لڑائی چھیڑ دینی چاہیے۔ چنانچہ صبح کو منہ اندھیرے مسلح ہو کر نکلے۔ اور قبل اس کے کہ
لشکر کو خبر ہو ان فتنہ اندازوں میں سے جو مضری تھے لشکر صدیقہ کے مضریوں پر جو بنی ربیعہ

فتنہ انگیزوں نے بیا رات لڑائی چھیڑ دی

میں سے تھے اُن کے بنی ربیعہ پر۔ اور جو یمنی تھے اُن کے یمنیوں پر جا پڑے اور خونریزی شروع
کر دی۔ حضرت علیؓ کی طرف سے یہ یورش دیکھ کر اہل بصرہ یعنی حضرت عائشہؓ کے لشکر میں بڑی بےچینی
پیدا ہو گئی۔ لوگ اپنے اپنے سرداروں کی طرف دوڑے۔ طلحہ و زبیر نے اسی وقت میمنہ پر
جو بیچ میں تھے، عبدالرحمن بن حرث کو اور میسرہ پر عبدالرحمن بن عتاب کو سردار مقرر کر دیا۔ خود آکر

طلحہ و زبیر کی حیرت

قلب فوج میں ٹھہرے اور حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا؟ یا تو صلح کی گفتگو ہو رہی تھی یا یکایک لڑائی
چھڑ گئی۔ لوگوں نے اُن سے آ کر کہا اہل کوفہ یعنی لشکر علیؓ نے ہم پر شبخون مارا۔ اور
دونوں صاحب بولے "ہم تو پہلے سے جانتے تھے کہ علیؓ بے خونریزی کیے نہ رہیں گے اور
وہ ہرگز ہماری موافقت نہ کریں گے"۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ کے سپہ گروں نے حملہ کر کے
حضرت علیؓ کی طرف کے ان مفسدوں کو جو حملہ آور ہوئے تھے پیچھے دھکیل کر اُن کے لشکر میں کر دیا۔

مفسدوں کی چالاکی

حضرت علیؓ اور دیگر معززین کوفہ نے جو لڑائی کا ہنگامہ سنا تو پریشان ہو گئے۔ آپ کے
ہمراہ پیروان ابن سبا کا بھی گروہ تھا۔ یہ لوگ اس طرح سے دونوں لشکروں کو لڑانا چاہتے تھے
انہوں نے اپنے ایک گروہ کے ایک شخص کو حضرت علیؓ کے خیمے کے قریب کھڑا کر رکھا تھا
آپ کچھ پوچھیں تو واقعات کی اطلاع اپنے مقصد کے مطابق دیا کرے۔ آپ نے جیسے ہی کہا
پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ اس نے بڑھ کے عرض کیا "ہم لوگ غافل تھے کہ مخالفوں کے ایک گروہ نے
یکایک ہم پر شبخون مارا۔ ہم نے اُن سب کو مار کے ہٹا دیا۔ مگر جب تعاقب کرتے ہوئے
اُن کے لشکر کے قریب پہونچے تو سب کو حملے کے لیے تیار پایا۔ فوراً پلٹے۔ مگر وہ سب لوگ ہم پر
آ پڑے اور لڑائی چھڑ گئی"۔

حضرت علیؓ کی تیاری اور حیرت

یہ حال سنتے ہی حضرت علیؓ نے میمنہ کے سردار کو میمنہ پر، میسرہ کے افسر کو میسرہ پر بھیجا
اور فرمایا "میں جانتا تھا کہ طلحہ و زبیر بے خونریزی کیے نہ مانیں گے اور ہم سے اتفاق نہ کریں گے"۔
اب حضرت علیؓ نے اپنی طرف کے لوگوں کو دیکھا کہ برابر بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ پکار پکار کے
کہنا شروع کیا کہ "روکو روکو" مگر سبائی لوگ کسی طرح نہ رکتے تھے۔

دونوں طرف کے اصول جنگ

اس فتنہ میں سب لوگوں کی یہ رائے تھی کہ جب تک دوسری جانب سے پہل نہ ہو لڑائی اپنی
طرف سے نہ چھیڑی جائے اور مقصد یہ تھا کہ خدا کے سامنے یہ حجت پیش کی جا سکے کہ
ہم نے لڑائی نہیں شروع کی۔ ساتھ ہی یہ بھی طے ہو گیا تھا کہ نہ کوئی بھاگنے والا قتل کیا جائے
نہ کسی زخمی پر ہتھیار چلایا جائے۔ نہ کسی مقتول کا لباس و سامان جنگ اتارا جائے اور نہ بعد

فتح بصرے پر تاخت و تاراج کی جائے۔

حضرت عائشہ کا میدان میں آنا

کعب بن سور نے جو دیکھا کہ بازار قتال گرم ہو گیا تو دوڑتا ہوا حضرت ام المومنین عائشہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اے مادر مہربان۔ خبر لیجیے۔ لوگ بجز لڑائی کے کچھ نہیں جانتے۔ شاید حضور کی محمل دیکھ کر لوگ صلح کر لیں۔" آپ فوراً ناقہ مبارک پر سوار ہوئیں۔ جاں نثار فرزندوں نے حفاظت کے لیے محمل کے اوپر چاروں طرف زرہیں اتار اتار کے ڈال دیں اور اس شان سے آپ بصرے کی آبادی سے نکل کر اس میدان میں پہنچیں جہاں ہنگامۂ جدال گرم تھا۔ مگر لڑنے والوں کا شور و غوغا سنا تو رک گئیں۔

زبیر و عمار کا مقابلہ

اب میدان بخوبی گرم تھا۔ زبیر معرکہ آرائی کے لیے میدان میں آئے تو عمار بن یاسر ان کے مقابلے کو نکلے اور آتے ہی ان پر حملہ کر دیا۔ عمار برابر نیزے سے حربے کر رہے تھے مگر زبیر ان کا صبر ہی روکتے اور اپنی طرف سے حربہ نہ کرتے۔ بار بار کہتے "اے ابو الیقظان (یہ عمار کی کنیت تھی) کیا مجھے مار ڈالو گے؟" اور عمار جواب دیتے "نہیں اے ابو عبداللہ (یہ حضرت زبیر کی کنیت ہے) نہیں"! زبیر جو عمار پر حملہ نہ کرتے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت رسول خدا صلعم کو عمار سے ایک بار یہ فرماتے سنا تھا کہ "تم کو ایک گروہ باغی قتل کرے گا"۔ اس ارشاد رسالت کا خطر کا نہ لگا ہوتا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ عمار کا کام تمام کر دیتے۔

خود قعقاع کہا کرتے کہ جمل اور صفین کی قلب فوج کی لڑائیوں سے زیادہ مشابہ میں نے زندگی میں نہیں دیکھے۔ ہم اپنے نیزوں سے دشمنوں کو روکتے اور ان کی نیچے کی نوکوں کو زمین پر ٹیک کے سہارا دیے ہوئے تھے۔ دشمنوں کے نیزوں کی ایسی کثرت تھی کہ اگر کوئی چاہتا تو نیزوں ہی نیزوں پر قدم رکھتا ہوا چلا جاتا۔ عبداللہ بن سنان کاہلی کہتے ہیں کہ "اس لڑائی میں پہلے ہم نے تیر برسانا شروع کیے۔ جب تیر نہ رہے تو نیزہ بازی شروع کی۔ یہاں تک کہ نیزے ٹوٹ ٹوٹ گئے جو کہیں ہمارے اور کہیں مخالفوں کے سینوں میں اٹک کے رہ گئے۔ اب ہم نے تلواریں کھینچیں جو شپاشپ چل رہی تھیں اور ان سے ایسی آوازیں نکلتیں کہ معلوم ہوتا دھوبی کپڑوں کو پاٹو پر مار رہے ہیں۔

حضرت ... بعض مورخین کہتے ہیں کہ آپ کی محمل فولادی تیر جو کے ... تھی۔ مگر ... معلوم ہوتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ ... ڈال دی تھیں۔

جناب عائشہ کی طرف شکست۔

حضرت عائشہ اپنی اونٹنی پر سوار ٹھہری ہوئی تھیں کہ ایک سخت ہنگامہ سنا۔ پوچھا "یہ کیا ہے؟" کسی نے کہا "فوج کا شور و غل" پوچھا "اس میں بھلائی ہے یا برائی؟" جواب ملا "برائی" ادھر یہ الفاظ جناب صدیقہ کے کان میں آئے اور ادھر میدان میں آپ کی فوج کو شکست ہو گئی۔

اس کا باعث۔

شکست کا باعث یہ ہوا کہ حضرت صدیقہ کی طرف کے اصلی مرد میدان حضرات زبیر و طلحہ تھے۔ زبیر کو عمار کے حملے روکتے رہے اور اس اندیشے سے خوف کھاتے تھے کہ عمار کا قاتل باغی ہوگا حضرت رسول اکرم صلعم کا وہ ارشاد یاد آیا جو حضرت علیؓ نے یاد دلایا تھا کہ "تم علیؓ سے لڑو گے اور تم ہی ظالم ہو گے" فوراً لڑائی سے منہ پھیر دیا۔ اپنے غلام کو حکم دیا کہ "میں چلتا ہوں تو میرا اسباب لے کر آجانا۔" اور یہ بصرے کی آبادی سے گذر کر ایک ندی کی طرف چلے جو "وادی سبع" کے نام سے مشہور تھی۔ راستے میں ان کا گزر احنف بن قیس کے مسکن کی طرف سے ہوا جو دونوں گروہوں سے الگ ہو گیا تھا۔ احنف نے اپنے ہمراہیوں سے کہا "کوئی ہے جو ان کی خبر لے آئے کہ کیوں جاتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں۔" عمرو بن جرموز بولا۔ "اس خدمت کو میں انجام دوں گا۔" اور فوراً گھوڑا بڑھا کے زبیر کے گھوڑے سے ملا دیا۔ حضرت زبیرؓ نے پلٹ کے اسے دیکھا۔ پوچھا "کیوں کیا ہے؟" کہا "میں آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں" حضرت زبیر کا ایک غلام عطیہ ہمراہ تھا بولا "اگر یہ شخص تو مسلح ہے"! حضرت زبیر بولے "اکیلے ایک شخص سے تو کیوں ڈرتا ہے؟" اب سب آگے بڑھے تھوڑی دور جا کے حضرت زبیر نے کہا "نماز کا وقت آگیا؟" ابن جرموز نے بھی یہی کہا کہ "ہاں نماز کا وقت آگیا۔" اس کے بعد نماز کے لیے دونوں گھوڑوں سے اترے تو ابن جرموز پیچھے ہو گیا۔ زرہ کی بندش کے مقام میں نیزہ مار کے ایک ہی وار میں آپ کو شہید کر ڈالا۔ پھر آپ کا گھوڑا آپ کے ہتھیار اور آپ کی انگوٹھی لے کر چلتا بنا۔ اور اس کے آنے کے بعد غلام نے حضرت زبیر کی لاش کو وہیں وادی سبع میں دفن کر دیا۔

زبیر کی واپسی۔ اور شہادت۔

قاتل کا انجام۔

عمرو بن جرموز یہاں سے چلا تو احنف کے پاس پہونچا اور لوگوں کو اپنی کارگزاری کی خبر کی۔ احنف نے کہا "میں نہیں کہہ سکتا کہ تم نے یہ اچھا کام کیا ہے یا برا۔" تب وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حاجب کے ذریعے سے عرض کرایا کہ قاتل زبیر باریابی کا امیدوار ہے۔ آپ نے سنتے ہی دربان سے فرمایا "اسے آنے کی اجازت دو۔ اور دوزخی ہونے کی خبر سنا دو۔" اس نے حاضر ہو کر زبیر کی تلوار نذر کی۔ آپ نے لے لی اور اس کو غور سے ملاحظہ کر کے فرمایا "کتنی مدت اس تلوار کے ذریعے سے زبیرؓ نے حضرت سرور عالم کی مصیبتیں دور کی ہیں۔ پھر ہنگامہ کے

حضرت زبیر کی تلوار۔

فرو ہو جانے کے بعد وہ تلوار حضرت عائشہ کی خدمت میں بھیج دی۔

حضرت طلحہ کی شہادت۔

اُدھر حضرت طلحہ کا یہ حال ہوا کہ ران پر ایک ناگہانی تیر پڑا جس نے پاؤں کو گھوڑے کے پیٹ میں سی دیا۔ تیر کھاتے ہی آپ نے غل مچایا یا خدا کے بندو۔ یہاں آؤ۔ یہاں آؤ۔ اور صبر سے کام لو۔ صبر سے کام لو۔ فوراً قعقاع جو حضرت علیؓ کے رفقا میں تھے آ گئے اور ران کی حالت دیکھ کر کہا "اے ابو محمد۔ آپ تو زخمی اور نبرد آزمائی سے معذور ہیں۔ خون پاؤں سے جاری تھا اور کہہ رہے تھے کہ "خداوندا۔ عثمانؓ کے لیے میری جان قبول کرے تاکہ تو راضی ہو جائے"۔ پھر جب موزہ خون سے بھر گیا اور بھاری ہو گیا تو اپنے غلام سے کہا "میرے پیچھے گھوڑے پر سوار ہو لے اور مجھے پکڑ لے اور کسی مکان کے اندر لے چل تاکہ گھوڑے سے اتروں۔ ایک اُجاڑ مکان میں اُس نے لے جا کر اتار دیا۔ اور وہیں اُن کا انتقال ہوا۔

مرتے وقت حضرت علی کی بیعت۔

کہتے ہیں کہ حضرت علی کے رفیقوں میں سے کوئی شخص اُدھر سے گزرا۔ طلحہؓ نے اُس سے پوچھا "تم امیر المومنین کے رفقا میں ہو؟" اُس نے کہا جی ہاں! کہا "ہاتھ بڑھاؤ کہ تمہارے ہاتھ پر میں علی کی بیعت کروں۔ اُس نے ہاتھ دیا اور آپ نے بیعت کر لی جس کا باعث یہ تھا کہ حضرت رسول خدا صلعم کے اس وعید سے خائف تھے "مَنْ مَاتَ وَلَیْسَ عَلٰی رَقَبَتِہٖ بَیْعَۃٌ لِاِمَامٍ فَمَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً" جو کوئی مر گیا اور اُس کی گردن پر کسی امام کی بیعت نہ ہوئی تو وہ جاہلیت کی موت مرا"

اور اپنی حالت پر افسوس۔

جب انتقال ہو گیا تو لوگوں نے بنی سعد کے محلہ میں دفن کر دیا۔ مرتے وقت فرمایا "کسی کا خون اس طرح ضائع نہ ہوا ہوگا جس طرح میرا خون ضائع ہوا"۔ کہتے ہیں کہ اُن پر مروان کا تیر پڑا تھا اور بعض راویوں کا خیال ہے کہ نہیں کسی اور کا تھا۔

پانچویں فصل

جنگ جمل کا اختتام و انجام

حضرت صدیقہ کا میدان میں آنا۔ آپ پر دشمنوں کا نرغہ۔ آپ بھاگے ہوؤں کو للکارتی ہیں
آپ کے للکارنے کا اثر۔ حضرت علیؓ کی معرکہ آرائی۔ اُم المومنین کی ہیبت۔ یزید بن سوحان کا مارا جانا۔
سخت ترین معرکہ کارزار۔ حضرت عائشہ کی سپہ سالاری۔ آپ کے جان نثاروں کا غلبہ۔ ایک بہادر کی
غلط فہمی۔ حضرت عائشہ کا جوانمردوں کو جوش دلانا۔ محمل پر نرغہ۔ ناقۂ مبارک کے آگے کا معرکہ۔
عمار اور ابن یثربی کا مقابلہ۔ ابن یثربی کا قتل۔ اور جانبازیاں۔ بہادر حرث ضبی ۔ اس کا شہادت
اور بہت سے ناقے پر قربان ہونے والے۔ محمد بن طلحہ کی شہادت۔ بہت سے قاتلوں کا مقتول۔
بہت سے مقتولوں کا قاتل۔ حریم رسالتؐ کی شمع کے اور پروانے۔ عدی بن حاتم کی ناکامی۔ عبد اللہ
بن زبیر کا میدان میں آنا۔ اُن کا اور اشتر کا مقابلہ۔ اور دونوں کا بچ جانا۔ اس جنگ میں اشتر
کے کارنامے۔ اور شریف شہدائے مہار گیر۔ نامور زخمی۔ ناقہ کی کونچیں کاٹنے کا حکم۔ حضرت علیؓ کی
طرف ... کے نقصانات۔ ایک لڑنے والے کا جوش۔ اشتر کے حوصلے کا پست ہو جانا۔ قعقاع کا حملہ۔
قریب سے ناقۂ عائشہ تک پہنچنا اور کونچیں کاٹنا۔ محمل کو ناقے سے جدا کرنا۔ حضرت عائشہؓ کی شکست۔ حضرت عائشہ
اور اُن کے بھائی۔ بہن بھائیوں کا ملنا دوسری روایت سے۔ عمار و حضرت عائشہ کی گفتگو۔
حضرت علیؓ سے گفتگو۔ ایک گستاخ کو گستاخی کی سزا۔ کیا چیز آپ کو سب سے زیادہ ناگوار ہوئی۔
حضرت علیؓ کو بھی آپ کی توہین گوارا نہ تھی۔ بصرے میں آپ کی اقامت گاہ۔ زخمیوں کا اٹھانا
اور شہدا کا دفن۔ مقتولین پر حضرت علیؓ کے خیالات۔ اُن کی نماز جنازہ۔ اُن کا مال و اسباب۔
مقتولین کی تعداد۔ اختتام بارگاہ مرتضوی میں۔ آپ کا داخلہ بصرے میں۔ سب لوگوں نے آپ کی
بیعت کر لی۔ حضرت علیؓ اور ابوبکرہؓ۔ ابن عباس کو والی بصرہ۔ اور زیاد کو مہتمم خزانہ کیا۔ مسلمانوں کے
تین گروہ۔ شیعیان علیؓ۔ شیعیان عثمانؓ۔ قاعدین۔ آپ حضرت عائشہ کے پاس۔ حضرت علیؓ کا حلم۔
حضرت عائشہ کا احترام۔ حضرت عائشہ نے بھی دونوں فریقوں کو ناجی بتایا۔ صدیقہ کی
مدینے جانے کی تیاری۔ رخصت ہونا۔ اطاعت کا عہد کرنا۔ روانگی۔ عبد اللہ بن زبیر عقبۃ المنایا

عبدالرحمن و یحییٰ فرزندان حکم، ابن عامر، مروان۔

جب فتح و شکست کا فیصلہ ہو گیا۔ زبیرؓ و طلحہؓ میدان میں باقی نہ رہے اور حضرت ام المومنین کے طرفدار میدان چھوڑ کے بھاگنے لگے تو حضرت عائشہؓ نے کمال شجاعت و مردانگی کے ساتھ کعب بن سور سے فرمایا "میرے ناقہ کا راستہ چھوڑ دو"، پھر قرآن مجید کا ایک نسخہ اس کے ہاتھ میں دے کر فرمایا "تم اسے ہاتھ میں لیے کھڑے ہو۔ اور اس کی طرف لوگوں کو بلاؤ"۔ کعب نے فوراً اس حکم پر عمل کیا۔ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے لشکر والوں نے جن میں آگے آگے سبائی لوگ تھے۔ کعب پر اور حضرت ام المومنینؓ پر یورش کی۔ سبائیوں نے ایک ساتھ تیر اندازی کر کے تیروں کا مینہ برسا دیا۔ کعب کو جو قرآن ہاتھ میں اٹھائے ہوئے تھا شہید کر ڈالا۔ اور جناب صدیقہؓ کی محمل مبارک پر تیروں کی بارش کی۔

حضرت صدیقہؓ کا مصحف بھیجنا۔

آپ کے محمل پر تیروں کی بوچھاڑ۔

جناب عائشہؓ کی آواز بہت بلند تھی۔ جوش و خروش کے ساتھ فرما رہی تھیں "باقی ماندہ فرزندو باقی ماندہ فرزندو۔ اللہ اللہ کرو۔ خدا کو اور روز جزا کو یاد کرو"۔ پھر جب دیکھا طرفداران علیؓ بڑھتے چلے آتے ہیں اور ان کی طرف سے سخت یورش ہو رہی ہے تو چلائیں "لوگو۔ قاتلین عثمانؓ پر اور ان ظالموں کے مددگاروں پر لعنت بھیجو"۔ یہی بددعا کرتی ہوئی آپ بڑھیں اور آپ کے جاں نثار ہمراہی بھی برابر یہی نعرے مار رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے جو یہ کلمات سنے تو خود بھی جوش و خروش سے فرمانے لگے "خدا قاتلین عثمانؓ پر لعنت کرے"۔

آپ بھاگنے والوں کو للکارتی ہیں۔

اسی کی جو پیاری محبوبہ رسول خدا صلعم نے دیکھا کہ دشمن بڑھتے چلے آتے ہیں اور شورش سے باز نہیں آتے تو عبدالرحمن بن عتاب اور عبدالرحمن بن حرث بن ہشام کے پاس کہلا بھیجا کہ تم لوگ اپنی جگہ پر قدم جمائے رہو۔ اور بنفس نفیس لوگوں کو لڑنے اور حملہ کرنے کے لیے للکارنے لگیں۔ آپ کی آواز نے بھاگنے والوں کے دلوں میں تازہ جوش پیدا کر دیا۔ جو بھاگ رہے تھے رک گئے اور ایک چشم زدن میں لڑائی کا رنگ بدل گیا یا تو اہل بصرہ یعنے آپ کے طرفداروں کو شکست ہوتی تھی یا یکایک بصرے کے مضریوں نے کوفے کے مضریوں پر اس زور سے حملہ کیا کہ ان کے قدم کو لغزش ہو گئی۔ یا وہ بڑھ بڑھ کے بھگا رہے تھے یا بدحواسی کے ساتھ پیچھے ہٹے۔ اور الٹے پاؤں بھاگے۔ حضرت علیؓ نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھا تو خود بڑھ کے حملہ کیا۔ اپنے فرزند محمد کی گردن پر ہاتھ رکھ کے انھیں آگے دھکیلا۔ جھنڈا انھیں فرزند کے ہاتھ میں تھا۔ اور فرمایا "بڑھو" مگر

آپ کے للکارنے کا اثر۔

حضرت علیؓ کا حملہ کرنا۔

ہو رہی قدم بڑھے تھے کہ جاں نثاران صدیقہؓ کی جاں بازی نے نیزوں اور برچھیوں کا ایسا
گھنا خاردار جنگل سامنے کر دیا کہ کسی کو ایک قدم بڑھانے کی بھی مجال نہ تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ
نے جھنڈا فرزند کے ہاتھ سے لے لیا۔ فرمایا "بیٹا تم میرے آگے رہو" اور بڑھ بڑھ کے
کوفے کے مضریوں کو للکارنے لگے۔ انھوں نے جان توڑ کے ایسا سخت حملہ کیا کہ
ناقۂ عائشہ کے آگے خون کا دریا بہا دیا اور اس کے قریب تک پہونچ گئے۔

ام المومنین کی ہیبت۔

مگر حضرت ام المومنینؓ کی کچھ ایسی ہیبت تھی کہ دونوں طرف کے لوگ خاموش کھڑے ہو گئے
کسی کو ہتھیار چلانے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ حضرت علیؓ کے ہمراہ اس موقع پر مضریوں کے علاوہ
جاں نثاروں کا ایک اور گروہ تھا جس کے سردار زید بن صوحان تھے۔ بہادری کی یہ سخت ترین
آزمایش گاہ دیکھ کر اُن کے دلوں میں بھی ایک ولولہ پیدا ہوا۔ اپنے سردار سے اجازت مانگی کہ
ہم بھی بڑھ کے معرکہ آرائی کریں۔ مگر کسی نے پکار کے کہا "تم لوگ اپنی ہی قوم میں رہو تمھیں اس
معاملہ سے کیا تعلق؟ نہیں دیکھتے کہ مقابلے پر خاندان مضر کے لوگ ہیں سامنے ناقۂ عائشہ ہے
اور موت کا سامنا ہے۔" زید نے کہا "مرنا جینے سے بہتر ہے اور میں موت ہی کا طالب ہوں"
یہ کہہ کر انھوں نے جوش و خروش سے حملہ کر دیا۔ مگر حملہ ناکام رہا۔ زید اور اُن کے بھائی سیحان
دونوں حضرت عائشہ کی اونٹنی کے آگے مارے گئے۔ اور تیسرے بھائی صعصعہ نے اُن کے
غم میں مرثیہ خوانی کی۔

زید بن صوحان کا مارا جانا۔

مگر اب نہایت ہی سخت لڑائی ہو رہی تھی۔ حضرت علیؓ نے یہ حالت دیکھی تو بنی ربیعہ اور
اہل یمن کے پاس کہلا بھیجا "جو لوگ تمھارے مقابلے پر ہوں اُن پر حملہ کرو تاکہ جو ہنگامۂ محشر
ناقۂ صدیقہ کے آگے بپا ہے دیگر اطراف میں بٹ جائے۔" اس موقع پر ہمراہیان علیؓ میں سے
ایک شخص نے جو بنی عبدالقیس میں سے تھا کہا "ہم تم کو کتاب اللہ کی طرف بلاتے ہیں"۔ اس کے
جواب میں کہا گیا "جو شخص خود کتاب اللہ پر قائم نہ ہو اور خدا کی مقرر کی ہوئی حدوں کو جاری نہ کرتا ہو
وہ بھلا قرآن کی طرف کیا بلائے گا؟" اور کعب بن سور جو حضرت صدیقہ کی طرف سے کتاب اللہ
کی جانب بلا رہا تھا اس پر بنی ربیعہ نے ایک ساتھ ہزاروں تیر برسا دیے اور اُسے شہید کیا۔ کعب
کے مارے جانے کے بعد مسلم بن عبداللہ عجلی ناقۂ مبارک کے آگے کھڑا ہوا۔ تیروں کی بوچھار
نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اسی اثنا میں [illegible] کی طرف سے [illegible] حضرت عائشہؓ کی
طرف کے [illegible] کو اپنے تیروں کی بوچھار سے چھید ڈالا۔ [illegible]

سخت ترین معرکہ۔

اور کوئی بات منظور نہ تھی۔ اور وہ لوگ جو حضرت عائشہؓ کی ذات پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔
یہ دیکھ حضرت عائشہ نے اپنے جان نثاروں کو آواز دی۔ وہ فوراً لڑتے بھڑتے آگے آگئے۔

حضرت عائشہ کی سپہ سالاری

اس کے بعد ذرا ہٹے اور بڑھ کے پھر سخت خونریزی کرنے لگے۔ اب ہر جانب سخت حملے ہو رہے تھے پھر سے کے میمنوں نے حضرت عائشہؓ کی طرف سے بڑھ کے ایسا سخت حملہ کیا کہ کوفے کے میمنوں کو فاش شکست دے دی۔ مگر وہ لوگ پھر پلٹے اور اس کوشش میں یکے بعد دیگرے ان کے دس علمبردار مارے گئے جن میں سے پانچ تو ان میں سے اور پانچ دیگر قبائل میں سے تھے۔ آخر میں یزید بن قیس نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا اور آخر تک اسی کے ہاتھ میں رہا۔ جو بڑے جوش کے ساتھ رجز کے اشعار پڑھ رہا تھا۔

آپ کے جاں نثاروں کا غلبہ

یہی حال حضرت علیؓ کی طرف کے بھی میمنہ کا ہوا جو بصرہ پر تھے۔ ان کے جھنڈے کو پہلے زید نے پھر ابو عبیدہ بن راشد نے اٹھایا اور دونوں مارے گئے۔ ابو عبیدہ جھنڈے کو ہاتھ میں لیے تھے اور کہتے تھے "خداوندا۔ ہم گمراہ تھے تو نے ہدایت کی اور ایسے فتنے میں ڈالا جس کے متعلق ہم آخر تک شک میں رہے" آخر جب وہ بھی مارے گئے تو ان کے گروہ کی حالت نہایت نازک ہو گئی۔ یہاں تک کہ یہ لوگ جو حضرت علیؓ کے میمنہ پر تھے پسپا ہو کر قلب سے جا ملے۔ اور حضرت عائشہؓ کے میسرہ والے جو ان کے مقابل تھے اور ان پر یورش کر رہے تھے ان کا تعاقب کرتے ہوئے جا پہنچے۔ اور حضرت علیؓ کی فوج کے قلب پر حملے کرنے لگی۔ یہی حالت حضرت عائشہؓ کے میمنہ والوں نے حضرت علیؓ کے میسرہ والوں کی کر دی۔

بہادران بنی مضر نے دونوں پہلوؤں کی یہ حالت دیکھی تو پکار پکار کے ایک دوسرے سے کہنے لگے "لوگو صبر کی تاب نہ رہے تو کنارہ کش ہو جاؤ" مگر لڑنے والے لڑائی کی دھن میں ایسے مدہوش ہو رہے تھے کہ اس کا مطلب یہ سمجھے کہ حریفوں کے اطراف یعنی ہاتھ پاؤں بیکار کر دو۔ اس غلط فہمی نے لڑائی کا اشتعال اور بڑھا دیا۔ اور معرکہ کارزار نے ایسی صورت اختیار کر لی کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسی لڑائی دیکھی گئی تھی اور نہ بعد کو دیکھی گئی۔ اور نہ کبھی کسی لڑائی میں اس کثرت سے ہونے کے بعد میدان میں اتنے کٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں دیکھے گئے۔ عبدالرحمن بن عتاب کا پہلے ہاتھ کٹا پھر مارے گئے۔

عین اس معرکہ آرائی کے وقت حضرت عائشہ نے محمل میں سے جھانک کر بائیں طرف دیکھا اور پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ صبرہ بن شیمان نے عرض کیا آپ کے فرزند ازد فرمایا

اے آل غسان ایسا کرو کہ آج کے دن کی آبرو رہ جائے تمھاری شجاعت ہم ہمیشہ سے سنتے آئے ہیں۔" ان کی تعریف میں ایک پرانا شعر زبان پر لائیں جس کے سنتے ہی بنی ازد کی یہ حالت ہوئی کہ وہ دوڑ دوڑ کے ناقۂ عائشہؓ کی مینگنیاں اٹھاتے تھے سونگھتے تھے اور کہتے تھے ہماری ماں کی اونٹنی کی مینگنیاں ہیں جن میں مشک کی خوشبو آتی ہے۔" اس کے بعد حضرت ام المومنین نے داہنی طرف جھانک کے دیکھا اور پوچھا "ادھر کون لوگ ہیں؟" آواز آئی "آپ کے فرزندان بنی بکر بن وائل"۔ فرمایا "تمھاری شان میں کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے" (پھر ان لوگوں کی شجاعت کا ایک شعر پڑھا) اور فرمایا "تمھارا بنی عبدالقیس کا مقابلہ ہے جیسی شجاعت آج تک دکھا چکے ہو اس سے زیادہ دکھاؤ" ایسا ہی آپ نے اس گروہ کی طرف توجہ فرمائی جو آپ کے ناقے کے آگے جانبازی کا جوہر دکھا رہا تھا۔ پوچھا "تم کون لوگ ہو؟" جواب ملا "ہم بنی ناجیہ ہیں" فرمایا "واہ واہ! یہ ابطح کی قریشی تلوار ہیں ایسی ہی جلادت و شجاعت سے لڑو کہ تمھارا نام رہ جائے" اتنے میں بنی ضبہ والوں نے آپ کو گھیر لیا اور آپ نے کمال فصاحت سے فرمایا "ان میں دہکنے والی چنگاریاں ہیں" جب یہ لوگ میدان میں بڑھے تو بنی عدی بن شہاب بھی آ کر ان کے گروہ میں شریک ہو گئے اور ناقۂ مبارک کے گرد ان کی کثرت ہوئی جناب صدیقہ نے پوچھا "تم کون لوگ ہو؟" جواب ملا "ہم لوگ بنی عدی ہیں اور اپنے بھائیوں کی لڑائی میں شریک ہو گئے ہیں" یہ لوگ آپ کے ناقے کے پاس آ کر ڈٹ گئے نہایت ہی جوش سے حملے کرنے لگے اور اظہار جانبازی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ یہاں تک کہ پتھر سے بدلہ لینے اور اسلحہ کے سنبھالنے کے لیے بھی قدم پیچھے نہ ہٹاتے تھے۔

محمل پر نرغہ۔

جب لڑائی کی یہ شدت نظر آئی اور دونوں طرف کے لشکروں کو سخت نقصان پہنچ چکا تو حضرت علیؓ کے لشکر والوں نے محمل پر تیروں کی بوچھار شروع کی اور ایک دوسرے سے کہا اس اونٹنی کو مار کے گرانا چاہیے جب تک یہ کھڑی ہے یہی حالت رہے گی۔ ادھر طرفداران جناب صدیقہ کے سخت حملوں سے بچنے کے لیے حضرت علیؓ کے میمنہ اور میسرہ دونوں نے قلب میں آ کر پناہ لی تھی۔ اور لڑائی کا سارا زور ناقۂ مبارک کے سامنے تھا۔

ناقۂ مبارک کے [illegible]

اس وقت آپ کے ناقے کی مہار عمرو بن یثربی کے ہاتھ میں تھی جو بصرہ کے قاضی تھے۔ اور ان کے بھائی عبداللہ دونوں اس معرکے میں موجود تھے۔ حضرت علیؓ نے کہا "ناقۂ عائشہؓ پر کون حملہ کرے گا؟" ہند بن عمرو جملی مرادی نے یہ خدمت اپنے ذمے لی وہ جیسے ہی حملہ کر کے بڑھا ابن یثربی کا سامنا ہو گیا۔ دونوں نے ایک ساتھ حریف پر تلوار ماری مگر ابن یثربی کی تلوار

کام آگئی۔ اور ہند مارا گیا پھر علباء بن ہیثم حملہ کر کے آیا اور وہ بھی ابن یثربی کے ہاتھ سے مارا گیا پھر صوحان حملہ
کر کے آیا اور وہ بھی مارا گیا۔ اس کے بھائی نے اس کے غم میں مرثیہ پڑھا اور ابن یثربی نے
رجز خوانی سے اپنا جوش شجاعت ظاہر کیا۔ ان کے اشعار پڑھ سن کر عمار بن یاسر کو طیش آگیا
کہا تم پناہ کی جگہ میں ہو اور تم تک پہونچنا دشوار ہے۔ بڑے بہادر ہو تو اپنے گروہ سے نکل کر
میرے سامنے آؤ۔ یہ غیرت دلانے والا فقرہ سنتے ہی ابن یثربی نے اونٹنی کی باگ ایک اور
شخص کے ہاتھ میں دی جو بنی عدی میں سے تھا اور آگے بڑھ کر عمار کو بلایا۔ عمار فوراً آکے
ان کے مقابل ہوئے جن کی عمر اس وقت نوے برس سے زیادہ تھی۔ ایک پوستین پہنے
ہوئے تھے۔ اور کمر میں پیٹی کی جگہ کھجور کی رسی بندھی تھی۔ بظاہر ان میں لڑنے کا دم نہ تھا۔
اور لوگوں نے ان کو ایک زبردست حریف کے مقابل دیکھا تو بے اختیار سب کی زبان
سے نکلا "انا للہ وانا الیہ راجعون" اور اکثر نے کہا معلوم ہوتا ہے ان کا بھی وہی حال ہونے والا
ہے جو اوروں کا ہوا۔ ابن یثربی نے ان پر تلوار کا وار کیا جس کو انہوں نے ڈھال پر لیا۔
ڈھال کچھ ایسی وضع کی تھی اور اس پر ایسا زبردست ہاتھ پڑا تھا کہ تلوار ڈھال میں پیوست ہو گئی۔
ابن یثربی اسے کھینچ کھینچ کے چھڑا رہے تھے کہ عمار نے ان کی پنڈلیوں پر تلوار کا زبردست
ہاتھ مارا اور انہیں کھڑے ہونے کے قابل نہ رکھا۔ آخر عمار ابن یثربی کو گرفتار کر کے حضرت علیؓ
کے سامنے لے گئے۔ ابن یثربی نے آپ کے سامنے جا کے جان بخشی کی التجا کی اور جناب
علی مرتضیٰ نے فرمایا تین آدمیوں کے مار ڈالنے کے بعد جان بخشی کی تمنا! اور آخر آپ کے حکم سے اسی وقت
ان کی گردن ماری گئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میدان میں عمیرہ نہیں بلکہ ان کا بھائی عمرو بن یثربی
مارا گیا۔ عمیرہ بعد تک زندہ باقی رہے جن کو معاویہ نے اپنے عہد میں قاضی بصرہ مقرر کیا تھا۔

عمار اور ابن یثربی کا مقابلہ

ابن یثربی کا قتل

ابن یثربی مارے جا چکے تو اسی عدوی شخص نے جو ناقۂ عائشہ کی مہار تھامے ہوئے تھا
مہار اپنے ایک ہم قبیلہ کے ہاتھ میں دی اور خود میدان میں آیا۔ اس کے مقابلے پر ربیعہ عقیلی رجز
پڑھتا ہوا آیا۔ لڑائی ہوئی اور دونوں نے اس زور سے ایک دوسرے پر تلواریں ماریں کہ دونوں
گر کے اور وہیں جگہ مر گئے۔ اب اس عدوی کی جگہ پر حضرت عائشہ کی طرف سے حرث ضبی میدان
میں آیا۔ اس سے زیادہ جانباز اور بہادر جوانمرد اس میدان میں نہیں دیکھا گیا۔ پہلے وہ ناقۂ
ام المومنین کی مہار ہاتھ میں لیے تھا۔ اور للکار للکار کے لوگوں سے کہتا تھا ہم بنی ضبہ ہیں جب
کھوپڑیوں کو گرتے نہ دیکھ لیں جن سے خون کے سرخ لوتھڑے ٹپک رہے ہوں ہم بھاگنا

اور جانبازی

[illegible]

[illegible]

نہیں جانتے۔ اے ہماری مادر محترمہ۔ اے عائشہ۔ آپ ہرگز اندیشہ نہ کریں۔ کیونکہ آپ کے سب فرزند بہادر و جانباز ہیں۔ اے ہماری والدۂ مکرمہ۔ اے زوجۂ رسول محترمؐ۔ اور اے اس مبارک ہدایت پانے والے کی بیوی!

غرض لڑائی اسی رنگ پر تھی۔ اور ناقۂ عائشہ کے سامنے دونوں طرف کے لوگ کٹ رہے تھے۔ ناقے کی مہار چالیس آدمیوں نے باری باری سے تھامی اور چالیسوں مارے گئے۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ ناقۂ عائشہ کی مہار کو ستر آدمیوں نے لیا۔ سب قریش میں سے تھے اور سب مہار تھامے ہوئے مارے گئے۔ تو حضرت صدیقہ فرماتی ہیں جب تک شتر ضبۃ کی آواز نہ آتا ہو تو خوف نہ ہوئی۔ میری اونٹنی ہمیشہ چلی کے ساتھ اپنی جگہ پر قدم جمائے کھڑی تھی۔ اسی دوران میں حضرت طلحہ کے فرزند محمد نے مہار ہاتھ میں لی اور بارگاہ مخدرہ میں عرض کیا۔ اے مادر مہربان! مجھے کیا حکم ہوتا ہے؟ فرمایا "تم بہترین بنی آدم ہو اگر اس مہار کو چھوڑ دو۔" مگر اس حکم کی تعمیل انہیں گوارا نہ ہوئی۔ اور جو کوئی ان پر حملہ کرتا اس پر وہ یہی حم (یعنی ن) کہہ کر حملہ کرتے رہے۔ آخر ایک بار ان پر بہت سے آدمی ٹوٹ پڑے اور ان کو قتل کر ڈالا۔ ان میں سے ہر ایک کو یہ دعویٰ تھا کہ میں ہی نے قتل کیا ہے۔ اس کے بعد عمرو بن اشرف نے بڑھ کر مہار ہاتھ میں لی۔ اس کی جوانمردی کی یہ حالت تھی کہ مخالفوں میں سے جو قریب آتا اسے مار کے ڈال دیتا۔ آخر حارث بن زہیر ازدی رجز پڑھتا ہوا اس کے سامنے آیا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ یہ دونوں وار کاری ثابت ہوئے اور دونوں حریف ایک ہی جگہ گر کے ٹھنڈے ہو گئے۔

اور بہت سے ناقے پر قربان ہونے والے۔
محمد بن طلحہ کی شہادت۔
بہت سے مقتولوں کا قاتل۔

اب بڑے بڑے جانباز سورماؤں نے ناقۂ عائشہ کو اپنے حلقے میں لے لیا۔ اور جو شخص اس کی مہار ہاتھ میں لیتا مارا جاتا۔ اور ناقے کی مہار اور علم وہی جانباز لیتا جو سارے گروہ میں زیادہ بہادر اور نامور ہوتا۔ مہار کو ہاتھ لگاتے ہی وہ نعرہ مارتا کہ میں فلاں اور فلاں کا بیٹا ہوں۔" اس کا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت علیؓ کی طرف کا جو شخص ادھر کا قصد کرتا مارا جاتا۔ ایسا کاری زخم کھاتے واپس جاتا کہ پھر اُسے میدان میں قدم رکھنا نصیب ہوتا۔ چنانچہ عدی بن حاتم طائی نے ناقۂ عائشہ کے محافظوں پر حملہ کیا تو اُن کی ایک آنکھ جاتی رہی۔

حریم رسالت کی شمع کے اور پروانے
عدی بن حاتم کی آنکھ کا نقصان

عین اسی حالت میں حضرت عبداللہ بن زبیر جناب ام المومنین کی طرف سے معرکہ آرائی کرنے کو آئے۔ خاموش کھڑے تھے کہ حضرت صدیقہ نے پوچھا "یہ کون ہے؟" عرض کیا "آپ کا بھانجا۔" فرمایا "افسوس ہے اسماء کے حال پر۔" (حضرت اسماء جناب عائشہ کی بہن اور

عبداللہ بن زبیر کا میدان میں آنا

ابن زبیر کا اور اشتر کا مقابلہ۔

عبداللہ بن زبیر کی والدہ محترمہ تھیں) اتنے میں اشتر ابن زبیر کے مقابلے پر آگیا۔ دونوں حریفوں نے ایک ہی وقت ایک دوسرے پر وار کیا۔ عبداللہ کی تلوار سے اشتر کو خفیف سا چرکا لگا اور اشتر کی تلوار عبداللہ کے سر کو گہرا کاٹ گئی۔ مگر عبداللہ نے زخم کو نہ مانا۔ اشتر سے لپٹ گئے۔ اور دونوں میں کشتی ہونے لگی ابن زبیر نے اشتر کو زمین پر گرا دیا سینہ پر چڑھ بیٹھے اور چلائے "لوگو مجھے اور مالک دونوں کو مار ڈالو" ان کے حریف اشتر کا اصلی نام مالک تھا۔ مگر اس سے بہت کم لوگ آگاہ تھے کہیں حضرت عائشہ کے طرفداروں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ عبداللہ کا مطلب مالک سے اشتر ہے تو اسی وقت اس کو مار ڈالتے مگر کسی نے نہ پہچانا۔ دونوں دیر تک زمین پر پڑے لڑتے رہے۔ اور آخر دونوں طرف کے لوگوں نے آکر انھیں چھڑا دیا۔

اور دونوں کا بیچ بچاؤ۔

اس جنگ میں اشتر کے کارنامے۔

مالک اشتر نے اس میدان میں اپنے یہ کارنامے بیان کیے ہیں کہ "پہلے میرا سامنا عبدالرحمن بن عتاب سے ہوا جو زبردست شمشیر زن تھا۔ مگر میں نے اُسے قتل کیا۔ پھر اسود بن علاف کا سامنا ہوا۔ اُسے میں نے بہت ہی سخت اور نہایت بہادر پایا۔ چنانچہ اس کے ہاتھ سے میں اپنے آپ کو بچاتا تھا۔ اور دل میں کہتا تھا کہ کاش اس کا سامنا نہ ہوا ہوتا۔ اس سے جان بچی تو جندب بن زہیر غامدی کا مقابلہ ہوا۔ اُس کو میں نے اپنی تلوار سے قتل کیا۔ اسی اثنا میں دیکھا کہ دشمنوں کی طرف قریش کا جھنڈا عبداللہ بن حکیم بن حزام کے ہاتھ میں ہے۔ اور عدی بن حاتم سے اُس سے لڑائی ہو رہی ہے۔ میں فوراً عدی کی طرفداری میں جا پہونچا اور ہم دونوں نے اُسے مار کے گرا دیا۔

اور شریفوں کا شہید ہونا۔

ناقۂ عائشہ کی مہار اسود بن ابی البختری نے لی جو معززین قریش میں سے تھا۔ دشمنوں نے نرغہ کر کے اسے بھی مارا۔ پھر بنی ازد کے ناموروں میں سے عمرو بن اشرف نے مہار پکڑی اور مع اپنے گھرانے کے تیرہ بہادروں کے مارا گیا۔

نامور زخمی۔

مروان بن حکم بھی حضرت عائشہ کی طرف سے زخمی ہوا۔ مگر کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ اُسی کے تیر سے شہید ہوئے۔ عبداللہ بن زبیر کو نیزوں اور تیروں کے سینتیس زخم آئے وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے جمل کا سا معرکہ نہیں دیکھا۔ دونوں لشکر جان بازی پر تلے ہوئے تھے اور ہم میں سے کسی کو کسی طرح شکست نہ ہوتی تھی۔ سیاہ اور برہنہ پہاڑوں کی طرح ہم دونوں حریف اپنی جگہ پر قائم تھے۔ اور جو شخص ناقۂ عائشہ کی مہار ہاتھ میں لیتا مارا جاتا۔ جب یہ حالت قائم رہی تو علی نے پکار کے کہا ناقے کی کونچیں کاٹو۔ تم نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو سب لوگ منتشر

ناقہ کی کونچیں کاٹنے کا حکم۔

ہو جائیں گے"۔ اتنے میں ایک شخص نے بڑھ کے اونٹنی کو تلوار مار دی۔

حضرت علیؓ کی طرف کے نقصانات۔

حضرت علیؓ کی طرف بنی ازد کا جھنڈا پہلے مخنف بن سلیم کے ہاتھ میں تھا۔ وہ مارا گیا تو صقعب اور اس کے بھائی عبداللہ بن سلیم نے لیا اور دونوں مارے گئے پھر علاء بن عروہ نے اس جھنڈے کو بلند کیا اور اس کے ہاتھ میں تھا کہ فتح ہو گئی۔ اسی طرح آپ کی طرف بنی عبدالقیس کا جھنڈا پہلے قاسم بن سلیم کے ہاتھ میں تھا۔ وہ مارا گیا اور اس کے ساتھ دو بھائی زید و سیحان بھی مارے گئے جو صوحان کے بیٹے تھے۔ تب اس کو چند اور لوگوں نے سنبھالا۔ وہ بھی مارے گئے بعد ازاں منقذ بن نعمان نے لے کر اپنے بیٹے مرہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور لڑائی ختم ہونے تک اسی کے ہاتھ میں رہا۔ یونہیں جناب علی مرتضیٰؓ کی جانب بنی بکر بنی وائل کا جھنڈا حرث بن حسان ذہلی کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے جھنڈا ہاتھ میں لیتے ہی بڑھ کر اپنے ہمراہیوں سے کہا "اے گروہ بنی بکر۔ تمہارے مالک یعنی علیؓ سے زیادہ کسی کا مرتبہ حضرت رسول خدا صلعم کے نزدیک نہ تھا" یہ کہتے ہی بڑھ کے لڑنے لگا۔ اور مع اپنے بیٹے اور پانچ گھر والوں کے مارا گیا۔ اس کے گروہ میں سے کچھ لوگ بنی محدوج کے اور پینتیس بنی ذہل کے مارے گئے۔ حرث نے میدان میں جاتے وقت اپنے بھائی سے کہا "ہماری لڑائی کیسی اچھی تھی۔ خدا کرتا ہم حق پر ہوتے"۔ اس نے جواب دیا "ہم حق ہی پر ہیں۔ لوگ داہنے بائیں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور ہم نے اہل بیت نبی کو پکڑ لیا ہے"۔ اس کے بعد دونوں بھائی مارے گئے۔

ایک لڑنے والے کا جوش۔

حضرت عائشہؓ کے طرفداروں میں سے عمیر بن اہلب ضبی زخمی پڑا تھا۔ حضرت علیؓ کے طرفداروں میں سے ایک شخص کا ادھر گزر ہوا۔ اس نے عمیر کو تڑپتے اور زمین پر پاؤں رگڑتے دیکھا۔ اور اس کی زبان سے حضرت عائشہؓ کی حمایت اور اپنی قومی شجاعت کی تعریف کے اشعار سنے تو کہا "اس وقت کلمہ شہادت پڑھو"۔ اس نے کہا "کیا کہتے ہو؟ میں بہرا ہوں۔ سر قریب لاؤ تو سنوں"۔ اور جیسے ہی اس شخص نے سر نزدیک کیا۔ عمیر نے اس کے کان پر ایسی چلکت ماری کہ جڑ سے کاٹ لیا۔

اشتر کے حوصلے کا پست ہو جانا قعقاع کا حملہ۔

اشتر جب ناقہ عائشہؓ کے آگے سر کرائی کر کے واپس گیا تو قعقاع نے اس سے پوچھا "پھر میدان میں جاؤ گے؟" جب اس سے کچھ جواب نہ ملا تو کہا "اشتر سنو۔ ہم میں ایک سے ایک بڑھا ہوا جوانمرد موجود ہے"۔ اور یہ کہہ کر خود حملہ کر دیا۔ اس وقت حضرت صدیقہؓ کی اونٹنی کی مہار زفر بن حرث کے ہاتھ میں تھی۔ اور یہی پچھلا شخص ہے جس نے مہار ہاتھ میں لی

کیونکہ اب بنی عامر کے تمام نامور بہادر ختم ہو چکے تھے۔ اور سب اُس محترم اونٹنی کے آگے ڈھیر تھے۔ زفر اشعار رجزیہ پڑھ رہا تھا کہ قعقاع نے جواب میں ایک شعر پڑھا۔ اور اس پر حملہ کر دیا۔ تمام بنی عامر ان کی روک تھام کو آگئے اور انھیں ہٹا دیا۔ یہ دیکھ کر قعقاع نے اپنی طرف کے ایک شخص بجیر بن دلیجہ سے کہا "اپنے لوگوں سے کہہ دو قبل اس کے کہ ان لوگوں کو یا اُم المومنین کو کوئی صدمہ پہونچے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں یعنی اس کے پاؤں قلم کر دیں۔ یہ تجویز سنتے ہی اُس نے بنی خنبہ اور ان کے سردار عمرو بن دلیجہ نے پکار کے کہا "میں تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں"۔ عمرو نے کہا "آؤ"۔ بجیر نے پوچھا "تو مجھے واپسی تک امان ہے؟" جواب ملا "ہاں" اور اس کو قریب آنے کی

[قریب سے ناقۂ عائشہ تک پہونچنا]

اجازت دی گئی۔ بجیر اس فریب سے حضرت اُم المومنین کے ناقے کے پاس پہونچا۔ اور

[اور کونچیں کاٹنا]

تلوار کے ایک زبردست ہاتھ سے اس کا ایک پاؤں قلم کر دیا۔ پاؤں کے کٹتے ہی اونٹنی ایک پہلو پر گری۔ اور بڑے زور سے چلائی۔ حامیان ناقہ سناٹے میں آگئے۔ اور قعقاع نے موقع پا کر نعرہ لگایا کہ "جو لوگ اونٹنی کے گرد ہیں اُن کے لیئے امان ہے"۔ سنتے ہی سب

[محمل کو ناقہ سے جدا کرنا]

لوگ الگ ہو گئے۔ اور قعقاع اور زفر نے مل کر اونٹنی کا تنگ کاٹ کے محمل کو جس میں حضرت عائشہؓ رونق افروز تھیں اُٹھا کر الگ رکھ دیا۔ اُس پر اس کثرت سے تیر پڑے تھے کہ اُس کی شکل ساہی کی سی ہو گئی تھی۔ جہاں محمل رکھی تھی معلوم ہوتا کہ ایک ساہی منھ اندر سمیٹ کر بیٹھ گئی ہے اور اپنے کانٹے کھڑے کر دیئے ہیں۔

[طرفداران عائشہؓ کی شکست]

اس کے بعد قعقاع و زفر نے محمل کو اپنے حلقہ میں کر لیا اور طرفداران عائشہؓ جو جابجا شامی کے لیئے گرد ہجوم کیئے ہوئے تھے بھاگ گئے۔ اور حضرت علیؓ کے حکم سے چاروں طرف پکار دیا گیا

[اُن کو امان]

کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرو۔ زخمیوں پر ہتھیار نہ چلاؤ۔ اور گھروں کے اندر نہ گھسو۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے چند لوگوں کو حکم دیا کہ محمل کو لاشوں کے درمیان سے اٹھا کر علٰحدہ

[حضرت عائشہؓ اور ان کے بھائی]

رکھ دیں۔ پھر محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ ایک خیمہ کھڑا کر کے حضرت ام المومنین کو اُس میں اتاریں اور فرمایا "دیکھو کہیں ان کے زخم تو نہیں آیا"۔ محمد نے محمل کے اندر ہاتھ ڈالا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا "یہ کون ہے؟" کہا "جس پر آپ کو اپنے تمام گھرانے والوں سے زیادہ غصہ ہے"۔ پوچھا "بنی خثعم والی کا بیٹا؟" کہا "ہاں" (محمد بن ابی بکر کی والدہ اسماء بنت عمیس بنی خثعم کی بیٹی تھیں) فرمایا "اس خدا کا شکر ہے جس نے تجھے معاف کیا"۔

اس کے بعد محمد بن ابی بکرؓ نے خود دیکھ کر حضرت علیؓ کو اطلاع دی کہ جناب عائشہؓ کی ایک کلائی میں ایک تیر سے خراش آگئی ہے جو زرہوں میں سے گزر کے اندر پہنچ گیا تھا۔

بعض بیانات کا ملنا دوسری روایات سے

بعض راویان تاریخ کا بیان ہے کہ جیسے ہی حضرت عائشہؓ کی اونٹنی گری محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر نے محمل کو اس کی پیٹھ سے کھول کے الگ رکھا اور محمد نے محمل میں اپنا سر ڈالا۔ جناب صدیقہؓ نے پوچھا کون ہے؟ کہا "تمہارا نیک بھائی" فرمایا "نیک نہیں ناسپاس بھائی" محمد نے پوچھا "بہن آپ کو کوئی صدمہ تو نہیں پہونچا؟" بولیں "تجھے صدمہ پہونچا یا نہیں پہونچا تمہیں کیا؟" کہا جب گمراہی ہو تو کون خبر لے؟ فرمایا "یہ گمراہی نہیں ہدایت ہے"

عمار و حضرت عائشہؓ کی گفتگو

اب عمار نے عرض کیا "مادر محترم اپنے فرزندوں کے لڑنے کی شان دیکھ لی" فرمایا "میں تمہاری ماں نہیں ہوں" عمار نے کہا "آپ چاہیں پسند فرمائیں یا نہ فرمائیں مگر ماں ضرور ہیں" بولیں "تم کو اپنے فتحیاب ہونے پر ناز ہے۔ مگر جس شان سے تم نے بغاوت کی تھی اسی طرح فتحیاب بھی ہوئے۔ مگر افسوس میں خدا کی قسم کھا کے کہتی ہوں کہ جس شخص کی یہ وضع ہو وہ ہرگز فتحمند کہے جانے کا مستحق نہیں ہے"

حضرت علیؓ سے گفتگو

اب آپ کی محمل ایسے مقام پر لے جا کے رکھی گئی جہاں قریب کوئی شخص نہ تھا۔ اور خود حضرت علیؓ نے قریب آ کے کہا اے والدۂ محترمہ کیسا مزاج ہے؟ جواب دیا "اچھی ہوں" حضرت علیؓ نے فرمایا "خدا آپ کے گناہ معاف کرے" بولیں "اور تمہارے بھی"

ایک گستاخ کو گستاخی کی سزا

عین اسی موقع پر اعین بن ضبیعہ مجاشعی نمودار ہوا۔ ابھی وہ دور تھا کہ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا "اُدھر ہی۔ اُدھر ہی۔ خدا تجھ پر لعنت کرے" وہ دریدہ دہنی سے بولا "مجھے تو یہاں بجز حمیراء کے کوئی نہیں نظر آتا" حضرت عائشہؓ کو رسول اللہ صلعم نے حمیراء لقب دیا تھا۔ آپ نہایت گوری چٹی اور سرخ و سپید تھیں۔ اس لیے آنحضرتؐ محبت سے آپ کو حمیراء کہا کرتے جس کے معنی سرخ رنگ والی کے ہیں۔ اور کوئی آپ کو اس لقب سے یاد کرنے کا مجاز نہ تھا۔ یہ گستاخ شخص آپ کے اس لقب کو زبان پر لایا تو اس کی اس گستاخی پر آپ نے بد دعا کی کہ "خدا تیری رسوائی کو ظاہر اور تیرے ہاتھ کو قطع اور تیرے ستر کو فاش کرے" حضرت رب العزت نے زوجۂ محترمۂ رسالتؐ کی یہ آرزو پوری کر دی۔ اور چند روز بعد جب اعین بصرے میں قتل

لہ اخبار الطوال صفحہ ۱۵۲

ہوا ہے تو اس کے کپڑے اُتار لیے گئے۔ ہاتھ کاٹا گیا اور لاش بنی ازد کے گھوڑے پر برہنہ ڈال دی گئی۔

کیا چیز آپ کو سب سے زیادہ ناگوار ہوئی۔

اب بعض لوگ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں قعقاع بھی تھے۔ انھوں نے فرزندوں کی طرح ادب سے سلام کیا۔ آپ نے پوچھا میں نے میدان میں دو شخصوں کو لڑتے دیکھا تھا جو لڑتے تھے اور یہ رجز اُن کی زبان پر تھا۔ اپنے ان رجز خوانوں کو تم پہچانتے ہو؟ پھر اس رجز کے جو الفاظ آپ نے سنائے اُن میں آپ کی نسبت "بیٹوں کی چھوڑتی ہوئی ماں" کے الفاظ استعمال کیے گئے تھے۔ قعقاع نے کہا "ہاں پہچانتا ہوں"۔ "بہت اچھا ہوتا کہ ان الفاظ کے سننے سے بیس برس پہلے میں مر گئی ہوتی"۔ اس کے بعد قعقاع نے

حضرت علیؓ کو بھی آپ کی توہین گوارا نہ تھی۔

یہ واقعہ حضرت علیؓ سے بیان کیا تو ارشاد ہوا "وہی نہیں کہتی ہیں بلکہ میں بھی کہتا ہوں کہ کاش ان الفاظ کے استعمال ہونے سے بیس سال پیشتر میں مر گیا ہوتا"۔ اور اس واقعہ کے بعد اکثر حضرت علیؓ کی زبان پر دو شعر رہتے جن کا مفہوم یہ تھا کہ "مسلمانوں کے آپس میں لڑنے اور مضریوں کے مضریوں کے ہاتھ سے مارے جانے پر افسوس ہے"۔

بصرے میں آپ کی اقامت گاہ

جب رات ہوئی تو محمد بن ابی بکر حضرت عائشہؓ کو بصرے میں لے گئے۔ اور عبداللہ بن خلف خزاعی کے گھر میں جمنہ بنت حرث کے پاس اُتارا۔

زخمیوں کا اٹھانا اور شہدا کا دفن

اسی رات کو زخمی لاشوں میں سے چن چن کر نکالے گئے۔ اور لوگوں کو اجازت دی گئی کہ دونوں طرف کے شہدا کو دفن کریں۔ چنانچہ لوگ آ آ کر دفن کرنے لگے۔ اور اسی کے اہتمام میں حضرت علیؓ تین روز تک بصرے کے باہر پڑے رہے۔ مقتولین کے دفن ہونے سے پہلے آپ نے میدان میں ایک چکر لگایا۔ جب کعب بن سور کی لاش پر پہونچے تو فرمایا "دیکھتے ہو ایسا لایق و دانا شخص ان نالائقوں کے ساتھ میدان میں آیا"۔ جب عبدالرحمن بن عتاب

مقتولین پر حضرت علیؓ کے خیالات۔

کی لاش کے پاس سے گزرے تو فرمایا "یہ ان لوگوں کا سردار تھا۔ باغی اس کو لیے لیے پھرتے تھے"۔ جب حضرت طلحہؓ کی لاش پر پہونچے تو فرمایا "ابو محمد۔ مجھے تمھاری حالت پر افسوس ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا کی قسم مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ قریش کے لوگوں کو مقتول پڑا ہوا دیکھوں"۔ پھر ان کے متعلق ایک شعر پڑھا۔ غرض آپ جس شخص کی لاش کے پاس سے گزرتے اور اس میں کوئی خصوصیت یا خوبی ہوتی تو فرماتے "ان کو ہنگامے کے سوا اور کوئی چیز میدان میں نہیں لائی۔ ورنہ یہ تو نیک اور عابد و زاہد مشہور ہیں"۔

حضرت طلحہؓ کے بیٹے موسیٰ بصرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی آپ سے ملے آپ نے فرمایا "مجھے امید ہے کہ میں اور تمہارے والد ان لوگوں میں ہوں گے۔ جن کی نسبت خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے" ہم نے ان کے دلوں کا کھوٹ نکال ڈالا۔ وہ بھائی بھائی ہیں اور آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوئے ہیں"۔ پھر شام کو بصرے میں داخل ہوئے تو ابن الکوا، حاضر ہوا اور کہا "امیرالمومنین آپ نے شہر میں آنے میں دیر لگا دی" فرمایا "میرے پاس میرا بھتیجا آیا ہوا تھا"۔ پوچھا "کون؟" فرمایا "طلحہؓ کے بیٹے موسیٰ" اس نے کہا "اگر وہ آپ کے بھتیجے ہیں تو ہماری شامت آگئی"۔ آپ نے ناراضی کے ساتھ فرمایا "کمبخت نہیں جانتا کہ اہل بدر سے خدا نے کیا نہیں کہہ دیا کہ تمہارا جو جی چاہے کرو، تمہارے گناہ معاف کر دیے گئے۔ یہ سن کر ابن کوا، نے عرض کیا "امیرالمومنین کس بنیاد پر آپ نے یہ سفر اختیار کیا، جس میں آپ لوگوں کو ایک دوسرے سے لڑاتے اور اپنی سطوت قائم کرتے ہیں۔ کیا یہ آپ کی رائے تھی جس کی بنا پر آپ نے امت میں تفرقہ ڈالا۔ جداگانہ دعویٰ کیا اور یہ خیال کیا کہ قرابت رسول خدا صلعم کے باعث خلافت کے سب سے زیادہ مستحق آپ ہیں۔ اگر یہ آپ کی رائے ہو تو ہم قبول کرنے کو حاضر ہیں۔ اور اگر رسول اللہ صلعم نے آپ کو صراحتہً اپنا جانشین مقرر فرمایا ہے تو آپ سے زیادہ کس کا اعتبار ہو سکتا ہے"؟ حضرت علیؓ نے فرمایا میں سب سے پہلے رسول اللہ صلعم پر ایمان لایا۔ لہذا سب سے پہلے جھوٹ بولنے والا نہ ہوں گا۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلعم نے مجھ کو ہرگز ولیعہد نہیں بنایا۔ مگر ہوا یہ کہ جب لوگوں نے عثمانؓ کو مار ڈالا تو میں نے اپنے معاملہ پر غور کیا۔ نظر آیا کہ جن دو خلیفوں نے خلافت نبوت لی تھی مر گئے اور وہ بھی ولیعہد نہ تھے اور اب جس شخص کو مسلمانوں نے مشورہ کر کے خلیفہ کیا تھا مار ڈالا گیا۔ اور اس کی ذمہ داری میری گردن پر آگئی۔ اسلیے کہ اس نے بھی کسی کو ولی عہد نہیں مقرر کیا تھا"۔ ابن الکوا، نے کہا آپ نے سچ فرمایا اور نیکوکاری ظاہر کی۔ مگر یہ تو بتائیے کہ آپ نے طلحہؓ و زبیرؓ سے لڑائی کیوں اختیار کی جو ہجرت اور مشورۂ خلافت میں آپ کے ساتھ تھے؟ فرمایا اس لیے کہ انھوں نے حجاز میں میرے ہاتھ پر بیعت کی اور عراق میں آ کر مخالف ہو گئے۔ اور اگر ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ وہ ایسا کرتے تو وہ بھی ان سے لڑتے۔[۵]

---

[۵] السیاستہ والامامہ صفحہ ۶۹۔

اُن کی نمازِ جنازہ

اب لوگ رضائیں نمازِ جنازہ کے لیے جمع ہوئے اور حضرت علیؓ نے دونوں طرف کے مقتولین پر نماز پڑھی۔ پھر جتنے کٹے ہوئے اعضا ملے اُن سب کو ایک جگہ جمع کر کے ایک بڑی قبر میں دفن کروا دیا۔ مخالفین کے لشکر میں جو کچھ سامان ملا اس کو اکٹھا کر کے آپ نے بصرے کی جامع مسجد میں بھجوا دیا کہ جو کوئی اپنی چیز کو پہچانے لے جائے۔ بجز اسلحہ کے کہ وہ خزانہ خلافت میں داخل کر دیے گئے۔

اُن کا مال و اسباب

مقتولین کی تعداد

مقتولین کی تعداد دس ہزار آدمیوں کے قریب تھی جن میں آدھے حضرت علیؓ کی طرف کے لوگ تھے اور آدھے حضرت عائشہؓ کی طرف کے۔ بعض لوگ مقتولین کی تعداد کچھ اور بتاتے ہیں۔ بنی ضبّہ میں سے ایک ہزار آدمی مارے گئے اور بنی عدی میں سے ستّر قاریانِ قرآن حضرت عائشہؓ کی محمل کے گرد قتل ہوئے۔ جو غیر قاری تھے ان کا شمار ان کے علاوہ ہے۔

احنف بن قیس کا معذرت کرنا

جب ان سب کاموں سے فراغت ہو چکی تو احنف بن قیس اور اُن کے ہمراہی جو لڑائی سے الگ رہے تھے اور کسی طرف شریک نہ ہوئے تھے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کی صورت دیکھتے ہی فرمایا "تم نے دیکھ لیا؟" احنف بولا "میں نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا اور آپ ہی کے حکم سے کیا۔ لہٰذا اب آپ نرمی اختیار کریں۔ کیونکہ جس راستے پر آپ چل رہے ہیں نزدیک کا نہیں بلکہ دور کا ہے۔ اور گزری ہوئی کل سے زیادہ آپ کو آنے والی کل میں ہماری ضرورت پڑے گی۔ لہٰذا میرا احسان آنے والی کل کے لیے۔ میری دوستی کی قدر کیجیے اور کوئی ایسا کلمہ زبان سے نہ نکالیے جو مجھے ناگوار ہو۔ میں ہمیشہ آپ کا مشیر خیر رہوں گا۔"[1]

آپ کا داخلہ بصرے میں

بعد ازاں دوشنبہ کے روز حضرت علیؓ بصرے کے اندر داخل ہوئے اور سیدھے جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ شہر کے لوگ جوق جوق اپنے جھنڈے اُٹھائے ہوئے آئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی حتیٰ کہ زخمیوں اور امان پانے والوں نے بھی بیعت کر لی۔ پھر منبر پر کھڑے ہو کے آپ نے ایک تقریر کی۔ امان پانے والوں میں عبدالرحمٰن بن ابوبکرہؓ بھی تھے۔ انھوں نے حاضر ہو کر بیعت کی تو آپ نے پوچھا "اُن کے گھر میں بیٹھ رہنے والے اور انجام بیں بزرگ (یعنی تمہارے والد) کا کیا حال ہے؟" عرض کیا "خدا کی قسم وہ بیمار اور آپ کی خوشنودی کے خواستگار ہیں۔" یہ سنتے ہی آپ اُن کے ساتھ اُن کے والد ابوبکرہؓ کی

بیعت کرنی

حضرت علیؓ اور ابوبکرہؓ

[1] اخبار الطوال صفحہ ۱۵۳

عیادت کو تشریف لے گئے۔ اور جیسے ہی سامنا ہوا فرمایا تم مجھے چھوڑ کر الگ بیٹھ رہے؟
پھر ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کے فرمایا یہی تمہارا عذر ہے؟ ابوبکرہؓ معذرت خواہ ہوئے
اور آپ نے ان کا عذر قبول فرمایا۔ پھر انھیں کو والی بصرہ مقرر کرنا چاہا۔ مگر انھوں نے
عذر کیا۔ اور عرض کیا کہ آپ ہی کے خاندان میں سے کسی شخص کو اس خدمت پر مقرر ہونا چاہیے
تاکہ لوگ خاموشی کے ساتھ ان کی اطاعت کریں اور ایسے شخص کو بھی میں بتائے دیتا ہوں
یہ کہہ کر انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نام لیا۔ اور آپ نے بھی اس تجویز کو قبول
فرما لیا۔ پھر ابوبکرہؓ کے گھر سے واپس آکر آپ نے زیاد کو خراج اور بیت المال کا افسر مقرر
فرمایا۔ اور ابن عباسؓ کو حکم دیا کہ اس کے مشورے کو سنیں اور اس پر عمل کریں۔ زیاد بھی
گذشتہ لڑائی میں دونوں فریقوں سے الگ رہا تھا۔

ابن عباسؓ والی بصرہ

اور زیاد کو مہتمم خزانہ کیا

مسلمانوں کے تین گروہ۔

چنانچہ اسی وقت سے مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے اوّل وہ لوگ جو حضرت علیؓ کے
ہمراہ تھے۔ اور ان کا غالب گروہ چاہتا تھا کہ حضرت عثمانؓ کے خون سے درگزر کیا جائے
اور جو لوگ آپ پر یورش کر کے گئے تھے ان سے کوئی بازپرس نہ ہو۔ یہ لوگ شیعیان علیؓ
کے لقب سے مشہور ہوئے۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو حضرت معویہ کے ساتھ اور
بڑے جوش و خروش سے دعوی کر رہے تھے کہ کل مخالفین عثمانؓ چن چن کر قتل کیے جائیں
ان لوگوں نے شیعیان عثمانؓ کے لقب سے شہرت پائی۔ تیسرا گروہ ان لوگوں کا جو
حضرت رسالت صلعم کی ایک پیشین گوئی کی بنا پر اس زمانے کو فتنوں اور ہنگاموں کا زمانہ
خیال کرتے اور اعتقاد رکھتے کہ کسی جنگجو گروہ کا ساتھ دینا حرام ہے۔ اس زمانے میں
صراط مستقیم یہی ہے جو کسی کا ساتھ نہ دے اور دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ رہے۔ یہ
لوگ قاعدین یعنی گھر میں بیٹھ رہنے والوں کے لقب سے یاد کیے گئے اور اس میں
بہت سے اکابر صحابہ شامل تھے۔ اور اس عقیدے پر زیاد بھی تھا۔

شیعیان علیؓ۔

شیعیان عثمانؓ

قاعدین

آپ حضرت عائشہؓ کے پاس۔

ان انتظامات کے بعد حضرت علیؓ جناب ام المومنینؓ کے پاس گئے وہ جیسا کہ بیان
ہو چکا عبداللہ بن خلف کے مکان میں تھیں۔ بصرے میں سب سے بڑا یہی مکان تھا۔ یہاں
عورتیں خلف کے بیٹوں عبداللہ اور عثمان پر رو رہی تھیں جن میں سے پہلا حضرت عائشہؓ کی
طرف اور دوسرا حضرت علیؓ کی طرف مارا گیا تھا۔ عبداللہ کی بیوی صفیہ سر پر خمار باندھے
رو رہی تھی۔ جیسے ہی اس نے حضرت علی کی صورت دیکھی کہنے لگی اے علیؓ! اے دوستوں

کے قاتل اے جماعت کو توڑنے والے۔ خدا تمھارے بچوں کو یتیم کرے جس طرح تم نے عبداللہ کے بچوں کو یتیم کیا ہے!" حضرت علیؓ نے کمال حلم سے ان فقروں کو سُنا اور کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ حضرت عائشہؓ کو سلام کیا۔ اُن کے پاس جا کے بیٹھے اور فرمایا "صفیہ نے میرا سامنا کیا حالانکہ میں نے اُس کو بچپن میں دیکھا تھا۔ پھر اس کے بعد کبھی نہیں دیکھا۔" اس کے بعد آپ وہاں سے اُٹھ کر روانہ ہوئے تو صفیہ نے پھر انھیں کلمات کا اعادہ کیا جس پر آپ نے خچر کو روک لیا؛ اور فرمایا "تم چاہتی ہو کہ میں اس دروازے کو کھولوں اور اس کے اندر جو ملے اس کو قتل کروں؟" لوگوں نے بتایا کہ اس میں چند زخمی ہیں مگر آپ نے توجہ نہ کی اور خاموش رہے اس معاملہ میں آپ کا مسلک یہ تھا کہ نہ کسی بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے اور نہ کسی زخمی پر ہتھیار چلایا جائے۔ نہ کسی کو ستر کھول کے برہنہ کیا جائے۔ اور نہ کوئی مال لوٹا جائے۔

حضرت علیؓ کا حلم

آپ حضرت عائشہؓ کے پاس سے نکل کے واپس جا رہے تھے کہ ایک ازدی شخص ملا اور کہنے لگا "خدا کی قسم اس عورت کا ہم پر کچھ زور نہ چلا۔" اس کے یہ کلمات سُنتے ہی آپ کو غصہ آگیا۔ فرمایا "رہنے دے کسی عورت کی بے حرمتی نہ کر۔ کسی گھر میں نہ گُھس اور نہ کسی عورت کو بُرا بھلا کہہ۔ چاہے وہ تجھے گالیاں دے۔ اور تیرے حاکموں اور نیکوں کو بُرا بھلا کہے۔ عورتیں نازک مزاج ہوتی ہیں۔ ہمیں مشرکہ عورتوں پر بھی دست درازی و زبان درازی کرنے سے روکا جاتا تھا یہ تو مسلمان عورتیں ہیں!"

آگے بڑھے تو ایک اور شخص آیا اور عرض کیا "امیرالمومنین اس دروازے پر دو شخص جا کے کھڑے ہوئے اور ایک عورت سے اُلجھنے لگے جو صفیہ سے بھی زیادہ حضور کو بُرا بھلا کہہ رہی ہے!" آپ نے گھبرا کے پوچھا "شاید وہ عائشہؓ ہوں گی؟" اُس نے کہا "جی ہاں" ان دونوں شخصوں میں سے ایک نے یہ کہا "ہماری ماں کو ہم سے یہ معاوضہ ملا کہ ہم سب نے انھیں چھوڑ دیا۔" اور دوسرے نے کہا "اماں جان توبہ کیجیے آپ غلطی پر تھیں۔" یہ سنتے ہی آپ نے قعقاعؓ کو بھیجا کہ ان دونوں شخصوں کو پکڑ لائیں۔ وہ اپنے ایک گروہ کے ساتھ گئے اور ان دونوں کو لا کے حاضر کر دیا۔ وہ بنی اسد میں سے تھے اور آپس میں بھائی بھائی تھے۔ ایک کا نام عجلان تھا اور دوسرے کا سعد۔ آپ نے ان دونوں کے کپڑے اتروا کر سو سو کوڑے لگوائے۔

حضرت عائشہؓ کا احترام

اِدھر حضرت عائشہؓ کی یہ حالت تھی کہ پوچھا "اس لڑائی میں دونوں طرف سے کون کون

حضرت عائشہؓ نے دونوں فریقین کو مسلمان ہی بتایا

لوگ مارے گئے"۔ لوگوں نے نام لینا شروع کیے اور آپ جس کا نام سنتیں چاہے اپنی طرف مارا گیا ہو یا حضرت علیؓ کی طرف فرماتیں "خدا اس پر رحمت کرے"۔ کسی نے عرض کیا "یہ کیا ہے" فرمایا "رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ فلاں اور فلاں جنت میں ہیں"۔ اور ارشاد فرمایا "ان میں سے جس کا دل صاف ہو اور اس نے خالصۃً للہ کام کیا ہو مجھے امید ہے کہ خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا"۔

صدیقہؓ کی مدینہ جانے کی تیاری۔

بعد ازاں حضرت علیؓ نے جناب عائشہؓ کے لیے سواری، زاد راہ، اور سامان سفر کا بندوبست فرمایا۔ آپ کے ہمراہیوں میں سے جتنے آدمی زندہ بچے تھے اُن کو ہمراہ کیا بجز ان کے جنھوں نے بصرے میں رہنا اختیار کر لیا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کی ہمرکابی کے لیے بصرے کی چالیس بیبیاں انتخاب کیں۔ اور آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر ہمراہ ہوئے۔ جب کوچ کرنے لگی ہیں، حضرت علیؓ باہر آ کر کھڑے ہو گئے۔ اور اور بہت سے لوگ بھی موجود تھے۔ حضرت عائشہؓ

رخصت ہونا

گھر سے باہر نکلیں اور سب کو رخصت کرتے وقت فرمایا "میرے فرزندو۔ تم باہم مخالفت نہ کرو۔ میرے اور علیؓ کے درمیان خدا کی قسم پہلے سے وہ خیالات چلے آتے تھے جو ایک عورت اور اس کے دیوروں میں ہوا کرتے ہیں۔ اور باوجود میری ناراضی کے ان کا شمار نیک نفس لوگوں میں ہے"۔ آپ کی یہ تقریر سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا "خدا کی قسم انھوں نے سچ فرمایا۔ اس کے سوا اور کوئی بات میرے ان کے درمیان نہیں ہے مگر یہ دنیا و آخرت میں ہمارے پیغمبر صلعم کی بیوی ہیں"۔

اطاعت کا عہد کرنا۔

روانہ ہونے کو تھیں کہ عمار بن یاسر نے کہا "اس سفر کے بعد اب تو یقین ہے کہ آپ نے جو عہد کیا ہے۔ اس پر قائم رہیں گی"۔ فرمایا "میں جانتی ہوں کہ تم بہت بڑے حق گو ہو"۔ عمار نے کہا "خدا کا شکر ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان سے یہ بات نکلوا دی"۔

روانگی۔

بصرے سے ہفتہ کے روز یکم رجب ۳۶ھ کو آپ روانہ ہوئیں۔ اور کئی میل تک آپ کے فرزندوں یعنی نیکوکار لوگوں نے آپ کی مشایعت کی۔ یہاں سے آپ براہ راست مکہ معظمہ میں تشریف لے گئیں اور حج کے وقت تک وہیں قیام رہا۔ پھر حج کر کے مدینہ منورہ کی راہ لی۔

اسی سلسلہ میں چند مشہور شکست یافتگان جمل کا حال بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

عبد اللہ ابن زبیرؓ

عبد اللہ بن زبیر جو زخموں سے چور تھے شکست کھا کے بھاگ کر بصرے کی آبادی میں گئے اور وزیر نام ایک ازدی شخص کے گھر میں پناہ لی۔ پھر اس سے کہا "حضرت ام المومنینؓ کو

میرے یہاں موجود ہونے کی خبر کردو۔ مگر اس طرح کہ محمد بن ابی بکر نہ جانیں۔" اُس نے جناب صدیقہؓ کو خبر کی۔ آپ نے فرمایا "محمد کو بلاؤ"۔ اُس نے عرض کیا کہ عبداللہ نے تاکید کی ہے محمد کو خبر نہ ہونے پائے۔ آپ نے اس کی کچھ پروانہ کی۔ اور محمد بن ابی بکر کو بلا کے حکم دیا کہ اس شخص کے ساتھ جاؤ۔ اور اپنے بھانجے کو میرے پاس لے آؤ۔ محمد فوراً جا کے اُن کو لے آئے۔ اور محمد و عبداللہ دونوں بصرے میں آپ کے ساتھ مقیم رہے اور پھر مدینہ طیبہ کی راہ لی۔

عتبہ بن ابی سفیان اور حکم کے دو بیٹے عبدالرحمن اور یحییٰ میدان جمل سے بھاگے۔ تو شہروں شہروں پھر رہے تھے اور کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ اتفاقاً عصمہ بن اُبیر تیمی ملا اور پوچھا کیا تم کسی کی پناہ چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا "جی ہاں"۔ اُس نے اُن کو اپنے یہاں ٹھہرا لیا اور جب تک اُن کے زخم اچھے ہو جائیں اپنے پاس رکھا۔ بعد ازاں چار سو سوار ہمراہ کر کے انھیں شام میں پہونچا دیا جوان کو دومۃ الجندل میں چھوڑ کے واپس آئے۔ اسی طرح ابن عامر میدان چھوڑ کے بھاگے تو ان کو بنی حرقوص کے ایک شخص نے اپنے گھر میں پناہ دی بعد ازاں شام میں بھیج دیا۔ مروان بن حکم کو مالک بن مسمع نے اپنے یہاں پناہ دی تھی چنانچہ مروان کی نسل کے خلفائے اموی نے اپنے عہد میں اُس کا حق ادا کیا۔ اور اسے دولتمند بنا دیا۔ بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مروان حضرت عائشہؓ کے ساتھ عبداللہ بن خلف کے مکان میں ٹھہرا تھا۔ آپ کے ساتھ ہی یہاں سے روانہ ہوا۔ مگر جب آپ نے مکہ کا رُخ فرمایا تو وہ سیدھا مدینہ طیبہ میں چلا گیا۔

عتبہ بن ابی سفیان و عبدالرحمن و یحییٰ فرزندان حکم

ابن عامر۔

مروان۔

چھٹی فصل

جنگ جمل اور جنگ صفین کے درمیان کا زمانہ

تقسیم انعام۔ پیروان ابن سبا۔ اہل مدینہ کو اطلاع۔ سبائیوں کی نافرمانی۔ حسکہ اور عمران سیستان میں۔ ان کی سرکوبی۔ ممالک مقبوضہ۔ خلافت کی حالت۔ محمد بن حذیفہ اور محمد بن ابی بکر۔ قیس بن سعد۔ محمد بن حذیفہ کا قتل۔ ولایت قیس۔ خربتا کے شیعیان عثمانؓ۔ معاویہ اور قیس۔ معاویہ کا خط قیس کے نام۔ قیس کا جواب۔ معاویہ کا دوسرا خط۔ قیس کا آخری خط۔ معاویہ کی چالاکی۔ حضرت علیؓ کا تردد۔ قیس کی جگہ محمد بن ابی بکر کا تقرر۔ قیس مدینے میں۔ حضرت علیؓ کی خدمت میں۔ محمد بن ابی بکر حاکم مصر۔ اہل خربتا سے جھگڑا۔ خراسان کا بندوبست۔ عمرو بن عاص۔ ان کا تغیر حالات سے آگاہ ہوجانا۔ ان کا خاموشی کا زمانہ۔ بیٹوں سے مشورہ لینا۔ معاویہ سے جاملنا۔ جریر بن عبداللہ۔ ان کی سفارت۔ جواب میں تاخیر۔ شرحبیل بن سمط کا مشورہ معاویہ کو۔ شام والوں کی حالت۔ جریر کی واپسی۔ ان میں اور اشتر میں نزاع۔ اور ان کا معاویہ سے جاملنا۔ حضرت علیؓ کی روانگی۔ عمرو بن عاص کی کارروائی۔ لشکر شام کی ترتیب۔ اور روانگی۔ طلیعہ مرتضوی اور دوسرے حصے۔ حضرت علیؓ رقہ میں۔ پل تیار ہوا۔ فرات کے پار۔

تقسیم انعام

حضرت علیؓ کو جب اہل بصرہ کی بیعت سے فراغت ہوئی تو آپ نے بیت المال کا جائزہ لیا۔ چھ لاکھ سے زیادہ رقم موجود تھی۔ اس کو اپنے ہمراہیوں میں تقسیم فرما دیا۔ ہر شخص کو پانچ پانچ سو ملے۔ اور یہ انعام دیتے وقت آپ نے ان سے ارشاد فرمایا ”اگر خدا نے تم کو اہل شام کے مقابلے میں کامیاب کیا تو اتنا ہی انعام اور ملے گا۔“ یہ امر پیروان ابن سبا کو جو آپ کے ہمراہ تھے ناگوار گزرا۔ اور وہ لوگ پیچھے پیچھے پردے پردے میں اعتراض کرنے لگے۔ یہ لوگ فتنہ جو اور دنیا طلب تھے۔ چنانچہ فتح جمل کے بعد آپ نے لوٹنے سے ان کو منع فرمایا تو اس پر بھی وہ معترض ہوئے اور آپ کے منہ پر کہنے لگے ”اگر ان لوگوں کا مال ہم پر حرام ہے تو ان کے خون کو بھی حرام ہونا چاہیے۔“ حضرت علیؓ نے ان کے

پیروان ابن سبا

اس خیال فاسد کی تردید فرمائی۔

اہل مدینہ کو اطلاع

عجیب بات ہے کہ اہل مدینہ کو جو منزلوں دور تھے اُسی دن شام سے پہلے اس لڑائی کی خبر ہوگئی۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ مدینے کے باہر ایک تالاب کے اوپر سے ایک گدھ گزرا۔ اور کوئی چیز اس کے پنجے سے چھوٹ کے گر پڑی۔ لوگوں نے اُٹھا کر دیکھا تو ایک کٹا ہوا ہاتھ تھا جس کی اُنگلی میں انگوٹھی تھی۔ اور اس پر عبد الرحمن بن عتاب کا نام کندہ تھا۔ اسی طرح بصرے اور مکہ معظمہ کے درمیان کی آبادیوں میں بھی تمام لوگوں کو اس معرکے کی خبر ملی۔ کیونکہ گدھ کٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں میدان سے لے جا کے جا بجا گراتے تھے۔

سبائیوں کی نافرمانی

حضرت علیؓ کا ارادہ تھا کہ بصرے میں چند روز ٹھہر کے معاملات کی اصلاح کریں مگر سبائی لوگوں نے روانگی کی جلدی کی۔ یہاں تک کہ بغیر آپ کی اجازت کے کوچ کر دیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے بھی اُن کے پیچھے پیچھے کوچ کی راہ لی کہ کسی بُری نیت سے جاتے ہوں تو اس سے روکے جائیں۔

حسکہ اور عمران سیستان میں

جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کی طرف کے جاں بازوں میں حسکہ بن عتاب حبطی اور عمران بن فضیل برجمی بھی تھے۔ وہ دونوں میدان جنگ سے بھاگے تو عرب قلندروں کا بھیس کیا اور مشرق کی راہ لی۔ جاتے جاتے سیستان پہونچے سیستان والے مسلمانوں کی اس باہمی خونریزی کے زمانے میں موقع پاکر برگشتہ و باغی ہو گئے تھے مگر عربوں سے جو سابقے پیشتر پڑ چکے تھے اُن کا ایسا رعب بیٹھا ہوا تھا کہ ان دو درویش صورت مفروروں کے پہونچتے ہی اُن کے آگے سر اطاعت جھکا دیا اور حسکہ وغیرہ اُن سے بہت کچھ مال و دولت وصول کر کے شہر زرنج کے باہر اُتر پڑے۔ زرنج کے مرزبان (عجمی حاکم) نے خوف زدہ ہو کر اظہار اطاعت کیا۔ اور وہ شہر پناہ کے اندر داخل ہو کے شہر پر قابض ہو گئے۔

اُن کی سرکوبی

یہ واقعات حضرت علیؓ کے گوش گزار ہوئے تو آپ نے عبد الرحمن بن جبر و طائی کو ان کا فتنہ مٹانے کے لئے روانہ کیا مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ عبد الرحمن مذکور حسکہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اس کی فوج کو شکست ہوئی۔ تب جناب علی مرتضیٰؓ نے حضرت عبد اللہ بن عباس کو حکم فرمایا کہ ان بیباک مفروروں کے مقابلے پر کسی قابل شخص کو والی سیستان مقرر کر کے روانہ کریں۔ انھوں نے ابن کاس عنبری کو بھیجا جس نے جاتے ہی حسکہ کو قتل کیا اور

سیستان بھی قلمرو خلافت میں شامل ہوگیا۔

ممالک مشرقیہ خلافت کی حالت۔

اب ممالک عرب و فارس حضرت علیؓ کے قبضے میں تھے۔ مگر علاقہ الجزیرہ و شام و فلسطین و مصر کی حالت مشتبہ تھی۔ شام میں جناب معاویہ کی سطوت قائم تھی۔ اور الجزیرہ و فلسطین کے والی اُن کے زیر اثر تھے۔ مصر میں طوائف الملوکی سی ہو رہی تھی۔ وہاں کے لوگ حضرت عثمانؓ کی زندگی میں محمد بن حذیفہ کے بہکانے سے زغہ کر کے آئے تھے۔ وہاں کے والی عبداللہ بن ابی سرح اس باغی و سرکش گروہ کی روک تھام کے لیے مصر سے چلے آئے تو اُن کی غیبت میں محمد بن حذیفہ نے سارے ملک پر قبضہ کر لیا۔ اور ابن ابی سرح مجبور ہوئے کہ فلسطین ہی میں ٹھہر کر آئندہ حالت کا انتظار کریں۔ محمد بن حذیفہ کو بھی وہاں زیادہ رہنا نہ نصیب ہوا۔ اُن کو حضرت عثمانؓ نے پال کے بڑا کیا تھا۔ اور ہر قسم کی مروت و شفقت فرماتے رہے تھے۔ اس کا معاوضہ اُنھوں نے یہ کیا کہ سب سے بڑے دشمن خلیفۂ مظلومؓ کے وہی تھے۔ اور مصر میں اُن کی مخالفت میں جو کچھ ہنگامہ برپا ہوا اس کے بانی وہ اور محمد بن ابی بکر تھے۔ عبداللہ بن ابی سرح نے حضرت عثمانؓ کو ان دونوں کے حالات سے مطلع کیا تو آپ ایسے رحمدل و بردبار خلیفہ تھے کہ عبداللہ کو جواب میں تحریر فرمایا "محمد بن ابی بکر کو تو اس لئے معاف کرنا چاہیے کہ ابوبکرؓ کے فرزند اور عائشہؓ کے بھائی ہیں۔ اور محمد بن حذیفہ کو اس لئے کہ میرے بھائی کا بیٹا اور میرے آغوش کا پلا ہوا ہے۔ اور قریش کے اکھاڑے کا ایک نہار پٹھا ہے۔" اس پر جل کے عبداللہ نے لکھا "جی ہاں وہ قریش کا پٹھا ہے۔ مگر اب پر پُرزے نکال رہا ہے۔" اس کے بعد بھی حضرت عثمانؓ نے ابو حذیفہ کی استمالت کی کوشش کی تو اس نے زیادہ مخالفت کر کے شورش کی آگ اور بھڑکا دی۔

محمد بن حذیفہ اور محمد بن ابی بکر۔

قیس بن سعد

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اور جنگ جمل سے پہلے حضرت علیؓ نے مصر کی اصلاح کے لئے معززین انصار میں سے قیس بن سعد کو والی مصر مقرر فرما کے روانہ کیا اس لئے کہ بغیر مصر پر قبضہ رکھے سارا افریقہ خلافت کی اطاعت سے باہر ہو جاتا۔ اس معزز خدمت پر بھیجتے وقت آپ نے اُن سے فرمایا "جاؤ اپنے بھروسے کے لوگوں کو جمع کرو اور ساتھ لے جاؤ تاکہ دشمنوں پر رعب پڑے اور دوست معزز جانیں۔ نیکوں کے ساتھ نیکی کرنا جس کو مشکوک پانا اُس پر سختی کرنا اور عام و خاص سب کے حال پر مہربان رہنا اس لیے کہ

مہربانی برکت کی چیز ہے۔" قیس نے عرض کیا "مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ مدینے سے لشکر کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ ان لوگوں کو میں آپ کی خدمت میں چھوڑے جاتا ہوں تاکہ آپ کو حاجت ہو تو یہ لوگ خدمت میں حاضر رہیں اور وقت پر کام آئیں۔"

محمد بن حذیفہ کا قتل

محمد بن حذیفہ کو قیس کے پہونچنے سے پہلے ہی اپنے مربی کے ساتھ بیوفائی کرنے کی سزا مل چکی تھی۔ عمرو بن عاص اگرچہ مصر پر قابض نہ تھے مگر جا پہونچے۔ محمد نے ان کو شہر میں داخل ہونے سے روکا۔ عمرو نے اپنے معمول کے مطابق کچھ ایسی چالاکی سے کام لیا کہ محمد بن حذیفہ ایک ہزار فوج کے ساتھ مصر چھوڑ کے شہر عریش میں چلے آئے جو فلسطین و مصر کی سرحد کے قریب ہے اور قلعہ بند ہو گئے۔ وہاں عمرو بن عاص نے چاروں طرف منجنیقیں لگا دیں اور ایسا تنگ کیا کہ محمد نے تیس رفیقوں کے ساتھ باہر نکل کے ہتھیار رکھ دیے۔ اور مارے گئے۔ بعض روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمرو بن عاص نے صفین کی لڑائی کے بعد مصر پر حملہ کر کے محمد بن حذیفہ کو گرفتار کیا اور معاویہ کے پاس دمشق میں بھیج دیا۔ انھوں نے قید رکھا۔ معاویہ کی بیوی قرظہ کی بیٹی تھی جو محمد کی رشتہ دار تھیں۔ وہ روز کھانے پکا کے قید خانے میں بھیجا کرتیں۔ ایک دن کھانے کے اندر چھپا کے ایک سوہن رکھ دیا۔ محمد نے اس سے اپنی بیڑیاں کاٹیں اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ امر جناب معاویہ کو ناگوار گزرا۔ عبید اللہ بن عمرو بن ظلام خثعمی کو تلاش میں روانہ کیا۔ وہ شہر حوران تک گیا تھا کہ اتفاقاً چند جنگلی گدھے پہاڑ کے ایک کھوہ میں گھسے اور ساتھ ہی نکل کے بھاگے۔ کسانوں نے خیال کیا کہ کھوہ کے اندر کوئی آدمی ہے۔ اس میں گھسے تو محمد کو دیکھا اور واپس چلے آئے۔ باہر نکلے ہی تھے کہ عبید اللہ کا سامنا ہوا۔ اور اس نے محمد بن حذیفہ کا حلیہ بتا کے پوچھا "اس وضع کا کوئی شخص تو تم نے نہیں دیکھا؟" انھوں نے کہا "اس کو تو ابھی ابھی ہم اس غار میں دیکھ آئے ہیں۔" عبید اللہ نے آدمی بھیج کر پکڑوا لیا اور اسی جگہ قتل کر ڈالا۔ اس میں نہایت اختلاف ہے کہ ابن حذیفہ کب اور کیونکر مارے گئے مگر اس میں شک نہیں کہ وہ مارے گئے۔ عمرو بن عاص اور معاویہ ہی نے ان کی زندگی کا خاتمہ کیا۔ اور جب حضرت علیؓ کے مقرر کیے ہوئے والی قیس بن سعد مصر میں پہونچے ہیں تو ان کا پتہ نہ تھا۔

ولایت قیس

قیس اپنے جاں نثاروں کے ایک گروہ کے ساتھ مصر میں پہونچے تو جامع مسجد میں

لوگوں کو جمع کر کے منبر پر بیٹھ گئے۔ اور حضرت علیؓ کا جو فرمان لائے تھے لوگوں کو پڑھ کے سنایا گیا۔ اس میں اُن کے امیر مقرر ہونے کے تذکرے کے بعد لوگوں کو ہدایت تھی کہ اُن کے ہاتھ پر حضرت علیؓ کی بیعت کریں۔ اُن کا ساتھ دیں۔ حق میں اُن کے یاور رہیں" پھر قیس نے کھڑے ہو کر یہ تقریر کی "حمد اس خدا کی جو حق کو لایا جس نے باطل کو مٹایا۔ اور ظالموں کو ذلیل و خوار کیا۔ لوگو ہم نے اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی ہے جس کو اپنے نبی کے بعد سب سے افضل جانتے ہیں۔ لہذا اُٹھو۔ اور اس عہد و اقرار پر اُن کی بیعت کرو کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرو گے۔ اور اگر ہم تم کو اُن چیزوں کی تعلیم نہ دیں تو ہماری بیعت کالعدم ہے"۔ یہ تقریر سن کر سب لوگوں نے بیعت کر لی۔ پھر قیس نے مصر کے سب شہروں میں عامل بھیج دیے۔ اور سارے مصر کا انتظام درست ہو گیا۔

خربتا کے ہواخواہان عثمان۔

لیکن خربتا نام ایک گاؤں میں ایک گروہ موجود تھا جن لوگوں کو حضرت عثمانؓ کا مارا جانا سخت ناگوار گزرا تھا۔ اور دو شخص جن میں سے ایک یزید بن حارث کنانی اور دوسرا ایک اور بھی شخص تھا اُن کے سردار تھے مسلمہ بن مخلد یہاں موجود تھے وہ بھی ان لوگوں کے ہم خیال تھے۔ یزید بن حارث نے قیس کے پاس کہلا بھیجا "آپ کو قاتلین عثمانؓ سے انتقام لینا چاہیے"۔ یہ حالت دیکھ کر قیس نے مسلمہ کے پاس چونکہ وہ ایک محترم صحابی تھے پیام بھیجا کہ افسوس آپ میری مخالفت میں ہنگامہ کریں گے لیکن میں خدا کی قسم آپ کے قتل کا روادار نہیں ہوں۔ چاہے اس کے صلے میں مجھے سارے مصر و شام کی حکومت ہی کیوں نہ ملے۔ مسلمہ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا "جب تک تم والیٔ مصر ہو مجھے اپنی حفاظت کے لئے کافی سمجھو"۔ بعد ازاں قیس نے جو ہمیشہ نہایت ہی ہوشیاری اور احتیاط سے کام لیا کرتے تھے۔ خربتا والوں کو اطمینان دلایا کہ میں تم کو بیعت کرنے پر مجبور نہ کروں گا۔ تم لوگ مجھے اپنا محافظ جانو"۔ اور ان لوگوں نے بھی اسی میں مصلحت دیکھ کر مخالف الخیال والی سے صلح کر لی۔ اور اپنے علاقے کا خراج بھی رعایا سے وصول کر کے بھیجتے رہے۔

معاویہ اور قیس

مصر کی یہی حالت تھی کہ جمل کی لڑائی ہوئی۔ حضرت علیؓ مدینے سے بصرے تشریف لے گئے۔ اور فتحمند ہو کر کوفے میں پہنچے۔ اب معاویہ کو قیس کا مصر میں رہنا کسی طرح گوارا نہ تھا۔ انھیں فوجی مصالح کے لحاظ سے دھڑکا لگا ہوا تھا کہ ایسا نہ ہو علیؓ عراق پر قابض ہیں اور قیس ان کی طرف سے مصر کے حاکم رہیں۔ پھر دونوں طرف سے شام پر حملہ کر دیں اور

میں آ گئے پیچھے دونوں جانب سے دشمنوں میں گھر جاؤں۔ اس دشواری کے دور کرنے کے لئے تجویزیہ نے سوچتے سوچتے قیس بن سعد کے پاس ایک خط بھیجا جس میں سلام کے بعد لکھا تم نے چاہے کوڑے مارے ہوں، چاہے گالیاں دی ہوں اور چاہے دوسروں کو بہکا کے بھیجا ہو ہر صورت میں تم نے عثمانؓ پر یورش کی۔ اور اس کے قبول کرنے میں بھی تم کو تامل نہ ہوگا کہ اُن کا خون تم پر حلال نہ تھا۔ الغرض تم ایک سخت گناہ کے مرتکب ہوئے ہو۔ لہذا قیس درگاہ الٰہی میں توبہ کرو۔ کیونکہ تم ان لوگوں میں ہو جنھوں نے عثمانؓ پر یورش کرنے کے لیے لوگوں کو باہر سے بلایا۔ رہے تمھارے آقا (علیؓ) ان کی نسبت تو ہمیں یقین کامل ہے کہ انھیں کے بھڑکانے اور ابھارنے سے لوگوں نے خلیفہ مظلوم کو قتل کیا۔ خلاصہ یہ کہ کسی حال میں تمھاری قوم کا دامن دھبے سے پاک نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اے قیس میں تمھیں مشورہ دیتا ہوں کہ جہاں تک ہوسکے ان لوگوں کا ساتھ دو جو عثمانؓ کے خون کا انتقام لے رہے ہیں۔ اور ہماری پیروی کرو۔ میں اس کے معاوضہ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری زندگی بھر عراق کی حکومت تمھارے ہی ہاتھ میں رہے گی۔ اور جہاں تک بنے گا حکومت حجاز بھی ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کو تم پیش کرو۔ اس کے سوا اور کچھ مانگتے ہو تو وہ بھی مانگو میں دوں گا۔ خلاصہ یہ کہ اس بارے میں تمھارا جو کچھ خیال ہو مجھے اس سے آگاہ کرو۔"

معاویہ کا خط قیس کے نام

قیس کا جواب

قیس کو یہ خط پڑھ کے غصہ تو بہت آیا مگر مناسب نہ جانا کہ اپنا منشا معاویہ پر ظاہر کر دیں یا لڑائی کی چھیڑ چھاڑ کریں۔ چنانچہ جواب میں لکھا "میں آپ کا مقصد سمجھا۔ قاتلین عثمانؓ کا جو آپ نے تذکرہ کیا ہے اس بارے میں کہتا ہوں کہ ہنگامہ کے وقت میں کبھی اُن کے پاس بھی نہیں پھٹکا۔ اور جو آپ نے لکھا ہے کہ میرے مالک و آقا ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے لوگوں کو عثمانؓ کی مخالفت پر بھڑکایا تو مجھے اس کی بھی مطلقاً اطلاع نہیں رہا یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ میری قوم کا دامن اس خون کے دھبے سے پاک نہیں ہے تو اس کا مجھے اعتراف ہے کہ واقعی وہی لوگ اس ہنگامہ میں سب سے پہلے کھڑے ہوئے۔ آخر میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ میں آپ کی اطاعت قبول کروں تو میں اس معاملہ میں ابھی غور کر رہا ہوں۔ اور آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے معاملات جلد ہی نہیں طے ہو سکتے۔ مگر میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ میری طرف سے کوئی ایسا واقعہ نہ پیش آئے گا جو آپ کو ناگوار ہو۔ اور انشاء اللہ عنقریب

ہم آپ کوئی رائے قائم کریں گے۔"

معاویہ کا دوسرا خط

اس خط کو پڑھ کے معاویہ ایک گومگو کی حالت میں پڑ گئے۔ کبھی یہ خیال پیدا ہوتا کہ قیس میرے موافق ہیں۔ اور کبھی شبہ ہوتا کہ نہیں وہ میرے خلاف ہیں۔ اسی تردد کے دور کرنے کے لئے دوسرا خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ "قیس نہ تم ادھر آتے دکھائی دیتے ہو کہ صلح دوستی کا وعدہ کر دوں اور نہ ادھر جاتے کہ لڑائی کی دھمکی دوں۔ میں وہ نہیں ہوں کہ کسی سے فریب کھا جاؤں۔ اور میرے پاس کافی تعداد میں پلٹنیں اور رسالے موجود ہیں والسلام"۔

قیس کا آخری خط

قیس نے جو یہ خط پڑھا تو دل میں کہا ٹال مٹول سے کام نہ چلے گا۔ لہذا اس کے جواب میں جو کچھ دل میں تھا ظاہر کر دیا۔ لکھا "تعجب ہے کہ آپ مجھے دھوکہ دیتے لالچ دلاتے اور برگشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ مجھ سے اس کی توقع نہ رکھیے کہ اُن بزرگ کی اطاعت چھوڑ دوں گا جو خلافت کے لئے سب سے زیادہ موزوں سب سے بڑے حق گو۔ اور سب سے بڑے ہادی دین ہیں۔ اور بلحاظ تعلقات حضور رسالت مآب صلعم کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں آپ کی اطاعت کروں۔ مگر آپ کی اطاعت اس شخص کی اطاعت ہو گی جو خلافت کے لئے سب سے زیادہ نااہل سب سے بڑا مکار۔ اور سب سے زیادہ گمراہ ہے۔ اور بلحاظ تعلقات حضرت رسالت ؐ سے بہت ہی دور ہے۔ گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کا بیٹا ہے۔ اور شیطان کے دیووں میں سے ایک دیو ہے۔ رہا آپ کا یہ لکھنا کہ مصر کو پلٹنوں اور رسالوں سے آپ بھر دیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں خدا کی قسم آپ کو مشکل میں ڈال دوں گا۔ والسلام"۔

معاویہ کی چالاکی

معاویہ نے قیس کا یہ خط پڑھا تو سمجھیں کھل گئیں مگر بجائے اظہار مخالفت کے ہیر پھیر سے کام لیا اور اہل شام سے کہا "قیس کو برا نہ کہو اور نہ اُن کو لڑنے پر مجبور کرو۔ وہ اصل میں ہمارے دوست اور ہمارے ہی گروہ میں ہیں۔ پوشیدہ طور پر اُن کی تحریریں اور اُن کے مشورے ملتے رہتے ہیں۔ تم نہیں دیکھتے کہ تمہارے یاران خرنبا کے ساتھ جو ان کی قلمرو میں رہتے ہیں اُن کا کیسا اچھا سلوک ہے۔ ان لوگوں کے وظیفے اور روزینے سب انہوں نے جاری کر دیے ہیں۔ اور اُن کے حال پر نہایت مہربان ہیں"۔ اس کے بعد قیس کی طرف سے ایک جعلی خط نکال کر اہل شام کو سنایا جس میں لکھا تھا کہ "میں عثمانؓ کے خون کا طالب ہوں۔ اور اس میں آپ کا ساتھ دوں گا"۔

یہ خبر سارے شام میں اڑ گئی۔ پھر شام سے عراق میں پہونچی اور محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر بن ابی طالب کے ذریعے سے حضرت علیؓ کے گوش گزار ہوئی۔ علاوہ بریں شام میں آپ کے جتنے مخبر طرفدار تھے سب نے آپ کو اس کی اطلاع کی۔ متواتر اطلاعوں نے آپ کو پریشان کر دیا۔ اور اپنے دونوں فرزندوں اور عبداللہ بن جعفر کو بلا کے اس بارے میں مشورہ کیا۔ جعفر طیار کے فرزند نے کہا امیر المومنین جس امر میں شبہ ہوتا ہو اس کو چھوڑ کے وہ طریقہ اختیار فرمائیے جس میں شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیس کو حکومت مصر سے معزول کر دیجیے۔" حضرت علیؓ نے فرمایا "مگر میں خدا کی قسم ان باتوں کو سچ نہیں جانتا۔" عبداللہ بولے "اگر اس صورت میں بھی ان کا معزول کرنا ہی مناسب ہے کیونکہ اگر یہ خبریں سچ ہیں تو قیس حکومت مصر کے چھوڑنے میں تامل کریں گے۔"

حضرت علیؓ کا تردد

اس معاملہ پر غور ہو ہی رہا تھا کہ آپ کی خدمت میں قیس کا خط آیا جس میں خربتا والوں کا تذکرہ تھا جنھوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ اور لکھا تھا کہ "میں نے ان سے لڑائی نہیں چھیڑی۔" یہ مضمون سنتے ہی عبداللہ بن جعفر بولے "اب تو شبہ ہوتا ہے کہ قیس کا رجحان انہیں لوگوں کی طرف ہے۔ اب آپ انھیں حکم فرمائیں کہ فوراً ان لوگوں پر حملہ کر دیں۔" ان کے مشورے کے مطابق حضرت علیؓ نے قیس کو یہی لکھ بھیجا۔ آپ کا یہ جواب پڑھ کے قیس کو حیرت ہو گئی۔ اور جواب دیا "ہم نے ان لوگوں کو ایسا بنا دیا ہے کہ باوجود ہمارے مخالف ہونے کے وہ دشمنوں کی روک تھام کریں گے۔ برخلاف اس کے اگر ان سے لڑائی چھیڑ دی گئی تو وہ علانیہ دشمنوں کے مددگار بن جائیں گے۔ لہٰذا امیر المومنین میرا کہنا مانیے۔ اور ان لوگوں کی مخالفت نہ فرمائیے مصلحت اسی میں ہے کہ یہ لوگ اسی حالت پر رہنے دیے جائیں۔"

قیس کی جگہ محمد بن ابی بکر کا تقرر

یہ خط حضرت علیؓ نے جو اپنے مشیروں کو سنایا تو محمد بن جعفر نے کہا "امیر المومنین اب تو ضرورت ہے کہ آپ قیس کو مصر کی حکومت سے معزول فرما کے ان کی جگہ محمد بن ابی بکر کو مقرر فرما دیں۔" محمد بن جعفر اور محمد بن ابی بکر اخیافی بھائی تھے۔ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس پہلے حضرت جعفر طیار کے عقد میں تھیں پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عقد میں آئیں اور ان کے بعد حضرت علیؓ نے ان سے نکاح کیا۔ غرض یہ سفارش بھائی کی بھائی کے حق میں تھی۔ حضرت علیؓ نے اس تجویز کو قبول فرما کے محمد بن ابی بکر کو سند حکومت عطا کر کے مصر کی طرف روانہ کر دیا۔ بعض روایتوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اس موقع پر پہلے آپ نے

اشتر نخعی کو روانہ فرمایا تھا۔ انھوں نے راستہ میں انتقال کیا تب ان کے عوض میں آپ نے
محمد بن ابی بکر کو بھیجا۔

محمد جیسے ہی مصر میں پہونچ کر قیس سے ملے قیس نے امیر المومنین کی خیریت پوچھی
اور دریافت کیا کہ مجھ سے انھیں کیوں بدگمانی ہے؟ اور میرے اُن کے درمیان میں کون
تفرقہ ڈال رہا ہے؟ محمد نے اطمینان دلایا کہ آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے مگر مصلحۃً
مجھے امیر بنا کے بھیج دیا ہے۔ اور حکومت مصر کا میرے ہاتھ میں رہنا ویسا ہی ہے جیسے کہ آپ کے
ہاتھ میں ہو۔ قیس کو اپنی معزولی پر ملال ہوا اور کہا مگر اب میں خدا کی قسم یہاں نہ ٹھہروں گا۔
پھر اسی وقت سرزمین مصر کو چھوڑ کے مدینے چلے گئے اور اپنے معزول ہونے پر برہم تھے۔

قیس مدینہ میں

قیس ناراض و برخاستہ خاطر مدینے میں پہونچے تو حضرت حسان بن ثابت سے ملاقات
ہوئی جو حضرت عثمانؓ کے طرفداروں میں تھے حسان نے اُن کی صورت دیکھتے ہی کہا۔
"تم نے عثمانؓ کو قتل کیا اور علیؓ نے بھی تم کو نکال باہر کیا گناہ تمہارے سر رہ گیا اور جن
کے ساتھ بھلائی کی تھی وہ بھی شکر گزار نہ ہوئے" حسان اس زمانے میں نابینا تھے ان کے
اس طعنے پر قیس کو غصہ آگیا۔ کہا او دل اور آنکھوں کے اندھے اگر کبھی میرے تمہارے خاندان
میں لڑائی ہوئی تو میں تمہارا سر اڑا دوں گا بس جاؤ اپنے گھر جاؤ"

مروان بھی مدینے میں موجود تھا اس نے قیس کو کچھ ایسے اندیشے دلائے کہ وہ اور
سہل بن حنیف دونوں مدینے کو خیرباد کہہ کے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے
اور جنگ صفین میں شریک ہوئے۔ مروان کے ڈرانے اور قیس کے حضرت علیؓ کے پاس
چلے جانے کا حال معاویہ کو معلوم ہوا تو نہایت غصہ کے الفاظ میں مروان کو لکھا "اگر تم
ایک لاکھ لشکروں سے علیؓ کی مدد کرتے تو مجھے اتنا دشوار نہ گزرتا جتنا کہ قیس کا ان کے
پاس چلا جانا مجھے ناگوار ہوا۔ اس لئے کہ اُن کی رائے اور اُن کے مرتبے کا دوسرا شخص نہیں ہے"

حضرت علیؓ کی خدمت میں

قیس جب حضرت علیؓ سے ملے اور ساری سرگزشت بیان کی تو آپ پر کھلا کہ یہ فریب
دیا گیا تھا اور اپنی گذشتہ کارروائی پر آپ کو افسوس ہوا۔ پھر جب معرکہ صفین کے بعد
محمد بن ابی بکر کے مارے جانے کی اطلاع ملی تب آپ کو قیس کا مرتبہ معلوم ہوا اور اس کے
بعد سے آپ ہر امر میں اُن کے مشورے پر عمل کرتے۔

محمد بن ابی بکر عامل مصر

قیس کے پلٹ آنے کے بعد محمد بن ابی بکر نے اہل مصر کو اپنے تقرر سے متعلق

حضرت علیؓ کا خط پڑھ کے سنایا۔ اور منبر پہ کھڑے ہو کر یہ تقریر کی "حمد اس خدا کی جس کی مہربانی سے ہم تم راہ راست پر ہیں۔ اور مسلمانوں میں جب اختلاف پڑا تو اس نے بہت سی ایسی باتیں ہم پر اور تم پر عیاں کر دیں جن سے جہلاء بے بہرہ ہیں۔ لوگو! امیر المومنین نے مجھ کو تمہارا حاکم مقرر کیا۔ اور مجھ سے وہ عہد لیا ہے جس کو تم آپ کی تحریر میں سن چکے۔ توفیق خیر دینے والا خدا ہی ہے اسی پر میرا بھروسا ہے۔ اور اسی کی طرف میں ہر امر میں رجوع کرتا ہوں۔ میرے طرز حکمرانی اور میرے افعال و حرکات کو اگر تم خدا کے احکام کے مطابق پاؤ تو خدا کی حمد کرو۔ اس لئے کہ وہ خدا ہی کی ہدایت و توفیق کی برکتیں ہیں۔ اگر میرے کسی عامل کے عمل کو حق کے خلاف پاؤ تو اس کو میرے سامنے پیش کرو اور اس کے مقرر کرنے پہ مجھے الزام دو اس لئے کہ اسی میں میری سعادت ہے۔ اور تمہیں اس کا حق حاصل ہے۔ اللہ جل شانہٗ اپنی رحمت سے ہم کو اور تم کو اعمال حسنہ کی توفیق دے۔"

اہل خربتا سے جھگڑا

یوں اپنی حکومت اور پالیسی کا اعلان کر کے محمد بن ابی بکر پورے ایک مہینے تک بالکل خاموش رہے۔ بعد ازاں اہل خربتا کے پاس جو مخالف تھے اور قیس نے ان سے مزاحمت نہیں کی تھی حکم بھیجا کہ "امیر المومنین علیؓ کی بیعت اور میری اطاعت کرو۔ اور یہ نہیں منظور ہے تو ہمارے قلمرو سے نکل جاؤ۔" ان لوگوں نے اس حکم کی تعمیل سے قطعاً انکار کیا اور لکھا "ابھی آپ ہم سے مزاحم نہ ہوں بلکہ دیکھیں کہ ہمارے معاملات کا کیا انجام ہوتا ہے۔ ہم سے لڑنے میں عجلت نہ کیجئے۔" محمد نے ان کی اس درخواست کے قبول کرنے سے قطعاً انکار کیا جس کے ساتھ ہی وہ لوگ مقابلہ اور اپنی حفاظت کی تیاریاں کرنے لگے۔ مگر اسی درمیان میں صفین کی لڑائی چھڑ گئی۔

خراسان کا بندوبست

اسی سنہ ۳۶ھ میں واقعہ جمل کے بعد عجمی حاکم مرو کا بیٹا ابراز حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اظہار اطاعت کر کے امیدوار مرحمت ہوا۔ آپ نے اس کو ایک تحریر لکھ دی جو مرو کے تمام دہقانوں (زمینداروں) عجمی سرداروں اور عام باشندوں کے نام تھی۔ لیکن پھر بھی وہاں کے عجمی سرداروں میں سے بعض نے بغاوت کی اور نیشاپور کا راستہ روک دیا۔ حضرت علیؓ نے خلید بن قرہ کو اور بعض راویوں کے بیان کے مطابق ابن طریف یربوعی کو خراسان میں بھیجا کہ ان فتنہ انگیزوں کا استیصال کریں۔

عمرو بن عاص

عمرو بن عاص کی نسبت خلافت عثمانیہ کے آخر عہد میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ مدینہ

چھوڑ کے ارضِ فلسطین میں چلے آئے۔ یہاں اُن کے دونوں فرزند عبداللہ اور محمد اُن کے ہمراہ تھے چنانچہ یہیں بیٹھے بیٹھے اُنھوں نے حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے شہید ہونے اور حضرت علیؓ کے خلیفہ ہونے کے حالات سُنے۔

اُن کا شہادت کے حالات سنتے آگاہ ہو جانا۔

بعض معتبر اہل روایت کہتے ہیں کہ حضور سرورِ عالمؐ نے جب اُن کو عمان میں بھیجا تھا تو وہاں اُنھوں نے کسی حبر یعنی پنڈت یہودی سے ایک طولانی پیشین گوئی سُنی تھی جس کے ذریعہ سے اُن کو رسول خدا صلعم کی وفات، خلفائے اربعہ کی جانشینی اور آخر میں حضرت علیؓ کے شہید اور حاکم ارضِ مقدس فلسطین کے خلیفہ ہونے کی کل کیفیت اشاروں اور صفتوں میں بالصراحت معلوم ہو گئی تھی اور اسی لئے حضرت علیؓ کے خلیفہ ہوتے ہی اُنھوں نے حضرت عثمانؓ کا نام لے لے کر رونا پیٹنا شروع کیا اور معویہ کی طرفداری اختیار کر لی۔

اُن کا نادم ہونا کا زمانہ۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب اُنھیں حضرت عثمانؓ کی شہادت کا حال معلوم ہوا تو اپنی علیحدگی پر افسوس کیا اور کہا "اصل میں اُن کو میں ہی نے قتل کرایا۔" بعد ازاں سوچنے لگے کہ خلافت اگر طلحہ کو ملے تو بیشک وہ عرب کے ایک فیاض جوانمرد ہیں لیکن اگر علیؓ خلیفہ ہو گئے تو میرے نہایت ہی مخالف ہوں گے۔ اسی اثنا میں سُنا کہ حضرت علیؓ خلیفہ ہو گئے اور حضرت عائشہؓ اور زبیر اُن کی مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں اس شورش کا کیا انجام ہوتا ہے۔ یکایک خبر آئی کہ جنگ جمل میں طلحہ و زبیر شہید ہوئے حضرت عائشہؓ ناکام رہیں اور حضرت علیؓ فتحیاب ہوئے۔ یہ سنتے ہی گھبرا گئے۔ اسی پریشانی میں تھے کہ سُنا شام میں معویہ علیؓ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اُن کی بیعت نہیں کرتے اور شہادت عثمانی کے واقعات کو اُبھار رہے ہیں۔ دونوں بیٹوں کو بلا کے مشورہ کیا کہ "مجھے کیا کرنا چاہیے۔ علیؓ سے مجھ کو کسی فائدے کی اُمید نہیں۔ ممکن نہیں کہ وہ مجھے ذرا بھی اپنی حکومت میں شریک کریں۔" اُن کے بیٹوں میں سے عبداللہ بڑے عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے۔ بولے "رسول خدا صلعم اور ابوبکرؓ و عمرؓ تینوں صاحب دنیا سے رخصت ہوتے وقت تک آپ سے راضی تھے۔ لہٰذا اس موقع پر میری یہ رائے ہے کہ جب تک یہ جھگڑا نہ مٹے اور امن و امان نہ قائم ہو آپ گھر میں خاموش بیٹھے رہیں۔" دوسرے بیٹے محمد نے کہا "آپ عرب کی ایک زبردست ڈاڑھ ہیں۔ لہٰذا جب تک آپ نہ دخل دیں گے ان جھگڑوں کا تصفیہ ہی نہ ہوگا۔" دونوں بیٹوں کی رائیں سُن کر عمرو بن عاص نے کہا "عبداللہ تمھارا مشورہ میرے دین کے لئے مفید ہے اور محمد تمھارا مشورہ میری دنیا کے لئے۔"

بیٹوں سے مشورہ لینا۔

معٰویہ سے جا ملنا۔

اس مشورے کے بعد عمرو دونوں بیٹوں کو ساتھ لیے ہوئے معٰویہ کے پاس پہنچے اور دیکھا کہ تمام اہل شام معٰویہ کو حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے پر اُبھار رہے ہیں۔ اس موقع پر عمرو نے اہل شام کے مجمع عام کی طرف مخاطب ہو کر کہا "تم ہی حق پر ہو، خلیفہ مظلوم کے خون کا انتقام ضرور لینا چاہیے۔" یہ بات اگرچہ معٰویہ کے مقصد کے موافق کہی تھی، مگر معٰویہ نے توجہ نہ کی۔ اُن کی یہ بے پروائی دیکھ کر عمرو کے دونوں بیٹوں نے اُن سے کہا "یہ تو آپ کی طرف رُخ بھی نہیں کرتے، چلیے علیؓ کا ساتھ دیجیے۔" مگر عمرو نے اس کی کچھ پروا نہ کی، اور معٰویہ سے تنہائی میں ملکر کہا "آپ کی اس وضع پر مجھے خدا کی قسم حیرت ہوگئی کہ میں تو آپ کی تائید کرتا ہوں اور آپ منھ پھیرے لیتے ہیں۔ آپ کے ساتھ مل کے لڑنے پر علم خلیفہ مظلوم کا انتقام بے شک ہی لیں گے، لیکن ہمارے دلوں میں جو کچھ ہے وہ روشن ہے۔ یاد رکھیے کہ آپ اُس شخص سے لڑیں گے جو رسول اللہ صلعم کا عزیز قریب ہے، اور حضور رسالتؐ کی رفاقت میں اُن کے کارناموں کو آپ بخوبی جانتے ہیں۔ اُن کی فضیلت اور اُن کا رتبہ بھی خوب معلوم ہے، مگر بات یہ ہے کہ ہم اور آپ تو دنیا کے خواستگار ہیں۔" یہ پتے کی باتیں سُن کر معٰویہ نے اُن سے دوستی کر لی۔ اور اس کے بعد ہر معاملے میں وہی اُن کے ہمدم و ہمراز تھے۔

جریر بن عبداللہ

اِدھر حضرت علیؓ نے کوفے میں پہنچ کر حضرت عثمانؓ کے مقرر کیے ہوئے حاکم ہمدان جریر بن عبداللہ بجلی کو اور نیز اپنے حاکم آذربائیجان اشعث بن قیس کے نام حکم بھیجا کہ لوگوں سے میری بیعت لو اور یہ خدمت انجام دینے کے بعد کوفہ میں حاضر ہو۔ یہ لوگ خدمات مفوضہ انجام دے کر آ گئے تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ کسی کو اپنا قاصد بنا کے معٰویہ کے پاس بھیجیں۔ جریر نے عرض کیا "یہ خدمت مجھ سے لیجیے اس لیے کہ مجھ سے معٰویہ سے پُرانی ملاقات بلکہ دوستی ہے۔" اشعث نے اس کی مخالفت کی اور کہا "ان کا جانا ٹھیک نہیں، اس لیے کہ ان کا رجحان معٰویہ کی طرف ہے۔" حضرت علیؓ نے فرمایا "نہیں، انھیں کو جانے دو۔ دیکھیں یہ کیا کر لاتے ہیں۔" پھر آپ نے معٰویہ کے نام اس مضمون کا خط لکھا کہ تمام مہاجرین و انصار نے بالاتفاق میرے ہاتھ پر بیعت کی بجز طلحہ و زبیر کے جنھوں نے بیعت کر کے توڑ دی تھی۔ اسی مجبوری سے مجھ کو ان کے ساتھ لڑنا پڑا۔ لہٰذا جس طرح سب مہاجرین و انصار نے میری اطاعت قبول کر لی ہے، تم بھی قبول کر لو۔ اور یہ خط جریر کے حوالے کر کے انھیں روانہ کر دیا۔

ان کی سفارت

جواب میں تاخیر

جریر دمشق میں پہنچے اور معٰویہ سے ملے تو معٰویہ نے جواب کو ٹالا اور بات بہت دن تک وہ جواب کے انتظار میں پڑے رہے۔ اس دوران میں معٰویہ نے عمرو بن عاص سے مشورہ کیا۔ انھوں نے کہا "تمام اہل شام کو جمع کر کے سب کے سامنے علیؓ پر عثمانؓ کے قتل کا الزام لگائیے۔ اور پھر

انھیں لوگوں کو ساتھ لے کر علیؓ کا مقابلہ کیجیے۔"

شرحبیل بن سمط کا مشورہ معاویہ کو۔

اسی اثنا میں امیر معاویہ نے مشورہ لینے کے لئے شرحبیل بن سمط کندی کو بلا بھیجا، ان بزرگ کو حضرت عمرؓ نے شام میں بھیجا تھا اور انھوں نے یہاں آکر عزت حاصل کی اور ایسی ترقی کی کہ معزز زعمائے شام اور وہاں کے رؤسا میں سمجھے جاتے تھے۔ وہ جب آگئے تو ان سے جریر کی سفارت کا حال بیان کر کے ان کی رائے دریافت کی۔ انھوں نے کہا امیر المومنین عثمانؓ بے شک ہمارے خلیفہ امام تھے۔ آپ میں اگر اتنی قوت ہے کہ ان کے خون کا بدلہ لے سکیں تو فبہا ورنہ آپ امر سے علیحدہ ہو جائیے۔

شام والوں کی حالت۔

ملک شام کی ان دنوں یہ حالت ہو رہی تھی کہ جیسے ہی نعمان بن بشیر حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتا جس پر وہ شہید ہوئے تھے اور نائلہ کی آدھی کٹی ہوئی ہتھیلی اور اس میں لگی ہوئی انگلیاں لے کر دمشق میں پہنچے تو معاویہ نے فوراً کرتے کو منبر پر ڈال دیا۔ انگلیاں اوپر لٹکا دیں اور ایک مدت تک یہ حسرتناک منظر لوگوں کے سامنے تھا کہ خون آلود کرتے کے برابر منبر پر معاویہ کھڑے حضرت عثمانؓ کے مظلوم مارے جانے کی سرگذشت بیان کر رہے ہیں اور سامنے سب لوگ ڈاڑھیں مار مار کے رو رہے ہیں۔ اس فوری جوش میں بہت سے معززین شام قسم کھا گئے کہ جب تک ہم قاتلین عثمانؓ اور ان کے حامیوں کو قتل نہ کر لیں گے غسل کریں گے اور نہ فرش پر سوئیں گے۔"

جریر کی واپسی

یہاں کا یہ رنگ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر جریر کوفہ میں واپس آئے اور سارا حال بیان کر کے حضرت علیؓ سے کہا وہاں کے لوگ تو آپ کو الزام دیتے اور کہتے ہیں کہ آپ ہی نے عثمانؓ کو قتل کیا اور ان کے قاتلوں کو اپنے یہاں پناہ دی۔ سب کے سب آپ سے لڑنے کو تیار ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک آپ کو قتل نہ کر لیں گے لڑائی سے ہاتھ نہ روکیں گے۔"

ان میں اور اشتر میں نزاع

یہ سنتے ہی اشتر نے بگڑ کے حضرت علیؓ سے کہا میں کہتا تھا کہ جریر کو نہ بھیجئے اور ان کے دل کی کھوٹ سے میں نے آپ کو آگاہ کر دیا تھا اگر آپ ان کی جگہ مجھ کو بھیجتے تو زیادہ مناسب ہوتا۔ ان سے کچھ بھی کام نہیں نکلا۔ میں جاتا تو ایسا کام کرتا جس سے آپ خوش ہوتے۔ جریر بولے تم وہاں جاتے تو خدا کی قسم مار ڈالے جاتے تمہارا نام لے لے کر تو وہاں کے لوگ صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ تم قاتلین عثمانؓ میں ہو۔" اشتر بولے میں جاتا تو یہ جواب نہ ہوتا معاویہ کو ایسی فکر میں پھنسا دیتا کہ انھیں جواب کی مہلت ہی نہ ملتی۔ اور امیر المومنینؓ اگر میرا کہنا مانیں تو جب تک خلافت کا فیصلہ نہ ہو جائے تم کو اور تمہارے سے لوگوں کو قید رکھیں۔"

اور ان کا معاویہ سے جا ملنا۔

مگر حضرت علیؓ نے جریر سے کچھ مزاحمت نہ کی وہ آزادی پاتے ہی قرقیسیا میں چلے گئے

اور معاویہ کو خبر کی۔ اور انھوں نے فوراً اپنے پاس بلا لیا۔

حضرت علیؓ کی روانگی

اب معاویہ کی بغاوت کے دور کرنے کے خیال سے حضرت علیؓ نے زبردست فوج ہمراہ لے کر کوفے سے کوچ کیا اور پہلا پڑاؤ نخیلہ میں کیا۔ یہاں حضرت عبداللہ بن عباس بھی بصرے کی فوج کے ساتھ آکر حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ معززین کوفہ میں سے دو شخص مرہ ہمدانی اور مسروق حضرت علیؓ کے ساتھ نہیں آئے بلکہ انھوں نے پہلے اپنے وظیفے جاری کرا لیے۔ پھر عراق چھوڑ کر قزوین میں چلے گئے اور مسروق کی نسبت کہتے ہیں کہ جب تک زندہ رہا اپنی اس حرکت پر افسوس کرتا پچھتاتا اور توبہ کرتا تھا۔

عمرو بن عاص کی کارروائی

حضرت علیؓ کی روانگی کی خبر معاویہ نے سنی تو عمرو بن عاص سے بلا کے مشورہ کیا۔ انھوں نے کہا علیؓ مقابلے کے لیے چل کھڑے ہوئے ہیں تو آپ بھی کوچ کر دیجیے۔ لیکن ہمیشہ عقلمندی اور ہوشیاری سے کام لیجیے۔ غرض معاویہ نے بھی کوچ کی تیاریاں کر دیں۔ اور عمرو نے یہ کہہ کے لوگوں کے حوصلے بڑھا دیے کہ علیؓ کے پاس کوئی زبردست قوت نہیں ہے۔ اور نہایت کمزور ہیں۔ عراق والوں کا گروہ ٹوٹ گیا۔ اُن کا جو رعب پہلے تھا اب نہیں باقی رہا۔ اور اُن کی تلواروں کی باڑ کرکری ہو گئی۔ بصرے والے اپنے ان معززین کی وجہ سے جو علیؓ کے مقابلے میں مارے گئے اُن سے ناراض ہیں۔ نیز بصرے اور کوفے کے تمام نامور سرداران اور جانباز بہادر میدان جمل میں مارے جا چکے کیونکہ ان دونوں شہروں کی قوت ایک دوسرے سے لڑ کے فنا ہو گئی۔ چنانچہ علیؓ تھوڑے سے آدمیوں کو لے کر چلے ہیں۔ انھوں نے تمھارے مظلوم خلیفہ کو قتل کیا۔ اور اب تم سے لڑنے کو آتے ہیں۔ لہٰذا خدا کو حاضر و ناظر جان کر حق کو ظاہر کرو اور جس خون کا انتقام لے رہے ہو وہ ضائع نہ ہونے پائے۔"

لشکر شام کی ترتیب

معاویہ نے اپنے لشکر شام کو مرتب کیا تو ایک جھنڈا عمرو بن عاص کے ہاتھ میں دیا۔ ایک ایک جھنڈا اُن کے دونوں بیٹوں محمد اور عبداللہ کو دیا۔ پھر ایک جھنڈا اپنے غلام وردان کے ہاتھ میں دیا۔ اور چونکہ حضرت علیؓ نے اپنے لشکر میں ایک جھنڈا اپنے غلام قنبر کو دیا تھا لہٰذا دونوں طرف کے ان نامی غلاموں کی لڑائی اور معرکہ آرائی پر طبع آزمائی کر کے معاویہ نے یہ شعر کہے حضرت علیؓ نے وہ نظم سنی تو خود بھی شاعری کا جوہر دکھایا۔ الغرض اس لشکر کو مرتب کر کے معاویہ آہستہ آہستہ کوچ کرتے ہوئے عراق کی طرف چلے کہ حضرت علیؓ کی سبقت کے مزاحم ہوں۔

اور روانگی

اب حضرت علیؓ نے اپنی فوج میں سے آٹھ ہزار بہادروں کو طلیعہ کے طور پر آگے بڑھایا۔

امیر معاویہ [illegible]

اور زیاد بن نضر حارثی کو اُن کا سردار مقرر کیا۔ بعد ازاں شریح بن ہانی کو چار ہزار جانبازوں کے ساتھ زیاد کے پیچھے پیچھے روانہ کیا اور ان کے بعد بنفس نفیس سارے لشکر سمیت نخیلہ سے روانہ ہو کر مدائن میں پہونچے۔ وہاں سے اور لشکر ساتھ لیا اور مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے چچا سعد بن مسعود کو مدائن کا حاکم مقرر کیا۔ وہیں سے آپ نے معقل بن قیس کو تین ہزار فوج کے ساتھ موصل کی طرف روانہ کیا۔ اور حکم فرمایا کہ اُدھر سے چکر کھا کر رقہ میں آپ سے آملیں۔

حضرت علیؓ رقہ میں

ان کارروائیوں کے بعد جب مدائن سے کوچ کر کے آپ رقہ میں پہونچے تو وہاں کے لوگوں کو حکم دیا کہ آپ کے عبور کرنے کے لئے فرات پر پل باندھ دیں تاکہ اس سے گزر کر آپ شام کی طرف بڑھیں۔ رقہ والوں نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا۔ اور اپنی کشتیاں روک لیں مجبوراً آپ نے ارادہ فرمایا کہ فرات کے کنارے کنارے منبج تک چلے جائیں۔ اور وہاں کے قدیم پل سے عبور کریں۔ اشتر کو اپنا نائب بنا کے رقہ میں چھوڑا اور خود روانہ ہو گئے۔ مگر آپ کے روانہ ہوتے ہی اشتر نے رقہ کی رعایا میں منادی کرا دی کہ "اگر تم لوگوں نے امیر المومنین کے پار اترنے کے لئے پل نہ بنایا تو میں خدا کی قسم تم پر تلواریں بلند کر دوں گا۔ مردوں کو قتل کروں گا۔ اور تمہارے مال کو ضبط کر لوں گا۔" یہ سنتے ہی اہل رقہ گھبرا گئے۔ ایک دوسرے سے کہا "یہ اشتر بے اپنی قسم پوری کیے نہ رہے گا۔ اور ہمارے سروں پر آفت آ جائے گی۔ فوراً کشتیاں جوڑ کے پل بنا دیا۔ اور حضرت علیؓ واپس آ کر سارے لشکر کے ساتھ پار اتر گئے۔

پل تیار ہوا۔

فرات کے پار۔

پار اترنے کے بعد پھر اسی اگلی ترتیب کے مطابق آپ نے زیاد بن نضر حارثی اور شریح بن ہانی کو بارہ ہزار لشکر کے ساتھ آگے بڑھایا۔ یہ لوگ آپ کے لشکر میں واپس آ گئے تھے جس کا باعث یہ تھا کہ یہ لوگ فرات کے اس پار اس کے کنارے کنارے کوچ کرتے ہوئے شہر عانات تک پہونچے تھے کہ معلوم ہوا لشکر شام کے ساتھ آ گئے۔ دونوں سرداروں نے باہم مشورہ کیا۔ اور رائے قرار پائی کہ ہمیں اس بے احتیاطی کے ساتھ آگے بڑھنا مناسب نہیں۔ ممکن ہے کہ ہمارے اور ہمارے امیر المومنین کے درمیان میں دریائے فرات حائل ہو جائے۔ اور نہ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تھوڑے لشکر کے ساتھ ہم حریف کے سامنے صف آرا ہو جائیں پھر جب سنا کہ حضرت علیؓ پار اتر گئے تو چاہا کہ عانات سے قریب کسی جگہ سے خود بھی پار ہوں مگر وہاں کے لوگوں نے روک لیا تب شہر ہیت میں آئے وہاں سے پار اترے اور قرقیسیا کے اسی طرف حضرت علیؓ کے لشکر سے جا ملے۔ آپ نے حیرت کے ساتھ پوچھا

کیا وجہ کہ میرا طلیعہ میری پشت کی طرف سے نمودار ہوا ہے؟ اور زیاد نے کل واقعات عرض کر دیے۔ اُن کے عذر کو آپ نے قبول فرمایا۔ پھر آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اور وہ پھر جوش و خروش سے آگے بڑھتے ۔

ساتویں فصل

جنگ صفین کے ابتدائی مرحلے اور معرکے

پیش رو فوجوں کا سامنا۔ اشتر کی سپہ سالاری۔ پہلی چھیڑ۔ دوسری لڑائی۔ اشتر کا جواں مرد فرزند۔ بیٹا باپ کا ایلچی۔ خود حضرت علیؓ آپہونچے۔ پورے دونوں لشکروں کا سامنا۔ حضرت علیؓ کا پیام۔ پانی پینے کی اجازت مانگنا۔ اجازت نہ دینا۔ پانی کے لئے لڑائی اور کامیابی۔ حضرت علیؓ کی فیاضی۔ دو روز کی خاموشی۔ آپ کے سفیر اور اتمام حجت۔ بشیر سے گفتگو۔ شبیث کی تقریر۔ معاویہ کا جواب۔ سفارت کا فیصلہ اور آغاز جنگ۔ چھوٹے چھوٹے گروہوں کا لڑنا۔ آغاز سن ۳۷ھ اور التوائے جنگ۔ حضرت علیؓ کی دوسری سفارت۔ عدی کی تقریر۔ معاویہ کا جواب۔ یزید بن قیس کی گفتگو۔ معاویہ کی جوابی تقریر۔ معاویہ کا زیادہ کو لالچ دینا اور ناکام رہنا۔ معاویہ کی سفارت حضرت علیؓ کے پاس۔ حبیب کی تقریر۔ اسکے جواب میں بدمزگی۔ ان سفیروں کے آنے پر حضرت علیؓ کا خطبہ۔ یہ سفارت بھی ناکام رہی۔ اہل شام کو علیؓ کا آخری پیام۔ لڑائی کی تیاریاں۔ حضرت علیؓ کی نصیحت اپنے لشکروں کو۔ ترتیب فوج عراق۔ ترتیب لشکر شام۔ لڑائی کا پہلا روز۔ دوسرا روز۔ تیسرا روز۔ چوتھا روز۔ پانچواں روز۔ چھٹا روز۔ ساتواں روز۔ عام لڑائی کا ارادہ۔ آپ کا خطبۂ جنگ۔ تیاری۔ حضرت علیؓ کے انتظامات جنگ۔ جنگ مغلوبہ کا پہلا دن۔

پیش رو فوجوں کا سامنا

حضرت علیؓ کے بہادران پیش رو فرات کے اس پار دریا کنارے ہی کنارے کوچ کر کے مقام سور الروم تک پہونچے تھے کہ معاویہ کے مقدمۃ الجیش کے سردار ابوالاعور سلمی کا سامنا ہوا۔ دونوں سرداروں زیاد اور شریح نے فوراً حضرت علیؓ کو اطلاع دی آپ نے اشتر کو بلا کے فرمایا۔ تم اسی وقت روانہ ہو جاؤ اور اس اگلے لشکر کے تمہیں سپہ سالار ہو مگر خبردار

اشتر کی سپہ سالاری

ھ اس فصل کے مضامین طبری۔ ابن اثیر و ابن خلدون سے ماخوذ ہیں۔

جب تک دشمن اپنی طرف سے لڑائی نہ چھیڑیں تم سبقت نہ کرنا۔ پہلے جا کر ان لوگوں سے ملنا ان کو اپنی طرف بلانا اور جو کچھ وہ کہیں اس کو غور و توجہ سے سننا۔ ایسا نہ ہو کہ محض اس مخالفت کی بنا پر جو ان لوگوں کی طرف سے تمھارے دل میں ہے بغیر اس کے کہ بار بار ان کو اپنی طرف بلاؤ اور اپنا عذر ان کے سامنے پیش کرو لڑائی چھیڑ دو۔ اپنے میمنہ پر زیاد کو رکھنا اور میسرہ پر شریح کو۔ اور خبردار دشمنوں سے اس قدر قریب نہ جانا کہ سمجھا جائے تم لڑائی پر تلے ہوئے ہو اور نہ ان سے اتنی دور رہنا کہ لوگ سمجھیں تم ڈرتے ہو۔ میں بھی انشاء اللہ عنقریب تم سے آملوں گا۔" یہی مضمون آپ نے شریح اور زیاد کو لکھ بھیجا اور انھیں حکم فرمایا کہ اشتر کی اطاعت کریں۔

پہلی چھیڑ

اشتر پہنچے۔ آپ کے تمام احکام پر عمل کیا اور لڑائی سے رکے رہے یہاں تک کہ شام کے قریب شامی سردار ابوالاعور نے خود ہی حملہ کر کے لڑائی چھیڑ دی۔ ان کے مقابلے پر اشتر کے ہمراہی ثابت قدم رہے۔ مگر آخر میں پریشان ہونے لگے تھے کہ شام ہوتے دیکھ کر شامی خود ہی واپس گئے۔

دوسری لڑائی

دوسرے روز صبح کو لشکر کوفہ میں ہاشم بن عتبہ مرقال اپنے گروہ کے ساتھ میدان میں نکلے اور ان کے مقابلے پر ابوالاعور اپنے لشکر سے آیا۔ دن بھر لڑائی ہوتی رہی اور دونوں گروہوں نے جوانمردی و ثابت قدمی کا جوہر دکھا دیا۔ آخر دونوں لشکر اپنے پڑاؤ کی طرف واپس چلے تھے کہ اشتر نے یکایک جوش و خروش سے حملہ کر دیا اور نعرہ مارا کہ "مجھے ابوالاعور کی صورت دکھا دو۔" یہ نعرہ سن کر دونوں لشکر لڑائی کی طرف پلٹ پڑے۔ مگر ابوالاعور پہلے جس مقام پر تھا وہاں سے پیچھے ہٹ کر ٹھہرا اور جہاں وہ تھا وہاں اشتر نے اپنے بازوؤں کی صفیں جما دیں۔ پھر اپنے بیٹے سنان سے کہا "جا کے ابوالاعور کو مقابلے پر بلاؤ۔" جوانمرد فرزند نے پوچھا "اُسے مقابلے پر یا آپ کے مقابلے پر؟" پوچھا "کیا میں حکم دوں تو تم ابوالاعور سے لڑو گے؟" بیٹے نے جواب دیا "خدا کی قسم لڑوں گا۔ اور اکیلے ابوالاعور ہی پر موقوف نہیں ہے آپ فرمائیں تو اکیلا دشمنوں کے سارے لشکر پر جا پڑوں۔" اشتر نے دل میں بیٹے کی حوصلہ مندی کا اعتراف کر کے کہا "خیر اس وقت تو ابوالاعور کو ہی مقابلے پر بلاؤ۔"

[illegible]

بیٹا باپ کا ایلچی

سنان باپ کے حکم کے مطابق اپنے لشکر سے نکل کے شامیوں کے آگے جا کھڑا ہوا۔ اور پکار کے کہا "میں قاصد ہوں امان دو کہ تمھارے پاس آؤں۔" امان دی گئی

وہ ابوالاعور کے سامنے جا کھڑا ہوا اور کہا "اشترؓ تم کو اپنے مقابلے پر بلاتے ہیں"۔ ابوالاعور
دیر تک خاموش رہا، کچھ جواب نہ دیا۔ پھر بولا "اشتر کی بیوقوفی اور نالائقی نے اس کو ایسی
جرأت دلائی کہ پہلے عراق کے عاملان عثمانؓ کو نکال باہر کیا اور اپنی سمجھ میں عیب لگایا۔
پھر یہاں تک حوصلہ بڑھا کہ حضرت عثمانؓ کے گھر پہ پہنچ کے اُن کو شہید کیا اور اس کا
یہ انجام ہوا کہ لوگ اس کے خون کے خواستگار ہیں"۔ سنان نے کہا "آپ نے تو جواب بھی
سن لیجئے"۔ ابوالاعور بولا "مجھے تمہارے جواب کی ضرورت نہیں۔ جاؤ اپنا راستہ لو"۔
سنان نے ٹھہرنے اور کچھ کہنے کا ارادہ کیا تو ابوالاعور کے لشکر والے ڈانٹنے ڈپٹنے لگے۔
لہٰذا مجبوراً واپس آ کے ساری سرگزشت باپ سے بیان کر دی۔ اشتر نے سن کے
کہا "وہ اپنی جان بچاتا ہے"۔ اس کے بعد دونوں ایک دوسرے کے مقابل شام تک صف آرا
رہے۔ آخر رات ہوئی اور دونوں فوجیں اپنے پڑاؤ میں واپس آئیں۔

حضرت علیؓ اور معاویہ کی فوجوں کا صفین میں مقابلہ

صبح کو حضرت علیؓ پورے لشکر کے ساتھ پہنچ گئے اور اہل شام نے جب یہ دیکھا کہ
مقابلے پر حریف کی ساری قوت آ گئی تو واپس جا کے جناب معاویہ سے ملے۔ اُن کے
پیچھے پیچھے حضرت علیؓ نے بھی اپنے لشکر کو بڑھایا۔ چنانچہ آپ بھی معاویہ کے مقابلے پر
جا پہنچے۔ اور فکر ہوئی کہ کسی مناسب مقام پر پڑاؤ ڈالیں۔

معٰویہ یہاں پہلے سے پہنچے ہوئے تھے۔ یہ مقام فرات کے کنارے تھا اور صفین کے نام
مشہور تھا۔ معاویہ نے پہلے پہنچنے کے باعث لب آب ایک سب سے اچھے موقع اور
مناسب و مسطح تختے پر پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ پانی لینے کا گھاٹ بھی اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔
اب ابوالاعور کو مقرر کر دیا کہ گھاٹ تک غنیم کو نہ پہنچنے دیں۔ حضرت علیؓ کو پڑاؤ کے لئے
اچھی جگہ نہ ملی تھی۔ اور سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ گھاٹ تک پہنچنا دشوار تھا۔ جب

حضرت علیؓ کا پیغام

باوجود جستجو کے آپ کو پانی لینے کا کوئی مقام نہ ملا تو آپ نے صعصعہ بن صوحان کو یہ
پیغام دے کر معاویہ کے پاس بھیجا کہ "ہم سفر کر کے یہاں آئے ہیں اور جب تک اپنے عذرات
کو تمہارے سامنے نہ پیش کر لیں لڑنا نہیں چاہتے۔ مگر تم نے اپنے سواروں اور پیدلوں کو
آگے بڑھا دیا جنھوں نے قبل اس کے کہ باہم اتمام حجت کریں لڑائی چھیڑ دی۔ ہماری قطعی
رائے یہ ہے کہ جب تک تم کو اپنی طرف بلا نہ لیں اور اپنی حجت نہ پیش کر لیں، ہمیں نہ لڑنا چاہیے۔
ماسوا اس کے تمہاری یہ زیادتی ہے کہ تم نے پانی کا راستہ روک دیا ہے۔ اور ہمارے لوگ

پانی لینے کی اجازت مانگنا

بغیر پانی کے بسر نہیں کر سکتے۔ لہٰذا تم نے جن لوگوں کو گھاٹ کے پہرے پر مقرر کر رکھا ہے انھیں حکم دو کہ پانی کا راستہ چھوڑ دیں اور اس وقت تک پانی لینے کے مزاحم نہ ہوں جب تک کہ ہم جس امر کے لیے آئے ہیں اس پر پوری غور نہ کر لیا جائے لیکن اگر تمھارا یہ مطلب ہے کہ ہم جس مقصد کے لیے آئے ہیں اس کو چھوڑ کے پانی کے لیے لڑیں اور خونریزی کریں اور وہی گروہ پانی سے جو غالب آئے تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں۔"

آپ کا یہ پیام پہونچا تو معاویہ نے اپنے مشیروں کو بلا کے مشورہ کیا۔ ولید بن عقبہ اور عبداللہ بن سعد نے کہا جس طرح ان لوگوں نے عثمانؓ پر پانی بند کیا تھا اسی طرح ان پر بھی بند کر دینا چاہیے۔ انھیں ہم پیاسا ماریں گے۔ مگر عمرو بن عاص نے اس کی مخالفت کی اور کہا "نہیں پانی کا راستہ چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ نہ ہونا چاہیے کہ ہم سیراب ہوں اور یہ لوگ تشنہ لب رہیں۔ پانی کو نہ روکو اور جو چاہے کرو۔" ولید اور عبداللہ نے پھر اپنی رائے پر زور دیا اور کہا "اگر ہم آج رات تک ان کو پانی نہ لینے دیں۔ پانی نہ ملا تو یہ مجبور ہو کر پلٹ جائیں گے۔ اور ان کا واپس جانا ہزیمت سمجھا جائے گا۔ ان پر پانی بند کرو۔ قیامت کے دن خدا بھی ان پر پانی بند کرے گا۔" ان کا یہ کہنا سن کر حضرت علیؓ کے قاصد سے ضبط نہ رہا گیا۔ بولے "خدا تو فاجروں اور میخواروں پر پانی بند کرے گا۔ خدا تجھ پر اور تیرے ساتھی ولید دونوں پر لعنت کرے" اس پر سب لوگ انھیں ڈانٹنے ڈپٹنے اور برا بھلا کہنے لگے۔ بعض راویوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ولید اور ابن ابی سرح (عبداللہ بن سعد) جنگ صفین میں موجود ہی نہ تھے ایسی صورت میں حضرت علیؓ کا قاصد کوئی اور شخص ہوگا۔

اجازت نہ دینا

اس مشورے کے بعد معاویہ نے یہ کہہ کر حضرت علیؓ کے قاصد کو واپس کیا کہ "عنقریب میں اس بارے میں اپنی رائے سے اطلاع دوں گا۔" مگر قاصد کے سامنے سے ہٹتے ہی ابو الاعور کے پاس سواروں کا اور ایک رسالہ بھیج دیا اور تاکید کی کہ خبردار علیؓ کو پانی نہ لینے دینا۔ حضرت علیؓ کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ اب تم پانی کے لیے ان لوگوں سے لڑو۔ یہ حکم پاتے ہی اشعث بن قیس کندی مقابلے پر روانہ ہوا اور لڑائی شروع ہو گئی

پانی کے لیے لڑائی

پہلے کچھ دیر تک تیر چلتے رہے۔ پھر نیزے چلے۔ اس کے بعد تلواریں چلنے لگیں۔ اور تھوڑے زمانے تک نہایت سخت لڑائی رہی۔ لڑائی کی یہ شدت دیکھ کر معاویہ نے خالد بن عبداللہ قسری کے دادا یزید بن اسد بجلی کو ایک تازہ دم رسالے کے ساتھ ابو الاعور کی کمک پر بھیجا۔

حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو شبث بن ربعی ریاحی کو اشعث کی مدد پر روانہ فرمایا۔ دونوں طرف سے ان کمکوں کا پہونچنا آگ پر تیل پڑجانا تھا۔ معاویہ نے لڑائی کی یہ شدت دیکھی تو ایک بڑے لشکر کے ساتھ عمرو بن عاص کو روانہ کیا۔ عمرو زبردست قوت کے ساتھ پہونچے تو حضرت علیؓ نے اشتر کو اپنی طرف کے زبردست لشکر کے ساتھ بھیجا۔ انجام یہ ہوا کہ نہایت جوش و خروش کی لڑائی ہونے لگی۔ مگر حضرت علیؓ کے بہادروں نے جاں بازی و شجاعت سے کام لے کر دشمنوں کو دریا کنارے سے ہٹا دیا۔ گھاٹ پر قابض ہو گئے اور کہنے لگے آپ ہم خدا کی قسم شام والوں کو پانی لینے نہیں دیں گے۔ مگر حضرت علیؓ نے اس کو گوارا نہ فرمایا اور فوج میں حکم بھیج دیا کہ "تم لوگ ضرورت کے مطابق پانی لے لو اس کے بعد اپنے حریفوں کے لئے پانی کا راستہ چھوڑ دو۔ ان لوگوں کی سرکشی و ظلم کے مقابلے میں خدا نے تمہاری مدد کی اور تمہارا کام نہیں ہے کہ ایسے ظلم کے مرتکب ہو۔"

اس لڑائی کے بعد دو روز تک دونوں جانب خاموشی رہی۔ نہ حضرت علیؓ کی طرف سے کوئی میدان میں آیا اور نہ جناب معاویہ کی طرف سے۔ اب ذالحجہ کا مہینہ شروع ہو گیا تھا۔ اس کے آغاز ہی میں حضرت علیؓ نے ابو عمرو بشیر بن عمرو انصاری۔ سعید بن قیس ہمدانی اور شبث بن ربعی تمیمی کو بلا کے فرمایا "تم لوگ اس شخص کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ خدائے لم یزل کی اطاعت کرے۔ اور مسلمانوں کی جماعت کا ساتھ دے۔" شبث نے عرض کیا "یا امیرالمومنین اسے آپ کسی قسم کا لالچ نہ دلائیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے تو آپ اسے کہیں کی حکومت دے دیں۔ یا اس کو آپ کے مزاج میں رسوخ ہو جائے۔" آپ نے فرمایا "تم جاؤ تو سہی اس کے سامنے اپنی حجت پیش کرو۔ اور دیکھو اس کی کیا رائے قرار پاتی ہے۔"

تینوں شخص سفیروں کی حیثیت سے جناب معاویہ کے لشکر میں پہونچے اور بشیر نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد ایک خطبہ کے عنوان سے کہا "اے معاویہ دنیا تمہارے ہاتھ سے چلی جائے گی اور آخرت سے سابقہ پڑنے والا ہے۔ جہاں تمہارے تمام اعمال خدا کے سامنے پیش ہوں گے۔ اور تمہیں اپنے افعال کا بدلہ ملے گا۔ لہٰذا میں تمہیں قسم دلا کے کہتا ہوں کہ امت محمدی میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اور خونریزی نہ کراؤ۔" معاویہ نے قطع کلام کر کے پوچھا "بھلا یہ نصیحت تم نے اپنے صاحب کو بھی کی تھی؟" بشیر نے کہا "تمہاری اُن کی برابری نہیں ہے وہ سب سے پہلے ایمان لائے حضرت رسالتؐ سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں۔ اس لئے

اور کامیابی۔

حضرت علیؓ کی فیاضی۔

دو روز کی خاموشی۔

آپ کے سفیر معاویہ کے پاس

بشیر سے گفتگو

سب سے زیادہ مستحق خلافت بھی وہی ہیں۔" معاویہ نے پوچھا "تو وہ کیا چاہتے ہیں؟" جواب دیا "یہ کہ خدا سے ڈرو اور جو حکم وہ دیں اُس کو قبول کرو۔ اسی میں تمہارے لیے فلاح دارین ہے" معاویہ نے کہا "تو میں ابن عفان کے خون کا انتقام لینے سے دست بردار ہو جاؤں؟ خدا کی قسم یہ نہ ہوگا۔"

شبث کی تقریر

اب سعید بن قیس نے زبان کھولنی چاہی مگر شبث نے اُن کو روک کر حمد الٰہی کے بعد یوں کہنا شروع کیا "معاویہ تم نے بشیر کو جو کچھ جواب دیا اس کو میں نے سُنا مگر بخدا تمہارا اصلی مقصد چھپتا نہیں ہے۔ لوگوں کو بہکا کے اپنا طرفدار بنانے اور انھیں خلافت کی اطاعت سے باہر کرنے کے لیے تم کو بجز اس کے اور کوئی بہانہ نہیں ملتا کہ ہمارے امام مظلوم مارے گئے اس لیے ہم خود اُن کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ اسی ذلیل و فرومایہ لوگوں نے تمہارا ساتھ دیا اور در اصل ہم خوب جانتے ہیں کہ تم نے امام مظلوم کی مدد کرنے میں تاخیر کی۔ تم خود چاہتے تھے کہ وہ مارے جائیں تاکہ تم کو وہ رتبہ حاصل ہو جائے جس کے اب خواستگار ہوئے ہو دنیا کی یہ حالت ہے کہ خدا بہت سی تمناؤں کو نہیں پورا ہونے دیتا اور کبھی تمنا کرنے والا اپنی آرزو سے زیادہ پا جاتا ہے۔ مگر تمہارے لیے خدا کی قسم ان دونوں باتوں میں فلاح نہیں ہے۔ تمنا نہ نکلی تو تمہاری حالت عرب کے بدترین شخص کی ہوگی اور نکلی تو دوزخ میں جانے کے سزاوار ہو گئے۔ اس لیے معاویہ خدا سے ڈرو جس خیال میں ہو اس سے باز آؤ۔ اور جو شخص خلافت پانے کا مستحق ہے اُس سے جھگڑا نہ مول لو۔"

معاویہ کا جواب

شبث کی اس تقریر کے جواب میں معاویہ نے تقریر کی تو حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا "تمہاری پہلی بے تمیزی وہ نکلی تو مجھے یہ نظر آئی کہ سعید کے ایسے شریف النسب سردار قوم کی بات کاٹ کے بیچ میں بول اُٹھے اور اس بارے میں گفتگو چھیڑ دی جس میں تمھیں مطلق تمیز نہیں۔ غرض او کمینے اور ذلیل بدوی تو اپنی تمام باتوں میں جھوٹا اور قابل نفرین ہے۔ اب تم سب میرے پاس سے واپس جاؤ۔ اور میرے تمہارے درمیان بجز تلوار کے کچھ نہیں ہے۔" اس تقریر کے وقت معاویہ کو نہایت غصہ آ گیا اور حضرت علیؓ کے تینوں قاصد اُٹھ کے واپس چلے مگر شبث نے چلتے وقت اتنا کہا "تم ہمیں تلوار کی دھمکی دیتے ہو اور میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ یہ صورت کو بہت جلد تمہارے پاس پہونچا دیں گے۔" اور تینوں ایلچیوں نے حضرت علیؓ کی خدمت میں واپس آکر ساری سرگذشت بیان کر دی۔

سفارت کا فیصلہ اور آغاز جنگ۔

اس سفارت نے قطعی طور پر طے کر دیا کہ بغیر خونریزی کے فیصلہ نہ ہوگا۔ لہٰذا لڑائی شروع ہوگئی لیکن آغاز جنگ میں دونوں محترم حریفوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ دونوں طرف کے معزز سردار اپنے گروہوں کو لے کے میدان میں آتے اور زور آزمائی کر کے واپس چلے آتے اس لیے کہ دونوں بزرگوں کو یہ پسند نہ تھا کہ سارے اہل عراق و شام ایک ہی میدان میں کٹ مریں۔

چھوٹے چھوٹے گروہوں کا لڑنا۔

حضرت علیؓ کبھی اشتر کو۔ کبھی حجر بن عدی کو۔ کبھی شبث بن ربعی کو۔ کبھی خالد بن معمر کو۔ کبھی زیاد بن نضر حارثی کو۔ کبھی زیاد بن خصفہ تیمی کو۔ کبھی سعید بن قیس ہمدانی کو۔ کبھی معقل بن قیس ریاحی کو۔ کبھی قیس بن سعد انصاری کو میدان میں نکالتے تھے مگر اکثر معرکوں میں آپ کی طرف سے اشتر نکلا کیے۔ معاویہ ان لوگوں کے مقابلے پر کبھی عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کو۔ کبھی حبیب بن مسلمہ فہری کو۔ کبھی ذوالکلاع حمیری کو۔ کبھی عبیداللہ بن عمر بن الخطاب کو۔ کبھی شرحبیل بن سمط کندی کو۔ کبھی حمزہ بن مالک ہمدانی کو بھیجا کرتے۔ اس قسم کی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ایک زمانے تک ہوتی رہیں اور کثرت سے ہوئیں اور بعض بعض ایام میں یہ ہوا کہ دن میں دو دو بار معرکے پیش آئے۔

آغاز ۳۷ھ، التوائے جنگ۔

انھیں لڑائیوں کے دوران میں ۳۶ھ ختم ہوگیا۔ ۳۷ھ کا پہلا مہینہ آیا تو دونوں حریفوں کی تحریک پر ایک مہینے کے لیے لڑائی ملتوی کر دی گئی۔ اس لیے کہ دونوں جانب لوگوں کو صلح ہو جانے کی امید تھی اور دونوں طرف کے قاصد دوڑ رہے تھے۔

حضرت علیؓ کی دوسری سفارت۔ عدی کی تقریر۔

آخر پھر حضرت علیؓ نے عدی بن حاتم، یزید بن قیس ارحبی، شبث بن ربعی اور زیاد بن خصفہ کو معاویہ کے پاس بھیجا۔ عدی نے معاویہ کے سامنے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد نہایت فصاحت سے تقریر کی۔ کہا ہم اس لئے آئے ہیں کہ آپ کو صلح پر آمادہ کریں تاکہ خدا ہمارے کلمۂ حق اور ہماری قوم میں اتحاد و یک جہتی پیدا کر دے اور یہ خونریزی موقوف ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ابن عم علیؓ بلحاظ سابق الاسلام ہونے اور اپنے گذشتہ خدمات اسلام کے مسلمانوں کے پیشوا اور سب میں افضل ہیں۔ بجز آپ کے اور آپ کے ہمراہیوں کے تمام مسلمانوں نے اُن کی خلافت پر اتفاق کر لیا۔ اے معاویہ۔ ڈریے کہ آپ کے ہمراہیوں کو بھی وہی روز بد نہ پیش آئے جو میدان جمل میں علیؓ کے مخالفوں کو پیش آچکا۔

معاویہ کا جواب۔

اسی قدر کہنے پائے تھے کہ معاویہ نے روک کے کہا معلوم ہوتا ہے تم صلح کے لیے

نہیں بلکہ دھمکانے کو آئے ہو۔ سو عدی یہ ہرگز نہ ہو گا۔ واللہ میں حرب[ع] کا بیٹا ہوں اور مجھے کسی کی دشمنی کی مطلق پروا نہیں۔ تم یہ خدا ان لوگوں میں ہو جو زغہ کر کے عثمان[رض] مظلوم پہ گئے تھے۔ تم ان کے قاتلوں میں ہو۔ اور امید ہے کہ اس خون ناحق کے پاداش میں خدا جن لوگوں کو قتل کرائے گا ان میں تم بھی ہو گے۔"

اب شبث اور زیاد دونوں نے کہا ہم ایسے مقصد کے لیے آئے ہیں جو ہمارے آپ کے دونوں کے لیے مفید ہے مگر آپ تو اپنی شجاعت کا اظہار کرنے لگے۔ ان بے نتیجہ باتوں کو چھوڑیے اور وہ بات کیجیے جس میں سب کا نفع ہو۔" بعد ازاں یزید بن قیس بولے ہم کو ایک پیام دیا گیا ہے۔ فقط اس کے پہونچانے کو آئے ہیں۔ اور جو جواب آپ سے ملے گا اس کو وہاں پہونچا دیں گے۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ افہام و تفہیم اور پند و نصائح کو چھوڑ کے ہم اپنی حجت آپ پر ظاہر کر دیں تاکہ اس سے آگاہ ہو کر آپ ہم سے اتفاق کریں۔ سنیے ہمارے آقا وہ بزرگ ہیں جن کی فضیلت سے سارے مسلمان آگاہ ہیں۔ اور آپ سے بھی یہ بات چھپی نہیں ہے۔ لہذا آپ سے کہتے ہیں کہ آپ خدا سے ڈریں اور ان کی مخالفت نہ کریں۔ ہم نے بخدا ان سے زیادہ متقی و پرہیزگار دنیا میں کسی کو نہیں پایا نہ اور کسی کی ذات میں ان سے زیادہ صفات حسنہ جمع ہیں۔"

یہ تقریر سن کر معاویہ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا "تم لوگ مجھے اپنی اطاعت اور جماعت کی طرف بلاتے ہو۔ مگر جس جماعت کا تم نے ذکر کیا وہ ہماری طرف اور ہمارے ساتھ ہے۔ رہا یہ کہ ہم علی[ع] کی اطاعت قبول کریں اس کو ہم جائز نہیں سمجھتے اس لیے کہ انھوں نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا۔ ہماری جماعت میں تفرقہ ڈالا اور جن لوگوں سے ہمیں انتقام لینا ہے ان کو اپنے یہاں پناہ دی۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ عثمان[رض] کے قاتل نہیں ہیں۔ ہم اس کو مانے لیتے ہیں۔ مگر ان کو چاہیے کہ قاتلین عثمان[رض] کو ہمارے حوالے کر دیں۔ تاکہ ہم ان کو قتل کر کے اپنا دل ٹھنڈا کریں اور تمھاری اطاعت اور تمھاری جماعت میں شامل ہونا قبول کریں۔

یہ سن کر شبث نے حیرت سے پوچھا کیا یہ آپ سے ہو سکے گا کہ عمار بن یاسر کو مار ڈالیے؟"

یزید بن قیس کی گفتگو

معاویہ کی جوابی تقریر

ع جناب معاویہ کے دادا کا نام حرب تھا۔

معاویہ نے کہا نہیں اس سے مانع کون چیز ہے؟ ابن سُمیّہ (عمار، سمیہ اُن کی والدہ کا نام تھا) پر میرا زور چلا تو عثمانؓ کے ایک ادنیٰ غلام کے خون کا انتقام اُس کی ذات سے اوں گا، شبث نے کہا خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم آپ کی یہ تمنا اس وقت تک پوری نہ ہو گی، جب تک کہ بہت سے سر شانوں سے گر نہ پڑیں اور یہ سمجھ لیجئے کہ ساری دنیا اور فضائے عالم آپ پر تنگ ہو گی معاویہ نے جواب دیا اگر ایسا ہو تو تجھ پر زیادہ تنگ ہو گی اس گفتگو کے بعد یہ سب قاصد ابن علیؓ کو واپس آئے۔

معاویہ کا زیاد کو لالچ دینا

مگر معاویہ زیاد بن خصفہ کو تنہائی میں بلا کے اُن سے الگ ملے اور استمالت کے طریقہ پر کہا اے برادر ربعی ربیعہ، دیکھتے ہو کہ علیؓ نے تمام تعلقات قرابت قطع کر دیئے، ہمارے امام کو قتل کیا۔ اور اُن کے قاتلوں کو اپنے یہاں پناہ دے دی۔ تم کو تو یہ چاہیے تھا کہ اُن کے مقابلے میں میری مدد کرتے۔ اپنے گروہ کو ہماری مدد پر لاتے اور میں اس کے عوض میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ فتح کے بعد دونوں مصروں (بلاد بصرہ و کوفہ مراد ہیں) میں سے جہاں کہو گے تم کو والی مقرر کر دوں گا۔ زیاد نے جواب دیا کہ "خدا نے مجھے اس وقت تک

اور زیاد کا مسلم رہنا

حق پر رکھا ہے اور نعمتیں دی ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں مجرموں کا مددگار و معاون بن جاؤں" یہ جواب دے کر زیاد اُٹھ کے چلے آئے اور معاویہ نے عمرو بن عاص سے کہا "ان لوگوں میں سے جس کسی کو ہم اپنی طرف بلاتے ہیں سماعت نہیں کرتا سب کا دل ایک ہی سا ہے"۔

معاویہ کی سفارت حضرت علیؓ کے پاس

اب معاویہ نے حضرت علیؓ کے پاس اپنی سفارت بھیجی جس میں حبیب بن مسلمہ فہری، شرحبیل بن سمط اور معن بن یزید تھے حبیب نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر

حبیب کی تقریر

حمد الٰہی کے بعد کہا عثمانؓ خلیفہ مہدی تھے۔ کتاب اللہ پر عمل کرتے تھے اور ہر امر میں خدا پر بھروسہ تھا۔ آپ لوگوں کو اُن کی طولانی زندگی گراں گزری۔ اور اُن کی موت کے انتظار میں اس قدر بے صبر ہوئے کہ اُن کے خون کے پیاسے ہو گئے اور آخر ان کو مار ڈالا لہٰذا اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ آپ اُن کے قاتل نہیں ہیں تو جن لوگوں نے اُن کو قتل کیا انہیں ہمارے حوالے کر دیجئے اور اس کے بعد خلافت سے علیحدہ ہو جائیے تاکہ مسئلہ خلافت میں مسلمانوں کے مشورے سے عمل ہو۔ اور جس بزرگ پر سب لوگوں کو اتفاق ہو اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے" اس کے جواب میں حضرت علیؓ نے برہم ہو کے فرمایا "تیری ماں مرے تجھ کو

اس کے جواب میں بد مزگی

خلافت اور معزول کرنے سے کیا تعلق؟ چپ رہ، تو اُس کا اہل ہے اور نہ تیرا یہ کام ہے"

حبیب نے کہا اگر ایسا ہے تو مجھ سے وہ باتیں ظہور میں آئیں گے جو آپ کو ناگوار گزریں گے"
حضرت علیؓ نے فرمایا جا تجھے خدا غارت کرے، اور اگر تو سچا ہے تو ہمارا کیا بگاڑ سکے گا؟ جو تیرا جی
چاہے کر لو، جو عشرت باقی ہو اس کو حاصل کر لے۔"
ابن شرجیل نے کہا کہ پھر میرے دوست حبیب نے کہا وہی بات میں بھی کہوں گا کہ آپ کے
پاس کوئی اور جواب بھی ہے یا یہی؟ ارشاد ہوا ہاں میرا یہی جواب ہے اور کچھ نہیں"۔ اسی
سلسلہ میں آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
مبعوث برحق کیا۔ آپ کے ذریعہ سے ضلالت و تباہی کا قلع قمع کیا۔ لوگوں میں جو پھوٹ
پڑی ہوئی تھی اُس کو متحد کر دیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے پاس بلا لیا۔ آپ کے
بعد لوگوں نے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا انھوں نے اپنا جانشین عمرؓ کو قرار دیا، دونوں نے
اچھے اخلاق و عادات سے اور انصاف کے ساتھ حکومت کی، ہمیں اُن سے شکایت تھی
کہ ہم خاندان رسالت سے تھے ہمارے ہوتے انھوں نے عنان خلافت اپنے ہاتھ
میں لے لی مگر ہم نے ان کو معاف کر دیا، اُن کے بعد لوگوں نے عثمانؓ کو خلیفہ بنایا۔
انھوں نے بعض ایسے کام کیے جن کو لوگوں نے معیوب سمجھا، اُن پر یورش کر کے آئے اور
ان کا کام تمام کر دیا۔ بعد ازاں لوگ میرے پاس آئے اور درخواست کی کہ اُن سے بیعت
لوں، میں نے انکار کیا، تب مجھ سے کہا گیا کہ بجز آپ کے لوگ کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا
نہیں چاہتے اور اگر آپ نے اس کو قبول نہ کیا تو مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جائے گا، مجبور ہو کر
میں نے بیعت قبول کر لی۔ پھر اس کے بعد مجھے کوئی اندیشہ نہ نظر آیا اور بجز اس کے کہ چند شخصوں
نے بیعت کر کے توڑ دی اور علیحدہ ہو گئے کوئی خطرہ نہ تھا، ان لوگوں کے بعد معاویہ نے
مخالفت کی لیکن اُن کی حالت یہ ہے کہ نہ دین میں سبقت حاصل ہے اور نہ اسلام میں
راست بازی کے کارنامے نصیب ہوئے ہیں۔ وہ اور اُن کے باپ فتح مکہ کے آزاد شدہ
ہیں اور مخالف اسلام جماعتوں میں وہ بھی شامل تھے۔ وہ اور اُن کے باپ دونوں خدا و رسول
سے لڑتے رہے اور آخر میں مجبور ہو کر ناگواری سے اسلام قبول کیا۔ بھلا اس سے بھی زیادہ
حیرت کی کوئی بات ہو سکتی ہے کہ تم لوگ اُن کی رفاقت اختیار کر کے میری مخالفت کرتے ہو،
اُن کا ساتھ دیتے ہو اور اپنے پیغمبر کے خاندان کو چھوڑ دیتے ہو، تمھارے لیے ہرگز
مناسب نہیں ہے کہ اختلاف اور تفرقہ اندازی میں اُن کا ساتھ دو۔ یہ بھی جان لو کہ تمھاری کس طرف

بلاتا ہوں کتاب اللہ کی طرف سنت رسول اللہ کی طرف۔ باطل کے مٹانے اور حق کے
زندہ کرنے کی طرف اور شعائر دین کی طرف۔ یہ کہتا ہوں اور اپنے اور تمام مومنین کے لیے
مغفرت چاہتا ہوں"

سفارت کا ناکام رہنا

یہ تقریر سن کر معاویہ کے قاصدوں نے پوچھا آپ کو اس کا اقرار ہے کہ عثمانؓ مظلوم
مارے گئے؟" فرمایا "میں یہ کہتا ہوں کہ وہ مظلوم مارے گئے اور نہ یہ کہ ظالم مارے گئے" یہ
جواب سنتے ہی دونوں نے کہا تو جس کا یہ خیال نہ ہو کہ وہ مظلوم نہیں مارے گئے ہمیں
اس سے کوئی علاقہ نہیں" اور یہ کہہ کے واپس گئے۔ ان کی واپسی پر حضرت علیؓ نے قرآن کی
ایک آیت پڑھی جس کا مفہوم یہ تھا کہ کوئی شخص اپنی بات مردوں کے کان تک نہیں پہونچا سکتا
پھر اپنے رفقا کی طرف دیکھ کر ان سے فرمایا "دیکھو ایسا نہ ہو کہ گمراہی کے پھیلانے میں ان کی کوشش
تمہاری اعلائے حق کی کوششوں سے بڑھ جائے"

اہل شام کو علیؓ کا آخری پیغام

محرم کا مہینہ صلح کی بے نتیجہ تحریکوں میں گزر گیا تو حضرت علیؓ کے نقیب نے آپ کے
حکم سے لشکر شام والوں کے سامنے پکار دیا کہ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میں اس انتظار میں تھا کہ تم
لوگ حق کو مانو اور راہ راست قبول کر لو میں نے بہت دیر لگائی مگر تم سرکشی سے باز نہ آئے
اب میں تم سب سے کہتا ہوں کہ اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا"

لڑائی کی تیاریاں

اب دونوں طرف نبرد آزمائی اور معرکہ آرائی کی تیاریاں ہونے لگیں اہل شام اپنے
امیروں اور سرداروں کی بیرقوں کے نیچے جمع ہوئے حضرت معاویہ اور عمرو بن عاص ان
میں اگر فوج کو مناسب حصوں میں تقسیم کرنے اور جدا جدا علموں میں بانٹنے لگے یہی کارروائی
امیر المومنین علیؓ نے کی اور اپنی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا "جب تک یہ لوگ

حضرت علیؓ کی نصیحت اپنے سپاہیوں کو

اپنی طرف سے لڑائی نہ شروع کر دیں تم نہ لڑنا۔ الحمد للہ کہ تم حق پر ہو اور اس کی دلیل کہتے ہو
لڑائی کو اپنی طرف سے نہ چھیڑنا تمہاری دوسری دلیل حق ہو گی خونریزی کے بعد اگر تم ان
لوگوں کو شکست دینا تو یاد رکھو کہ بھاگنے والوں کو قتل نہ کرنا زخمیوں پر حربہ نہ کرنا کسی لاش کو
برہنہ نہ کرنا اس کے اعضا کاٹ کے جدا کرنا اور جب ان کے پڑاؤ میں پہونچنا تو کسی گھر میں
نہ گھسنا نہ کسی کی بے حرمتی کرنا اور نہ ان کی کوئی چیز لینا عورتیں چاہے تمہارے سرداروں
اور نیک لوگوں کو کوسیں اور گالیاں تک دیں مگر تم ان پر ہاتھ تک نہ اٹھانا۔ عورتوں کے
جسم اور دل کمزور ہوتے ہیں اس لیے ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ نہ کرنا چاہیے" آپ اسی قسم کی

نصیحت ہر مقام پر اپنے اصحاب کو کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے ان لوگوں کو جانبازی و شجاعت پر آمادہ کرنے کے لیے فرمایا "خدا کے بندو۔ خدا سے ڈرو۔ نظریں نیچی رکھو۔ گفتگو کم کرو۔ اور تمہاری آوازیں پست ہوں۔ لڑنے میں نرم اور پست رہیں۔ اپنے دلوں کو جولانیاں کھانے، دشمنوں کے پسپا کرنے، تیراندازی کرنے، بھڑ جانے اور دشمنوں کے ذلیل کرنے اور ان کا تعاقب کرنے میں ہمہ تن مصروف کرو۔ میدان میں ثابت قدم رہو۔ اور ہر دم خدا کو یاد کرو تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔ باہم ایک دوسرے سے نہ لڑو کہ منتشر نہ ہو اور تمہاری ساکھ قائم رہے اور صبر کرو کیونکہ خدائے تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ بارالہا! ان کی تقویت کے لیے اپنی مدد کو نازل کر اور ان کا ثواب بڑھا دے۔"

ترتیب فوج عراق۔

دوسری صبح کو حضرت علیؓ نے اہل کوفہ پر اشتر کو، اہل بصرہ پر سہل بن حنیف کو، کوفہ والوں کے پیدلوں پر عمار بن یاسر کو، اور بصرے کے پیدلوں پر قیس بن سعد کو افسر مقرر فرمایا۔ ہاشم بن عتبہ کے ہاتھ میں اپنا علم دیا اور قاریان کوفہ و بصرہ پر مسعر بن فدکی کو سردار کیا۔ لیکن

ترتیب لشکر شام

ادھر معاویہ نے اپنے میمنہ پر ذوالکلاع حمیری کو، میسرہ پر حبیب بن مسلمہ فہری کو، مقدمہ پر ابوالاعور سلمی کو، سواران دمشق پر عمرو بن عاص کو، پیادگان دمشق پر مسلم بن عقبہ کو، اور عام لوگوں پر ضحاک بن قیس کو افسر بنایا۔ شام کے بعض لوگوں نے جان دے دینے پر قسمیں کھائیں۔ اور اپنے تئیں عماموں سے باہم باندھ لیا جن کی پانچ صفیں آگے پیچھے جمی ہوئی تھیں۔

لڑائی کا پہلا روز۔

یہ صفر سنہ ۳۷ھ کی پہلی تاریخ تھی جبکہ دونوں لشکر مقابلے کے لیے میدان میں آ کر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے۔ حضرت علیؓ کی طرف سے اشتر کوفہ والوں کی جمعیت کے ساتھ نکلے۔ ان کے مقابلے پر حبیب بن مسلمہ آئے اور لڑائی چھڑ گئی۔ دن کے زیادہ حصہ میں سخت لڑائی ہوتی رہی۔ جب یوں کام نہ چلا تو دونوں حریف بھڑ پڑے اور خوب خوب داد شجاعت دی۔ آخر رات ہو گئی۔ اور دونوں طرف کے مرد میدان اپنے خیموں میں واپس آئے۔

دوسرا روز

دوسرے روز حضرت علیؓ کی طرف سے ہاشم بن عتبہ سواروں اور پیدلوں کے زبردست لشکر کے ساتھ نکلے۔ ان کے مقابلے پر ابوالاعور سلمی آئے۔ ان دونوں میں بھی دن بھر جدال و قتال کا میدان گرم رہا۔ آخر شام ہوئی اور دونوں اپنے پڑاؤ میں واپس گئے۔

تیسرا روز

تیسرے روز حضرت علیؓ کی طرف سے عمار بن یاسر اپنا لشکر لے کے نکلے۔ ان کے

مقابلے پر عمرو بن عاص آئے عمارؓ نے اپنے لوگوں سے للکار کے کہا "اے اہل عراق اس شخص کو دیکھو جو خدا اور رسول کا دشمن رہا۔ اُن سے لڑا مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی اعانت کی اور جب دیکھا کہ خدا نے اپنے رسول کی پشت پناہی کی اور دین حق غالب ہو گیا تو حضرت رسول خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہمارا یہ خیال تھا کہ وہ شوق سے نہیں بلکہ خوف سے آیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلعم نے انتقال فرمایا اور یہ خدا کی قسم اسلام لانے کے بعد بھی مسلمانوں کی دشمنی اور مجرموں کی پیروی میں مشہور تھا۔ یہ کہتے ہی عمارؓ نے اپنی طرف کے افسر رسالہ زیاد بن نضر کو حملہ کا حکم دیا۔ وہ فوراً اہل شام پر جا پڑے مگر شام والوں نے بھی جوانمردی و ثابت قدمی سے روکا۔ یہ دیکھ کر خود عمارؓ نے حملہ کر دیا اور اس جوش و خروش سے دشمنوں پر یورش کی کہ عمرو بن عاص کو اُن کی جگہ سے ہٹا دیا۔

اس معرکے میں اتفاقاً زیاد بن نضر کا مقابلہ اپنے اخیافی بھائی عمرو بن معاویہ سے ہو گیا۔ لڑتے لڑتے دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا اور ہتھیار چلانے سے ہاتھ روک لیے۔ پھر دونوں اپنے اپنے لشکروں میں واپس آئے اور ساتھ ہی دونوں لشکر بھی دن کو ختم ہوتے دیکھ کر پڑاؤ میں چلے آئے۔

چوتھا روز

چوتھے روز حضرت علیؓ کے فرزند محمد بن حنفیہ میدان میں آئے۔ اُن کے مقابلے پر معاویہ کی طرف سے عبید اللہ بن عمر بن الخطاب نکلے۔ دونوں کے ہمراہ زبردست لشکر تھا۔ گھمسان کی لڑائی اور خونریزی ہوئی۔ لوگ قتال میں مشغول تھے کہ حضرت عمرؓ کے بیٹے نے حضرت علیؓ کے فرزند کو پیام دیا "مسلمانوں کے کٹوانے سے کیا حاصل ہے؟ آؤ ہم تم دست بدست مقابلہ کر کے فیصلہ کر لیں۔" محمد بن حنفیہ فوراً سامنے جا کھڑے ہوئے لیکن حضرت علیؓ نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور اپنے صاحبزادے کو ہٹا کر خود عبید اللہ کے مقابلے کے لیے بڑھے۔ عبید اللہ نے مقابلہ نہ کیا اور پیچھے ہٹ گئے۔ محمد نے پدر بزرگوار سے طیش میں آکر کہا "اگر مجھے آپ چھوڑ دیتے تو امید تھی کہ میں اُسے مار لیتا اور یا امیر المومنین آپ خود کیوں اس فاسق کا مقابلہ کرتے ہیں۔ میں خدا کی قسم آپ کو اس کے باپ سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔" یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا "بیٹا! ان کے والد کی نسبت بجز کلمۂ خیر کے کوئی اور کلمہ زبان سے نہ نکالو۔" اسی گفتگو میں دن آخر ہو گیا۔ دونوں لشکر میدان سے ہٹ آئے اور حضرت علیؓ کو مقابلہ کرنے کی نوبت نہ آئی۔

پانچواں روز

پانچویں دن حضرت عبداللہ بن عباس میدان میں آئے۔ اُن کے مقابلے پر ولید بن عقبہ نکلا۔ دونوں کی فوجیں خوب لڑیں اور سخت جھڑپیں رہی تھی کہ ولید نے خاندان عبدالمطلب کی نسبت کوئی سخت کلمہ زبان سے نکالا۔ حضرت ابن عباس سے نہ رہا گیا۔ طیش میں آکر کہا "مرد ہو تو میرے سامنے آؤ۔" ولید کو مقابلے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور عبداللہ بن عباس نے سخت معرکہ آرائی کی پھر دونوں لشکر جدا ہوئے۔

چھٹا روز

چھٹے روز حضرت علیؓ کی طرف سے قیس بن سعد انصاری نکلے۔ اُن کے مقابلے پر ذوالکلاع حمیری آئے۔ ان دونوں کے لشکروں نے بھی خوب خوب بہادریاں دکھائیں اور داد شجاعت دے کر میدان سے واپس آئے۔

ساتواں روز

ساتواں دن منگل کا تھا۔ اس روز حضرت علیؓ کی طرف سے اشتر اور جناب معاویہ کی طرف سے حبیب میدان میں آئے اور خوب لڑا بھڑ کے ظہر کے وقت اپنے خیموں میں واپس گئے۔

عام لڑائی کا ارادہ۔

جب پورا ہفتہ گزر گیا اور ان لڑائیوں سے کچھ حاصل نہ ہوا تو حضرت علیؓ نے فرمایا "اب تو ہمیں پوری قوت سے ان لوگوں کا مقابلہ کرنا چاہیے کب تک یہ بے نتیجہ لڑائیاں جاری رہیں گی۔ چنانچہ اسی منگل کی شام کو عام لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر آپ نے یہ تقریر فرمائی۔

آپ کا خطبہ جنگ پیکار

"اس خدا کی حمد کرو جس کے توڑے ہوئے کو کوئی جوڑ نہیں سکتا اور جس کے جوڑے ہوئے کو بڑے بڑے توڑنے والے نہیں توڑ سکتے۔ وہ اگر چاہے تو کوئی انسان کسی مخلوق کے خلاف نہ ہو۔ نہ اُمت میں کسی قسم کا اختلاف پڑے اور نہ کوئی چھوٹے درجے والا بڑے رتبے والے سے جھگڑا کرے۔ تقدیر ہمیں اور ان لوگوں کو اس مقام پر لے آئی ہے جہاں ہم خدا کے سامنے ہیں۔ وہ ہمیں دیکھتا اور ہماری سنتا ہے۔ اس کے اختیار میں ہے کہ چاہے تو ایسا انقلاب پیدا کرے اور ایسی تباہی لائے کہ ظالم کا جھوٹ کھل جائے اور حق اپنا جلوہ دکھائے۔ مگر خدا نے دنیا کو اعمال کا گھر اور آخرت کو دارالجزا اور دارالقرار بنایا ہے تاکہ وہاں بدکار کو بدکاری کی جزا اور نیکوکار کو نیکی کا بدلہ ملے۔ لوگو کل تم ان لوگوں سے لڑو گے۔ لہٰذا آج شب کو دیر تک نمازیں پڑھو۔ کثرت سے تلاوت قرآن کرو۔ اور دعا مانگو کہ خدا تمہیں نصرت اور صبر عطا کرے۔ پھر کل جب دشمنوں کا سامنا ہو تو کوشش اور صبر سے کام لو اور راست بازی دکھاؤ۔"

تیاریاں

یہ تقریر سن کر لوگ اسی وقت سے ہتھیاروں کو درست کرنے لگے۔ حضرت علیؓ رات بھر فوجوں کی تقسیم و ترتیب میں مصروف رہے اور صبح ہوتے ہی اپنے زبردست لشکر کو لے کے میدان میں آ گئے۔ پھر جب دیکھا کہ تعاویہ نے بھی اپنے سارے لشکر کو لاکے سامنے صف آرا کر دیا تو جناب امیر المومنین نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ لشکر شام میں عرب کے کون کون قبائل کے لوگ ہیں؟ اور کہاں ہیں؟ جب لوگوں نے یہ تفصیل بتائی تو آپ نے اپنی طرف کے بنی ازد سے فرمایا تم اپنے ہی قبیلے والوں یعنی بنی ازد کے مقابلے پر جاؤ۔ بنی خثعم کو شام کے خثعمیوں کے مقابلے پر رہنے کا حکم دیا۔ اسی طرح آپ نے ہر قبیلے والوں کو اپنے ہی ہم قبیلہ دشمنوں کے مقابلے پر مامور فرمایا۔ اب وہ لوگ رہ گئے جن کے قبیلے کا کوئی گروہ دشمنوں میں نہ تھا ایسے سب لوگوں کو اکٹھا کر کے اہل شام کے ان قبائل کے مقابل مامور فرمایا جن کا کوئی ہم قبیلہ گروہ ادھر موجود نہ تھا۔

حضرت علیؓ کے انتظامات جنگ

جنگ صفین کا پہلا دن۔

ان انتظامات کے بعد دونوں جانب سے حملہ ہو گیا۔ دو زبردست لشکر عظیم الشان سمندروں کی طرح باہم ٹکرائے اور ایک دوسرے کو تھپیڑے دینے لگے دن بھر معرکۂ کارزار گرم رہا۔ اور اگرچہ دونوں طرف کے دلاوروں نے جانبازی و جاں ستانی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا مگر شام تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اور دن بھر کے تھکے سپاہی جس طرح امید و بیم کو دلوں میں لیے ہوئے میدان میں گئے تھے اسی طرح اپنے اپنے خیموں میں واپس آئے۔

اٹھویں فصل

صفین کا قیامت خیز معرکہ

حملۂ عظیم۔ ترتیب فوج مرتضوی۔ لشکر شام کی مستعدی۔ میمنہ کی لڑائی۔ عبداللہ بن بدیل کی تقریر۔ حضرت علیؓ کی تقریر۔ یزید بن قیس کی تقریر۔ اہل شام کا غلبہ۔ قلب مرتضوی کو شکست۔ میسرہ کی بھی پسپائی۔ خود علیؓ حرب گاہ میں۔ زور بازوی مرتضوی۔ آپ پر نرغہ۔ آپ کی شجاعت۔ آپ بنی ربیعہ میں۔ مالک اشتر کی کارگزاری۔ اشتر میمنہ پر۔ بنی ہمدان کی جانبازی۔ اشتر کا اوران کا ساتھ۔ زیاد کا زخمی ہونا۔ اہل شام کی پسپائی۔ ابن بدیل کی حالت۔ انکی شجاعت۔ اور مارا جانا۔ معاویہ اور انکی شجاعت کا اعتراف۔ اشتر کی کارگزاریاں اور اہل شام کی پسپائی۔ اشتر کا معٰویہ کو مقابلے پر بلانا۔ جندب کا مارا جانا۔ اور بہادر جان دینے والے۔ ایک بہادر متمنی مرگ۔ شمر اور حضرت علیؓ کی رفاقت۔ ابن کشوح کا خالد کے بیٹے پر حملہ اور مارا جانا۔ اور ناموروں جان دینے والے لشکر کوفہ کی پسپائی۔ حضرت علیؓ کی اور تقریر۔ بشیر و مالک کی لڑائی۔ ابن طفیل کی شجاعت اور بہادریاں۔ بھائی بھائی کا سامنا۔ بنی طے کی بہادری۔ انگلیاں کٹنے پر فخر۔ بنی نخع کی مردانگی۔ ٹانگ کٹنے پہ ناز۔ حضرت عمرؓ کے فرزند عبیداللہ۔ ہمالہ بن عمر۔ ان پہ بدگمانی۔ اور برأت۔ ذوالکلاع اور عبیداللہ بن عمر مارے گئے۔ حضرت عمارؓ تلوار ذوالوشاح۔ عمار کی تقریر۔ ان کا حملہ۔ ہاشم ان کے ہمراہ ہوئے۔ ان کی اور ابن عاص کی گفتگو۔ مسلمانوں کا عمار سے لڑتے ڈرنا۔ ان کی آخری غذا۔ ان کا مارا جانا۔ رسول خدا صلعم کی پیشین گوئی۔ مدعیان قتل عمار۔ لڑائی میں پہل۔ جول حدیث میں جناب معٰویہ کی تاویل۔ خود حضرت علیؓ کا حملہ۔ معٰویہ کو مقابلے پر بلانا۔ اور ان کا نہ آنا۔ حضرت علیؓ کے محافظ۔

حملۂ عظیم جمعرات کے روز حضرت علیؓ نے اندھیرے میں نماز فجر پڑھی اور سلام پھیرتے ہی لشکر کو بڑھا کے حملہ کر دیا۔ حریف بھی معرکہ آرائی کے لیے تیار تھے۔ ادھر سے بھی زور و شور سے حملہ ہو گیا۔

ترتیب فوج مرتضوی حضرت امیر المومنین کی طرف میمنہ پر عبداللہ بن بدیل خزاعی تھے۔ اور میسرہ پہ حضرت عبداللہ بن عباس۔ قاریان قرآن کا گروہ ان تینوں شخصوں میں بٹا ہوا تھا۔ عمار بن یاسر۔ قیس بن سعد

اور بدیل بن ورقاء خزاعی سب لوگ اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے مقررہ جگہوں پر تھے خود حضرت علیؓ کوفے اور بصرے والوں کے درمیان قلب فوج میں تھے۔ اہل مدینہ میں سے آپ کے ہمراہ زیادہ تر انصار کا گروہ تھا اور کچھ لوگ بنی خزاعہ اور بنی کنانہ کے بھی تھے۔

لشکر شام کی مستعدی

ادھر معاویہ کے لیے ایک بڑا خیمہ نصب کیا گیا اور اکثر اہل شام نے اُن کے ہاتھ پر جان دے دینے کی بیعت کی۔ خیمے کے گرد سواران دمشق تھے۔ سب سے پہلے عبداللہ بن بدیل نے جو حضرت علیؓ کے میمنہ پر تھے حملہ کیا اور حبیب بن مسلمہ کے گروہ پر جا پڑے جو لشکر شام کے میسرہ پر تھے۔ عبداللہ برابر حملوں پر حملے کرتے رہے یہاں تک کہ ظہر کے وقت دشمن کو دھکیل کے معاویہ کے خیمے کے پاس کر دیا۔ عبداللہ للکار للکار کے اپنے لوگوں سے کہتے تھے "معاویہ نے اُس چیز کا دعویٰ کیا ہے جو اُن کی نہیں۔ حق کے لیے حقداروں سے لڑ رہے ہیں۔ اور اُس شخص سے دشمنی کر رہے ہیں جس کے سامنے اُن کی کچھ ہستی نہیں۔ باطل کے طرفدار ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ حق کو شکست دیں۔ انھوں نے اُن عربوں اور ان قبیلوں کو ساتھ لے کے حملہ کیا ہے جن کی نظر میں گمراہی بارونق ہے جن کے دلوں میں فساد کا بیج بویا گیا ہے اور جو حق کے متعلق شبہے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کی نجاست بڑھتی جاتی ہے۔ لہذا ان ذلیل ظالموں سے لڑو۔ ہاں بہادرو۔ لڑو۔ لڑو۔ تاکہ خدا تمھارے ہاتھوں اُن پر عذاب کرے اُن کو ذلیل و خوار کرے۔ اُن کے مقابل تمھاری مدد کرے۔ اور تمھارے ذریعے سے مومنوں کے دلوں کو تسلی دے۔"

میمنہ کی لڑائی

عبداللہ بن بدیل کی تقریر

حضرت علیؓ کی تقریر

اسی میدان میں خود حضرت علیؓ نے اپنے بہادروں کو ان الفاظ سے جوش دلایا "اپنی صفیں برابر کرو۔ بس یہ معلوم ہو کہ مضبوط دیواریں کھڑی ہیں جن کی جڑائی بجائے گارے کے سیسے سے کی گئی ہے۔ زرہ پوش لوگ آگے ہو جائیں۔ جن کے سروں پر خود نہیں ہیں پیچھے رہیں۔ سامنے والوں پر حملہ کرو۔ ہاں۔ یوں شمشیر زنی کرنی چاہیے۔ کناروں پر لوگ آگے پیچھے رہیں۔ نیزوں کی مار سے بچنے کی یہی تدبیر ہے۔ نظریں نیچی رکھو تاکہ تمھارے دل مضبوط رہیں۔ اور تمھاری شوکت قائم ہو۔ اپنی آوازوں کو بالکل پست رکھو تاکہ تمھارا رعب اور وقار قائم رہے۔ اپنے جھنڈوں کو نہ جھکاؤ۔ نہ جگہ سے ہٹاؤ۔ اور ایسے جوانمردوں کے ہاتھ میں دو جو تمھارے گروہ میں سب سے زیادہ بہادر ہوں۔ راست بازی و صبر دکھا کے تائید الٰہی کے امیدوار ہو۔ صبر کے بعد خدا کی مدد ضرور نازل ہوتی ہے۔"

یزید بن قیس کی تقریر

یزید بن قیس نے اپنے گروہ کے سامنے یہ تقریر کی "مسلمانو! وہ ہے جس کا دین اور جس کی رائے سلامتی پر ہو۔ یہ لوگ ہم سے لڑنے کو خدا کی قسم اس لئے نہیں آئے ہیں کہ ہم نے کسی دینی طریقے کو مٹا دیا ہو۔ اور یہ اُسے زندہ کرنا چاہتے ہوں۔ یا کوئی حق ہمارے ہاتھ سے ضائع ہو گیا ہو۔ اور یہ اس کو قائم کرنا چاہتے ہوں۔ یہ لوگ دنیا کی ہوس میں لڑ رہے ہیں کہ غالب آئیں تو بادشاہ جبار بن جائیں۔ خدا اُن کو غلبہ نہ دے ورنہ تم کو سختی دیکھیں۔ اور ابن عامر کے ایسے بدکار گمراہوں کا تابع فرمان بنا دیں گے اُن میں سے ہر ایک ایسا ہے کہ اپنی اور اپنے باپ دادا کی خون بہا کے برابر روپیہ ایک ہی مجلس میں وصول کرے گا۔ اور کہے گا کہ یہ میری جائداد ہے۔ اور اس کا وصول کرنا گناہ نہیں۔ گویا اُسے یہ رقم اپنے باپ اور ماں کے ورثے میں ملی ہے۔ یا خدا کی دی ہوئی دولت ہے جو اس نے اپنے نیزوں اور اپنی تلواروں سے حاصل کی ہے۔ اس لیے خدا کے بندو ان ظالموں سے لڑو۔ اگر یہ لوگ غالب ہوئے تو تمہارے دین و دنیا دونوں غارت کر دیں گے۔ اور تم خوب جانتے ہو کہ ان لوگوں کے غالب آنے میں بجز برائی کے کسی بھلائی کی اُمید نہیں ہے۔"

اہل شام کا غلبہ

عبداللہ بن بدیل نے جب شام والوں کو ہٹا کے معاویہ کے خیمے کے پاس پہنچا دیا تو جن بہادران شام نے مرنے کی قسم کھائی تھی معاویہ کے حکم سے بڑھ کے عبداللہ کو روکا۔ ساتھ ہی حبیب بن مسلمہ نے اپنے پسپا شدہ گروہ کو للکار کے عبداللہ کے لشکر پر بڑے زور سے حملہ کیا۔ عبداللہ کے بہادر اہل شام کے اس حملے کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹے۔ بہت سے میدان چھوڑ کے بھاگ گئے۔ اور ابن بدیل کے علم کے نیچے فقط دو تین سو قاریان قرآن باقی تھے جو میدان میں قدم جمائے ایک دوسرے کے سہارے پر کھڑے تھے۔

قلب پر شامیوں کا حملہ

یہ حالت دیکھ کر حضرت علیؓ نے سہل بن حنیف کو بڑھنے کا حکم دیا۔ وہ اپنے رفقائے مدینہ کے ساتھ بڑھے مگر معاویہ کی طرف سے شامیوں کے بڑے بڑے لشکروں نے حملہ کر کے انھیں اپنے ہی مقابلے پر روک لیا۔ قلب میں جہاں خود حضرت علیؓ تھے۔ زیادہ تر مضر کے لوگ تھے۔ جب دشمنوں کی یورش سے اُن لوگوں کے بھی قدم اکھڑ گئے تو حضرت علیؓ کی طرف

میسرہ کی پسپائی

پوری شکست ہو گئی۔ اس حالت میں آپ پاپیادہ اپنے میسرہ والوں کی طرف چلے۔ اُدھر بھی اہل مضر کو کامل شکست ہو گئی تھی فقط بنی ربیعہ اپنی جگہ پر قدم جمائے ہوئے تھے۔

حضرت علیؓ کا خطرہ

حضرت علیؓ جب اس طرف چلے ہیں تو تینوں فرزند حسنؓ حسینؓ اور محمدؓ ہمراہ تھے۔ تیروں کی بوچھار

ہو رہی تھی جو حضرت امیر المومنین کے شانوں اور کنپٹیوں کے قریب سے سنسناتے ہوئے نکل جاتے تھے۔ تینوں فرزند ہر جانب سے سینہ سپر بنے ہوئے تھے۔ جو آپ کو ان تیروں سے بچاتے تھے۔ آپ کو ابوسفیان کے یا حضرت عثمانؓ کے غلام احمر نے دیکھا تو آپ کی طرف چلا۔ اس کے مقابلے پر حضرت علیؓ کا غلام کیسان گیا اور دونوں نے ایک دوسرے پر حربہ کیا مگر احمر کا وار کارگر ہی پڑا اور کیسان مارا گیا۔ حضرت علیؓ کو طیش آگیا۔ احمر کا گریبان پکڑ کے کھینچ لیا اور اپنے شانوں تک اٹھا کے اس زور سے زمین پر پٹکا کہ اس کے دونوں شانو اور بازوؤں کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔

زور بازو کی مثال نہیں

اتنے میں لشکر شام نے آپ پر یورش کیا۔ ان کے ہجوم میں آپ کی مستعدی اور تیزگامی دیکھ کر حضرت حسنؓ نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہ تھا اگر آپ ہٹ کر اپنے گروہ میں چلے جاتے۔ تو فرمایا "بیٹا تمہارے باپ کے لیے مرنے کا ایک دن مقرر ہے جو نہ کوشش کرنے سے آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ بے پروائی سے پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ بخدا تمہارے باپ کو اس کی مطلق پروا نہیں کہ وہ خود سے موت کے منہ میں چلے جائیں یا موت ان پر آپڑے۔"

آپ پر یورش

آپ کی نصیحت حسنؓ کو

یوں لڑتے بھڑتے آپ بنی ربیعہ کے قریب پہونچے اور کمال جانبازی سے للکار کے پوچھا "یہ کن لوگوں کا جھنڈا ہے جن کو خدا نے گناہ سے بچایا، صبر عطا کیا اور ثابت قدم رکھا؟" پھر ان کے علمبردار حضین بن منذر سے فرمایا "اے بہادر شخص بھلا تم اپنے جھنڈے کو ایک گز میری طرف بڑھا سکتے ہو؟" اس نے عرض کیا "جی ہاں ایک ہی نہیں بلکہ دس گز تک بڑھا سکتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے جھنڈے کو آپ کی طرف بڑھایا اور آپ نے فرمایا "بس بس۔ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔" اب آپ کی صورت دیکھ کر بنی ربیعہ نے ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا "لو امیر المومنین تم میں آگئے۔ اگر تمہارے ایک شخص کی زندگی میں بھی آپ کا بال بیکا ہوا تو تم سارے عرب میں بدنام ہو جاؤ گے۔" یہ فقرے سنتے ہی وہ لوگ ایسی شجاعت و جانبازی سے لڑنے لگے کہ ایسے کبھی نہ لڑے تھے اور آپ نے خوش ہو کر ان کی تعریف میں چند شعر ارشاد فرمائے۔

آپ بنی ربیعہ میں

اب اشتر بھی ادھر آگئے جو اس سے پہلے میمنہ میں جولانیاں دکھا رہے تھے۔ حضرت علیؓ کے پاس سے ہو کے گزرے تو آپ نے آواز دی "مالک" عرض کیا "لبیک یا امیر المومنین"۔ فرمایا "جو لوگ بھاگ گئے ہیں ان کو حوصلہ دلا کے پھر میدان میں واپس لاؤ اور ان سے کہو موت سے بھاگ کر کہاں جاتے ہو؟ اگر وہ تمہارا پیچھا کرے گی تو اس کے ہاتھ سے ہرگز نہ بچ سکو گے۔"

مالک اشتر کی کارگزاری

اشتر نے فوراً جا کے بھاگنے والوں کو للکارا اور حضرت علیؓ کا پیام پہونچایا۔ پھر کہا "لوگو میں اشتر ہوں
میری طرف آؤ"۔ اُن کا یہ فقرہ سنتے ہی بعض لوگ پلٹ پڑے۔ اور بعض اُسی طرح منھ پھیرے بھاگتے
رہے تھے۔ اشتر نے پھر آواز دی اور کہا "لوگو آج تم کیسی بری لڑائی لڑے۔ اور نہیں تو فقط بنی مذحج
میرے پاس آجائیں"۔ بنی مذحج اپنا نام سنتے ہی پھر پڑے۔ اور اشتر نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا
"نہ تم نے اپنے پروردگار کو خوش کیا اور نہ دشمنوں کے متعلق اُس کے حکم پر عمل کیا۔ تمھاری یہ کیا
حالت ہے؟ تم فرزندان عرصۂ جنگ (جوانمردان جنگ) بڑے تاخت کرنے والے۔ خوبرو
جوان۔ اور حملہ کرنے والے شہسوار ہو۔ بھالے نیزہ باز اور اپنے دوستوں کے حق میں سپر ہو کے
انتقام لینے میں کبھی کوئی تم سے نہ بڑھ سکا تھا۔ اور تمھارا خون کبھی مفت نہیں ضایع ہوا تھا۔ آج
دن جو کرو گے ہمیشہ یادگار رہے گا۔ پس اگر مانو تو دشمنوں کے مقابلے پر استقلال دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ
ایسوں ہی کے ساتھ ہے"۔ پھر اہل شام کی طرف اشارہ کر کے کہا "اُس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں
میری جان ہے ان لوگوں میں سے کسی کے دل میں ایک مچھر کے پر برابر بھی دینداری نہیں ہے
تم ہی لوگ میرے چہرے کی سیاہی دھو تاکہ اس میں پھر خون کی رنگت آجائے۔ اس گروہ اعظم
(حضرت علیؓ کے گروہ) کا ساتھ دو۔ اللہ جل شانہٗ نے اپنی پیروی کی مہر ان لوگوں پر کر دی جو
ان حضرت کے دونوں جانب ہیں"۔

اس تقریر نے جوانان بنی مذحج کے دلوں پر بڑا اثر کیا۔ کہنے لگے "آپ ہمیں ویسا ہی پائیں گے
جیسا چاہتے ہیں"۔ اب اشتر نے ان لوگوں کو اپنے ساتھ لیا اور میمنہ کی طرف چلے جدھر
(اشتر میمنہ پر)
شکست ہو گئی تھی۔ وہاں پہونچتے ہی اشتر ان لوگوں کے ساتھ دشمنوں پر حملے کرنے اور انھیں
مار مار کے ہٹانے لگے۔ انھیں حملوں کے درمیان اشتر کو بنی ہمدان کے آٹھ سو بہادر ملے جنھوں
(بنی ہمدان کی جانبازی۔)
نے اس سمت میں بڑی بہادری دکھائی تھی۔ اُن کے گروہ کے اسی آدمی اور اُن کے
گیارہ سردار مارے جا چکے تھے۔ جب اہل شام نے اُن پر سختی سے حملہ کیا ہے تو پہلے اُن کے
علمبردار ذؤیب بن شریح نے پامردی سے مقابلہ کیا اور مارے گئے۔ پھر ذؤیب کے بھائی شرحبیل
نے جھنڈا لیا۔ پھر مرثد نے پھر ہبیرہ نے پھر بریم نے پھر شمر نے یکے بعد دیگرے جھنڈا لیا اور
سب مارے گئے۔ یہ سب ایک باپ کے بیٹے اور بھائی بھائی تھے۔ جب یہ بھی مارے جا چکے تو
بشر کے دو بیٹوں عمیرہ اور حرشہ نے ایک دوسرے کے بعد جھنڈا لیا اور دونوں مارے گئے
تب زیاد کے تین بیٹوں سفیان عبداللہ اور بکر نے باری باری جھنڈا لیا اور تینوں مارے گئے

آخر میں وہب بن کریب نے جھنڈا لیا اور بہادری سے مقابلہ کرنے لگا۔ ان پر جب زیادہ یورش ہوئی اور دشمنوں کا سخت دباؤ پڑا تو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ پسپا ہونے لگے مگر پسپائی کی حالت میں بھی یہ لوگ کمال حسرت کے ساتھ نعرے لگاتے جاتے تھے کہ "کاش کچھ اہل عرب ہمارے معاون بھی ہوتے جو ہمارے ساتھ جان دینے کی قسم کھاتے اور ہم سب اس شان سے قتل گاہ کی طرف چلتے کہ بغیر فتح کیے یا جان دیے قدم نہ ہٹاتے۔" اشتر نے

اشتر کا اہل کوفہ کے ساتھ

ان کے یہ نعرے سُنے تو للکار کے کہا "میں تمھارے ساتھ قسم کھاتا ہوں کہ ہم لڑائی سے منھ نہ موڑیں گے تا آنکہ فتحیاب نہ ہوں۔ یا مارے نہ جائیں۔" یہ سُنتے ہی وہ سب اشتر کے ساتھ ہو لیے۔ اور میمنہ کی طرف دشمنوں پر زور و شور سے حملہ کر دیا۔ اب ان لوگوں کی یہ حالت تھی کہ جس گروہ اور لشکر پر جا پڑتے اُسے اپنی جگہ سے ہٹا دیتے۔

زیاد کا زخمی ہونا۔

اسی درمیان میں اشتر نے دیکھا کہ زیاد بن نضر حارثی کو لوگ اُٹھائے لیے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ لڑتے لڑتے زخمی ہو کر گرے تھے اور بیہوش تھے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ جب میمنہ کے سردار عبد اللہ بن بدیل پر دشمنوں نے سخت یورش کی تو وہ عبد اللہ کی مدد کے لیے آئے اور اپنا جھنڈا بلند کر کے پامردی سے مقابلہ کرنے لگے مگر دشمنوں کا زور اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ زخمی ہوئے اور بیہوش زمین پر گرے۔ ان کے گرنے پر یزید بن قیس ارحبی نے جھنڈا بلند کیا اور وہ بھی لڑائی میں زخمی ہو کر گرے تو ان دونوں کو بعض بہادران فوج ہاتھوں پر اُٹھا کے لشکر گاہ کی طرف لے چلے۔ اشتر نے اُن کو اس حال میں دیکھا تو کہا "خدا کی قسم صبر جمیل اسی کو کہتے ہیں۔" اور بھاگنے والوں سے کہا "جو لوگ بغیر جان دیے میدان سے بھاگتے ہیں انھیں شرم نہیں آتی؟"

اشتر برابر اسی طرح معرکہ آرائی کر رہے تھے۔ اور حرث بن جمہان جعفی اُن کے برابر تھے اور شانے سے شانہ ملائے ہوئے تھے۔ آخر ان لوگوں نے حملہ کرتے کرتے عصر و مغرب کے درمیان شام والوں کو کمزور کر دیا ان کی صفیں درہم و برہم کر دیں۔ اور انھیں یہاں تک پسپا کیا کہ خاص معاویہ کے خیمے کے قریب پہونچا دیا۔ ان لوگوں کو پسپا کرنے کے بعد اشتر عبد اللہ بن بدیل کے پاس پہونچے جو دو تین سو قاریان قرآن کے ساتھ اہل شام کے نرغے میں گھرے ہوئے تھے مگر جس جگہ تھے وہیں قدم جمائے کھڑے تھے لیکن بالکل نا اُمید اور زندگی سے مایوس تھے انھوں نے جو اشتر وغیرہ کو دیکھا تو پکار کے پوچھا "امیر المومنین کا کیا حال ہے؟"

اہل شام کی پسپائی

ابن بدیل کی حالت

اشتر نے جواب دیا "آپ میسرہ میں ہیں۔ زندہ و سلامت موجود ہیں اور اپنے مقابل والوں سے لڑ رہے ہیں" یہ سنتے ہی سب کی زبان سے نکلا "الحمد للہ! ہمارا خیال تھا کہ وہ اور تم سب مارے گئے"

اُنکی شجاعت

عبد اللہ بن بدیل نے جیسے ہی دشمنوں کے نرغے سے چھٹکارا پایا اشتر سے کہا "لیجئے اب ہم سب کو لے کر آپ باغیان شام پر حملہ کریں" اشتر نے کہا "آپ سخت مقابلے کی وجہ سے تھک گئے ہیں۔ لہذا آپ اور آپکے ہمراہی ہماری صفوں کے پیچھے چل کے ٹھہریں" عبد اللہ نے نہ مانا۔ جوش کے ساتھ معٰویہ کی طرف بڑھے اور اس شان سے کہ دونوں ہاتھوں میں دو تلواریں تھیں اور ساتھ والے پیچھے پیچھے تھے۔ سامنے دشمنوں کے زبردست گروہ قدم جمائے کھڑے تھے۔ اور عبد اللہ اُن میں گھستے اور بڑھتے چلے جاتے تھے جو قریب آتا اُس کو مار کے گرا دیتے۔ چنانچہ ایک گروہ عظیم اُن کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور وہ معٰویہ کے قریب جا پہونچے۔ یہ دیکھتے ہی بہادران شام نے ہر طرف سے سمٹ کر معٰویہ کو اپنے حلقے میں کر لیا اور اُن کے اِردگرد سخت خونریزی ہونے لگی

اور مارا جانا

اگرچہ شام والوں کی قوت اِس جگہ بہت زیادہ تھی۔ مگر عبد اللہ بن بدیل نے قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ بہتوں کو قتل کیا۔ اور آخر خود بھی لڑتے ہوے مارے گئے۔ ہمراہیوں میں سے بعض نے سفر آخرت میں اُن کا ساتھ دیا اور بہت سے اس شان کے ساتھ واپس آئے کہ زخموں سے چور تھے۔ اب شام والے ان کے تعاقب میں تھے اور کسی طرح اُن جانبازوں کا پیچھا نہ چھوڑتے تھے۔ اُن کی یہ نازک حالت دیکھ کر اشتر نے حرث بن جمجان جعفی کو حملہ کا حکم کیا انھوں نے جب اپنے گروہ کو لے کر حملہ کیا تو شام والوں نے عبد اللہ مرحوم کے باقی ماندہ رفیقوں کا پیچھا چھوڑا۔

معٰویہ اور انکی شجاعت کا اعتراف۔

عبد اللہ جب کاری زخم کھا کے گرے اور زمین پر پاؤں رگڑ رہے تھے کہ دور سے معٰویہ نے دیکھا اور اپنے رفیقوں سے کہا "اُس مذبوح مینڈھے کی حالت دیکھتے ہو؟" پھر جب لاش ٹھنڈی ہو گئی تو لوگوں سے پوچھا "یہ کون شخص تھا؟" اہل شام میں سے کوئی نہ پہچان سکا۔ خود قریب آئے اور حیرت کے ساتھ کہا "ارے! یہ تو عبد اللہ بن بدیل ہیں! اگر بنی خزاعہ کے مرد تو مرد ہیں اُن کی عورتوں سے بھی جہاں تک بنے گا بے لڑے نہ رہیں گی"

اشتر کی اور کارگزاریاں

اب اشتر نے بنی عک اور اشعریوں کو ساتھ لے کر دشمنوں پر حملہ کیا اور بنی مذحج سے جو پہلے سے ساتھ دے رہے تھے کہا "ایسی بہادری دکھاؤ کہ ہمیں بنی عک کی مدد کی ضرورت

نڈر ہے پھر بنی ہمدان کے قریب گئے۔ اور اُن سے کہا "ایسی شجاعت دکھاؤ کہ ہم اشعریوں کی طرف سے بے پروا ہو جائیں"۔ یہ سب قبائل جب یکایک شام والوں کی صفوں پر جا پڑے تو ہنگامۂ قیامت نظر آگیا۔ شام کے وقت یکساں جوش و خروش سے بازارِ جاں ستانی گرم رہا۔ آخر خود اشتر نے مذکورہ گروہوں کو لے کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ شام والوں کو اپنی جگہ چھوڑ دینی پڑی۔ اور وہ لوگ ہٹتے ہٹتے معٰویہ کے گرو کی اُن پانچ صفوں کے پاس پہونچ گئے جن کے شور ما جان دینے کو تیار تھے اور جن کے عماموں کے شملے ایک دوسرے میں بندھے ہوئے تھے۔

اہل شام کی پسپائی۔

اشتر نے اُن کے تعاقب میں یہاں تک پہونچ کر از سر نو حملہ کیا۔ وہ پانچوں صفیں بھی درہم برہم کر دیں۔ اور معٰویہ سے بہ آواز بلند کہا "مرد ہو تو میرے مقابلے پر آؤ" معاویہ فوراً گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور انہیں سے اس موقع پر یہ روایت نقل کی جاتی ہے کہ "اس گھڑی بالکل میرا ارادہ ہو گیا تھا کہ میدان چھوڑ کے بھاگ جاؤں۔ مگر جاہلیت کے تین اشعار رجز یاد آگئے انھوں نے مجھے روک دیا"۔ آخر انھوں نے عمرو بن عاص کی طرف دیکھا انھوں نے کہا "آج کا دن صبر کا ہے اور کل فخر کا دن ہوگا" معٰویہ نے کہا "سچ کہتے ہو"۔ مگر معلوم ہوتا ہے مقابلے پر آنے کی جرات نہ ہوئی۔

اشتر کا معٰویہ کو مقابلہ پر بلانا۔

اس قیامت خیز معرکے کے وقت حضرت علیؓ کی طرف سے جندب بن زہیر نے بڑھ کے مردانہ حملہ کیا۔ شام کی طرف بنی ازد نے ان کا حملہ روکا۔ اور ازدیوں کے سردار کے ہاتھ سے جندب مارے گئے۔ پھر جندب ہی کے گروہ کے معزز شہسواروں میں سے عبداللہ کے دو بیٹے عجل اور سعد اور ابو زینب بن عوف بھی مارے گئے۔

جندب کا مارا جانا۔

اور بہادر جان دینے والے۔

اسی اثنا میں لشکر مرتضوی سے عبداللہ بن ابی الحصین ازدی اُن قاریان قرآن کو لے کر بڑھے جو عمار بن یاسر کے ساتھ تھے۔ مگر مارے گئے۔ اسی شدت جنگ کے موقع پر عقبہ بن حدید نمیری حضرت علیؓ کے لشکر سے جوش و خروش کے ساتھ یہ کہتے ہوئے نکلے "لوگو مرغزار دنیا خشک ہو گیا۔ اس کے پودے مرجھا گئے۔ اس کی اچھی چیزیں بُرائی ہو گئیں۔ اور اس کی شیرینی تلخ ہو گئی۔ میں دنیا سے تنگ آگیا ہوں۔ اپنے نفس کو اس کے شوق سے روک دیا ہے۔ اور شہادت کی تمنا ہے۔ اس چیز کو ہر معرکہ اور ہر تاخت میں ڈھونڈھتا رہا ہوں۔ مگر خدا کو منظور ہوا کہ آج کے سوا اور کسی معرکے میں میری مراد پوری ہو۔ پس اب اس گھڑی سے میں اس کا متلاشی ہوں۔ اور آرزو ہے کہ آج بھی اس نعمت سے محروم نہ رہ جاؤں۔ خدا کے

ایک بہادر متقی کی مرگ۔

سنو، اس شخص پر جہاد کرنے میں تمھیں کس بات کا انتظار ہے جو خدا سے دشمنی کر رہا ہے" یہ ایک بہت ہی پُر اثر تقریر تھی۔ پھر اپنے بھائیوں سے کہا میرے بھائیو اس دارِ دنیا کو چھوڑ کے میں اس دارِ آخرت کی طرف جاتا ہوں جو سامنے ہے۔ اور لو دیکھو میرا مقصد اسی کی طرف ہے" یہ کہا اور دشمنوں پر جا پڑے۔ یہ کلمات سُن کر اُن کے تین بھائی عبداللہ، عوف اور مالک نے کہا "آپ کے بعد ہم بھی دنیا کا رزق نہیں چاہتے" اور سب اُن کے ساتھ تھے۔ یہ حضرات ایسی بہادری کے ساتھ سربکف ہو کر اہلِ شام کے گروہ میں گھسے کہ پھر واپس نہ آئے۔

شمر اور حضرت علیؓ کی رفاقت

اب حضرت علیؓ کے لشکر سے شمر بن ذی الجوشن میدان میں آیا اور ادہم بن محرز باہلی کا اُس کا سامنا ہو گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ شمر کی تلوار اچھی پڑی اور ادہم کی تلوار بھی کچھ زیادہ کارگر نہ ہوئی۔ شمر تلوار کھا کر واپس آیا چونکہ پیاسا تھا پانی پیا۔ اور نیزہ لے کر پھر ادہم کے مقابلے پر جا پہنچا اور اُسے مار کے گرا دیا۔ اسی شمر کو چند روز بعد جب ہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں دیکھتے ہیں تو سخت حیرت ہوتی ہے۔ مگر اس زمانے تک اُس کا شمار شیعیانِ علیؓ میں تھا۔ وہ نہ معاویہ کے ساتھ والے شیعیانِ عثمانؓ میں تھا اور نہ قاعدین میں جو الگ بیٹھ رہے تھے اور دونوں طرف لڑائی میں شریک ہونے کو گناہ سمجھتے تھے۔ اسی شمر پر موقوف نہیں وہ تمام لوگ جنھوں نے حضرت حسینؓ کی دشمنی پر کمر باندھی سب کوفے کے شیعیانِ علیؓ میں شمار کیے جاتے تھے۔

ابن مکشوح کا خالد کے بیٹے پر حملہ

لشکرِ مرتضوی میں بنی بجیلہ کا علم ابو شداد قیس بن ہبیرہ احمسی کے ہاتھ میں تھا۔ یہ وہی شخص ہے جو قیس مکشوح کہلاتا تھا اس لیے کہ مکشوح اُس کے باپ ہبیرہ کا لقب تھا۔ قیس نے جوش میں آ کر اپنے رفیقوں سے کہا "میں خدا کی قسم تمھیں ہے کہ سنہری ڈھال والے کے سامنے جا پہنچوں گا" سنہری ڈھال والے سے مراد سیف اللہ خالد بن ولید کے فرزند عبدالرحمٰن تھے جو معاویہ کی طرف تھے۔ قیس نے جان پر کھیل کے ایسا حملہ کیا کہ عبدالرحمٰن کے پاس پہونچ گیا اور اُن پر تلوار کا بھرپور ہاتھ مارا۔ مگر معاویہ کا ایک رومی غلام بیچ میں آ گیا۔ اُس نے بڑھ کر اپنی تلوار سے قیس کی ایک ٹانگ اُڑا دی

اور مارا گیا

مگر قیس نے ایسا بیکار کر دینے والا زخم کھانے پر بھی اس غلام کو مار ڈالا مگر اب وہ شام والوں میں گھرا ہوا تھا اور سب طرف سے اُس پر نیزے پڑ رہے تھے آخر انھیں کے زخموں سے چُور ہو کے اُس نے جان دے دی۔ قیس کے بعد جھنڈے کو عبداللہ بن قلع احمسی نے

اور ناموروں نے جانیں دیں

اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور وہ بھی بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ تب عفیف بن ایاس نے جھنڈا

بلند کیا۔ اب بہت سے لوگ درمیان میں آگئے تھے لہذا عفیف کی جان بچ گئی۔

حازم ابن ابی حازم بھی اس معرکہ میں حضرت امیر المومنینؓ کی طرف سے مارا گیا۔ یہ اُس عہد کے ناموروں میں تھا۔ اُس کے پدر بزرگوار ابو حازم جن کو شرف صحبت رسالت حاصل تھا وہ بھی اس معرکے میں فرزند کے ساتھ مارے گئے اور نعیم بن صہیب جو ایک مشہور بزرگ تھے انھوں نے بھی حضرت علیؓ کی رفاقت میں شربت مرگ پیا۔

لشکر کوفہ کی پسپائی

اس وقت کوفہ والوں کا لشکر جا بجا پسپا ہو رہا تھا اور اہل شام کا زور تھا حضرت علیؓ نے اپنے میمنہ والوں کو پسپا اور دشمنوں کے حملوں سے منتشر ہوتے دیکھا تو یہ خطرناک منظر نظر آیا کہ دشمن اُن کے مرکز اور مستقر پر چڑھ آئے ہیں اور اُن پر برابر وار کر رہے ہیں، لپک کے

حضرت علیؓ کی اور تقریر

ان لوگوں کے پاس پہونچے اور زبان فصاحت ترجمان سے فرمایا میں نے دیکھا کہ تم نے اپنی صفوں کے شکل کے جولانیاں دکھائیں اور یہ بھی دیکھا کہ ظالم سرکشوں اور شامی بدویوں نے تم پر حملہ کیا۔ تم شرفائے عرب ہو، بڑے گروہ والے ہو، تلاوت قرآن سے شب زندہ داری کرنے والے ہو۔ اور لوگوں کو حق کی طرف بلاتے ہو۔ اس پیٹھ دکھانے کے بعد تم نے پھر لڑائی کی طرف منہ نہ موڑا تو تم پر وہی حکم عاید ہو جائے گا جو میدان چھوڑ کے بھاگنے والوں کا ہوا کرتا ہے اور تم ہلاکت میں پڑ جاؤ گے لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ جیسی شکست ان لوگوں سے تم کو ہوئی ہے ویسی ہی شکست تم نے ان کو دی۔ اپنے سامنے سے ان کو ہٹا دیا۔ اور ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگے جاتے ہیں۔ جیسے اونٹوں کا گلہ کسی سخت ہنگامے سے بھاگا ہو۔ صبر کرو۔ من جانب اللہ تسلی و تسکین تمھارے دلوں پر نازل ہوئی، تم کو ثابت قدم بنا دیا، اور شکست کھانے والوں پر کھل گیا کہ انھوں نے خدا کو ناراض کیا اور اپنے نفس کو اس کا نافرمان بنایا۔ یہ حضرت علیؓ کا ایک نہایت ہی فصیح اور طولانی خطبہ تھا جس نے اُن کے جاں نثاروں پر بڑا اثر کیا۔

بشر و مالک کی لڑائی۔

بشر بن عصمہ مری معاویہ کے گروہ سے جا ملا تھا۔ اُس نے جو دیکھا کہ مالک بن عقدیہ جشمی اپنے زور و شور کے حملوں سے اہل شام کو پسپا کر رہا ہے تو طیش آگیا اور میدان میں آکر مالک کے مقابل ہوا دونوں میں ہتھیار چلنے لگے اور دیر تک لڑنے کے بعد بشر نے مالک کو مار کے گرا دیا۔ مگر بغیر اس کے کہ مغلوب کر لینے کے بعد قتل کرے واپس گیا اور اپنے اس فعل پر نادم ہوا۔

ابن طفیل کی شجاعت۔

عبداللہ بن طفیل بکالی نے حضرت علیؓ کی طرف سے بڑھ کے شام والوں پر سخت حملہ کیا

جوہر شجاعت دکھا کے پلٹا تھا کہ قیس بن مرہ نام ایک تمیمی شخص نے جو پہلے تو اہل عراق میں تھا مگر معاویہ سے جا ملا تھا اور لشکر شام میں تھا جھپٹ کے عبداللہ کی پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان نیزہ پہنچایا کہ ایک جھٹکے میں پار کر دے۔ اتفاقاً عبداللہ بن طفیل کے بھتیجے یزید بن معاویہ کی نظر پڑ گئی فوراً بجلی کی طرح تڑپ کے پہنچا اور اپنا نیزہ قیس کی پیٹھ سے لگا کے کہا تم نے ان کو مارا اور میں نے تمہارا کام تمام کیا۔ قیس نے پلٹ کے یزید کی صورت دیکھی تو گھبرا کے کہا "خدا کے لیے اپنا نیزہ ہٹاؤ۔ وعدہ کرتا ہوں کہ میں بھی اپنا نیزہ عبداللہ کی پیٹھ پر سے ہٹا لوں گا" چنانچہ یہی ہوا اور دونوں بچ گئے۔

اور بہادریاں

ایک عکی شخص اہل شام کی طرف سے نکلا اور نعرہ لگایا کہ میرے مقابلے پر کون آتا ہے؟ ادھر سے قیس بن فہدان کندی نکلا اور دونوں بہتیرے بدل بدل کے نیزہ بازی کرنے لگے۔ اتنے میں لشکر عراق کے ایک شخص عبدالرحمن نام نے جھپٹ کے اس عکی کو نیزہ مار کے گرا دیا۔

بھائی بھائی کا سامنا۔

اسی موقع پر اہل شام کی طرف سے قیس بن یزید نکلا۔ یہ ان لوگوں میں تھا جو حضرت علیؓ کے لشکر سے بھاگ کے معاویہ سے جا ملے تھے اس کے مقابلے پر ادھر سے اس کا سگا بھائی عمرطہ بن یزید نکلا۔ قریب پہونچتے ہی دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ کچھ دیر ٹھہر کے آپس میں باتیں کیں۔ پھر منہ پھیر کے اپنے اپنے لشکر کا راستہ لیا۔ اور لوگوں نے واپسی کا سبب پوچھا تو عذر کر دیا کہ "بھائی سے کون لڑتا؟"

بنی سطے کی بہادری۔

بنی سطے نے بھی حضرت علیؓ کی طرف سے خوب خوب جاں بازیاں دکھائیں اور یہ جس وقت وہ لوگ ثابت قدمی سے جوش جاں بازی دکھا رہے تھے حمزہ بن مالک نے پکار کے کہا "واہ اے بنی سطے! واہ! میرے پاس جو کچھ ہے سب تم پر قربان۔ شاباش دین کے لیے لڑو اور اپنے حسب کے لیے لڑو۔"

آنکھ پھوٹنے پر فخر

بشر بن عسوس نے زور و شور سے حملہ کیا معرکۂ کارزار میں ایک آنکھ جاتی رہی اس پر فخر کرنے میں چار شعر کہے جن کا مفہوم یہ تھا کہ کاش دوسری آنکھ بھی پھوٹ گئی ہوتی۔ اور لوگ مجھے پکڑا کے لے چلتے۔ کاش میرے پاؤں اور ہاتھ بھی کٹ گئے ہوتے اور میں لولا لنگڑا ہوتا۔"

بنی نخع کی مردانگی

بنی نخع یعنی اشتر کے قبیلے والے بھی اس روز سخت لڑائی لڑے۔ چنانچہ ان میں سے وہ سے وہ دو بیٹے حیان اور بکر شعیب بن نعیم ربیعہ بن مالک اور حنبل اور فقیہ علقمہ بن قیس کے

ٹانگ کٹنے پر ناز

بھائی اُبی مارے گئے۔ خود علقمہ کی ٹانگ اس معرکے میں کٹ گئی تھی۔ اس پر اُن کو ناز رہا۔ اکثر کہا کرتے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری ٹانگ موجود ہوتی۔ میں تو اس کے عوض جزائے خیر اور ثواب آخرت کا امیدوار ہوں"۔ یہ بھی ان کا بیان تھا کہ میں نے اپنے بھائی اُبی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا وہاں تمہیں کیا پیش آیا؟ کہا خدا کے سامنے ہمارا اور حریفوں کا سامنا ہوا۔ ہم دونوں اپنی اپنی دلیلیں پیش کرتے رہے اور آخر ہمیں اُن پر غالب آئے۔ اس خواب پر مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا"۔ ان کے یہ مرحوم بھائی اُبی اس کثرت سے نمازیں پڑھا کرتے تھے کہ ان کا لقب ہی "نمازی" مشہور ہو گیا تھا۔

معزز تر قبیلہ بنی حمیر کے جو لوگ امیر معٰویہ کے لشکر میں تھے اُن کے سردار نامور شہسوار یمن ذوالکلاع تھے۔ حضرت عمرؓ کے فرزند عبید اللہ بھی انہیں کے گروہ میں تھے اور یہ سب لوگ لشکر شام کے میمنہ پر تھے۔ انھوں نے جو حملہ کیا تو بنی ربیعہ پر آپڑے جو حضرت علیؓ کے میسرہ پر تھے۔ بنی ربیعہ کے گروہ میں عبد اللہ بن عباس بھی تھے۔ یہ حملہ ایسا سخت تھا کہ بنی ربیعہ کا جھنڈا ڈگمگانے لگا جو ابو ساسان حصین بن منذر کے ہاتھ میں تھا۔ بنی حمیر حملہ کرکے پیچھے ہٹے تو عبید اللہ بن عمرؓ نے اُن میں سے نکل کر دوبارہ حملہ کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا "اے اہل شام یہ عراق والے قاتلان عثمانؓ اور مددگاران علیؓ ہیں۔ اُن پر نہایت سخت حملہ کرو"۔ بنی ربیعہ نے ان کے حملے کو بڑے استقلال سے روکا۔ اور نہایت ثابت قدمی دکھائی۔ چند کمزوروں بزدلوں کے سوا تمام علمبردار کل بہادر شہسوار اور سب حافظان قرآن اپنی اپنی جگہ پر قائم رہے۔ ان لوگوں کے استقلال کی وجہ سے سخت خونریزی ہوئی۔ آخر بنی ربیعہ کے ایک سردار خالد بن معمر اور اُن کے گروہ کو شکست ہو گئی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد جب انھوں نے دیکھا کہ اُن کے قبیلے کے تمام علمبردار اپنی جگہ پر قائم ہیں تو پلٹے اور ساتھ والے شکست پایوں کو بھی للکار کے پلٹایا اور پھر لڑنے لگے۔

حضرت عمرؓ کے فرزند عبید اللہ

خالد بن معمر

انھیں خالد کا واقعہ ہے کہ اس سے پیشتر اُن سے متعلق لوگوں نے حضرت علیؓ سے سامنے چغلی کھائی تھی کہ وہ معٰویہ سے مراسلت کرتے ہیں۔ آپ نے اُن کو اور تمام بنی ربیعہ کو سامنے بلوا کے صاف صاف کہدیا تھا کہ تمھارے بارے میں مجھ سے یہ شکایت کی گئی ہے۔ پھر فرمایا تھا "اگر یہ صحیح ہے تو تم کو میرا ساتھ دینے کی ضرورت نہیں جس شہر میں جی چاہے چلے جاؤ۔ مگر ہاں ایسی جگہ جاؤ کہ وہاں معٰویہ کی حکومت نہ ہو۔ خالد نے اس اتہام سے

ان پر بدگمانی

اپنی برأت ظاہر کی تھی اور بنی ربیعہ نے اقرار کیا تھا کہ امیر المومنین اگر ہم پر ثابت ہو گیا کہ یہ معاویہ سے خط و کتابت کرتے ہیں تو ہم خود ہی ان کو قتل کر ڈالیں گے۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے وفاداری کا عہد و پیمان لے کر انھیں آزادی عطا فرمائی تھی۔ اب اس موقع پر وہ میدان سے بھاگ گئے تو بعض لوگوں نے انھیں متہم کیا۔ انھوں نے یہ عذر کیا کہ اپنے گروہ کے بعض لوگوں کو بھاگتے دیکھ کر میں چلا تھا کہ ان مفرورین کو واپس لے جاؤں۔ اور جن لوگوں نے میرا کہنا مانا ان کو لے کر میں نے پھر دشمنوں پر حملہ کیا۔ انھوں نے اس حملے کے موقع پر بنی ربیعہ کو اس طرح للکار کے بڑھایا کہ بنی حمیر اور عبیداللہ بن عمر کے مقابلے میں انھوں نے بے نظیر جاں بازی دکھائی۔ چنانچہ اس کوشش میں ان کے بہت سے آدمی مارے گئے اور حصین بن ریان عجلی بھی مارے گئے جو بڑے رعب داب کے شہسوار تھے۔ بنی ربیعہ کی یہ حالت دیکھ کر زیاد بن عمرو بن خصفہ نے قبیلہ بنی عبدالقیس کے گروہ سے پکار کے کہا حمیر والوں نے بنی بکر بن وائل (بنی ربیعہ) پر آفت ڈھا رکھی ہے۔" پھر نعرہ لگایا کہ "اے بنی عبدالقیس آج کا دن پھر نہ آئے گا۔" یہ سنتے ہی بنی عبدالقیس بنی ربیعہ کی کمک پر پہونچ گئے۔ اور ایسے جوش و خروش سے حملہ کیا کہ بنی حمیر بجائے غالب ہونے کے مغلوب ہو گئے۔ اور ان کے سردار ذوالکلاع حمیری اور عبیداللہ بن عمر بن الخطاب مارے گئے۔

اور برأت

ذوالکلاع و عبیداللہ بن عمر مارے گئے

عبیداللہ بن عمر کا قاتل محرز بن حنصع بتایا جاتا ہے جو بصرے کے بنی تیم اللہ میں سے تھا عبیداللہ کی مشہور تلوار ذوالوشاح جو خاص حضرت عمرؓ کی تلوار تھی اس کے ہاتھ لگی۔ ایک مدت کے بعد جب عراق کی حکومت بھی معاویہ کے ہاتھ میں آئی تو انھوں نے وہ تلوار اس سے لے لی بعض راویان اخبار عبیداللہ کا قاتل ہانی بن خطاب ارحبی کو بتاتے ہیں۔ اور بعض مالک بن عمر تنعی حضرمی کو۔ واللہ اعلم۔

حضرت عمرؓ کی تلوار ذوالوشاح

اس عصر کے وقت عمار بن یاسر نے میدان میں آکر کہا خداوندا تو جانتا ہے کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ تیری مرضی یہ ہے کہ اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دوں تو مجھے اس میں ذرا تامل نہ ہوگا اسی طرح اگر مجھے معلوم ہو کہ تیری مرضی اس میں ہے کہ اپنی تلوار کو اپنے پیٹ میں اس طرح بھونکوں کہ پیٹھ توڑ کے نکل جائے تو اس میں بھی مجھے مطلق دریغ نہ ہوگا۔ آج مجھے کوئی تیرا اس سے زیادہ پسندیدہ کام نہیں نظر آتا کہ ان بدکاروں کے مقابلے میں جہاد کروں۔ اور اگر جانتا کہ اور کوئی کام تجھے اس سے زیادہ پسند ہے تو میں اسی کو اختیار کرتا۔ میں ایک ایسے گروہ کو

عمار کی تقریر

دیکھتا ہوں جو خدا کی قسم ایسے ایسے زبردست وار کریں گے کہ باطل پرستوں کے دلوں میں شبہ پیدا ہو جائے۔ لیکن یہ لوگ مجھے اگر مارتے مارتے علاقہ ہجر کے صحراؤں تک دھکیل دیں تو بھی یہی یقین رہے گا کہ میں حق پر ہوں اور یہ باطل پر ہیں"۔ پھر للکار کے کہا "کون خدا کی رضامندی چاہتا ہے؟ کون ثروت دنیا اور اپنے فرزندوں کو چھوڑتا ہے؟" فوراً جوانمردوں کا ایک گروہ سامنے آکھڑا ہوا کہ ہم اس کے لیے تیار ہیں۔ اُن کو دیکھ کر عمار نے کہا "چلو ان لوگوں پر حملہ کریں جو خون عثمانؓ کے انتقام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر خدا کی قسم یہ لوگ ان کا انتقام نہیں چاہتے بلکہ انھیں ثروت دنیا کا چسکا پڑ گیا ہے۔ اُسے چاہتے ہیں۔ یہ لوگ خوب سمجھے ہوئے ہیں کہ جب ہمیں حق کی پابندی کرنا پڑے گی تو وہ ہمارے اور ہماری ہوسوں کے درمیان میں حائل ہو جائے گا اور نہ ان لوگوں نے پیشتر کوئی ایسے کارنامے دکھائے ہیں کہ لوگوں کو اپنا مطیع کرنے اور حکومت کرنے کے مستحق ہوں۔ یہ دعویٰ کہ ہمارے امام مظلوم مارے گئے۔ اس لیے ہے کہ اس بہانے سے بادشاہ جبار بن جائیں اور اپنی ہوسیں پوری کریں۔ یہ بہانہ ان کے ہاتھ نہ لگ گیا ہوتا تو دو آدمی بھی ان کا ساتھ نہ دیتے۔ خداوندا اگر تو ہماری مدد کرے تو کوئی نئی بات نہیں۔ تو نے اکثر ہماری مدد کی ہے لیکن اگر تو ان کی مدد کرے تو ان لوگوں نے جو فتنہ پیدا کر رکھا ہے اس کے پاداش کے لیے تو عذاب عظیم کو تیار رکھ"۔

اُن کا حملہ۔ یہ کہہ کر عمار دشمنوں کی طرف جھپٹے۔ اور وہ گروہ اُن کے ہمراہ تھا۔ میدان صفین میں جس طرف ان کا گزر ہوتا اور کوئی صحابی رسول اکرم صلعم ملتا تو بلا تامل ان کے ساتھ ہو جاتا۔ اس طرح چکر لگاتے ہوئے وہ ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کے پاس پہنچے جو مرقال کے لقب سے مشہور تھے۔

ہاشم اُن کے ہمراہ ہوئے۔ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھتیجے اور حضرت علیؓ کے ایک علمبردار تھے۔ اور یک چشم تھے۔ عمار نے اُن کی صورت دیکھتے ہی کہا "اے ہاشم یک چشم۔ یک چشم کے لیے بزدلی اچھی نہیں"۔ سوار ہو۔ وہ فوراً گھوڑے پر سوار ہو کے ساتھ ہو لیے۔ رجز کے طور پر دو شعر ان کی زبان پر تھے۔ اور عمار کہہ رہے تھے۔ "بڑھو ہاشم بڑھو جنت تلوار کے سایے میں اور موت تیروں کی نوکوں کے نیچے ہے۔ آسمانوں کے دروازے کھل گئے۔ حوروں نے سنگھار کر لیا۔ اور آج میں اپنے دوستوں اور محمد صلعم کے گروہ سے جا ملوں گا"۔

عمرو بن عاص سے اُن کی گفتگو۔ یہ کہہ کر بڑھے تو عمرو بن عاص کا سامنا ہو گیا۔ دیکھتے ہی چلائے "عمرو تم نے دین کو مصر کے بدلے بیچ ڈالا

حکومت پر پیچ ڈالا"۔ انھوں نے کہا "ایسا نہیں ہے۔ میں تو عثمانؓ کے خون کا انتقام لینا چاہتا ہوں"
عمار بولے "مگر جہاں تک مجھے علم ہے تم اپنے اس فعل سے خدا کی رضامندی نہیں چاہتے۔
عمرو! یاد رکھو کہ آج نہ مرے تو کل مرو گے۔ اگر اس گھڑی کا خیال کرو جب ہر شخص کو اس کی
نیت کے مطابق پھل ملے گا۔ خوب غور کر کے دیکھو کہ تمھاری نیت کیا ہے۔ تم اس بزرگ
کے جھنڈے کے مقابلہ میں ہو اُن کا تمھارا مقابلہ پہلے بھی تین بار ہو چکا ہے اور یہ چوتھی
بار ہے۔ اور یہ چوتھا بھی اُن اگلے تین مقابلوں سے کچھ اچھا اور نیکی ہی کا نہیں ہے"
یہ کہہ کے عمار نے حملہ کر دیا۔

مسلمانوں کا عمار سے لڑنے سے ڈرنا

صحابہ اور عام مسلمان عمار کا مقابلہ کرتے اور جس گروہ میں وہ ہوں اُس کے مقابلے
پر ہتھیار اُٹھاتے ڈرتے تھے۔ اور باہم ایک دوسرے کو سمجھایا کرتے تھے کہ خبردار اُس
گروہ کی مخالفت نہ کرنا جس کے ساتھ سمیہ کے بیٹے یعنی عمار ہوں (سمیہ ان کی والدہ کا نام
تھا) اس رکاوٹ کی وجہ یہ تھی کہ حضرت رسول خدا صلعم نے اُن کی نسبت فرمایا تھا کہ "انھیں
ایک باغی اور سرکشتہ گروہ قتل کرے گا"۔ ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا تھا کہ "اُن کی آخری غذا
پانی ملا ہوا دودھ ہوگا"۔

اُن کی آخری غذا

اس پیشین گوئی کے مطابق جب مرنے کا وقت آیا تو عمار پکار پکار کے کہنے لگے
"میری دنیا کی آخری غذا لاؤ"۔ کسی نے ایک پیالہ پانی ملے دودھ کا دے دیا۔ اُس کو پیا
اور زخمی ہو کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ابو الغادیہ نام ایک شخص نے اُن کو قتل کیا۔ اور
ابن حوی سکسکی نے اُن کا سر کاٹا۔

اُن کا مارا جانا

رسول خدا صلعم کی پیشین گوئی

ذوالکلاع حمیری جن کے مارے جانے کا حال بیان ہو چکا انھوں نے ایک بار
خود عمرو بن عاص کی زبان سے سنا تھا کہ رسول خدا صلعم نے عمار سے فرمایا کہ "تمھیں ایک
باغی گروہ قتل کرے گا اور تمھاری آخری غذا پانی ملا ہوا دودھ ہوگا"۔ اس کے بعد ذوالکلاع
نے جو عمار کو حضرت علیؓ کے لشکر میں دیکھا تو عمرو بن عاص سے بار بار کہتے "یہ کیا؟ عمار
تو اُدھر ہیں"۔ اور عمرو یہ جواب دے دیا کرتے کہ "آخر میں وہ ہماری ہی طرف آجائیں گے"۔ اسی
درمیان میں عمار زندہ موجود تھے کہ ذوالکلاع حمیری مارے گئے۔ اور عمرو بن عاص نے
جناب معاویہ سے کہا "سمجھ میں نہیں آتا کہ میں عمار کے مارے جانے پر زیادہ خوش ہوں یا
ذوالکلاع کے مارے جانے پر؟ اگر عمار کے مارے جانے کے وقت ذوالکلاع زندہ

موجود ہوتے تو خدا کی قسم سارے شام والوں کو لے کر علیؓ سے جا ملتے"۔

مدعیان قتل عمارؓ

اب متعدد لوگوں نے معاویہ کے سامنے آکر دعویٰ کیا کہ ہم نے عمار کو قتل کیا ہے۔ عمرو نے ہر ایک سے یہ سوال کیا کہ جان دیتے وقت انھوں نے کیا کہا۔ اس کا جواب کوئی نہ دے سکا۔ یہاں تک کہ ابن حوی آیا۔ اور بیان کیا کہ مرتے وقت انھوں نے یہ کہا "آج میں اپنے دوستوں محمدؐ اور آپ کے ساتھیوں سے جا ملوں گا"۔ عمروؓ نے کہا "بیشک تو ہی ان کا قاتل ہے۔ اور یہ نہ سمجھ کہ تجھے کوئی کامیابی ہوئی۔ تو نے اپنے پروردگار کو ناراض کر دیا"۔ حضرت عمار کا قاتل ابو الغادیہ حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانے تک زندہ موجود تھا۔

لڑائی میں میل جول

اس لڑائی میں یہ خاص بات تھی کہ لڑائی کے وقت لوگ لڑتے تھے اور جب لڑائی رک جاتی تو دونوں طرف کے لوگ ایک دوسرے کے لشکر میں جا کے ملتے جلتے اور باتیں کرتے۔ عبدالرحمن سلمی جو حضرت علیؓ کے لشکر میں تھے کہتے ہیں جب عمار مارے گئے تو میں معاویہ کے لشکر میں گیا کہ دیکھوں ان لوگوں کو عمار کے مارے جانے کی خبر ہوئی یا نہیں۔ وہاں گیا تو دیکھا کہ معاویہ، عمرو بن عاص، ابو الاعور اور عبداللہ بن عمرو بن عاص گھوڑوں پر سوار ایک ساتھ باتیں کرتے چلے جاتے ہیں۔ اپنا گھوڑا بڑھا کے میں بھی ان کے درمیان میں ہو گیا تا کہ ان کی کوئی بات سننے سے نہ رہ جائے۔ عبداللہ نے اپنے والد سے کہا "آج آپ لوگوں نے اس شخص کو قتل کیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلعم نے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت ان کو دو دو اینٹیں اٹھا کے لاتے دیکھ کر ان کی گرد جھاڑی تھی اور فرمایا تھا کہ اے ابن سمیہ باوجودیکہ ثواب آخرت کے شوق میں تم بجائے ایک ایک کے دو دو اینٹیں لاتے ہو مگر تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا"۔ یہ سن کر عمرو نے معاویہ سے کہا "آپ نے سنا کہ عبداللہ کیا کہتے ہیں؟" پوچھا "کیا کہتے ہیں؟" عمرو نے بیٹے کی گفتگو بیان کی۔ سنتے ہی معاویہ نے کہا "تو کیا ان کو ہم نے قتل کیا؟ ان کا قاتل وہ ہے جو ان کو میدان میں لایا"۔ اور اسی گھڑی سے یہ جملہ تمام اہل شام کی زبان پر جاری ہو گیا۔

حدیث میں جناب معاویہ کی تاویل

خود حضرت علیؓ کا حملہ

عمار کے مارے جاتے ہی حضرت علیؓ نے بنی ربیعہ اور بنی ہمدان کو آواز دی اور کہا "تم ہی میری زرہ ہو اور تم ہی میرے نیزے ہو"۔ سنتے ہی ان قبائل کے بارہ ہزار جوانمرد حاضر ہوئے آپ نے ان کو خچروں پر سوار کرایا اور انھیں ساتھ لیکر بنفس نفیس دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اہل شام کی کوئی صف نہ تھی جس کو آپ نے اپنے اس حملہ سے درہم برہم نہ کر دیا ہو جس شخص کے پاس

پہونچتے اُسے قتل کر ڈالتے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے معٰویہ کے قریب جا پہونچے۔ اور اشعار رجز زبان پر تھے۔ یہاں پہونچتے ہی للکار کے معٰویہ سے کہا "یہ خونریزی کیوں ہو رہی ہے؟ آؤ اس کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دیں اور ہم دونوں مقابلہ کر کے فیصلہ کر لیں۔" عمروؓ نے سُن کر معٰویہ سے کہا "علیؓ نے بات انصاف کی کہی ہے۔" معٰویہ نے کہا "تم غلطی پر ہو۔ ان کے مقابلے پر جو جائے گا مارا جائے گا۔" عمروؓ نے کہا "مگر یہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ لڑائی سے مُنھ چرائیے۔" اس کے جواب میں معٰویہ بولے "معلوم ہوتا ہے تم کو میری جانشینی کی ہوس ہے۔"

معٰویہ کو مقابلہ پر بلانا۔ اور اُن کا نہ آنا

حضرت علیؓ کے محافظ

جو لوگ حضرت علیؓ کے ساتھ ساتھ تھے اُنھوں نے اپنے دو شخصوں کو حضرت علیؓ کی حفاظت کے لیے مقرر کر دیا تھا جو داہنے بائیں رہتے اور حتی الامکان آپ کو دشمنوں کے گروہوں میں گھسنے سے روکتے۔ مگر آپ کی یہ حالت تھی کہ اُن کو ذرا بھی غافل پاتے تو دشمنوں پر جا پڑتے۔ اور جب تک تلوار کو خون سے نہ بھر لیتے نہ پلٹتے۔ ایک مرتبہ آپ نے حملہ کیا تو برابر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ تلوار دوہری ہو گئی اُس وقت پلٹے۔ تلوار اُن کے سامنے ڈال دی اور فرمایا "یہ بیکار نہ ہو گئی ہوتی تو میں واپس نہ آتا۔"

نویں فصل

جنگ صفین کا انجام

معاویہ کا اسیروں کو قتل کرنا۔ ایک اسیر کا جان بچانے والا فقرہ۔ علیؓ کا اسیروں کو چھوڑ دینا۔ معاویہ کو اس سے نصیحت۔ ہاشم کا حملہ۔ ایک شامی نوجوان۔ وہ کس دھوکے میں تھا جو اس کو تنبیہ۔ ہاشم کی بہادرانہ موت۔ حضرت علیؓ کا جوش دلانا۔ محمد بن حنفیہ کا حملہ۔ عبید اللہ بن کعب کا مارا جانا۔ اُن کی وصیت۔ رات بھر لڑائی۔ لیلۃ الہریر۔ حضرت علیؓ اس رات میں۔ لشکر علیؓ کا آگے بڑھ جانا۔ اشتر کی سرگرانی۔ اُن کا حملہ۔ عمرو بن عاص کا غلام وردان۔ عمرو بن عاص کی کارروائی۔ قرآنوں کا بلند کیا جانا۔ اہل عراق میں تفرقہ۔ حضرت علیؓ کا سمجھانا۔ لوگوں کا نہ ماننا۔ آپ کو قتل کی دھمکی۔ اشتر کا بلایا جانا۔ خلافت چھین لینے کی دھمکی۔ اشتر کا بہ تاکید بلوایا جانا۔ اور فتح چھوڑ کر واپس آنا۔ اُن کی پُرغضب تقریر۔ مطلق سماعت نہ ہونا۔ اشترؓ میں اور لوگوں میں جھپٹ۔ آپس میں لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ التوائے جنگ۔ اشعث کا معاویہ کے پاس جانا۔ صورت فیصلہ اور پنچائت۔ بغیر علیؓ سے پوچھے منظوری۔ عمرو بن عاص اہل شام کے پنچ۔ اور ابو موسیٰ اہل عراق کے۔ اس میں بھی علیؓ کی نہ سنی گئی۔ ابو موسیٰ کا بلایا جانا۔ اشتر کی بیقراری۔ احنف کی ناکام کوشش۔ تحریر معاہدہ۔ عمرو بن عاص کا اعتراض۔ سُنّت رسالت کی مطابقت۔ عمرو بن عاص کا بگڑنا۔ گفتگوئے ملال۔ معاہدے کے الفاظ۔ تحریر و تعمیل کی تاریخیں۔ مقام فیصلہ۔ گواہیاں۔ اشتر کا دستخط کرنے سے انکار۔ اس پر حضرت علیؓ کا ارشاد۔ پنچوں کا مقرر کرنے والوں سے اقرار لینا۔ خود پنچوں کا حلفی اقرار۔ معاہدے کا لشکر میں تصدیق پہنچایا جانا۔ خوارج کے شبہے کی ابتدا۔ صفین سے واپسی اور فتنۂ خوارج۔ حضرت علیؓ کو عام خیالات کی جستجو۔ مختلف رائے لوگوں کی تعریض اور اس کا جواب۔ کوفے میں پہلا قبرستان۔ قبرستان میں پڑھنے کی دُعا۔ کوفے کے کشتگان صفین کا ماتم۔ بین و بکا پر اعتراض اور عذر خواہی۔ آپ کی کریم النفسی۔ کوفے کے شیعیان عثمانؓ۔ خوارج حرورا میں۔ نامور مقتولین صفین۔

معاویہ کا اسیروں کو قتل کرانا

جناب معاویہ نے حضرت علیؓ کی طرف کے ایک گروہ کو گرفتار کر لیا تھا اُن لوگوں کے بارے میں عمرو بن عاص سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا ان سب کو قتل کروا دیجیے" اس مشورے پر جب عمل ہونے لگا تو اسیروں میں سے ایک شخص نے جس کا نام عمرو بن اوس

ایک اسیر کا جان بچانے کا فقرہ

اودی تھا معٰویہ سے کہا مجھے قتل نہ کیجیے۔ اس لیے کہ میں آپ کے عزیزوں میں ہوں اور آپ رشتے میں میرے ماموں ہوتے ہیں" معاویہ نے حیرت سے پوچھا" میں تمھارا ماموں کیسے ہو گیا؟ ہمارے خاندان نے کبھی بنی اود سے سمدھیانہ نہیں کیا" اس شخص نے کہا اچھا اگر وہ رشتہ ثابت کر دوں تو آپ مجھے امان دیں گے؟" کہا "بیشک" کہا حضرت رسول خدا صلعم کی بیوی ام حبیبہ آپ کی بہن ہیں یا نہیں؟" معاویہ نے کہا "بیشک ہیں" اس نے کہا "تو وہ میری ماں ہیں اس لیے مسلمان ہونے کے باعث میں ان کا بیٹا ہوں" حضرت معاویہ اس کے اس جواب پر خوش

علیؓ کا اسیروں کو چھوڑ دینا

ہوئے کہا افسوس یہ بات کسی اور کو نہیں سوجھی" اور اس کو چھوڑ دیا۔ حضرت علیؓ نے بھی معاویہ کی طرف کے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا مگر سب کی جان بخشی کی۔ اور جب وہ لوگ چھوٹ کر واپس آئے ہیں تو اور بھی بہت سے قیدی معاویہ کے ہاتھ میں اسیر ہو چکے تھے۔

معاویہ کو عمرو کی نصیحت

عمرو بن عاص سے کہا "ہم ان قیدیوں کے بارے میں بھی تمھارے کہنے پر عمل کرتے تو بڑی غلطی کرتے" یہ کہہ کر سب قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

ہاشم کا حملہ

اب شام ہو گئی تھی۔ وقت کو تنگ اور لڑائی کی شدت کو اسی حالت پر دیکھ کے ہاشم بن عتبہ نے لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا اور کہا جو کوئی خدا اور عالم آخرت کا شائق ہو میرے پاس آئے" بہت سے سر بکف بہادر تیار ہو گئے۔ ہاشم ان کو ساتھ لے کر اہل شام پر پے در پے حملے کرنے لگے اور دشمن اگرچہ مشکلوں سے اُن کے حملوں کو روک سکے مگر اسی طرح سامنے جمے کھڑے تھے اور اپنی جگہ سے نہ ہلتے تھے۔ اُن کا یہ استقلال دیکھ کر ہاشم نے اپنے ہمراہیوں کو للکارا اور کہا "خدا کی قسم یہ عربوں کی وہی عہد جاہلیت والی غیرت و حمیت اور اُن کی وہی اس زمانے کی ثابت قدمی ہے مگر تم اُن سے خوف نہ کرو۔ یاد رکھو کہ تم حق پر ہو اور یہ گمراہ ہیں" پھر اپنے ہمراہیوں کو جوش دلایا اور قاریان قرآن کے ایک گروہ کو ساتھ لے کر

ایک شامی نوجوان

اہل شام پر جا پڑے۔ اس حملے میں انھیں ایک شامی نوجوان نظر آیا جو معاویہ کی طرف سے نکلا اور رجز یہ کہتا تھا "میں دربارداران ملوک غسان کا فرزند ہوں اور آج خون عثمانؓ کا انتقام لے رہا ہوں۔ ہمارے قاریان قرآن کہتے ہیں کہ علیؓ ہی ابن عفان کے قاتل رہیں"

یہ کہہ کے شمشیر زنی کرتا اور جب تک سبّ و شتم اور لعن طعن میں زبان درازی نہ کر لیتا پیچھے نہ ہٹتا۔ ہاشم اُس کے قریب گئے
اور کہا ان الفاظ پر خدا کے یہاں سزا ملے گی اور اس خونریزی کا جواب دہ ہونا پڑے گا۔ خدا سے ڈرو۔ اُس نے کہا میں
تم سے اس لیے لڑتا ہوں کہ تمہارے حاکم نماز پڑھتے ہیں اور نہ تم پڑھتے ہو۔ تمہارے حاکم

وہ کس جرم کے میں تھا؟

نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا اور تم نے ان کی مدد کی۔" ہاشم نے کہا "تو عثمانؓ کے معاملے کو کیا جانے؟
کیا تیرا خیال ہے کہ ان کو صحابۂ رسول اللہ، فرزندان صحابہ، اور قاریان قرآن نے قتل کیا ہے جو
لوگ کہ دیندار اور علم والے ہیں اور ایک لمحے کے لیے بھی دین سے غافل نہیں ہوتے؟ رہا یہ
جو تو نے کہا کہ ہمارے حاکم نماز نہیں پڑھتے تو سن۔ وہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے نماز پڑھی۔ اور
دین کی باتوں کو ساری خلقت سے زیادہ جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے وہ سب سے بڑے
دوست تھے۔ اور یہ سب لوگ جن کو تو اپنے مقابلے میں دیکھتا ہے سب کے سب قاریان قرآن
ہیں۔ تہجد اور ذکر کے شوق میں راتوں کو نہیں سوتے۔ جن بد نصیبوں نے تجھے بہکایا ہے
اُن کے فقرے میں نہ آ۔" نوجوان نے یہ تقریر سن کر ذرا تامل کیا۔ پھر پوچھا "بھلا میرا گناہ معاف
ہونے کی بھی کوئی صورت ہے؟" ہاشم نے کہا "درگاہ الٰہی میں توبہ کرو۔ وہ توبہ قبول کرتا اور گناہوں

اسکو تنبہ۔

کو معاف کرتا ہے۔" اب یہ نوجوان اپنے لشکر میں واپس گیا اور لوگوں سے یہ سرگذشت بیان
کی تو سب نے کہا "اس عراق والے نے تجھے بہکا دیا۔" مگر اس کے دل پر ہاشم کی باتیں ایسی
نقش ہو گئی تھیں کہ جواب دیا "اس نے خدا کی قسم مجھے فریب نہیں دیا۔ بلکہ اچھی بات بتائی۔" مگر اسکے
بعد نہیں معلوم ہو سکا کہ اس شخص کا انجام کیا ہوا۔

ہاشم کی بہادرانہ موت

ہاشم اور ان کے ساتھی اس حملے میں اس طرح جان پر کھیل کے رہے کہ فتح کے آثار
نظر آنے لگے۔ مگر مغرب کا وقت قریب تھا کہ شام والوں کی طرف سے تنوخیوں نے اُن پر
سخت حملہ کیا۔ ہاشم اُن کے مقابلے پر جم گئے۔ رجز پڑھتے جاتے تھے اور معرکہ آرائی کرتے
تھے۔ نو دس آدمی خاص اُن کے ہاتھ سے مارے جا چکے تھے کہ یکایک حرث بن منذر تنوخی
نے اُن پر نیزے کا ایسا زبردست وار کیا کہ گھوڑے سے نیچے آ رہے۔ زمین سے اٹھنے
نہیں پائے تھے کہ حضرت علیؓ کا نقیب یہ کہتا ہوا پہونچا "جھنڈوں کو آگے بڑھاؤ" وہ جو قریب
آیا تو ہاشم نے اُس سے پکار کے کہا "ذرا میرے پیٹ کو تو دیکھنا" اُس نے دیکھا تو پیٹ
چاک تھا۔ چنانچہ اسی زخم نے ان کا کام تمام کر دیا۔ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھتیجے تھے
اور اس زمانے کے بڑے نامور بہادروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ اُن کو جان دیتے دیکھ کر

حجاج بن غزیہ انصاری کو ایسا جوش آیا کہ باآواز بلند تین شعر پڑھے جن کا مضمون یہ تھا کہ "اے اہلِ شام۔ اگر تم نے ہماری طرف کے ناموروں کو قتل کیا تو ہم نے بھی تمہارے بہت سے بہادر قتل کر ڈالے ہیں"۔

دورانِ جنگ میں حضرت علیؓ کا گزر بنی غسان کے ایک بہادر کی طرف سے ہوا۔ یہ لوگ جنابِ معاویہ کی طرف سے لڑ رہے تھے اور ایسے جمے کھڑے تھے کہ کسی طرح اپنی جگہ سے قدم نہ ہٹاتے۔ اُن کا استقلال دیکھتے ہی آپ نے اپنے بہادروں سے پکار کے فرمایا "جب تک سخت نیزہ بازی اور زبردست شمشیر زنی نہ کی جائے یہ لوگ نہ ہٹیں گے۔ کون نیزہ بازی اور شمشیر زنی ہے جو سروں کو چاک کرے۔ ہڈیوں کو تراشے۔ اور کلائیوں اور ہاتھوں کو قلم کر دے ان کی رگ یہ ہے کہ پیشانیاں فولادی گرزوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائیں۔ کہاں ہیں اہلِ مددِ الٰہی کے اُمیدوار اور آخرت کے آرزومند"؟ آپ کے یہ کلمات سنتے ہی ایک گروہ سامنے آکھڑا ہوا ان کو دیکھ کر آپ نے اپنے عزیز فرزند محمد بن حنفیہ کو بلایا اور حکم دیا کہ "ان لوگوں کو لے کر تم آہستہ آہستہ دشمنوں کے اس سامنے والے جھنڈے کی طرف جاؤ۔ مگر جب نیزے کی زد پر پہونچنا تو ٹھہر جانا۔ اور میرے دوسرے حکم کا انتظار کرنا۔ محمد بن حنفیہ نے پدرِ بزرگوار کے حکم پر عمل فرمایا۔ اُن کے جاتے ہی حضرت علیؓ نے جاں نثاروں کا اتنا ہی ایک اور گروہ بھیج کر کمک پہنچا اور فرزند کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اشارہ ہوتے ہی ابن حنفیہ نے اپنے رفیقوں کو ساتھ لے کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ دلاورانِ بنی غسان کے قدم اکھڑ گئے۔ اور ان کے بہت سے آدمی قتل ہوئے۔

عبداللہ بن کعب مرادی دادِ شجاعت دیتے دیتے کاری زخم کھا کر گرے اُن کا آخری وقت تھا کہ اسود بن قیس مرادی لڑتے ہوئے گزرے۔ انھیں آواز دی۔ وہ لبیک کہہ کر قریب آئے۔ پہچان کر حال پوچھا اور متاسف ہو کر کہا "آپ کا مارا جانا نہایت ہی سخت سانحہ ہے"۔ پھر اتر کے پاس آئے اور کہا "مجھے کچھ وصیت فرمائیے"۔ عبداللہ نے کہا میری وصیت یہ ہے کہ خدا سے ڈرتے رہو۔ امیر المومنین کو مشورۂ خیر دو اور ہمیشہ ان کی خدمت میں رہ کر اُن کے مخالفوں سے لڑو۔ یہاں تک کہ غالب آؤ یا مارے جاؤ۔ امیر المومنین کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا اور کہنا کہ آپ برابر لڑتے رہیں۔ یہاں تک کہ میدان کو پیچھے ڈال دیں"۔ اس کے بعد اسود نے واپس جا کر حضرت علیؓ کو ان واقعات کی اطلاع کی تو آپ نے فرمایا عبداللہ نے زندگی میں

حضرت علیؓ کا جوش دلانا

محمد بن حنفیہ کا حملہ

عبداللہ بن کعب کا مارا جانا

انکی وصیت

ہمارے دشمنوں پر جہاد کیا اور مرتے دم تک یہ مشورہ خیر دیا۔" بعض راویوں کے بیان سے ظاہر
ہوتا ہے کہ یہ وصیت عبدالرحمن بن حنبل جمحی نے کی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

رات بھر لڑائی

اب رات ہو گئی تھی اور میدان کارزار اسی طرح گرم تھا۔ دونوں طرف کے بہادر اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ کسی نے واپسی کا ارادہ نہ کیا اور رات بھر لڑائی ہوتی رہی۔ جوانمردان شام و عراق میدان میں قدم جمائے کھڑے تھے اور رات بھر تلوار چلتی رہی۔ چونکہ صبح تک برابر ہتھیاروں کے چلنے کی آواز آتی رہی جس کو عربی میں ہریر کہتے ہیں اس لیے اس رات کا

لیلۃ الہریر

نام "لیلۃ الہریر" مشہور ہو گیا۔ نیزے چلے اور چلتے چلتے ٹوٹ گئے۔ تیر اندازی کی وہ بھرمار ہوئی کہ ترکش خالی ہو گئے۔ اور آخر میں لوگوں نے تلواریں کھینچ لیں جو صبح تک جانستانی کرتی رہیں۔

حضرت علیؓ اس رات میں

حضرت علیؓ رات بھر میمنہ اور میسرہ میں گشت لگاتے رہے۔ ہر گروہ کے پاس پہنچ کر جوش دلاتے۔ اس کا حوصلہ بڑھاتے اور فرماتے "اگلوں سے آگے نکل جاؤ"۔ صبح کو

لشکر علیؓ کا آگے بڑھ جانا

حضرت علیؓ نے دیکھا تو میدان پیچھے رہ گیا تھا اور آپ کے بہادر اپنی جگہ سے بہت آگے بڑھ آئے تھے۔ مالک اشتر میمنہ پر تھے۔ ابن عباس میسرہ پر تھے۔ خود آپ کا مرکز فوج کا حصہ تھا۔ اور ہر حصے کے لوگ بڑی بہادری و گرمجوشی سے لڑ رہے تھے۔

اشتر کی سرگرم لڑائی

جمعہ کا مبارک دن تھا۔ اور اشتر شام سے اس گھڑی تک برابر دھاوے پر دھاوا کرتے رہے تھے۔ اب اسی جوش و خروش میں پہر دن چڑھ گیا۔ اشتر اپنے ہمراہیوں سے کہتے "نیزے کی زد پر رہو" اور حملہ کرا دیتے۔ پھر کہتے "دشمنوں سے ایک کمان سے زیادہ فاصلہ نہ رہے" اور پھر حملہ کرا دیتے۔ اسی شان سے جوانمردان مرتضوی کو لڑا رہے تھے یہاں تک کہ لڑتے لڑتے اکثروں کے ہاتھ رہ گئے۔ اور قدم بڑھانا دشوار تھا۔ مگر اشتر ان کو اسی طرح نیا جوش پیدا کر کے لڑائے جاتے۔ وہ خود پاپیادہ تھے۔ اور ہر گروہ کو برابر للکار للکار کے بڑھاتے تھے۔

اشتر کا حملہ

اب اشتر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ جھنڈا حیان بن ہوذہ کے ہاتھ میں دیا اور مختلف گروہوں کو اپنے ساتھ لے کر بڑھے۔ پکار پکار کے کہتے تھے "کون خدا کی راہ میں اپنی جان بیچتا ہے۔ اور اشتر کے ہمراہ اس شرط سے لڑنے کو تیار ہے کہ یا فتحیاب ہو گا یا خدا کے پاس پہنچ جائے گا"۔ بہت سے بہادر گرد جمع ہو گئے۔ حیان بھی علم اٹھائے ہوئے ساتھ ساتھ تھے۔ سب کو لے کر اشتر پیچھے ہٹے۔ اور رفیقوں سے کہا "خوب زور و شور سے حملہ کرو۔ میرے ننہال اور ددھیال والے دونوں تم پر فدا ایسی کوشش کرو کہ خدا کو خوش اور

دین کو قوی کر دو۔" یہ کہہ کر گھوڑے سے اتر پڑے۔ اس کی گردن پر ہاتھ مارا۔ پھر علمبردار سے کہا "علم بڑھاؤ" اور اپنے سارے گروہ کے ساتھ دشمنوں پر جا پڑے۔ یہ ایسا حملہ تھا کہ دم بھر میں دشمنوں کو دھکیل کے اُن کے پڑاؤ میں کر دیا۔ دشمنوں کے لشکر گاہ کے قریب سخت معرکہ ہوا جس میں اشتر کا علمبردار مارا گیا اور حضرت علیؓ نے جو دیکھا کہ دشمنوں کا غلبہ ہونے لگا ہے اور کمک بھیج دی۔

عمرو بن عاص کا غلام وردان سے مکالمہ

لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کر عمرو بن عاص نے اپنے غلام وردان سے کہا "تو جانتا ہے میری تیری اور اشتر کی کیا شان ہے؟" اس نے کہا "جی نہیں" کہا "اس سرخ اونٹ کی شان جو آگے بڑھا تو ذبح کیا گیا اور پیچھے ہٹا تو بھی مار ڈالا گیا۔ اس لیے سن، اگر تو پیچھے ہٹا تو خدا کی قسم تیری گردن مار دوں گا۔" اس نے کہا "ابو عبداللہ میں خدا کی قسم مرتے دم تک آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

عمرو بن عاص کی کارروائی

اب عمرو بن عاص نے میدان کی طرف نظر دوڑائی تو رنگ بگڑا نظر آیا۔ شام والے بددل تھے اور اہل عراق بلے پڑتے تھے۔ وہ لپک کے معاویہ کے پاس گئے اور کہا "وقت نازک ہے اور حالت خطرناک۔ کہیے تو ایک ایسی چال چلوں کہ اہل عراق میں تفرقہ پڑ جائے" معاویہ نے کہا "ضرور بتائیے۔" کہا "مناسب یہ ہے کہ اس وقت ہم قرآنوں کو جھنڈوں اور نیزوں میں باندھ کے بلند کریں اور کہیں "بس کلام اللہ ہی ہمارے تمہارے درمیان میں حکم ہے۔" بعضے اہل عراق اگر نہ قبول کریں گے تو بعضے کہیں گے کہ ہمیں اس درخواست کو ضرور قبول کرنا چاہیے اور اس طریقے سے خواہ مخواہ اُن میں تفرقہ پڑ جائے گا۔ پھر اس صورت کو اگر انھوں نے قبول کر لیا تو ہم ایک مدت کے لیے لڑائی کو ملتوی کرا لیں گے۔" معاویہ نے اس تجویز کو پسند

قرآنوں کا بلند کیا جانا

کیا۔ فوراً قرآن کے نسخے علموں اور نیزوں میں باندھ کر بلند کیے گئے۔ اور اہل شام کی طرف سے پکار پکار کے کہا جانے لگا "بس اب کتاب اللہ ہی ہمارے تمہارے درمیان حکم ہے۔"

اہل عراق میں تفرقہ

اہل عراق نے جیسے ہی قرآن مجید کو سامنے دیکھا اور شام والوں کے نعرے سنے کہنے لگے "ہمیں کتاب اللہ کو قبول کر لینا چاہیے" حضرت علیؓ نے فرمایا "لوگو حق پر اور اپنی سچائی پر

حضرت علیؓ کا سمجھانا

قائم رہو اور جس طرح لڑ رہے ہو لڑے جاؤ۔ معاویہ، عمرو بن عاص، ابن ابی معیط، حبیب بن مسلمہ، ابن ابی سرح اور ضحاک نہ دین کے ماننے والے ہیں نہ قرآن پر عمل کرنے والے۔ ان لوگوں کو میں ہی خوب پہچانتا ہوں۔ ان کا بچپن بھی دیکھا اور جوانی میں بھی ان سے صحبت رہی

طفولیت میں ان کو بدترین لڑکے اور جوانی میں بدترین مرد پایا۔ تمھاری بد بختی کیا شامت ہے کہ ان کے فریب میں آگئے۔ خدا کی قسم انھوں نے مکاری سے قرآن کو بلند کیا ہے۔" لوگوں نے کہا "مگر یہ ممکن نہیں کہ ہم قرآن کی طرف بلائے جائیں اور نہ قبول کریں۔" حضرت علیؓ نے فرمایا "میں اسی لیے تو ان سے لڑ رہا ہوں کہ ان کو کتاب اللہ کا پیرو بناؤں۔ خدا کی قسم ان لوگوں نے اپنے معاملات میں اللہ جل شانہٗ کی نافرمانی کی۔ اس کے عہد کو بھول گئے۔ اور اس کی کتاب الگ ڈال دی۔"

لوگوں کا نہ ماننا

یہ سن کر آپ کے ہمراہیوں میں سے مسعر بن فدکی تمیمی اور زید بن حصین طائی نے اور ان کے ساتھ قاریانِ قرآن کے گروہ نے کہا "علیؓ! جب کتاب اللہ کی طرف بلائے جاؤ تو اس کو قبول کرو۔ ورنہ ہم تمھارے گروہ کو توڑ دیں گے۔ اور تمھارے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے جو ابن عفان کے ساتھ کر چکے ہیں۔" یہ سخت جواب سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا "خیر میرا یہ کہنا یاد رکھو اور اپنا قول بھی نہ بھولنا۔ میری اطاعت منظور ہے تو لڑو۔ اور نہیں منظور تو تمھیں اختیار ہے جو جی چاہے کرو۔" ان لوگوں نے کہا "تو کسی کو بھیج کر اشتر کو واپس بلائیے۔" حضرت علیؓ نے یزید بن ہانی کو بھیجا کہ جاؤ اشتر کو بلا لاؤ۔ یزید نے اشتر سے جا کر یہ کہا تو انھوں نے کہا "بھلا یہ میدان سے ہٹنے کا وقت ہے؟ مجھے بہت جلد فتح کی امید ہے۔" یزید نے واپس آ کر اشتر کا یہی جواب عرض کر دیا۔

آپ کو قتل کی دھمکی

اشتر کا بلایا جانا

اس اثنا میں حضرت علیؓ کے طرفداروں سے ایک شور بلند ہوا جس سے ظاہر ہوا کہ ان لوگوں نے زور و شور سے از سر نو حملہ کیا ہے جو لوگ اشتر کو واپس بلوا رہے تھے انھوں نے یہ شور سن کر حضرت علیؓ سے کہا "ہمیں خدا کی قسم یہ نظر آتا ہے کہ آپ ہی نے کہلا بھیجا کہ لوگ زور سے حملہ کریں۔" آپ نے فرمایا "بھلا تم نے مجھے یزید سے کوئی پوشیدہ بات کرتے دیکھا تھا۔ میں نے تو جو کچھ کہا تمھارے سامنے کہا۔" وہ لوگ بولے "تو پھر فوراً اشتر کو بلوائیے ورنہ ہم آپ کو خلافت سے معزول کر دیں گے۔" یہ دھمکی سن کر حضرت علیؓ نے یزید سے کہا "جا کے اشتر سے کہو کہ جلدی آئیں کیونکہ یہاں فتنہ پیدا ہو گیا ہے۔"

خلافت چھین لینے کی دھمکی

اشتر کا تاکید بلوایا جانا

اب کی یزید نے اشتر کے پاس جا کر فتنہ کا نام لیا تو انھوں نے پوچھا "قرآنوں کے بلند کرنے کے باعث؟" کہا "ہاں" اشتر بولے "میں قرآنوں کو دیکھ کے پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ پھوٹ پڑ جائے گی۔ یہ ابن عاص کا مشورہ ہے۔ لیکن کیا تم فتح کے آثار نہیں دیکھتے ہو اور

ان لوگوں کی جو حالت ہو رہی ہے وہ تمہیں نہیں نظر آتی؟ ہم کو اس وقت خدا نے غالب کر دیا ہے اور ہرگز مناسب نہیں کہ ہم ایسی گھڑی میں میدان سے قدم ہٹاؤں"۔ یزید نے کہا "یہ سب سچ ہے مگر شاید تم یہ چاہتے ہو کہ تم یہاں فتح حاصل کرو اور وہاں امیرالمومنین دشمنوں کے حوالے کر دیے جائیں یا مار ڈالے جائیں"۔ اشتر نے کہا "معاذ اللہ! بھلا یہ کون چاہے گا؟" یزید نے ساری سرگزشت بیان کی اور اشتر مجبوراً میدان چھوڑ کے واپس آ گئے۔

اور فتح چھوڑ کر واپس آنا۔

مگر ایسے جوش اور غصے میں بھرے ہوئے تھے کہ آتے ہی کہنے لگے "اے اہل عراق! اے ذلیل کاہل لوگو! جب ہم دشمنوں پر غالب آ گئے اور فتح سامنے نظر آنے لگی تو ان لوگوں نے قرآن بلند کیے۔ اور اس کی طرف تمہیں بلانے لگے۔ مگر خدا کی قسم یہی لوگ ہیں جنہوں نے خدا کے حکم کو چھوڑ دیا اور جس پر وہ نازل ہوا اس کی سنت سے الگ ہو گئے۔ زیادہ نہیں مجھے تھوڑی سی مہلت دو۔ اس لیے کہ مجھے فتح سامنے دکھائی دے رہی ہے"۔ ان لوگوں نے کہا "یہ نہ ہوگا"۔ اشتر نے کہا "اچھا اتنی ہی مہلت دو کہ گھوڑا دوڑا کے جاؤں اور واپس آ جاؤں۔ مجھے خدا کی قسم فتح کی پوری امید ہے"۔ سب نے کہا "اگر ہم نے تم کو ذرا بھی مہلت دی تو تمہارے گناہ میں شریک ہو جائیں گے"۔ اشتر نے عاجز آ کر کہا "اچھا مجھے بتاؤ کہ تم کب حق پر تھے؟ اس وقت جب لڑتے تھے اور تمہارے اچھے اچھے لوگ مارے جا رہے تھے یا اب جب کہ تم لڑنے کے خلاف ہو؟ پہلی صورت ہے تو اب تم غلطی پر ہو، اور دوسری صورت ہے تو کہنا چاہیے کہ تمہاری طرف جو اچھے اچھے لوگ مارے گئے جن کی پرہیزگاری و فضیلت میں تم کو شبہ نہیں اور یقیناً تم سے اچھے تھے۔ وہ سب دوزخ میں جائیں گے"۔ سب نے کہا "اشتر یہ باتیں چھوڑو۔ ہم خدا ہی کے لیے ان لوگوں سے لڑے اور خدا ہی کے لیے اب لڑائی سے رک گئے"۔

ان کی پُرغضب تقریر۔

مطلق ساعت نہ ہونا۔

آخر اشتر نے جھنجھلا کے کہا "یہ نہ کہو۔ بلکہ اے روسیاہ لوگو۔ یہ کہنا چاہیے کہ تم کو فریب دیا گیا اور تم فریب میں آ گئے۔ تم سے لڑائی روکنے کی درخواست کی گئی اور تم نے قبول کر لی۔ ہمارا یہ خیال تھا کہ تمہاری یہ عبادت و نفس کشی دنیا چھوڑنے اور خدا کے ملنے کے شوق میں ہے۔ مگر اب نظر آیا کہ تمہارا مقصد دنیا اور اس کی برائیاں ہیں۔ یاد رکھو کہ اس گھڑی کے بعد پھر کبھی تم عزت کی صورت نہ دیکھو گے۔ لہٰذا دور ہو سامنے سے جس طرح کہ ظالم راندے جاتے ہیں"۔ اس گفتگو کا انجام یہ ہوا کہ اشتر میں اور ان لوگوں میں سخت کلامی ہوئی۔

اشتر میں اور لوگوں میں جھپٹ۔

آپس میں لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔

جس کے بعد گالی گلوچ تک نوبت آگئی۔ ان لوگوں نے بڑھ کے اشتر کے گھوڑے کے منھ پر تھپیڑ مارا۔ اور اشتر نے اُن کے گھوڑوں کی کوڑے سے خبر لی۔ یہ رنگ دیکھ کر حضرت علیؓ نے ڈانٹ کے الگ کیا اور خونریزی ہوتے ہوتے رہ گئی۔

التوائے جنگ

لیکن ہوا وہی جو وہ لوگ چاہتے تھے۔ یعنے قرآن کا حکم قرار دیا جانا قبول کر لیا گیا۔ اس کی تعمیل کے لیے اشعث بن قیس حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں دیکھتا ہوں کہ

اشعث کا معاویہ کے پاس جانا۔

مخالفوں نے قرآن کے حکم بنانے کی جو درخواست کی تھی اس کو سب لوگ قبول کر رہے ہیں لہٰذا حکم ہو تو میں معاویہ کے پاس جاؤں اور دریافت کروں کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔" ارشاد ہوا "جاؤ" وہ گئے اور جناب معٰویہ سے مل کر پوچھا "آپ نے قرآن کو کیوں بلند کیا؟" کہا "اس لیے کہ ہم تم دونو

صورت فیصلہ اور پنچایت۔

خدا کے اُس حکم کی طرف رجوع کریں جو اس نے اپنی کتاب کے ذریعہ سے ہم کو دیا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہو کہ ایک شخص کو اپنے اطمینان اور اپنی مرضی کے مطابق آپ منتخب کریں اور ایک کو ہم منتخب کریں۔ اور اُن دونوں سے عہد لے لیا جائے کہ کتاب اللہ کی رو سے فیصلہ کریں۔ اس کے باہر نہ جائیں۔ پھر جس پر اُن دونوں کو اتفاق ہو وہ خلیفہ قرار پائے اور ہم دونوں اس کی پیروی کریں۔" اشعث نے اس تجویز کو پسند کیا اور حضرت علیؓ کے پاس واپس آئے۔ آپ کے سامنے جیسے ہی یہ تجویز پیش کی گئی قبل اس کے کہ آپ کوئی لفظ زبان سے نکالیں سب نے

بغیر علیؓ سے پوچھے منظوری۔

غل مچایا "ہاں ہم اس پر راضی ہیں۔ اور ہم نے اس تجویز کو قبول کیا۔"

عمرو بن عاص اہل شام کے پنچ۔ اور ابوموسیٰ اہل عراق کے۔

اس قرارداد کے مطابق اہل شام نے اپنا پنچ عمرو بن عاص کو منتخب کیا اور کہا "ہم کو اُن پر اطمینان ہے۔" حضرت علیؓ کی طرف اشعث نے اور اور لوگوں نے کہا "ہم اپنا پنچ ابوموسیٰ اشعری کو مقرر کرتے ہیں۔" یاد رکھنا چاہیے کہ ابوموسیٰ اشعری قاعدین میں یعنے ان لوگوں میں تھے جو لڑائی جھگڑے سے بیزار اور معٰویہ و علیؓ دونوں کے خلاف تھے۔ جنگ جمل سے پہلے ہی اُن کا یہ مسلک ظاہر ہو چکا تھا۔ اسی خیال سے خصوص یہ دیکھ کر کہ معٰویہ کی طرف سے جو صاحب منتخب ہوئے وہ اُن کے طرفدار اُن کے خاص مشیر اور ان کا جامہ پہنے ہوئے ہیں۔ حضرت

اس میں بھی علیؓ کی نہ چلی۔

علیؓ نے فرمایا "تم نے پہلے میرا کہنا نہ مانا تو خیر۔ مگر اب اس معاملے میں میری مخالفت نہ کرو۔ ابوموسیٰ کے منتخب کرنے کو میں مناسب نہیں جانتا۔" اشعث۔ زید بن حصین اور مسعر فدکی نے ضد کے لہجے میں کہا "ہم تو بجز ابوموسیٰ کے کسی کو نہ مانیں گے جس آفت میں ہم مبتلا ہیں اس سے ہم کو پہلے ہی انھوں نے ڈرایا تھا۔"

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ابو موسیٰ پر بھروسہ نہیں ہو سکتا۔ وہ مجھ سے الگ ہو گئے۔ میرا ساتھ دینے کے بجائے لوگوں کو میرے خلاف کر دیا۔ پھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور کئی مہینوں کے بعد ان کو امان دی گئی۔ عبداللہ بن عباس موجود ہیں۔ میں اُن کو اپنی طرف سے پنچ منتخب کرتا ہوں۔" اُن لوگوں نے کہا "ہم نہ آپ کو مانیں گے نہ ابن عباس کو۔ ہم تو ایسے شخص کو پنچ بنانا چاہتے ہیں جو غیر جانبدار ہو۔ اور اس کے خیالات آپ کے اور معاویہ کے متعلق یکساں ہوں۔" حضرت علیؓ نے مجبور ہو کر فرمایا۔ "اچھا میں اشتر کو اپنی طرف سے پنچ قرار دیتا ہوں۔" وہ لوگ بولے "خوب۔ اور یہ آگ کس کی لگائی ہوئی ہے؟" عاجز آ کر آپ نے فرمایا "تو تم لوگ بجز ابو موسیٰ کے کسی کو نہ منظور کرو گے؟" کہا "نہیں"۔ اور حضرت علیؓ نے کمال بے بسی سے فرمایا "تو پھر تمہارا جو جی چاہے کرو۔" یہ حیرت کی بات ہے کہ عراق والوں نے اس کو بھی نہ دیکھا کہ دوسرا پنچ جو شام والوں کی طرف سے مقرر ہوا وہ تو خاص معاویہ کا طرفدار ہے۔ اور اپنی طرف سے زبردستی ایسا شخص مقرر کرایا جو غیر جانبدار ہو۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ لوگ اب اپنی عادت کے مطابق لڑائی سے بھاگ گئے اور دل میں حضرت علیؓ ہی کے خلاف تھے۔

ابو موسیٰ کا بلایا جانا۔

بہرحال ان لوگوں نے ابو موسیٰ ہی کو پنچ مقرر کرایا اور ان کے بلانے کو آدمی بھیجا گیا۔ وہ لڑائی سے الگ تھلگ عرض نام ایک گاؤں میں جا کر خاموش بیٹھ رہے تھے۔ اہل کوفہ کے قاصد پہنچے تو ان کے ایک غلام نے سامنے جا کر کہا "حضرت لوگوں میں صلح ہو گئی"۔ بولے "الحمد للہ"۔ غلام نے کہا "اور آپ پنچ بدے گئے ہیں۔" بے اختیار اُن کی زبان سے نکلا۔ "انا للہ و انا الیہ راجعون"۔ بعد ازاں وہ حسب الطلب چلے آئے۔

اشتر کی تقریر اور احنف کا کام سپرد کرنے کی کوشش۔

اشتر نے عمرو کے ایک پنچ مقرر ہونے کا حال سنا تو حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا "امیر المومنین میں آپ سے پناہ مانگنے کو آیا ہوں اس لیے کہ عمرو پر میری نظر پڑ گئی تو خدا کی قسم ان کو مار ڈالوں گا۔" اس کے بعد احنف بن قیس نے حضرت علیؓ سے عرض کیا "امیر المومنین آپ نے ایسے پتھر سے کام لیا ہے۔ میں ابو موسیٰ کو خوب سمجھے ہوئے ہوں۔ اُن کو ٹٹولا تو یہ پایا کہ اُن کی چھری کند ہے اور گڑھے کے کنارے ہیں۔ شام والوں کے مقابلے میں تو ایسا شخص ہونا چاہیے جو اگر ان کے قریب ہونا چاہے تو ان کی مٹھی کے اندر پہنچ جائے اور ان سے الگ رہنا چاہے تو تاروں سے اونچا ہو جائے۔ آپ مجھ کو پنچ نہیں قرار دیتے تو پنچ کا پہلا یا دوسرا مددگار ہی بنا دیجیے جو گتھی پڑے گی اُس کو سلجھا دوں گا اور یہ بھی کہتا ہوں کہ جو گتھی ڈالوں گا اس کو کوئی ہزار کھولے نہ سلجھا سکے گا بلکہ جتنا کھولے گا

اتنی ہی زیادہ گتھی پڑتی جائے گی"۔ حضرت علیؓ کیا کرتے۔ لوگ بجز ابوموسیٰ کے اور کتاب اللہ کی رو سے فیصلہ کرنے کی کوئی بات مانتے ہی نہ تھے۔ آخر احنف نے ان لوگوں سے کہا "اگر تم لوگ سوا ابوموسیٰ کے کسی کو نہیں منظور کرتے تو پھر ان کی پیٹھ کو کسی اور کے ذریعے سے مضبوط کر دو" مگر کسی نے سماعت نہ کی۔

تحریر معاہدہ

اب معاہدہ لکھوانے کے لیے معاویہ کی طرف سے عمرو بن عاص حضرت علیؓ کے پاس آئے تاکہ ان کی موجودگی میں تحریر ہو جائے۔ لوگ لکھنے کو بیٹھے تو یہ الفاظ لکھے تھے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" یہ وہ معاملہ ہے جس پر فیصلہ کیا امیر المومنین علیؓ نے" کہ عمرو نے اعتراض کیا اور کہا "علیؓ تمہارے امیر بیشک ہیں مگر ہم ان کو امیر نہیں مانتے۔ لہٰذا ان کے نام کے ساتھ امیر المومنین کا لفظ نہ لکھا جائے"۔ احنف نے حضرت علیؓ سے کہا "امیر المومنین کا لفظ نہ نکالیے یہ لفظ نکل گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ شاید پھر یہ خطاب آپ کو نہ ملے۔ چاہے خونریزی ہو جائے مگر اس لفظ کو باقی رہنا چاہیے"۔ اسی وجہ سے حضرت علیؓ نے دیر تک اس لقب کے جدا کرنے سے انکار فرمایا۔ مگر اشعث بن قیس نے کہا "اس لفظ کو نکال ڈالو" اور وہ نکال ڈالا گیا۔

عمرو بن عاص کا اعتراض

اس موقع پر حضرت علیؓ نے فرمایا "اللہ اکبر۔ یہ تو سنت رسالت کی پوری پوری مطابقت ہے۔ حدیبیہ کے روز میں ہی نے اپنے ہاتھ سے معاہدہ لکھا تھا اس میں محمد رسول اللہ لکھا تو مشرکین نے کہا "تم ہمارے نزدیک رسول اللہ نہیں ہو فقط اپنا اور اپنے والد کا نام لکھو"۔ رسول خدا صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ رسول کے لفظ کو مٹا دو۔ میں نے عرض کیا یہ تو مجھ سے نہ ہو گا تب آپ نے معاہدہ کو مجھ سے لے لیا اور خود اپنے ہاتھ سے ان الفاظ کو مٹا دیا اور مجھ سے فرمایا "کبھی تم کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا"۔

سنت رسالتؐ کی مطابقت

اس پر عمرو بن عاص نے بگڑ کر کہا "سبحان اللہ۔ کافروں کی مثال کو آپ ہم پر منطبق کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم مومن ہیں"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "اے ابن نابغہ! کب تم فاسقوں کے دوست اور مومنوں کے دشمن نہ تھے؟" عمرو نے ناراض ہو کر کہا "آج کے بعد پھر کبھی کسی صحبت میں خدا مجھے اور آپ کو یکجا نہ کرے"۔ حضرت علیؓ نے کہا "مجھے بھی امید ہے کہ میری مجلس کو خدا تم سے اور تمہارے ایسے لوگوں کے قدم سے پاک رکھے گا"۔

عمرو بن عاص کا بگڑنا

سخت گفتگو کے الفاظ

اب معاہدہ ان الفاظ میں لکھا گیا:۔ "یہ وہ معاملہ ہے جس پر فیصلہ کیا علی بن ابی طالبؓ اور معاویہ بن ابی سفیان نے۔ علیؓ نے اہل کوفہ اور ان کے ہمراہیوں کی جانب سے اور معاویہ نے اپنی

معاہدے کے الفاظ

اہلِ شام اور اُن کے ساتھیوں کی طرف سے۔ یہ کہ ہم دونوں رجوع کریں گے خدا کے حکم اور اس کی کتاب کی طرف، اور اس کے سوا اور کوئی چیز ہم کو متفق نہ کرے گی، اور یہ کہ کتاب اللہ اوّل سے آخر تک ہم دونوں کے درمیان ہے، جس بات کو وہ زندہ کرے ہم زندہ کریں گے اور جس بات کو وہ مٹائے ہم مٹائیں گے۔ لہٰذا جس بات کو دونوں پنچ جو کہ ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس اور عمرو بن عاص ہیں کتاب اللہ میں پائیں اُس پر عمل کریں اور اگر کوئی بات کتاب اللہ میں نہ پائیں تو ایسی سنت پر عمل کریں جو عمل کے ساتھ اتفاق کرانے والی ہو نہ تفرقہ ڈالنے والی۔"

یہ تحریر بدھ کے روز ۱۳ صفر ۳۷ھ کو لکھی گئی۔ فیصلہ کا زمانہ ماہ مبارک رمضان مقرر کیا گیا لیکن اختیار دیا گیا کہ اگر پنچ چاہیں تو تاریخ کو بڑھا بھی سکتے ہیں۔ فیصلہ ہونے کا مقام کوئی ایسا شہر مقرر کیا گیا جو کوفہ اور شام کے درمیان عین وسط میں واقع ہو۔ چنانچہ سب نے یہ اتفاق مقام دومۃ الجندل یا اذرح کو قرار دیا۔ پھر فریقین کے دستخط ہو جانے کے بعد حسبِ ذیل اشخاص کی گواہیاں درج ہوئیں۔ اہلِ کوفہ میں سے اشعث بن قیس۔ سعید بن قیس ہمدانی۔ ورقاء بن سمی بجلی۔ عبداللہ بن محل عجلی۔ حجر بن عدی۔ عبداللہ بن طفیل عامری۔ عقبہ بن زیاد حضرمی۔ یزید بن حجبہ تمیمی اور مالک بن کعب ہمدانی کی۔ اور جناب معاویہ کے طرفداروں میں سے ابو الاعور سلمی۔ حبیب بن مسلمہ۔ زمل بن عمرو عذری۔ حمزہ بن مالک ہمدانی۔ عبدالرحمٰن بن خالد مخزومی۔ سبیع بن یزید انصاری۔ عتبہ بن ابی سفیان اور یزید بن حر عبسی کی۔

اشتر سے دستخط کرنے کو کہا گیا تو انھوں نے کہا "اگر میں اس تحریر پر دستخط کروں تو میرا ہاتھ کٹ جائے اور کبھی کام نہ دے۔ میں دشمن کو گمراہ جانتا ہوں۔ لہٰذا اگر اس معاہدے پر دستخط کر دیے تو خدا کے سامنے پیش کرنے کے لیے میرے پاس کوئی حجت باقی نہ رہے گی۔ کیا تم لوگوں نے فتح کو اپنی آنکھوں کے سامنے نہیں دیکھ لیا تھا؟" اشعث نے کہا "مگر میں نے خدا کی قسم فتح کو نہیں دیکھا۔ تم ہماری طرف ہو کر ہم سے روگردانی نہ کرو۔" اشتر بولے "میں تو دنیا و آخرت دونوں میں تم سے روگرداں رہنا چاہتا ہوں۔ میرے ہاتھ سے خدا نے ایسے ایسے لوگوں کے خون کرائے ہیں جن کو میں تم سے اچھا سمجھتا ہوں۔" اشعث نے کہا "تو تمھارے نزدیک خدا نے میرے منہ میں کالک لگا دی۔"

آخر لوگوں نے جا کر حضرت علیؓ سے کہا کہ "مالک اشتر اس معاہدے کو نہیں قبول کرتے اور بجز لڑائی کے وہ کسی بات پر نہیں راضی ہیں۔" فرمایا "بخدا میں بھی نہیں راضی ہوں۔ اور نہ لوگوں

تحریر و تعمیل کی تاریخیں۔

مقام فیصلہ۔

گواہیاں۔

اشتر کا دستخط کرنے سے انکار۔

اس پر حضرت علیؓ کا ارشاد۔

راضی ہونے کو پسند کرتا ہوں لیکن جب تم سب نے ایک بات کو منظور ہی کر لیا تو مجبوراً میں
بھی راضی ہو گیا اور جب راضی ہو گیا تو اس سے پھر نہیں سکتا۔ اقرار ہو جانے کے بعد اب
معاہدے میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں ہو سکتا۔ بجز اس صورت کے کہ خدا کی نافرمانی ہوتی ہو یا
کوئی کارروائی کتاب اللہ کے خلاف کی جائے۔ رہا یہ جو تم نے کہا کہ اشتر میرے حکم کو
نہیں قبول کرتے اور پیروی سے باہر ہیں تو وہ ایسے لوگوں میں نہیں ہیں جن کی مخالفت میں
کسی قسم کا اندیشہ ہو۔ کاش ان کے سے دو آدمی بھی تم میں ہوتے یا ایک ہی ہوتا جو میرے
دشمن کو اسی نظر سے دیکھتا جس نظر سے میں دیکھتا ہوں تو تمہاری گرانی مجھ پر ہلکی ہو جاتی اور
امید پڑتی کہ تمہاری بعض خرابیوں کی اصلاح ہو جائے گی۔ میں نے تم کو روکا مگر تم اپنے
فعل سے باز نہ آئے اور خدا کی قسم تم نے وہ کام کیا جس سے ہماری قوت کمزور پڑ گئی۔ خوبی
جاتی رہی۔ اور نتیجہ میں کمزوری اور ذلت نصیب ہوئی۔ تم غالب تھے۔ دشمن کو شکست کا اندیشہ
تھا۔ اس کے لوگ قتل ہو رہے تھے۔ جب ان لوگوں کو زخموں کا درد محسوس ہوا تو انھوں نے
قرآن بلند کر دیے اور اس کی طرف بلانے لگے تاکہ تمھیں فریب دے کر لڑائی کو روک دیں۔ ان کی
بات تم نے مان لی۔ میں نے ہزار روکا اطاعت نہ کی۔ بخدا مجھے مطلق امید نہیں کہ پھر
کبھی تمھیں نیکی کی توفیق ہو۔ اور اب تم کبھی احتیاط کے دروازے پر نہ پہنچو گے"۔

پنچوں کا مقرر کرنے والوں سے اقرار لینا۔

معاہدے کے مکمل ہونے کے بعد دونوں پنچوں نے حضرت علیؓ جناب معٰویہ اور
دونوں طرف کی فوجوں سے اقرار کرایا کہ ان دونوں اور ان کے اہل و عیال کے لیے
امان ہے۔ اور وہ جو فیصلہ کر دیں گے اس میں امت محمدی ان کی مددگار رہے گی۔" پھر

دونوں پنچوں کا حلفی اقرار۔

دونوں پنچوں نے اقرار کیا کہ ہم عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ) اور عمرو بن عاص خدا کو درمیان
دے کر اقرار کرتے ہیں کہ امت محمدی کے درمیان فیصلہ کر دیں گے۔ لڑائی اور تفرقہ نہ پڑنے
دیں گے۔ بجز اس صورت کے کہ ہمارے فیصلے کی مخالفت کی جائے۔

معاہدے کا لشکر میں سنایا جانا۔

تمام مراحل کے طے ہو جانے کے بعد اشعث بن قیس نے معاہدہ باہر لا کے لوگوں کو
سنایا۔ جا بجا سناتے سناتے بنی تمیم کے ایک گروہ میں پہنچے تو عروہ بن ادیہ نے کہا "تم

خوارج کے شعار کی ابتدا۔

لوگ خدا کے معاملے میں انسانوں کو پنچ بناتے ہو۔ لا الحکم الا للہ! (خدا کے سوا کوئی حکم دینے والا
نہیں ہے) اتنا کہا اور تلوار کھینچ کے اشعث کے گھوڑے کی ران پر وار کیا۔ خفیف سا چرکا
لگا۔ گھوڑا بھڑک کر پیچھے ہٹا۔ اور جو لوگ اشعث کے ہمراہ تھے وہ عروہ کو ڈانٹنے ڈپٹنے لگے

اُن کے ڈانٹنے پر عروہ تو چلا گیا مگر اُس کے قبیلے والے اور اُس کے ساتھ بہت اہلِ یمن مشتعل ہو کر اشعث سے اُلجھنے لگے۔ پھر احنف بن قیس اور مسعر فدکی اور بنی تمیم کے چند اور لوگ اشعث سے معذرت خواہ ہوئے اور اشعث نے اُن کے عذر کو قبول کر لیا۔

صفین سے واپسی اور اظہارِ خوارج

حضرت علیؓ صفین سے واپس تشریف لائے اور اسی گھڑی سے خوارج کی مخالفت بھی شروع ہو گئی۔ اور یہی پہلے خوارج تھے جنہوں نے پہلے تو پنچوں کو منتخب کرایا اور پھر انہی کے تقرر سے اختلاف کیا۔ چنانچہ جس راستے سے آپ کوفہ میں واپس آئے اُس کو چھوڑ کر انھوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ آپ سے علانیہ دشمنی ظاہر کرنے لگے اور اُن کے دلوں میں بغض پیدا ہوا۔ پنچوں کے تقرر کرنے کے معاملے کو انھوں نے کفر بتایا۔ اور اس اعتقاد کو زور دے دے کر اُبھارنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کی اطاعت چھوڑ کے رہزنی اور لوٹ مار شروع کر دی۔ یہ لوگ حضرت علیؓ کے پیروؤں سے کہتے "تم خدا کے دشمن ہو اور تم نے اُس کے معاملے میں سستی کی"۔ پیروانِ علیؓ اُن پر اعتراض کرتے کہ "تم لوگوں نے امام کو چھوڑ دیا۔ اور ہماری جماعت میں تفرقہ ڈالا"۔

حضرت علیؓ کو عوام کے خیالات کی جستجو

حضرت علیؓ مع لشکر کے جب کوفے کی لشکرگاہ نخیلہ سے بھی آگے نکل آئے اور آبادی کے قریب پہونچے تو ایک مکان کے سائے میں ایک بوڑھا شخص نظر آیا جس کے چہرے سے بیماری کے آثار نمایاں تھے۔ آپ نے اخلاق کے ساتھ سلام کیا اور اُس نے نہایت ادب سے جواب دیا۔ پھر اُس کے حالات دریافت کرنے کے بعد آپ نے اُس سے پوچھا کہ "ہم میں اور اہلِ شام میں جو واقعات پیش آئے ہیں اُن کے بارے میں لوگوں کے کیا خیالات ہیں؟" اُس نے کہا "بعض کو اس انجام پر خوش ہوتے دیکھتا ہوں جو میرے نزدیک بُرے لوگ ہیں اور بعض کو سر جھکائے افسوس کرتے پاتا ہوں۔ وہ میرے خیال میں اچھے اور خیر اندیش لوگ ہیں"۔ اس جواب پر خوش ہو کر آپ نے اُسے دعائے خیر و برکت دی اور آگے بڑھے۔

ذی رائے لوگوں کی تحکیم پر تنقید

آگے بڑھ کر آپ کو عبداللہ بن ودیعہ انصاری ملے اُن سے آپ نے یہی سوال کیا تو اُنھوں نے کہا "بعضے اس انجام کو پسند کرتے ہیں اور بعضے ناپسند"۔ آپ نے پوچھا "مگر صاحبانِ رائے کا کیا خیال ہے؟" کہا "وہ لوگ کہتے ہیں کہ علیؓ کے ہمراہ زبردست لشکر تھا مگر انھوں نے اُس کو منتشر کر دیا۔ اُن کے لیے ایک مستحکم قلعہ پیدا ہو گیا تھا جسے انھوں نے خود ہی منہدم کر دیا اور سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر کب وہ اس قلعے کو تعمیر اور اس

اُس کا جواب

تفرقے کو دور کریں گے۔ کاش انھوں نے یہ کیا ہوتا کہ جو لوگ کہنے میں تھے ان کو ساتھ لے کر لڑتے۔ اور نافرمانوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیتے۔ اس میں یا فتحیاب ہوتے یا مارے جاتے"۔ آپ نے فرمایا "اس قلعہ کو میں نے ڈھایا کہ انھوں نے؟ اور میں نے تفرقہ ڈالا کہ انھوں نے؟ رہا یہ کہ جو لوگ کہنے میں تھے ان کو لے کر لڑتا تو خدا کی قسم یہ خیال میرے دل میں بھی گزرا تھا مگر بار بار دیکھ لیا دنیا چھوڑنے کو تیار اور خوشی سے مرنے پر آمادہ تھا بلکہ حملہ کرنے کا ارادہ بھی کر لیا تھا مگر میرے دونوں فرزند (حسن اور حسین رضی اللہ عنہما) سامنے آ گئے۔ پھر ان دونوں نوجوانوں (اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر اور اپنے بیٹے محمد بن علی) کو دیکھا اور دل میں کہا "پہلے دونوں نہ رہے تو اُمت محمدی میں نسل رسالت منقطع ہو جائے گی۔ اور پچھلے دونوں کی موت خود مجھے گوارا نہ ہوئی۔ مگر خیر۔ اب آئندہ جب کبھی دشمنوں کا سامنا ہوا تو میرے یہ فرزند میرے ہمراہی نہ ہوں گے"۔

کوفے میں پہلا قبرستان

آگے بڑھے تو داہنی جانب سات آٹھ قبریں نظر آئیں۔ معمول تھا کہ کوفے میں جو لوگ مرتے اپنے گھروں کے اندر ہی دفن کر دیے جاتے۔ ان قبروں کو دیکھ کر آپ نے حیرت سے پوچھا "یہ قبریں کیسی؟" لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد خباب بن ارت کا انتقال ہوا اور انھوں نے مرتے وقت وصیت کر دی کہ شہر کے باہر میدان میں دفن کیے جائیں چنانچہ وہ یہاں دفن ہوئے۔ پھر اُن کے بعد اور جو لوگ مرے وہ بھی یہیں اُن کے پہلو میں دفن کیے گئے"۔ فرمایا "خباب پر خدا رحمت کرے اچھے آدمی تھے۔ شوق دل سے ایمان لائے رغبت کے ساتھ ہجرت کی۔ اور جب تک زندہ رہے جہاد کیا۔ پھر مرض میں مبتلا ہوئے۔ اور خدا تعالیٰ اچھے عملوں کو ضائع نہیں کرتا"۔ اس کے بعد آپ نے قبروں پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

قبرستان میں پڑھنے کی دعا

السلام علیکم یا اہل الدیار الموحشۃ والمحال المقفرۃ من المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات انتم لنا سلف فارط و نحن لکم تبع و بکم عما قلیل لاحقون۔ اللھم اغفر لنا و لھم و تجاوز بعفوک عنا و عنھم طوبیٰ لمن ذکر المعاد و عمل للحساب۔ و قنع بالکفاف و رضی عن اللہ عزوجل"۔

ع اس دعا کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے وحشت ناک گھروں اور صحرائی مقامات والو تم پر سلام۔ عام اس سے کہ تم مومن مرد ہو یا مومن بیبیاں اور مسلم مرد ہو یا مسلم بیبیاں۔ تم ہم سے آگے نکل گئے اور ہم تمھارے پیچھے آ رہے ہیں اور عنقریب تم سے ملنے والے ہیں۔ خداوندا ہماری اور ان کی مغفرت کر اور ہمارے اور اُن کے گناہوں سے درگزر کر۔ اچھا ہے وہ جو معاد کو یاد رکھے حساب کے خیال سے عمل کرے۔ بقدر ضرورت چیز پر قناعت کرے۔ اور خدائے عزوجل سے راضی رہے"۔

آگے قدم بڑھایا تو بنی ثور کی گلی میں پہونچے اور نوحہ و بکا کی آواز سُنی۔ پوچھا "یہ شور کیسا؟" عرض کیا گیا "عورتیں مقتولین صفین کا ماتم کر رہی ہیں" فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ جو لوگ ثواب کی آرزو میں صبر کرتے ہوئے مارے گئے شہید ہوئے۔" اب بنی فائش کے محلہ میں گزر ہوا۔ یہاں بھی شور ماتم بلند تھا۔ بڑھ کر بنی شبام کے کوچے میں داخل ہوئے۔ یہاں بھی وہی ہنگامہ بپا دیکھا۔ اتنے میں حرب بن شرحبیل شبامی اپنے دروازے سے نکل کر سامنے آئے اُن سے فرمایا "تمہاری عورتیں تم پر اس قدر غالب ہیں؟ انہیں بین و بکا سے نہیں روکتے؟" عرض کیا "امیرالمومنین ایک یا دو گھر ہوں تو عورتیں روکی جائیں۔ اکیلے اس قبیلے میں ایک سو اسی آدمی مارے گئے ہیں۔ اور کوئی گھر نہیں جس میں ماتم نہ ہو رہا ہو۔ کوئی کس کس کو روئے؟ ہاں ہم مرد لوگ البتہ نہیں روتے بلکہ اپنوں میں سے کسی کا شہید ہونا سن کر خوش ہوتے ہیں۔" ارشاد ہوا "خدا تمہارے مقتولوں اور مردوں پر رحمت کرے۔"

اب آپ یہاں سے آگے بڑھے۔ گھوڑے پر سوار تھے اور حرب بن شرحبیل پیدل ہمراہ چلے آتے تھے۔ لہذا انہیں اصرار کر کے واپس کیا اور فرمایا "تم سا آدمی اگر مجھ سے شخص کے ساتھ پاپیادہ چلے تو والی و حاکم کے لیے فتنہ اور مومن کے لیے باعث ذلت و تحقیر ہوگا۔"

دو قدم جانے کے بعد آپ بنی ناعط کے محلہ میں تھے۔ یہ سب شیعیان عثمانؓ اور معاویہ کے طرفدار تھے۔ اُن کے بعض لوگوں کی زبان سے یہ فقرات آپ نے سُنے کہ "خدا کی قسم علیؓ نے کچھ نہ کیا۔ گئے اور چلے آئے۔ کچھ حاصل نہ ہوا۔" یہ کہتے ہی اُن لوگوں نے آپ کو سر پر دیکھا تو گھبرا گئے اور آپ نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "یہ اُن لوگوں کے ساتھی ہیں جنھوں نے شام کا ملک نہیں دیکھا۔" پھر ارشاد ہوا "جن لوگوں کو ہم چھوڑ آئے ہیں وہ ان سے اچھے ہیں۔" بعد ازاں آپ ذکر الٰہی کرتے ہوئے قصر امارت میں داخل ہوئے۔

خوارج آپ کے ہمراہ نہیں بلکہ بجائے کوفہ کے اندر داخل ہونے کے مقام حروراء میں چلے گئے۔ اور وہیں اپنا پڑاؤ ڈال دیا۔ اسی شہر کے قیام کے باعث انہیں بنائے اسلام نے "حروریوں" کا لقب دے دیا ہے۔

صفین کی لڑائی جو بے نتیجہ بلکہ فتنہ بڑھانے والی ثابت ہوئی بڑی سخت لڑائی تھی جیسا کہ اس کے واقعات سے ظاہر ہوا جن لوگوں کے مارے جانے کا ذکر آچکا ہے اُن کے علاوہ اور بہت سے نامور حضرات بھی مارے گئے۔ حضرت علیؓ کی طرف سے اویس قرنی بھی مارے گئے

گھروں میں مقتولین صفین کا ماتم۔

بینی و بکا پر اظہار تعجب اور عذر خواہی۔

اعلی کریم النفسی۔

کچھ نئے سیکھے شیعیان عثمان

خوارج حروراء میں۔

نامور مقتولین صفین

اگرچہ اس میں اختلاف ہے۔ کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ دمشق میں بعض کے نزدیک آرمینیہ میں اور کسی کی روایت سے سیستان میں اپنی موت سے مرے۔ جندب بن زہیر ازدی جو صحابہ میں تھے وہ بھی اسی طرف مارے گئے۔ معاویہ کی طرف سے حابس بن سعد طائی جو یزید بن عدی بن حاتم کے ماموں تھے قتل ہوئے۔ اُن کے قاتل کو یزید بن عدی نے دغابازی سے مار ڈالا۔ عدی نے ارادہ کیا کہ بیٹے کو مقتول کے ورثہ کے حوالے کر دیں مگر وہ اس اندیشے سے بھاگ کر معاویہ کے پاس چلے۔

حضرت علیؓ کی طرف جنگ صفین میں خزیمہ بن ثابت بھی مارے گئے جن کو "ذوالشہادتین" کا لقب ملا تھا۔ ابتداءً وہ میدان میں نہیں نکلے اور خاموش تھے۔ مگر جب عمار بن یاسر مارے گئے تو تلوار کھینچ کے دشمنوں میں گھس پڑے اور زندہ واپس نہ آئے اسی طرف سے سہیل بن عمرو انصاری بھی مارے گئے جن کا شمار بابرکت غازیان بدر میں تھا۔ ایک اور صحابی نے بھی جن کا نام خالد بن ولید تھا حضرت علیؓ کی رفاقت میں جان دی۔ یہ وہ مشہور غازی شام اور شہسوار اسلام خالد نہیں ہیں جن کو دربار نبوت سے "سیف اللہ" کا خطاب عطا ہوا تھا۔ بلکہ ایک دوسرے بزرگ تھے۔

دسویں فصل

پنچایت کا فیصلہ اور خوارج کا ہنگامہ

خراسان میں بغاوت۔ اس کا استیصال۔ نمرد کی بھی اصلاح ہوگئی۔ خوارج حرورا میں۔ اُن کے عقائد۔ اُن کے خلاف شیعیان علیؓ کا جوش۔ ابن عباس خوارج کے مقابلے۔ اُن میں اور خوارج میں مباحثہ۔ خود حضرت علیؓ کی گفتگو خوارج سے۔ ان لوگوں کا قائل ہو کے مان لینا۔ اس واقعہ کے متعلق خوارج کا غلط بیان۔ پنچایت اور اس میں علیؓ کے طرفدار۔ عمرو بن عاص کو آپ کا پیام۔ اس پر عمرو کی برہمی۔ معاویہ کے طرف کے شرکاء۔ اہل کوفہ کی بے صبری و بدگمانی۔ پنچایت کے معزز شرکاء۔ مغیرہ کی پیشین گوئی۔ پنچوں کی باہمی گفتگو۔ ابن عاص کی چالاکی۔ ابوموسیٰ کا اصلی فیصلہ۔ فیصلہ سنانے کا وقت۔ ابن عباس کا ابوموسیٰ کو پہلے بیان کرنے سے روکنا۔ ابوموسیٰ کا اعلان۔ عمرو بن عاص کی اس سے مخالفت۔ معزز سامعین کی برہمی۔ ابوموسیٰ کی گھبراہٹ اور بے بسی۔ اُن میں اور عمرو میں سخت کلامی۔ شریح کا عمرو پر حملہ۔ شامیوں کے ڈر سے ابوموسیٰ کا بھاگنا۔ معاویہ کو خلافت کی مبارک باد۔ حضرت علیؓ سے تبرے کی ابتدا۔ اس کو معاویہ نے بھی اختیار کیا۔ ابن عمر کی برہمی و سلامت روی۔ پنچوں کے فیصلے پر علیؓ کی تقریر۔ اُن کی پھر مقابلے کے لیے تیاری۔ آپ پر خوارج کا اعتراض۔ آپ کا جواب۔ اُن کا اصرار۔ اُن کی نسبت آپ کی پیشین گوئی۔ خوارج کے جوش کا بڑھنا۔ اس پر آپ کی تقریر۔ ایک خارجی کی تعریض۔ پھر ویسی شورش۔ اور پھر آپ کی تقریر کوفے میں خوارج کا اجتماع۔ سرغناؤں کی تقریریں۔ حاکم کا انتخاب۔ ذوالثفنات ابن وہب اُن کا سردار بنا۔ اس کے ہاتھ پر بیعت۔ خوارج کا دوسرا جلسہ۔ نہروان میں جمع ہونے کی تجویز۔ خوارج بصرہ کی آمادگی۔ خوارج کا کوفے سے نکلنا۔ عدی کا بیٹا بھی اُن کے ساتھ گیا۔ عدی کا اُن کے ہاتھ سے بچنا۔ سعد بن مسعود ذوالثفنات کے تعاقب میں۔ حریفوں کا سامنا۔ سعد کے سواروں کی پست ہمتی۔ ابن وہب کا رات کو بھاگنا۔ کوفہ میں اور

خوارج کا روک لیا جانا۔ شیعوں کی تجدید بیعت۔ خوارج بصرہ۔ وہ بھی نہروان میں پہونچ گئے۔ علیؓ کا خط خوارج کے نام۔ اُن کا جواب۔ آپ کا عزم شام۔ ابن عباسؓ کو فے بھیجنے کا حکم۔ کل فوج جو بصرے سے روانہ ہوئی۔

خراسان میں بغاوت۔

اس کا استیصال

اسی ۳۷ھ میں حضرت علیؓ میدان صفین سے واپس آئے تھے کہ خبر آئی خراسان میں بغاوت ہوگئی۔ اور رعایا اطاعت سے باہر ہے۔ سرکش عجمیوں کی سرکوبی کے لیے آپ نے فوراً جعدہ بن ہبیرہ مخزومی کو روانہ فرمایا۔ انھوں نے خراسان کے مرکز حکومت نیشاپور میں پہونچ کر دیکھا تو سارے عجمی برگشتہ اور لڑنے کو تیار تھے۔ اپنے میں مقابلے کی قوت نہ پائی واپس چلے آئے۔ تب حضرت علیؓ نے اُن کے عوض خلید بن قرہ یربوعی کو بھیجا۔ انھوں نے زبردست لشکر کے ساتھ جا کر نیشاپور کا محاصرہ کر لیا۔ چند ہی روز میں عجمی باغی مقابلے کی تاب نہ لائے۔ صلح کا پیام دیا۔ اور مناسب شرطوں پر صلح قبول کر لی گئی۔ اس موقع پر اہل مرو نے بھی سرکشی کی تھی۔ بہادران عرب کے مقابل نیشاپور والوں کو عاجز اور بے بس دیکھا تو وہ بھی مطیع الاسلام ہو گئے۔ اور مشرقی قلمرو خلافت میں کوئی اندیشہ نہیں باقی رہا۔

مرو کی بھی اصلاح ہو گئی

خوارج حرورا میں۔

لیکن اس زمانے میں حضرت علیؓ کے سامنے سب سے اہم معاملہ مذکورہ بالا خوارج کا تھا۔ جو آپ کی رفاقت چھوڑ کے حرورا میں مقیم تھے۔ اُن لوگوں کا شمار بارہ ہزار تھا۔ اور جب انھیں اپنے اصول وعقائد کے اعلان کی ضرورت محسوس ہوئی تو اُن کے نقیب نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر نعرہ بلند کیا کہ "لوگو شبث بن ربعی تمیمی ہمارے امیر جنگ اور عبداللہ بن کوا یشکری ہمارے امیر نماز ہیں۔ فتح کے بعد شوریٰ یعنے کونسل کی حکومت ہوگی۔ بیعت اللہ جل شانہ کے لیے ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (اچھے کاموں کا حکم دینے اور بُری باتوں سے روکنے) کی پابندی ضروری ہے۔" خوارج کے اصلی عقائد یہ تھے جن کا اس موقع پر اظہار کیا گیا اور ان میں بجز اس کے کہ وہ حضرت علیؓ کی حکومت ماننے سے انکار کرتے تھے۔ اور خلافت کی عظمت و وقعت کو نہیں مانتے تھے کوئی اعتراض کے قابل بات نہ تھی۔ مگر اس میں سب سے بڑی بدبختی یہ تھی کہ سارا جوش وخروش صرف حضرت علیؓ کی عداوت اور مخالفت کے لیے تھا جو اس وقت خلیفۂ عہد اور دولت اسلام کے نگہبان تھے۔

انکے عقائد

انکے خلاف شیعیان علیؓ کا جوش

حضرت علیؓ کے پیرووں میں جب اِن کے عقائد کی شہرت ہوئی تو شیعیان علیؓ جوش وخروش سے اٹھے اور حضرت علیؓ سے کہا اب ہماری بیعت کی دوسری شان ہے ہم اُس

دوست ہیں جس کے آپ دوست ہوں اور اُس کے دشمن ہیں جس کے آپ دشمن ہوں۔"
شیعوں کے اس دعوے کی اطلاع خوارج کو ہوئی تو اُن کا تشدد و تعصب اور بڑھ گیا۔ اور
کہنے لگے "تم اور اہل شام دونوں دوڑنے والے گھوڑے ہو جن پر دو سوار ہیں۔ شام والوں
نے معاویہ کے ہاتھ پر اسی قسم کی بیعت کی اور تم نے علیؓ کے ہاتھ پر یہی بیعت کی۔ دونوں کی
بیعت کے یہ الفاظ ہیں کہ جس کے آپ دوست ہیں اُس کے ہم دوست ہیں اور جس کے
آپ دشمن ہیں اُس کے ہم دشمن ہیں"۔ اس کے جواب میں ہمراہیان علیؓ میں سے زیاد بن نضر نے
یہ کہا "خدا کی قسم جب علیؓ نے ہاتھ بڑھایا تھا تو ہم نے اس اقرار کے ساتھ بیعت کی تھی کہ کتاب اللہ
اور سنت نبوی کی پیروی کریں گے لیکن ہاں جب تم علیؓ کے مخالف ہو گئے تو شیعیان علیؓ نے
البتہ یہ کہا کہ جس کے آپ دوست ہوں اُس کے ہم دوست ہیں۔ اور جس کے آپ دشمن ہوں
اُس کے ہم دشمن ہیں اور بیشک ہم سب یہی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ علیؓ حق پر اور ہدایت پر ہیں اور
ان کا مخالف گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔"

ابن عباس خوارج سے ملنے بھیجے گئے

اب حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو خوارج کے پاس بھیجا اور تاکید سے
فرمایا کہ "جب تک میں خود نہ آؤں تم ان کو نہ کچھ جواب دینا اور نہ اُن سے لڑنے میں عجلت کرنا۔"
مگر ابن عباس جیسے ہی پہونچے خوارج نے آکر بحث شروع کر دی اور اُن سے اتنا ضبط نہ ہو سکا
کہ جواب دینے میں حضرت علیؓ کے آنے کا انتظار کریں۔ جاتے ہی اُن لوگوں سے کہا

ان میں اور خوارج میں مباحثہ۔

"تم لوگ دو پنچوں کے تقرر کی وجہ سے ہمارے مخالف ہو گئے حالانکہ خدائے تعالےٰ نے خود
قرآن مجید میں فرماتا ہے "اِن یُّرِیدَا اِصلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَینَہُمَا" (یعنے اگر دو آدمی اصلاح کا ارادہ
کریں خدا اُن کے ذریعے سے توفیق عطا کرے گا) جب خدا نے یہ فرما دیا ہے تو اُمت محمدی کا
اُس پر کیوں نہ کاربند ہو؟"

خوارج نے جواب دیا کہ خدائے تعالےٰ نے جس چیز کا فیصلہ انسانوں پر چھوڑا ہے
اور ان کو اُس پر غور کرنے کا حکم فرمایا ہے وہ بیشک اُس میں رائے دینے کے مجاز ہیں۔ لیکن
جس بارے میں خدا نے کوئی صریح حکم نافذ فرما دیا ہے اُس میں غور کرنے کا حق بندوں کو نہیں ہے
اُس نے زانی کے لیے سو کوڑوں کا اور چور کے لیے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے لہٰذا بندوں کا
کام نہیں کہ ان امور میں غور و خوض کر کے اپنی عقل سے کام لیں۔ اسی طرح جب خدا نے فرما دیا
کہ اِنِ الحُکمُ اِلَّا لِلّٰہِ پھر کسی کے حکم دینے کا کس کو حق باقی رہا؟"

ابن عباس نے کہا "خدائے تعالیٰ فرماتا ہے "یحکم بہ ذوا عدل منکم" (تم میں سے دو عادل شخص فیصلہ کریں) خوارج نے کہا "تو کیا تم سیر و شکار، کھیتی باڑی اور میاں بیوی کے تعلقات کا حکم بھی ویسا ہی جانتے ہو جیسا کہ مسلمانوں کے درمیان خونریزی ہونے کا معاملہ ہے؟" ابن عباس نے کہا۔ یہ لوگ کہنے لگے "مگر تمہارے نزدیک تو سب سے بڑا عادل شخص عمرو بن عاص ہے جو ابھی کل ہم سے لڑ رہا تھا۔ اگر وہ عادل ہے تو پھر ہم ہی کوئی عادل نہیں ہے۔ تم نے خدا کے معاملے میں انسانوں کو پنچ بنایا بتوسیہ اور ان لوگوں کے متعلق یہ حکم ہے کہ لڑو اور پلٹ آؤ مگر تم نے اپنے اور ان کے درمیان ایک اقرار نامہ لکھ لیا۔ حالانکہ خدا نے سورہ براءۃ نازل کر کے مسلمانوں اور حربیوں کے درمیان باہمی اقرار کو قطع کر دیا بجز اس صورت کے کہ ان سے جزیے کی بابت کوئی اقرار لیا جائے۔"

ابن عباس کے پہنچنے کے بعد حضرت علیؓ نے زیاد بن نضر کو بھیجا کہ دیکھو ہمارے سرداران فوج میں سے کس کا گروہ سب سے بڑا ہے۔ اس نے تھوڑی دیر کے بعد آ کے عرض کیا کہ سب سے بڑا گروہ یزید بن قیس کا ہے۔ اسی وقت اٹھ کر آپ باہر برآمد ہوئے۔ راہ میں یزید بن قیس کے خیمے میں تشریف لے گئے۔ وہاں دو رکعتیں پڑھیں۔ یزید کو اصفہان و رے کا والی مقرر فرمایا اور وہاں سے نکل کے چلے تو خوارج کے سامنے جا پہنچے۔ یہاں ان میں اور ابن عباس میں مباحثہ ہوتے دیکھ کر آپ نے ابن عباس سے فرمایا "میں نے تو تم کو ان لوگوں سے بحث کرنے کو منع کیا تھا"۔ پھر آپ نے گروہ خوارج کی طرف رخ کر کے فرمایا "خداوندا! یہ وہ مقام ہے کہ جس کسی کو یہاں فلاح ہوگی وہی قیامت کے روز بھی فلاح کا زیادہ مستحق ہوگا۔"

خود حضرت علیؓ کی گفتگو خوارج سے۔

پھر ان لوگوں سے پوچھا "تمہاری طرف سے گفتگو کرنے والا کون شخص ہے؟" سب نے ابن کوا کو بتایا۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "تمہیں کس چیز نے ہمارے خلاف کر دیا کہ ہم سے لڑنے کو تیار ہو؟" اس نے کہا "صفین کے میدان میں آپ کا یہ فعل کہ انسانوں کو پنچ بنایا"۔ فرمایا "میں تم سے قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ دشمنوں نے جب نیزوں پر قرآن بلند کیے تھے تم ہی لوگوں نے نہیں کہا تھا کہ ہم اس کو قبول کرتے ہیں؟ میں نے کہا ان لوگوں کا حال میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ یہ دیندار لوگ نہیں ہیں"۔ پھر اسی سلسلہ میں آپ نے سارا واقعہ بیان کر کے پوچھا "کیا یہ نہیں ہوا تھا؟ پھر ارشاد ہوا اور میں نے ان دونوں پنچوں کے لیے

یہ شرط لگا دی تھی کہ جس چیز کو قرآن نے رکھا ہے اُس کو برقرار کریں اور جس چیز کو قرآن نے مٹایا ہے اُس کو مٹا دیں۔ لہٰذا اگر وہ قرآن کے مطابق فیصلہ کریں تو ہمیں مخالفت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور اگر اس کے خلاف کریں تو ہم اُن کے فیصلے سے بری ہیں"۔

ان لوگوں نے کہا "ہمیں یہ بتائیے کہ مسلمانوں میں خونریزی ہونے کے معاملے میں انسانوں کو پنچ بنانے کو آپ جائز سمجھتے ہیں؟" فرمایا "ہم نے اُن کو پنچ نہیں بنایا۔ ہم نے تو دراصل قرآن کو منحصر علیہ قرار دیا ہے۔ اور قرآن ایک تحریر کا نام ہے جو دو دفتیوں کے درمیان میں لکھی ہوتی ہے۔ وہ خود نہیں بولتی بلکہ انسان اُس سے متکلم ہوتے ہیں"۔

ان لوگوں نے کہا "اچھا یہ بتائیے کہ آپ نے اپنے اُن کے درمیان کوئی مقررہ مدت کیوں قرار دی؟" فرمایا "تاکہ نہ جاننے والا جان لے۔ اور جاننے والا ثابت قدم رہے۔ اور شاید خدا تعالےٰ اسی التواء جنگ کے ذریعے سے اُمت کے حق میں کوئی بھلائی کرے"۔ بعد ازاں استمالت کے طور پر آپ نے ان لوگوں سے کہا "اپنے اپنے شہر میں ٹھہرو کہ خدا تمہارے حال پر مہربانی کرے"۔

اُن لوگوں کا قائل ہو کے مان لینا۔

آپ کے اس فرمانے کا یہ اثر ہوا کہ وہ سب لوگ کوفہ میں چلے آئے۔ اور بادی النظر میں جھگڑا مٹ گیا۔ مگر خوارج کا بیان اس گفتگو کے متعلق کچھ اور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے علیؓ سے کہا آپ سچ کہتے ہیں۔ ہمارا بھی حال تھا جو آپ نے کہا۔ اور دراصل یہ ہم سے کفر کی حرکت سرزد ہو گئی تھی جس سے اب ہم نے خداوند کریم کی درگاہ میں توبہ کی۔ لہٰذا آپ بھی ہماری طرح توبہ کریں۔ آپ کے توبہ کرتے ہی ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ اور اگر آپ نے توبہ نہ کی تو آپ کے خلاف رہیں گے۔ اس کے بعد علیؓ نے ہم سے بیعت لی اور کہا شہر میں چلو وہاں چھ مہینے تک قیام کریں گے تاکہ کھیتی تیار ہو جائے اور لوگ دولت جمع کریں۔ بعد ازاں دشمن کے مقابلے پر چلیں گے۔ مگر خوارج کے اس بیان کو مستند مورخین اہل سنت غلط اور بے اصل بتاتے ہیں۔

اس واقعہ کے متعلق خوارج کا غلط بیان۔

اسی اثنا میں دونوں پنچوں کے فیصلہ کرنے کا زمانہ آگیا۔ حضرت علیؓ نے شریح بن ہانی حارثی کو چار سو آدمیوں کے ساتھ روانہ فرمایا۔ عبداللہ بن عباس کو اُن کے ہمراہ کیا کہ ہمراہیوں کو نماز پڑھایا کریں۔ اور انھیں لوگوں کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری بھی تھے۔ حضرت علیؓ نے شریح بن ہانی کو سمجھا دیا کہ وہاں پہنچکر عمرو بن عاص سے ملنا اور کہنا علیؓ نے کہا ہے

[illegible] اور [illegible] میں علیؓ کے [illegible]۔

خدائے عزوجل کے نزدیک سب سے افضل وہ شخص ہے جو حق پر عمل کرنے کو پسند کرے۔ اور تم جانتے ہو کہ حق کا محل کون ہے۔ پھر کیوں جان بوجھ کر نادان بنتے ہو؟ تمہیں اگر کچھ لالچ دلایا گیا ہے تو تم خدا کے اور اس کے دوستوں کے دشمن ہو جاؤ گے۔ اور یوں سمجھو کہ جو کچھ تم کو ملا ہے جاتا رہا۔ تم چوروں سے حصہ بٹانے والے اور ظالموں کے قوت بازو نہ ہو۔ میں تمہارے اس روز سے خوب واقف ہوں جس دن تم نادم ہو گے۔ اور وہ تمہارے مرنے کا دن ہوگا اور تم کو تمنا ہوگی کہ کاش کسی مسلمان کے ساتھ عداوت نہ ظاہر کی ہوتی۔ اور کسی فیصلہ کے لیے رشوت نہ لی ہوتی"۔

ابن عمرو کی برہمی

شریح نے یہ پیام عمرو بن عاص کو پہونچایا تو اُن کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور کہا "میں نے کب علیؓ سے مشورہ لیا تھا یا اُن کے مشورے سے میں نے کون سا کام چھوڑ دیا تھا؟ یا ان کی رائے پر کب بھروسہ کیا تھا؟ جو وہ مجھے مشورہ دیتے ہیں؟" شریح نے کہا "لیکن اے ابن نابغہ (نابغہ عمرو بن عاص کی والدہ کا نام ہے) اگر اپنے آقا رسول خدا صلعم کے بعد تم سارے مسلمانوں کے سردار سے مشورہ لو تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ اُن سے تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی مشورہ لیتے اور اُن کی رائے پر عمل کرتے تھے"۔ اس کے جواب میں عمرو نے کہا "مجھ سا شخص تم ایسے آدمی سے بات نہیں کرتا"۔ اس کا جواب شریح نے ایسا سخت دیا کہ عمرو اُٹھ کر چلے گئے۔

معاویہ کی طرف کے شرکا

معویہ نے اپنی طرف سے عمرو بن عاص کو چار سو سواروں کے ساتھ بھیجا تھا جو لوگ دومۃ الجندل سے گزر کر مقام اذرح میں پہونچ گئے۔

اس زمانے میں دونوں طرف برابر مراسلت جاری تھی۔ حضرت علیؓ کے پاس سے ابن عباس کے نام خطوط پہونچتے اور جناب معاویہ کے پاس سے حضرت عمرو بن عاص کے پاس شام والے تو خبر بھی نہ ہوتے کہ معویہ نے عمرو کو کیا لکھا ہے اور نہ انہیں اس کی فکر رہتی۔ مگر کوفہ والے اپنی بے صبری اور بدگمانی سے ہر خط کے آنے پر حضرت ابن عباس سے بار بار پوچھتے "اس میں کیا لکھا ہے"۔ آخر ابن عباس نے جھنجھلا کے کہا "کیا خدا نے تم کو عقل نہیں دی ہے؟ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ معویہ کا قاصد آتا ہے تو کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی کہ کیا پیام لایا ہے۔ مگر تمہارا یہ حال ہے کہ میری جان کھائے جاتے ہو۔ اور طرح طرح کی خیال آرائیاں کرتے ہو"۔

اہل کوفہ کی بدگمانی اور بے صبری

اس موقع پر اکابر صحابہ میں سے عبداللہ بن عمر۔ عبدالرحمن بن ابی بکر۔ عبداللہ بن زبیر

عتبہ، عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام، عبدالرحمٰن بن عبد یغوث زہری، ابوجہم بن حذیفہ عدوی اور مغیرہ بن شعبہ بھی اسلام کی قسمت کا فیصلہ سننے کے لیے آ گئے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص بنی سلیم کے چشمے کے پاس مقیم تھے۔ ان کے فرزند عمر نے حاضر ہو کر کہا "قریش کے اکثر معزز حضرات ابوموسیٰ کا فیصلہ سننے کو جا رہے ہیں آپ بھی چلیے۔ آپ تو صحابی رسول اللہ اور ارکان شوریٰ میں سے ہیں۔ کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جو امت محمدی کو ناگوار ہوا اور سب سے زیادہ مستحق آپ ہی ہیں۔" مگر انھوں نے نہ مانا اور نہ آئے لیکن بعض راویوں کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مجمع میں وہ موجود تھے مگر فیصلے کا انجام دیکھ کر اپنے آنے پر نادم ہوئے۔ اور ندامت ہی کا اثر تھا کہ واپسی میں بیت المقدس سے عمرے کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ کی راہ لی۔

مغیرہ کی پیشین گوئی

مغیرہ اس عہد کے بڑے سیاسی اور نکتہ رس لوگوں میں تھے۔ انھوں نے معززین قریش سے پوچھا "کوئی ہے جو یہ بتا سکے کہ دونوں پنچ کسی ایک رائے پر متفق ہوں گے یا نہیں؟" سب نے لاعلمی ظاہر کی اور انھوں نے کہا "میں پتہ لگاتا ہوں۔" یہ کہہ کر ابن عاص کے پاس گئے اور پوچھا "ہم لوگ جو لڑائی سے الگ رہے تو اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ہمیں تو اس مسئلہ میں شبہ رہا مگر آپ پر خدا نے روشن کر دیا کہ ایک جانب ہو گئے۔" عمرو ان سے بھی زیادہ ہوشیار تھے کہا "آپ کی نسبت تو میری یہ رائے ہے کہ نیکوں کے پیچھے اور بُروں کے آگے رہا کرتے ہیں۔" یہ جواب سن کر مغیرہ وہاں سے چلے آئے اور ابوموسیٰ اشعری کے پاس جا کر ان سے یہی سوال کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ "میں تم لوگوں کو سب سے زیادہ ثابت قدم جانتا ہوں۔ اور تمہارے ہی گروہ (قاعدین) میں کچھ اچھے لوگ باقی رہ گئے ہیں۔" اس کے بعد مغیرہ نے واپس آ کر اپنے ان احباب سے کہہ دیا۔ "یہ دونوں صاحب ہرگز کسی ایک رائے پر متفق نہیں ہو سکتے۔"

پنچوں کی باہمی گفتگو

اب فیصلہ کا دن آیا۔ دونوں پنچ ایک صحبت میں جمع ہوئے۔ عمرو بن عاص نے ابوموسیٰ سے کہا "کیا آپ نہیں جانتے کہ عثمانؓ مظلوم مارے گئے؟" ابوموسیٰ نے کہا "مجھے اس کا اقرار ہے۔" پوچھا "اور آپ بھی جانتے ہیں کہ معاویہ اور ان کے خاندان والے عثمانؓ کے ولی ہیں؟" کہا "ہاں یہ بھی جانتا ہوں۔" ان تمہیدی سوالوں کے بعد عمرو نے کہا "تو پھر ان کا ساتھ دینے سے آپ کو کون چیز روکتی ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ وہ قریشی النسل ہیں۔ شاید آپ کو شبہ ہو کہ [illegible] ابتدائے بعثت کے وقت اسلام نہیں لائے تو اس کے لیے یہ جواب

کافی ہے کہ آپ نے اُن کو خلیفۂ مظلوم عثمانؓ کا ولی اور اُن کے خون کا انتقام چاہنے والا پایا،
وہ خوش تدبیر ہیں، مدبر سلطنت ہیں اور زوجۂ رسول اللہ صلعم اُم المومنین اُم حبیبہ کے بھائی ہیں کاتب
وحی رسالت ہیں، شرف صحبت رسالت رکھتے ہیں اور عمرو بن عاص نے ابو موسیٰ اشعری کی جناب
میں یہ بات بھی پیش کی کہ آپ کو کوئی نہ کوئی حکومت دی جائے گی۔

عمرو بن عاص کی یہ تقریر سُن کر ابو موسیٰ بولے "عمرو خدا سے ڈرو، تم نے معاویہ کے فضائل
بیان کیے مگر خلافت کا استحقاق محض ان خوبیوں سے نہیں ہو جاتا۔ ایسی ہی باتیں خلافت کا
حقدار بناتیں تو ابرہہ بن صباح کا خاندان زیادہ مستحق ہو جاتا۔ یہ تو خاص دینداروں کا حق ہے
اور اگر میں محض فضائل کی بنیاد پر خلافت کسی کو دیتا تو علیؓ بن ابی طالب کو دیتا۔ تمہارا یہ کہنا کہ معاویہ
عثمانؓ کے خون کے ولی ہیں اس لیے اُن کو وارث خلافت بناؤ، میرے نزدیک کوئی قوت
نہیں رکھتا۔ مہاجرین اولین کو چھوڑ کے انھیں خلافت کیسے دی جا سکتی ہے؟ تم نے جو معاویہ
کی سطوت و شوکت کا ذکر کیا تو سنو معاویہ اگر اپنی ساری شاہانہ سطوت مجھے دیدیں تو بھی میں اُن کو
خلیفہ نہ بناؤں گا اور خدا کے معاملے میں رشوت نہ لوں گا لیکن اگر تم پسند کرو تو عبداللہ بن عمر کو
منتخب کر کے عمر بن خطاب کے نام کو زندہ کرو۔ خدا اُن کو اپنے آغوش رحمت میں لے۔"

عمرو بن عاص نے کہا آپ کا یہ خیال ہے تو پھر آپ کے نزدیک اس میں کیا مضائقہ
ہے کہ میرے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ بنا دیجیے اس کی خوبیوں اور اس کی نیک نفسی سے آپ بخوبی
واقف ہیں۔" ابو موسیٰ بولے "تمہارے بیٹے نیک نفس اور دیندار ہونے میں شک نہیں مگر تم نے
اُس کو فتنوں کے دریا میں غوطہ دیکر مشتبہ کر دیا۔" اس پر عمرو بن عاص نے کہا تو یاد رکھیے کہ خلافت
ایسے ہی شخص کے لیے موزوں ہو سکتی ہے جو کھاتا پیتا اور دنیا کے معاملات کو برتتا ہو۔ عبداللہ
بن عمر بن الخطاب ان امور کی طرف سے غافل و بے پرواہ ہیں۔" ابو موسیٰ بولے "ایسا ہے تو
عبداللہ بن زبیر کو منتخب کرو جو زیادہ ذی ہوش ہیں۔" پھر فرمایا "میں اس بارے میں خدا کی قسم
رشوت نہ لوں گا۔ سنو ابن عاص! اہل عرب نے باہم خونریزی کرنے کے بعد معاملۂ خلافت کو
تمہارے ہاتھ میں دے دیا ہے ایسا نہ کرو کہ پھر فتنہ میں پڑ جاؤ۔"

ابن عاص کی چالاکی - ابو موسیٰ کا اصلی فیصلہ

ابن عاص نہایت ہی ہوشیار اور مدبر آدمی تھے جب دیکھا کہ ابو موسیٰ کسی طرح میرے کہنے
میں نہیں آتے تو کہا "اچھا فرمائیے آپ کی کیا رائے ہے؟ اور آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟" انھوں نے
کہا "میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ان دونوں شخصوں (علیؓ اور معاویہؓ) کو خلافت سے علیحدہ کر دوں اور

اور انتخاب خلیفہ کے معاملے کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑ دوں، لوگوں کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں اپنا حاکم منتخب کریں۔“ عمرو نے کہا ”بس یہی رائے مناسب ہے۔“ اور ابو موسیٰ کو یقین ہو گیا کہ عمرو بن عاص کو میری رائے سے اتفاق ہے۔

فیصلہ سنانے کا وقت۔

گفتگو سب سے چھپا کر ہوئی تھی اور کسی کو خبر نہ تھی کہ دونوں پنچوں نے باہمی مشورے سے کیا قرار دیا اور اب وقت آیا کہ طے شدہ معاملے کا تمام حاضرین میں اعلان کر دیا جائے۔ عمرو بن عاص نے ابو موسیٰ سے کہا ”اپنا فیصلہ سب کو سنا دیجئے۔“ ابو موسیٰ نے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہا ”ہم دونوں ایک رائے پر متفق ہو گئے اور امید ہے کہ اس تجویز سے خداوند تعالیٰ امت کی اصلاح کر دے گا۔“ عمرو نے سنتے ہی کہا ”آپ نے بجا فرمایا بس اپنی رائے سب کو سنا دیجئے۔“

ابن عباس کا ابو موسیٰ کو پہلے بیان کرنے سے روکنا۔

ابو موسیٰ تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو حضرت ابن عباس نے کہا ”افسوس مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن عاص نے آپ کو کچھ فریب دیا ہے اگر دونوں پنچوں نے کسی رائے پر اتفاق کیا بھی ہے تو پہلے آپ ابن عاص سے کہیے کہ ان کو اپنی زبان سے سب پر ظاہر کریں اور آپ ان کے بعد تقریر کیجئے۔ ان کا اعتبار نہیں، ممکن ہے کہ کسی بات پر آپ سے اتفاق کر لیا ہو۔ اور ظاہر کرتے وقت اس کے خلاف ہو جائیں۔“ ابو موسیٰ بے پروا آدمی تھے ابن عباس کے کہنے کا مطلق لحاظ نہ کیا اور اپنی تقریر شروع کر دی۔

ابو موسیٰ کا اعلان۔

اور کہا ”لوگو، ہم دونوں نے امت کے معاملے میں غور کیا اور ایک رائے اختیار کر لی جس سے زیادہ کوئی اچھی اور جھگڑا مٹانے والی بات نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ ہے کہ ہم علیؓ اور معاویہ دونوں کو خلافت سے علیحدہ کر دیں اور مسلمان جس کسی کو پسند کریں اپنا حاکم منتخب کریں۔ چنانچہ اس فیصلے کے مطابق میں نے علیؓ اور معاویہ دونوں کو خلافت سے معزول کر دیا۔ اب آپ لوگ اپنے معاملے میں غور کریں اور جسے مناسب جانیں خلیفہ منتخب کریں۔“ یہ کہہ کر بیٹھ گئے۔

عمرو بن عاص کی اس سے مخالفت۔

ان کے بیٹھتے ہی عمرو بن عاص اٹھے اور کہا ”ابو موسیٰ نے جو کچھ کہا سب صاحبوں نے سن لیا جس طرح انہوں نے اپنے پنچ بنانے والے یعنی علیؓ کو خلافت سے علیحدہ کر دیا میں بھی ان کو علیحدہ کرتا ہوں۔ مگر میں اپنے پنچ بنانے والے یعنی معاویہ کو مسند خلافت پر برقرار رکھتا ہوں اس لیے کہ وہ عثمانؓ کے ولی، ان کے خون کے طالب، اور ان کی جانشینی کے لیے سب سے زیادہ اہل ہیں۔“

سعد نے سا معین کی برہمی۔

ابن عاص کی یہ خلاف امید تقریر سن کر ساری محفل دنگ رہ گئی۔ حضرت سعد نے جن کا موجود ہونا

ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہا "ابو موسیٰ۔ تم کو عمرو اور ان کے فریب نے کس قدر مغلوب کر لیا!" ابو موسیٰ نے جواب دیا "اب اس سے بچنے کی میں کیا تدبیر کروں؟ مجھ سے اتفاق کیا اور وقت پر مکر گئے۔" اُن کا یہ بے بسی کا جواب سن کر ابن عباس بولے۔ "یہ تمہارا قصور نہیں بلکہ اُس کا قصور ہے جس نے تم کو اپنا پنچ بنایا۔" ابو موسیٰ نے پھر پریشان ہو کر کہا "تو میں کیا کروں؟ عمرو نے میرے ساتھ غداری کی۔" عبداللہ بن عمرؓ نے کہا "واہ امت کے معاملات کا کیا انجام ہوا ہے! قوم کی قسمت ایسے شخص کے ہاتھ میں دی گئی جسے اس کی کچھ پروا نہیں کہ اُس نے کیا کر دیا اور دوسرا ضعیف ہے۔" عبدالرحمٰن بن ابی بکر بولے "بہتر ہوتا کہ ابو موسیٰ اشعری آج کے دن سے پہلے مر گئے ہوتے۔"

ابو موسیٰ کی گھبراہٹ اور بے بسی۔

معززین امت کے یہ فقرے سُن کر ابو موسیٰ نے جھنجھلا کے عمرو بن عاص سے کہا "خدا کبھی تمہیں توفیق خیر نہ دے۔ تم نے مجھے دھوکا دیا اور بہت بُرا کام کیا۔ تم اس کتے کے مثل ہو کہ اس پر جھپٹو تو بھی بھونکتا ہے اور نہ بولو تو بھی بھونکتا ہے۔" عمرو نے جواب دیا "اور تم اُس گدھے کے مثل ہو جس پر کتابیں لدی ہوں۔"

ان میں اور عمرو میں سخت کلامی۔

اسی اثنا میں شریح بن ہانی کو ایسا طیش آیا کہ عمرو بن عاص پر جھپٹ پڑے اور ایک کوڑا رسید کیا۔ ساتھ ہی عمرو کے بیٹے نے بڑھ کے شریح کے کوڑا مارا۔ اور لوگوں نے درمیان میں آ کے بیچ بچاؤ کر دیا۔ شریح اس واقعہ کے بعد ہمیشہ پچھتایا کرتے کہ "اُس وقت میں نے عمرو بن عاص کو بجائے کوڑے کے تلوار کیوں نہ ماری کہ کام تمام کر دیتا۔"

شریح کا عمرو پر حملہ۔

ان واقعات کا انجام یہ ہوا کہ جس طرح حضرت علیؓ کی طرف کے لوگ عمرو بن عاص کے دشمن تھے ویسے ہی اہل شام اور طرفداران معٰویہ باوجود کامیاب ہونے کے ابو موسیٰ کے خلاف ہو گئے اور اُن کی تاک میں لگے ہوئے تھے۔ اور اُن کے شر سے بچنے کے لیے بیچارے نے مکۂ معظمہ میں بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

شامیوں کے ڈر سے ابو موسیٰ کا بھاگنا۔

عمرو بن عاص اور اہل شام نے واپس جا کر معٰویہ کو خلافت کی خوشخبری سنائی۔ اور شریح و ابن عباسؓ ناکام و نامراد حضرت علیؓ کے پاس واپس آئے۔ اس واقعہ نے حضرت علیؓ کو اس قدر برہم کر دیا کہ آپ صبح کی نماز میں قنوت کرتے تھے جس میں عمرو بن عاص۔ معٰویہ۔ ابو الاعور۔ حبیب بن مسلمہ۔ عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید۔ ضحاک بن قیس اور ولید پر لعنت بھیجا کرتے۔ معٰویہ کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے بھی قنوت شروع کر دی جس میں حضرت علیؓ۔ ابن عباسؓ۔ حسنؓ۔ حسینؓ اور اشتر کے

معٰویہ کو خلافت کی مبارکباد۔ حضرت علیؓ سے تبرّے کی ابتدا۔ جس کو معٰویہ نے بھی اختیار کیا۔

ساتھ یہی طریقہ برتا جانے لگا اور یہی وقت ہے جب سے اسلام میں بزرگانِ اُمت اور
مسلمانوں پر تبرے اور لعن طعن کی بنیاد پڑی۔

کہتے ہیں کہ پنچوں کا فیصلہ ہو جانے کے بعد ایک بار تو یہ دونوں پنچوں سے ملے۔ شام کا
وقت تھا۔ وہ ان دونوں کے سامنے مجمع عام میں تقریر کرنے کو کھڑے ہو گئے۔ اسی قدر کہا تھا
کہ اس بارے میں جو شخص کچھ کہنا چاہتا ہو کہے اور اپنے دل کا کھوٹ ظاہر کر دے۔" عبداللہ بن عمر
کہتے ہیں میں احتباء کی وضع میں یعنے چادر کو دونوں زانوں میں باندھے بیٹھا تھا۔ پاؤں کھول کے
سیدھا کیا اور چاہا کہ اٹھ کر کہوں۔ "اس بارے میں ایسے بہت سے لوگوں کو تامل ہے جو
اسلام کی حمایت میں تم سے اور تمہارے باپ سے لڑتے رہے ہیں"۔ مگر اندیشہ ہوا کہ ایسا
نہ ہو کر کوئی کلمہ ایسا زبان سے نکل جائے جس سے اُمت میں پھوٹ پڑے اور خونریزی
کی نوبت آ جائے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ خدا نے جن کاموں کے عوض میں جنت دینے کا وعدہ
کیا ہے وہ مجھے اس جھگڑے کی باتوں سے زیادہ پسند ہیں۔ اس کے بعد جب میں اپنے گھر میں آیا
تو حبیب بن مسلمہ ملنے کو آئے اور پوچھا جب اس شخص (معاویہ) نے گفتگو کی تو آپ کو کس چیز نے
کچھ کہنے سے باز رکھا؟ میں نے کہا چاہتا تھا کہ کچھ کہوں مگر فساد کے اندیشے نے منہ بند
رکھا۔" انھوں نے کہا خدا نے آپ کو توفیق خیر دی اور بچ گئے۔"

ابن عمرؓ کی برہمی

جب حضرت علیؓ کو پنچوں کے فیصلے کا حال معلوم ہوا اور سنا کہ ابو موسیٰ اشعری نے مکر کی
راہ لی، تو عبداللہ بن عباس کو پھر بصرے کی حکومت پر روانہ فرما دیا اور منبر پر کھڑے ہو کر یہ تقریر کی۔
"الحمد للہ۔ علاوہ شکر کے خطبوں اور عظیم الشان حادثوں کا وقت آ گیا۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ ہیں۔ اور سمجھ رکھو کہ گناہ منجر بہ حسرت و منتج بہ ندامت ہوتا ہے۔ میں نے اس پنچایت اور
ان پنچوں کے متعلق اپنی رائے پہلے ہی بتا دی تھی۔ اور کوئی معاملہ چھوٹا ہوتا تو میں اپنی رائے
بدل دیتا لیکن تم لوگوں نے بجز اس کے کہ تمہاری رائے پر عمل کیا جائے کوئی بات نہ مانی۔
خیر اب یاد رکھو کہ جن دو شخصوں کو تم نے پنچ بنایا تھا انھوں نے حکم قرآنی کو پس پشت ڈال دیا
اور وہ باتیں زندہ کیں جن کو قرآن مٹا چکا تھا۔ دونوں پنچوں میں سے ہر ایک نے اپنی خواہش نفس
کی پیروی کی اور ہدایت ربانی سے علاقہ نہ رکھا چنانچہ بغیر کسی روشن دلیل اور سنت سابقہ
کے حکم لگا دیا۔ اور اپنے فیصلوں میں مختلف رہے۔ دونوں نے راہ ہدایت کے خلاف
عمل کیا۔ لہٰذا خدا اور رسول اور مومنین نیکوکار ان سے الگ ہو گئے۔ اب تم تیار ہو جاؤ سفر شام

فیصلے پر حضرت علیؓ کی تقریر

کے لیے آمادہ رہو۔ اور دو شنبہ کی صبح کو سب لشکرگاہ نخیلہ میں جمع ہو۔

آپکی مقابلے کے لیے تیاری

اب ہم ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اس عہد کی پولیٹکل پیچیدگیوں نے مذہب پر نہایت خراب اثر ڈالا۔ جس وقت حضرت علیؓ ابو موسیٰ کو فیصلے کے لیے کوفہ سے روانہ کر رہے تھے۔ زرعہ بن برج طائی اور حرقوص بن زہیر نام دو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی صورت دیکھتے ہی نعرہ لگایا "لا حکم الا اللہ" یعنے فیصلہ کا حق بجز اللہ کے کسی کو نہیں ہے۔ آپ بھی برجستہ یہی آیت زبان پر لائے کہ "لا حکم الا اللہ" حرقوص نے کہا "اگر ایسا ہے تو اپنے گناہ سے توبہ کیجیے۔ اس پنچائت کو چھوڑ دیجیے اور ہمیں ہمراہ لے کر دشمنوں کے مقابلہ پر چلیے۔ تاکہ ہم ان سے لڑیں اور اسی کوشش میں خدا کے پاس پہنچ جائیں۔"

آپ پر خوارج کا اعتراض

آپ نے فرمایا "میں نے خود ہی تم کو اس پنچائت سے روکا تھا مگر تم لوگوں نے نہ مانا۔ انجام یہ ہوا کہ ہم میں اور ان لوگوں میں ایک تحریری معاہدہ ہوگیا۔ چند شرطیں قرار پائیں۔ جن کے ہم پابند ہو گئے۔ اور خدا کا حکم ہے کہ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ یعنے خدا سے جب کوئی عہد کرو تو اس کو پورا کرو۔"

آپ کا جواب

حرقوص بولا "مگر یہ آپ کا گناہ تھا جس سے آپ کو توبہ کرنی چاہیے۔" آپ نے فرمایا "یہ گناہ نہ تھا بلکہ میری رائے کی کمزوری تھی۔ میں تو تم کو اس سے روک ہی رہا تھا۔" زرعہ نے کہا "علیؓ! تم انسانوں کی اس پنچائت سے اگر دست بردار نہ ہوئے تو میں صرف خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تم سے لڑوں گا۔" اس کے اس کہنے پر آپ کو طیش آگیا۔ اور فرمایا "کمبخت دور۔ مجھے نظر آتا ہے کہ تو مقتول پڑا ہے اور ہوا کے جھونکے تیری لاش پر خاک ڈال رہے ہیں۔" بولا "یہی تو میری آرزو ہے۔"

ان کا اصرار

ان کی نسبت آپ کی پیشین گوئی

یہ دونوں شخص "ان الحکم الا اللہ" کے نعرے لگاتے ہوئے آپ کے پاس سے چلے گئے اور یہ حالت تھی کہ لوگ جابجا یہی نعرے لگاتے پھرتے تھے۔ آخر ایک روز آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کی۔ مگر اس تقریر کے وقت بھی لوگ چاروں طرف مسجد میں یہی نعرے لگا رہے تھے۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا "اللہ اکبر! کلمہ حق جس سے باطل کا فائدہ اٹھایا گیا۔ یہ لوگ (یعنے نعرے لگانے والے) اگر خاموش رہے تو ہم چشم پوشی کریں گے کچھ بولے تو ان سے بحث کریں گے اور مقابلے پر آئے تو ان سے لڑیں گے۔"

خوارج کے جوش کا عالم۔ آپ کی تقریر

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ یزید بن عاصم محاربی چپک کر اٹھا اور کہا "الحمد للہ کہ ہم نہ خدا کے چھوڑنے والے

ابن عاصم کی تقریر

ہیں اور نہ اُس سے بے پرواہیں۔ خداوندا۔ دین میں دنیا کی دناءت ملنے سے ہم پناہ مانگتے ہیں۔
کیونکہ دناءت دنیا کو دین میں ملانا۔ خدا کے معاملے میں مداہنت کرنا ہے۔ اور ایسی ذلت میں پڑنا ہے
جو لوگوں کو غضب الٰہی کی طرف لے جاتی ہے۔ علیؓ تم ہمیں قتل کی دھمکی دیتے ہو؟ مجھ کو اُمید
ہے کہ ہم خدا کی قسم اس دھمکی کو عنقریب تم پر الٹ دیں گے جس میں ذرا بھی رعایت نہ کی جائے گی۔
اس وقت تم کو معلوم ہوگا کہ ہم حق پر تھے یا تم" اتنا کہا اور مع اپنے تین بھائیوں کے اُٹھ کر چلا گیا۔
یہ تینوں آدمی مقام نہروان میں مارے گئے۔ اور ایک جو بچ رہا تھا وہ اس کے بعد مقام نخیلہ
میں قتل ہوا۔

پھر وہی شورش۔ اور پھر آپ کی تقریر

بعد ازاں حضرت علیؓ اور ایک دن تقریر فرما رہے تھے کہ حاضرین میں سے ایک شخص نے
اُٹھ کر کہا "لاحکم الا للہ" اور اس کے بعد اور کئی آدمیوں نے یہی نعرے لگائے۔ اُن کا یہ رنگ
دیکھ کر حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ اکبر! ایسا کلمہ حق اور اس سے ایسا باطل فائدہ اٹھانا! سنو
تم لوگوں کے لیے ہمارے پاس تین باتیں ہیں۔ اول یہ کہ جب تک ہمارے ساتھ رہوگے تمہیں
خدا کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے نہ روکیں گے۔ دوسرے یہ کہ جب تک کوششوں میں تم ہمارے
ساتھ شریک ہو مال غنیمت اور وظائف کو تم سے نہ روکیں گے۔ تیسرے یہ کہ جب تک ہمارے
مقابلے پر نہ آؤ گے تم سے نہ لڑیں گے" یہ فرما کر آپ منبر پر سے اتر آئے۔

کوفے میں خوارج کا اجتماع۔ سرغناؤں کی تقریریں

اب خوارج کا جوش بڑھا۔ ایک روز عبداللہ بن وہب راسبی کے مکان پر کوفے میں
سب جمع ہوئے۔ اور عبداللہ نے کھڑے ہو کر ایک پرجوش تقریر کی۔ پہلے انھیں دنیا میں
پڑنے سے روکا۔ پھر خدا کے احکام کی پابندی اور ممنوعات سے احتراز کرنے کی تاکید کی
بعد ازاں کہا "لوگو ہمارے ساتھ یہاں سے نکل چلو" اس شہر کو چھوڑ دو جس کے رہنے والے
ظالم ہیں۔ اخرجنا من ہذہ القریۃ الظالم اہلہا۔ پہاڑوں کے کھوہوں میں چلو یا کسی ایسے
شہر میں جہاں کے لوگ ان گمراہی کی بدعتوں کے خلاف ہوں" حرقوص بولا۔ "اس دنیا کی
دولت تھوڑی سی ہے۔ اسے جلد سے جلد چھوڑ دینا چاہیے۔ اس کی زیبائی و رونق تم کو یہاں کے
ٹھہرنے کا شوق نہ دلائے۔ اور یہ نہ ہو کہ اس کے لالچ میں تم حق کی خواہش اور ظلم کے
انسداد سے رک جاؤ۔ خدا انہیں لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور نیک کام کرتے ہیں"
اب حمزہ بن سنان اسدی بولا "لوگو ٹھیک رائے دی گئی جس کی حقیقت تم کو نظر آ گئی۔ پہلا
پہلے کسی کو اپنا حاکم بناؤ کیونکہ کسی مرکز ستون اور جھنڈے کا موجود ہونا ضروری ہے۔ تاکہ تم

اس کے گرد رہو۔ اور اس کی طرف رجوع کرو۔"

حاکم کا انتخاب

اب حاکم منتخب ہونے لگا۔ پہلے زید بن حصین کا نام لیا گیا مگر اس نے انکار کیا تب حرقوص کا نام پیش ہوا۔ اس نے بھی سرداری قبول نہ کی۔ پھر حمزہ بن سنان اور شریح بن اوفے کے نام پیش کئے گئے۔ ان دونوں نے بھی عذر کیا۔ آخر میں قوم کی سرداری عبداللہ بن وہب کے سامنے پیش کی گئی۔ اس نے کہا "پسند تو مجھ کو بھی نہیں ہے۔ مگر تم لوگ مجھے یہ خدمت دیتے ہو تو قبول کئے لیتا ہوں لیکن یاد رکھو کہ میں خدا کی قسم نہ کسی دنیاوی ہوس سے اس کو قبول کرتا ہوں اور نہ موت کے خوف سے اس کو چھوڑوں گا۔"

ذوالثفنات ابن وہب کا سردار بننا

اس کے ہاتھ پر بیعت

یہ شوال ۳۷ھ کی ۱۰ تاریخ تھی۔ سب نے عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ خوارج کا یہ پہلا سردار ذوالثفنات کے لقب سے مشہور تھا۔ ثفنات اونٹ کے ان اعضا کو کہتے ہیں جو بیٹھنے میں زمین سے لگ جائیں۔ شاید اس کے ہاتھ پاؤں کی بناوٹ اسی قسم کی ہوگی۔

خوارج کا دوسرا جلسہ

اس پہلی صحبت کے بعد پھر ایک روز خوارج شریح بن اوفے کے گھر میں جمع ہوئے۔ اور ذوالثفنات نے کہا "چلیے ہم کسی ایسے شہر میں جمع ہوں جہاں ہم خدا کے حکم کو جاری کریں۔ اس لیے کہ اب تم ہی لوگ اہل حق ہو۔" شریح نے کہا "چلو مدائن میں پڑاؤ ڈالیں۔ اس کے طاقوں اور کھنڈروں پر قبضہ کریں۔ اور وہاں کے رہنے والوں کو نکال باہر کریں۔ پھر اپنے بصرے کے بھائیوں کو بلائیں کہ وہ بھی آکر ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں۔ زید بن حصین بولا "تم لوگ اگر ایک ساتھ اکٹھا ہو کر یہاں سے چلو گے تو تعاقب کیا جائے گا۔ اس لیے پوشیدہ طور پر کوفے سے ایک ایک کرکے نکلو۔ علاوہ بریں مدائن میں ایسے لوگ موجود ہیں جو مزاحمت کریں گے۔

نہروان میں جمع ہونے کی تجویز

اس لیے چلو ہم سب نہروان کے پل پر اتریں اور وہاں ٹھہر کر بصرے کے بھائیوں سے مراسلت کریں۔" سب نے اس آخری رائے سے اتفاق کیا۔ اور یہی تجویز قرار پا گئی۔

خوارج بصرہ کی آمادگی

اب عبداللہ نے کوفہ چھوڑنے سے پہلے ہی بصرے کے ہم خیالوں کو اپنے جمع ہونے کی اطلاع دی اور انھیں اپنی طرف بلایا۔ یہ خط بصرے میں جیسے ہی پہونچا وہاں والوں نے اس کی درخواست قبول کی اور لکھا کہ "عنقریب ہم تمھارے پاس پہونچ جائیں گے۔"

خوارج کا کوفہ سے نکلنا

جس تاریخ ان لوگوں نے کوفے سے نکلنے کا ارادہ کیا ساری رات عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ یہ جمعہ کی رات تھی۔ صبح کو بھی دن بھر عبادت و ذکر الٰہی کرتے رہے۔ اور شب شنبہ کو کوفے سے نکلے۔ شریح بن اوفے جس وقت نکلا ہے اس کی زبان پر یہ آیت تھی کہ فخرج

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ عَسٰى رَبِّىٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (اس شہر سے ڈرتا ہوا نکلا۔ راہ راست کا امیدوار تھا)

عدی کا بیٹا بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔

عدی بن حاتم طائی جو مخصوص جاں نثاران مرتضوی میں تھے اُن کا بیٹا طرفہ بن عدی بھی ان لوگوں کا ہم خیال تھا چنانچہ وہ بھی ان کے ساتھ کوفے سے نکل گیا۔ عدی نے دور تک ان لوگوں کا پیچھا کیا کہ بیٹا ملے تو اُس کو سمجھا بجھا کے واپس لائیں۔ مگر نہ پایا۔ اور مدائن کے قریب تک جا کے واپس آئے، واپسی کے وقت مقام ساباط میں اُن کو عبداللہ بن وہب بیس سواروں کے ساتھ ملا۔ عبداللہ نے ارادہ کیا کہ اُن کو مار ڈالے مگر عمرو بن مالک نبھانی اور بشر بن زید بولانی نے جو خوارج میں تھے اُن کی جان بچا دی۔

عدی کا ان کے ہاتھ سے بچنا

سعد بن مسعود سے مقابلہ

عدی نے ان لوگوں کے ہاتھ سے نجات پاتے ہی سعد بن مسعود کو جو حضرت علیؓ کی طرف سے مدائن کے حاکم تھے خبر کی اور تاکید کی کہ ان لوگوں سے ہوشیار رہیے گا۔ انھوں نے فوراً مدائن کے پھاٹک بند کروا لیے۔ پھر پانچ سو سواروں کو لے کر اُن لوگوں کی تلاش میں چلے۔ اور اپنی جگہ اپنے بھتیجے مختار بن ابی عبید ثقفی کو مدائن میں چھوڑا۔

حریفوں کا سامنا۔

سعد کے روانہ ہونے کی خبر عبداللہ بن وہب کو ہو گئی۔ فوراً وہ راستہ چھوڑ کے بغداد کی طرف چلا۔ مگر باوجود اس احتیاط کے شام کے وقت کرخ میں پہونچا تھا کہ سعد کا سامنا ہو گیا۔ عبداللہ نے تیس ہی سواروں سے حملہ کر دیا۔ تھوڑی دیر تک سخت لڑائی ہوتی رہی تھی کہ مدائنی اُلٹے رک گئے۔ اور سعد سے کہا ان لوگوں سے لڑنے کا کیا نتیجہ؟ اس بارے میں آپ کو کوئی حکم تو ملا نہیں ہے۔ جانے بھی دیجیے۔ مگر ہاں امیرالمومنین کو ان واقعات کی اطلاع کر دیجیے۔ اگر وہاں سے تعاقب کا حکم آئے گا تو ہم ان کا پیچھا کریں گے۔ اور اگر کسی اور شخص نے اس کام کو انجام دے دیا تو آپ اس زحمت سے بچ جائیں گے" مگر سعد نے اپنے ہمراہیوں کے اس مشورے کو نہ مانا۔ اور لڑائی صبح پر اُٹھا رکھی۔

سعد کے سواروں کی پست ہمتی

ابن وہب کا رات ہی کو بھاگنا۔

یہ اندھیری رات تھی۔ اور دونوں گروہ اپنی اپنی جگہ پر تھے۔ عبداللہ بن وہب نے یہ کارروائی کی کہ راتوں رات دجلے سے اتر کے ارض جوخی میں ہو رہا اور وہاں سے نہروان پہونچ کر اپنے گروہ سے جا ملا۔ سواران مدائن کے مقابلے کے وقت اس کے ہمراہیوں کو اس کی زندگی سے یاس ہو گئی تھی اور باہم قرار پا گیا تھا کہ وہ نہ ہوا تو زید بن حصین یا حرقوص کو اپنا سردار بنائیں گے۔

کوفہ سے اخراج کا روک دیا جانا

اب کوفہ والوں کا ایک اور گروہ چلا کہ خوارج سے جا ملے لیکن اُن لوگوں کے عزیزوں نے

انھیں مجبور کر کے روک لیا۔ اُن میں طرماح کے چچا یعنی یزید بن قیس اور عبداللہ بن حکیم بھی تھے
حضرت علیؓ نے سُنا کہ سالم بن ربیعہ عبسی بھی ان لوگوں کے ساتھ شریک ہونے کو جا رہے
تھے۔ سامنے بلوا کر ان کو اس حرکت سے روکا اور خدا کو ان کے ساتھ بھلائی منظور تھی کہ رک گئے

شیعوں کی تجدید بیعت

جب یہ خوارج کوفہ سے نکل گئے تو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر آپ کے رفیقوں اور شیعوں نے تجدید بیعت کی۔ اور اس میں وہی الفاظ پھر کہے کہ "ہم اُس کے دوست ہیں جس کے آپ دوست ہوں اور اس کے دشمن ہیں جس کے آپ دشمن ہوں"۔ حضرت علیؓ نے ان الفاظ کے ساتھ اتنی اور شرط بڑھا دی کہ "سُنت رسول خدا صلعم پر عمل کریں گے"۔ مگر ربیعہ بن ابی شداد خثعمی نے جو جنگ ہائے جمل و صفین میں ہمراہ رکاب رہے تھے اور بنی خثعم کا علم انھیں کے ہاتھ میں رہا تھا بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضرت علیؓ نے فرمایا "کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر بیعت کرو"۔ ربیعہ نے کہا "اور سنت ابوبکرؓ و عمرؓ پر"۔ آپ نے ناراضی کے ساتھ کہا "تمھارے حال پر افسوس ہے اگر ابوبکرؓ و عمرؓ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل نہ کرتے تو ہرگز حق پر نہ ہوسکتے"۔ آخر انھوں نے اسی طرح بیعت کر لی جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ پھر آپ نے نظر اٹھا کر ان کی صورت دیکھی اور کہا "مجھے خدا کی قسم نظر آتا ہے کہ جیسے تم خوارج سے جا ملے۔ اُن کے ساتھ مارے گئے اور گھوڑے تمھاری لاش کو روند رہے ہیں"۔ اور ویسا ہی ہوا جو آپ نے کہہ دیا تھا کہ ربیعہ خوارج بصرہ کے ساتھ گئے اور نہروان کی لڑائی میں مارے گئے۔

خوارج بصرہ

خوارج بصرہ کی یہ حالت ہوئی کہ کوفہ والوں کا خط پہنچتے ہی بصرے میں پانچ سو آدمی جمع ہوئے۔ مسعر بن فدکی تمیمی کو اپنا سردار بنایا اور روانہ ہو گئے۔ اُن کے جانے کی خبر عبداللہ بن عباس کو ہوئی جو بصرے کے والی تھے۔ فوراً ابوالاسود دؤلی کو دوڑایا کہ ان لوگوں کو جانے نہ دیں۔ ابوالاسود نے بڑے پل کے پاس اُن لوگوں کو پالیا۔ مگر بغیر اس کے کہ کوئی چھیڑ چھاڑ ہو دونوں گروہ ایک دوسرے کے مقابل اُتر پڑے اور رات ہو گئی۔ رات کے اندھیرے میں مسعر اپنے ہمراہیوں کو لے کر چل دیا اور ابوالاسود صبح کا انتظار کرتے رہ گئے۔ مسعر جو یہاں سے چلا تو یہ حالت تھی کہ جو کوئی راستے میں ملتا اس کا مزاحم ہوتا۔ اس کی فوج کے مقدمۃ الجیش کا سردار اشرس بن عوف شیبانی تھا۔ آخر جاتے جاتے وہ نہروان میں پہنچ گیا اور عبداللہ بن وہب کی قوت اور بڑھ گئی۔

وہ بھی نہروان میں پہنچ گئے

حضرت علیؓ کا خط خوارج کے نام

حضرت علیؓ نے خوارج کی مخالفت کو بڑھتے دیکھا تو انھیں اس مضمون کا خط بھیجا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ازجانب بندۂ خدا علیؓ امیر المومنین بہ جانب زید بن حصین۔ عبداللہ بن وہب اور ان کے گروہ کے بعد۔ وہ دونوں شخص جن کے پنچ بنانے کو ہم نے قبول کر لیا تھا انھوں نے کتاب اللہ کی مخالفت اور اپنے نفسوں کی پیروی کی۔ بغیر اس کے کہ ہدایت الٰہی پر عمل کریں۔ انھوں نے نہ سنت رسول پر عمل کیا اور نہ قرآن کے مطابق فیصلہ کیا۔ لہٰذا خدا و رسول اور تمام مومنین ان سے الگ ہو گئے۔ تمھیں جیسے ہی یہ خط ملے میرے پاس چلے آؤ اس لیے کہ ہم اپنے اور تمھارے دشمنوں کے مقابلے پر کوچ کرنے والے ہیں اور اسی حالت پر ہیں جس پر کہ پیشتر تھے۔"

اس کا جواب

اس کا جواب ان لوگوں سے یہ ملا کہ "آپ نے خدا کے لیے اپنا غصہ ظاہر نہیں کیا بلکہ آپ کا غصہ محض اپنی ذات کے لیے تھا۔ اب اگر آپ اپنے کافر ہو جانے کا اقبال کر کے کفر سے توبہ کریں تو ہم اپنے اور آپ کے معاملے پر غور کریں گے۔ اور اگر یہ آپ کو منظور نہیں ہے تو ہم نے آپ اور دوسروں کو یکساں طور پر چھوڑ دیا۔ خدا خیانت کرنے والوں کو نہیں پسند کرتا۔"

آپ کا عزم شام۔

ان لوگوں کی یہ تحریر پڑھ کے آپ کو ان کی طرف سے یاس ہو گئی اور قصد فرمایا کہ ان لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ کے پوری قوت سے مخالفین شام کے مقابلے پر روانہ ہوں۔ چنانچہ اسی مقصد سے آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا "جس شخص نے خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے ہاتھ روکا اور سستی کی وہ قعر ہلاکت کے کنارے ہے۔ بجز اس کے کہ اللہ جل شانہٗ اپنی رحمت سے اس کی تلافی کر دے۔ اس لیے لوگو خدا سے ڈرو۔ اور اس شخص کا مقابلہ کرو جس نے خدا و رسول کی مخالفت کی۔ اور چاہا کہ خدا کے نور کو بجھائے۔ مسلمانو۔ ظالم و گمراہ خطاکاروں سے لڑو۔ جو نہ قرآن کے قاری ہیں۔ اور نہ شریعت الٰہی میں فقیہ۔ نہ معنی شناس عالم ہیں اور نہ عہد اسلام کے سابقہ کارناموں کی بنا پر خلافت پانے کے مستحق۔ اگر وہ حاکم ہو گئے تو خدا کی قسم تمھارے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو کسریٰ و ہرقل کا اپنی رعایا کے ساتھ تھا اور ہے۔ اپنے مغرب زمین کے دشمنوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تمھارے بصرے کے بھائیوں کو بھی ہم نے لکھ بھیجا ہے کہ تم سے آملیں اور جب تم سب جمع ہو جاؤ تو انشاء اللہ ہم فوراً چل کھڑے ہوں گے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔" پہلے خطبے میں جو دن آپ نے مقرر فرما دیا تھا جب اس روز کوچ نہ ہو سکا تو آپ نے یہ دوسری تقریر کی۔

ابن عباس کو فوج بھیجنے کا حکم

ساتھ ہی حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو یہ تحریر بھیجی کہ "بعد حمد الٰہی لکھا جاتا ہے ہم لشکر گاہ نخیلہ میں جاتے ہیں اور مغربی دشمن کے مقابلے کے لیے کوچ کرنے کو تیار ہیں اور میرا دوسرا حکم ملنے تک تم وہیں ٹھہرو۔ والسلام" فوج کے جمع کرنے اور روانہ کرنے کے بارے میں پہلے لکھ چکے تھے۔ انھوں نے اہل بصرہ کو جمع کر کے خط سنایا اور اُن کو احنف بن قیس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کو کہا۔ اس کوشش سے کل ڈیڑھ ہزار آدمی جمع ہوئے تو ان کو روانہ کر کے حضرت عباسؓ نے پھر اُن میں یہ تقریر کی "اے اہل بصرہ میرے پاس امیرالمومنین کی تحریر آئی اور میں نے تم کو ان کی بیعت کے لیے جمع ہونے کا حکم دیا۔ مگر فقط ڈیڑھ ہزار آدمی تیار ہوئے۔ حالانکہ تم میں بچوں اور غلاموں کو چھوڑ کے ساٹھ ہزار سپاہی موجود ہیں۔ تم لوگ جاریہ بن قدامہ سعدی کے ہمراہ جمع ہو کر امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ کوئی اپنے نفس کے لیے بہانہ نہ پیدا کرے۔ میں جسے دیکھوں گا کہ نہیں گیا اور امام کی دعوت نہ قبول کی اُس سے باز پرس کروں گا۔ اس وقت کوئی شخص بجز اپنے نفس کے اور کسی کو الزام نہ دے"

اس حکم کے مطابق جاریہ روانہ ہونے لگے تو اُن کے ہمراہ ایک ہزار سات سو آدمی تھے اس طرح کل اہل بصرہ جو حضرت علیؓ کی رفاقت کے لیے روانہ ہوئے اُن کا مجموعی شمار تین ہزار دو سو آدمیوں کا تھا۔

گیارھویں فصل

شام پر چڑھائی کرنے کی کوشش اور خوارج نہروان کا استیصال

فراہمی فوج کے لیے حضرت علیؓ کی تقریر۔ لوگوں کی مستعدی۔ کوفے کی فوجی قوت۔ ان کی فوج۔ تیاری جنگ۔ اس سے اختلاف۔ آپ کا سمجھانا اور سب کی رضامندی۔ مجبوراً خوارج کی طرف توجہ۔ عبداللہ بن جندب کے ساتھ خوارج کا سلوک۔ ان کی بیوی پر ظلم۔ حضرت علیؓ کے بھیجے ہوئے کو مار ڈالنا۔ ان کا استیصال مقدم نظر آیا۔ نہروان کی طرف کوچ۔ ایک نجومی کی پیشین گوئی۔ اس کی بات نہ ماننا۔ خوارج کو آپ کا پیام۔ اس کا جواب۔ قیس کا ان کو سمجھانا۔ ابو ایوب انصاری کا سمجھانا۔ خود حضرت علیؓ کا سمجھانا۔ ان کی ضد اور کج مجبوری۔ آپ کی مدلل تقریر۔ خوارج لڑنے پر تل گئے۔ آپ کی ایک غیب دانی۔ فوج ترتضوی کی ترتیب۔ خوارج کی فوجی ترتیب۔ حضرت علی کا علم امان۔ اس کا اچھا اثر۔ خوارج ہی نے حملہ کیا۔ اور خود ہی لڑ بھڑ کے فنا ہو گئے۔ دم بھر میں فیصلہ۔ زید بن حصین خارجی کا قتل۔ ابن سبا کا قتل ہونا۔ دیگر سرداران خوارج کا مارا جانا۔ ذو الثدیہ۔ اس کی لاش کا ملنا۔ اس کی کیفیت و حالت۔ اس کے ملنے پر آپ کی خوشی۔ آپ کا مقتولین خوارج سے خطاب۔ مال غنیمت۔ دشمنوں کی لاشیں دفن کرنے پر اعتراض۔ آپ کا یہیں سے شام کا ارادہ۔ ہمراہیوں کا جائز عذر۔ کوفہ میں سب کو پڑاؤ میں رہنے کا حکم۔ ان کی نافرمانی۔ آپ کا انھیں جوش دلانا۔ اور ان کا ٹھنا۔ آپ کی پُر ملامت تقریر۔ اس پر بھی متنبہ نہ ہوا۔ ۳۸ھ میں آپ کے والیان ملک۔ ابن ابی سرح کی وفات۔

فراہمی فوج کے لیے حضرت علیؓ کی تقریر

اب کوفے کے تمام سردار سرگروہان قبائل اور معززین شہر جمع ہوئے اور ان کے سامنے حضرت علیؓ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد یہ تقریر فرمائی "اے اہل کوفہ۔ اجرائے حق میں تم میرے بھائی اور میرے انصار و مددگار رہو۔ اور خلل اندازوں پر جہاد کرنے میں میرے ساتھی اور رفیق۔ تمہاری ہی قوت سے میں مخالف کو زیر کروں گا۔ اور موافق کو مطیع و منقاد بناؤں گا۔ میں نے اہل بصرہ کو جہاد میں شریک ہونے کے لیے بلایا تھا چنانچہ وہاں سے تین ہزار دو سو آدمی آ گئے اب تمہارے جمع ہونے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا یہ چاہیے کہ تم میں سے ہر قبیلہ کا سردار مجھے ایک فہرست تیار کر دے جس سے معلوم ہو سکے کہ ان کے گروہ میں کتنے آدمی لڑنے والے ہیں اور کتنے ان کے بیٹے اور

غلام واحباب ہیں جو میدان میں جا سکیں گے"

لوگوں کی مستعدی۔

سب سے پہلے سعد بن قیس نے اٹھ کر عرض کیا" امیر المومنین ہم اس حکم کو بسر وچشم بجالائیں گے پھر معقل بن قیس۔ عدی بن حاتم۔ زیاد بن خصفہ۔ اور محمد بن عدی اور دیگر سفرزین قبائل نے تعمیل کا وعدہ کیا بہت جلد یہ فہرستیں آپ کی خدمت میں پیش ہوئیں۔ اور سب نے اپنے بیٹوں اور غلاموں کو بھی لڑائی پر ساتھ جانے کا حکم دیدیا۔ بلکہ تاکید کردی کہ کوئی نہ رہ جائے۔ اس کوشش سے اہل کوفہ میں سے چالیس ہزار جنگجو۔ سترہ ہزار اُن کے بیٹے اور آٹھ ہزار دیگر متعلقین جمع ہوگئے جن کی مجموعی تعداد پینسٹھ ہزار لڑنے والوں کی تھی۔ اور یہ لوگ بصرے کے تین ہزار دو سو پاہ گروہ کے علاوہ تھے۔

کوفہ کی تعداد فوج۔

مدائن کی فوج

بعد ازاں حضرت علیؓ نے مدائن میں سعد بن مسعود کو لکھا کہ تمھارے پاس جتنے آدمی لڑائی کے قابل ہوں اُن کو میرے پاس بھیجدو" چنانچہ آپ نے شام پر حملہ کرنے اور اُن حریفان عرب زمین کے مقابل دوسرا میدان جنگ گرم کرنے کا پورا بندوبست کرلیا۔ اور امروز فردا ہی میں روانہ ہونے کو تھے۔

تیاری جنگ۔

اس سے اختلاف۔

اتفاقاً لوگوں کا یہ خیال حضرت علیؓ کے گوش گزار ہوا کہ علیؓ کو چاہیے پہلے ہی حروریوں کے مقابلے پر چلیں پھر جب اُن سے فراغت ہو تو منحرف گئے غلل اندازان خلافت کی طرف توجہ فرمائیں" فوراً آپ نے سب کو جمع کرکے فرمایا سنتا ہوں تم لوگ ایسا کہتے ہو مگر ان خارجیوں کی نسبت شام والوں کا مقابلہ زیادہ اہم ہے۔ لہذا ان لوگوں کا ذکر چھوڑدو اور ان دشمنوں کے مقابلے پر چلو جو تم سے اس لیے لڑنا چاہتے ہیں کہ اپنے سرداروں کو ملوک جبار بنادیں۔ اور سلمانوں کو ذلیل وخوار کریں" ہر طرف سے آوازیں بلند ہوئیں کہ امیر المومنین جدھر مناسب جانیں ہمیں لے چلیں" اور صیفی بن فسیل شیبانی نے اٹھ کر کہا" ہم آپ کے گروہ اور آپ کے مددگار ہیں جو آپ کا دشمن ہو اس کے دشمن ہیں اور جو آپ کی اطاعت کرے اس کے ساتھی۔ چاہے کوئی ہو۔ اور کہیں ہو۔ آپ انشاءاللہ تعداد کی کمی اور پیروؤں کی پشت کی کمزوری سے ضرر نہ اٹھائیں گے"

آپ کا سمجھانا۔

اور سب کی رضامندی۔

مجبوراً خوارج کی طرف توجہ۔

مگر باوجود اس مستعدی کے خوارج نے چند ہی روز میں کچھ ایسی خطرناک حیثیت حاصل کرلی کہ آپ کو پہلے انھیں کے استیصال کی فکر کرنا پڑی۔ اور اس کا باعث یہ ہوا کہ جو خوارج جمع تھے اُن کے ایک گروہ کو ایک خاتون گدھے پر سوار جاتی نظر آئی جس کو ایک مرد ہا نکتا

عبداللہ بن خباب صحابی کا خوارج کے ہاتھ سے قتل

پکڑے لیے جاتا تھا۔ اُس کو گھیر لیا۔ ڈانٹا ڈپٹا۔ اور پوچھا "تو کون ہے؟" اس شخص نے کہا۔ "میں صحابیِ رسول اللہ صلعم خباب کا بیٹا عبداللہ ہوں اور یہ میری بیوی ہیں۔" یہ جواب سُن کر ان لوگوں نے اُن کی تسلی و تشفی کر کے کہا "ڈرو نہیں۔ اور رسول خدا صلعم کی کوئی حدیث سُناؤ جس کو تم نے اپنے والد سے سُنا ہو۔" انھوں نے کہا "والد کہتے تھے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ایک فتنہ ہوگا جس میں انسان کے جسم کے ساتھ اس کا دل بھی مردہ ہو جائے گا۔ اور اس زمانے کی پہچان یہ ہے کہ لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ شام کو مومن ہوں گے اور صبح کو کافر۔ اور صبح کو مومن ہوں گے اور شام کو کافر۔" سب نے کہا "ہاں ایسی ہی حدیث کو ہم چاہتے تھے۔ خیر اب بتاؤ تم ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟" عبداللہ نے کہا "دونوں کی خوبی کے معترف اور اُن کے مدح خواں ہیں۔" پوچھا "اور عثمانؓ کی نسبت کیا کہتے ہو؟ وہ آغازِ خلافت میں کیسے تھے اور آخر عہدِ خلافت میں کیسے؟" کہا "آغاز میں بھی اچھے تھے اور آخر میں بھی اچھے۔" سب نے کہا "اور علیؓ کو کیسا سمجھتے ہو؟ پنچوں کے مقرر کرنے سے پہلے وہ کیسے تھے اور اس کے بعد کیسے ہو گئے؟" عبداللہ نے کہا "وہ خدا کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ دین داری میں نہایت سخت ہیں۔ اور علمِ دین میں اچھی معرفت و بصیرت رکھتے ہیں۔" عبداللہ کا یہ آخری جواب سُن کر وہ لوگ کہنے لگے "معلوم ہوا کہ تم اپنے نفس کے بندے ہو۔ اور فقط ظاہر نام دیکھ کر لوگوں کی عزت و تعظیم کرنے لگتے ہو۔ حرکات و سکنات کو نہیں دیکھتے۔ خدا کی قسم ہم تم کو اس طرح ماریں گے کہ کسی کو نہ مارا ہوگا۔" پھر اُن کو گرفتار کر لیا۔ مشکیں باندھ دیں اور انھیں اور اُن کی بیوی کو جنھیں پورے دنوں کا حمل تھا کھینچتے ہوئے لے چلے۔ راستہ میں ایک کھجور کے باغ میں گزر ہوا جس میں خوشے پکے ہوئے تیار تھے اتفاقاً ایک تازہ کھجور گر پڑی اور اُن کے رفیقوں میں سے کسی نے اُٹھا کر منھ میں رکھ لی۔ دوسرے نے کہا "یہ تمھیں حلال نہیں ہے۔" فوراً اُس نے کھجور کو منھ سے نکال کے پھینک دیا۔ آگے بڑھے تو کسی عیسائی کا پالا ہوا سور گزرا۔ ساتھ والوں میں سے کسی نے سور کو تلوار مار دی۔ سب معترض ہوئے کہ "یہ تم نے دنیا میں فساد پیدا کیا۔" اور اس شخص نے سور والے کے پاس جا کر اُسے راضی کر لیا تب اطمینان ہوا۔ اُن کی یہ پرہیزگاری دیکھ کر عبداللہ بن خباب نے کہا "تمھاری جو باتیں میں دیکھ رہا ہوں اُن میں اگر تم سچے ہو تو مجھے کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ میں مسلمان ہوں۔ کبھی کوئی بدعت کا کام نہیں کیا ہے۔ اور پھر مجھے تم امان بھی دے چکے ہو کہ

صاف الفاظ میں کہہ چکے ہو کہ تمہارے لیے کوئی خوف نہیں"! اس اُمید کا یہ جواب تھا کہ سب نے عبد اللہ کو زمین پر گرا کے کروٹ لٹایا اور ذبح کر ڈالا۔ جب اُن کو قتل کر چکے تو اُن کی بیوی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اُس نیک خاتون نے کہا میں تو عورت ہوں۔ اور عورت کی جان لیتے کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ مگر ان سنگدل ظالموں نے مطلق شنوائی نہ کی۔ اُس پاکدامن مومنہ کا پیٹ پھاڑ کے اس کی جان لی۔ پھر اُن بیوی کے ساتھ نبی طے کی اور تین عورتیں بھی قتل کیں۔ اور اُم سنان صیداویہ کو بھی قتل کر دیا۔

ان کی بیوی پر مظالم

حضرت علیؓ نے اس واقعہ کو سُنا تو حرث بن مرہ عبدی کو بھیجا کہ ان لوگوں میں جا کر رہیں اُنکی حالت دیکھیں۔ اور جو کچھ حالت نظر آئے بجنسہ لکھ بھیجیں۔ اور بتائیں کہ ان لوگوں نے ملک کی کیا حالت کر رکھی ہے۔ حرث گئے تو ان کو بھی اُن ظالموں نے قتل کر ڈالا۔ اور وہ حضرت علیؓ کو کسی بات کی اطلاع نہ دے سکے۔

جس وقت اُن کے مارے جانے کی خبر کوفہ میں آئی ہے اُس وقت حضرت علیؓ کے گرد معززین کوفہ کا مجمع تھا کل حاضرین نے متفق اللفظ کہا امیر المومنین آپ ان لوگوں کی طرف سے کیوں درگزر فرماتے ہیں۔ ان کی یہی حالت رہی تو ہمارے شام جانے کے بعد یہ لوگ کوفہ پر حملہ کر کے ہمارے گھروں کو لوٹ لیں گے اور ہمارے بال بچوں کو پکڑ لے جائیں گے۔ پہلے انھیں شریروں کے مقابلے پر تشریف لے چلیے اور جب اُن سے فراغت ہو لے تب آپ دشمنان شام کی طرف کوچ کریں۔" اشعث بن قیس نے بھی اُٹھ کر اس خیال کی تائید کی۔ سب لوگوں کا خیال تھا کہ اشعث خوارج کے ہم خیال ہیں۔ اس لیے کہ صفین کے موقع پر اُن کی زبان سے یہ مقولہ سنا گیا تھا کہ "مخالفین نے انصاف کی بات کی کہ ہمیں کتاب اللہ کی طرف بلاتے ہیں"!

حضرت علیؓ نے سب کا مشورہ قبول فرمالیا۔ اور کوفہ سے کوچ کر کے نہروان کے پل پر پہونچے راستے میں مسافر بن عفیف ازدی ملا جو اس عہد کا ایک مشہور نجومی تھا۔ اُس نے کہا آپ فلاں گھڑی میں کوچ کریں۔ اس کے خلاف ہوا تو آپ کو اور آپ کے ہمراہیوں کو سخت نقصان پہونچے گا۔ آپ نے اُس کے کہنے کا مطلق خیال نہ فرمایا اور بغیر اس کے کہ اس کی بتائی ہوئی گھڑی کا انتظار کریں روانہ ہو گئے۔ پھر جب کامیاب و فتحیاب ہو کر واپس آئے تو ایک تقریر میں حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا "جس گھڑی روانہ ہونے کو اس نجومی نے کہا تھا اگر ہم اسی ساعت میں

نہروان کی طرف کوچ۔ ایک نجومی کی پیشین گوئی

اسکی بات نہ ماننا

کوچ کرتے تو نادان جہلا کہتے کہ اُس گھڑی میں روانہ ہوئے ہی کے سبب سے ہم کامیاب ہوئے"

خوارج کو آپ کا پیام

جب آپ اہل نہروان کے مقابلے پر پہونچے تو اُن لوگوں کے پاس کہلا بھیجا "ہمارے جن بھائیوں کو تم نے قتل کیا ہے اُن کے قاتلوں کو ہمارے پاس بھیجدو تاکہ اُن پر حکم قصاص جاری کریں۔ اگر تم نے اس حکم پر عمل کیا تو میں تم کو تمہارے حال پر چھوڑ کے چلا جاؤنگا۔ اور تاوقتیکہ مغرب کے مخالفین کا استیصال نہ ہو جائے مناسب سمجھا جائے گا کہ تمھیں تمھارے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ شاید خدائے عزوجل تمھارے دلوں کو ہماری طرف پھیر دے۔ اور اُن میں نیکی ڈال دے"۔

اس کا جواب

اس کا جواب اُن لوگوں سے یہ ملا کہ "اُن مقتولین کو ہم سب نے قتل کیا ہے۔ اور ہم تمھارا اور اُن کا دونوں کا خون گرانا حلال جانتے ہیں"۔

قیس کا اُن کو سمجھانا

اب قیس بن سعد بن عبادہ گئے کہ انھیں سمجھائیں اور کہا "خدا کے بندو۔ جن لوگوں کو ہم مانگتے ہیں انھیں ہمارے حوالے کیوں نہیں کر دیتے؟ جس عقیدے کو تم نے چھوڑ دیا ہے پھر اس کو اختیار کرو۔ اور ہمارے ساتھ چل کے ہمارے اور اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرو۔ تم نے یہ نہایت برا اور سخت خطرناک طریقہ اختیار کیا ہے کہ ہم کو کافر اور مشرک بتاتے اور مسلمانوں کے قتل کرنے کو مباح سمجھتے ہو۔ یہ بھی کوئی بات ہے؟" خوارج میں سے عبداللہ بن شجرہ سلمی نے اس کا یہ جواب دیا کہ "حق ہم پر روشن ہو گیا۔ اس لیے ہم تمھاری پیروی نہیں کر سکتے۔ تم پیرو حق بننا چاہتے ہو تو عمرؓ فاروق کا سا کوئی شخص ہمارے سامنے لا کر پیش کرو"۔ قیس نے کہا "بجز ہمارے آقا علیؓ کے اور تو کوئی ہمیں ایسا نظر نہیں آتا۔ تم ہی کوئی ایسا شخص رکھتے ہو تو اس کو پیش کرو"۔ انھوں نے کہا "ہم تو ایسا کسی کو نہیں پاتے"۔ قیس نے کہا "تو میں تمھیں قسم دلاتا ہوں کہ اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم فتنہ میں پڑ گئے"۔

ابو ایوب انصاری کا سمجھانا

قیس کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری نے ان لوگوں کے سامنے جا کر تقریر کی۔ اور کہا "خدا کے بندو۔ ہم تم اُسی حالت پر ہیں جس پر کہ تھے۔ اور ہم میں تم میں کوئی اختلاف نہیں ہے پھر کیوں لڑتے ہو؟" ان لوگوں نے کہا "اگر آج ہم نے تمھارا کہنا مان لیا تو کل تم پھر تحکیم قائم کر دوگے"۔ ابو ایوب نے کہا "اچھا تو میں خدا کا واسطہ دلا کے تم سے کہتا ہوں کہ آئندہ فتنہ کے اندیشہ سے موجودہ فتنہ کو نہ بڑھاؤ"۔

خود حضرت علیؓ کا سمجھانا

اب خود حضرت علیؓ تشریف لے گئے اور فرمایا "اے وہ گروہ جس کو ریاکاری و سخن پروری نے ابھار کے کھڑا کر دیا ہے۔ خواہش نفس نے حق سے روکا۔ حماقت نے لالچ لایا۔ اور

انجام یہ ہوا کہ تم لوگ سخت فتنے میں مبتلا ہو گئے۔ میں تم کو اس سے ڈراتا ہوں کہ کل اُمت محمدی تم پر لعنت کرے گی اس وادی کے درمیان اور ان نشیبی زمینوں میں تم مرے پڑے ہو گے اور اپنے پروردگار کے سامنے پیش کرنے کے لیے تمہارے پاس کوئی حجت اور کوئی روشن دلیل نہ ہوگی۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں پنچایت مقرر کرنے سے تم کو روک رہا تھا؟ اور صاف کہہ رہا تھا کہ یہ سب فریب ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کو پیش کیا ہے وہ دیندار اور نیک نیت لوگ نہیں ہیں۔ مگر تم ہی تھے جنہوں نے میرا کہنا نہ مانا۔ پھر ان کے کہنے کو اگر میں نے منظور بھی کیا تو یہ شرط لگا دی اور عہد لے لیا کہ دونوں پنچ اسی حکم کو جاری کریں جو خدا نے جاری کیا ہو اور اس حکم کو مٹائیں جسے قرآن نے مٹایا ہو۔ بعد ازاں دونوں پنچوں میں اختلاف پڑا۔ اور دونوں نے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف فیصلہ کر دیا۔ اسی بنا پر ہم نے دونوں کے معاملے کو الگ ڈال دیا۔ اور اب اسی شان پر ہیں جس پر کہ پہلے تھے۔ تم آخر کس بنیاد پر اڑے ہوئے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ "بیشک ہم نے پنچوں کو مقرر کیا تھا۔ اور ہم نے ایک گناہ کا فعل کیا تھا جس کے باعث ہم سب کافر ہو گئے۔ اور بعد ازاں توبہ کی۔ اسی طرح آپ بھی اس گناہ سے توبہ کریں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اور آپ ہی کے گروہ میں ہیں لیکن اگر آپ کو توبہ کرنے سے انکار ہے تو ہم آپ سے اسی طرح لڑیں گے جس طرح کہ آپ کے مخالفوں سے لڑنے کو تیار ہیں۔"

آخر تھک کر حضرت علیؓ نے فرمایا "کمبختو تم پر پتھر پڑیں۔ اور تم میں سے کوئی زندہ نہ بچے تم چاہتے ہو کہ رسول خدا صلعم پر ایمان لانے، آپ کے ساتھ ہجرت کرنے، اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے بعد اپنے آپ کو کافر تسلیم کروں؟ ایسا کروں تو میں گمراہ ہوں، اور میرا شمار ہدایت پانے والوں میں نہیں ہے۔" یہ کہہ کر آپ واپس چلے آئے۔

بعض راویان اخبار کا بیان ہے کہ اس موقع پر آپ نے یہ تقریر فرمائی "اے وہ لوگو جو کہ نفس مجھ سے جدا ہونے پر آمادہ ہو گئے اگرچہ اس جھگڑے کے شروع کرنے والے تمہیں تھے۔ میں اس سے متنفر تھا مگر تم نے اصرار کیا۔ اور گو میں نے تم کو بتا دیا تھا کہ یہ تحریک دشمنوں نے محض فریب اور دین سے بے پروا ہونے کی بنا پر پیش کی ہے مگر تم نے نہ مانا۔ سخت مخالفوں کی طرح اختلاف کرتے رہے اور گنہگاروں کی سی ضد ظاہر کی۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی رائے بدل کر تمہاری خوشی منظور کر لی۔" یہ بہت لمبی چوڑی تقریر تھی جس میں آپ نے ہدایت و فہمائش کی

ان کی ضد۔

آپکی مجبوری۔

آپکی مدلل تقریر

کوئی بات اٹھا نہیں رکھی۔ مگر خوارج پر کچھ اثر نہ ہوا۔ سن کر سبھوں نے غل مچایا "اب نہ
ان کی طرف رخ کرو۔ نہ ان سے کوئی بات کرو۔ اور خدا سے ملنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ بس
کوچ کوچ! اور جنت کی طرف کوچ!"

خوارج کا لڑنے پر مستعد ہونا

حضرت علیؓ مجبور ہو کر واپس آئے اور خوارج دجلے کے پل کی طرف بڑھے کیونکہ آپ اور وہ دونوں دریا کے مغربی کنارے پر تھے۔ اور اندیشہ تھا کہ وہ پار اتر کے چلے نہ جائیں۔ آپ کے ہمراہیوں نے کہا کہ "خوارج اُس پار اتر گئے" آپ نے فرمایا "نہیں ابھی نہیں اترے"۔ مگر احتیاطاً ایک گرد آوری کرنے والی فوج بھیجدی۔ کہ اُن کے اس پار اُترنے کی خبر لائے۔ یہ لوگ دور ہی سے دیکھ کر واپس آئے اور بے تحقیق کیے کہدیا کہ "ہاں اُتر گئے"۔ مگر یہ غلط تھا اور ان لوگوں سے غلطی کا باعث یہ ہوا کہ لشکر مرتضوی کے اور خوارج کے درمیان ایک دھار حائل تھا جو دریا سے کٹ کے ادھر نکل آیا تھا۔ گرد آوری کرنے والے اُسی کے اس کنارے سے دیکھ کر پلٹ آئے اور کہدیا کہ خوارج پار اُتر گئے۔ حضرت علیؓ کو اب بھی اطمینان نہ ہوا اور فرمایا "خدا کی قسم وہ لوگ پار نہیں اُترے۔ کیونکہ اُن کی قتل گاہ پل کے اسی طرف ہے۔ خدا کی قسم نہ تمہارے دس آدمی کام آئیں گے اور نہ اُس کے دس آدمی بچیں گے"۔

آپ کی ایک غیب دانی

اب حضرت علیؓ نے لشکر کو اُن کی طرف بڑھایا اور دیکھا کہ وہ لوگ پل کے اسی طرف ہیں۔ آپ کی یہ غیب دانی کی کرامت دیکھ کر سارے لشکر نے تکبیروں کے نعرے بلند کیے۔ اور پھر اپنے شکوک و شبہات کو آپ پر ظاہر کر دیا۔ آپ نے فرمایا "خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ کہا تھا اور نہ مجھے جھوٹی خبر ملی تھی"۔

فوج مرتضوی کی ترتیب

جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف آرا ہوئے تو حضرت علیؓ نے میمنہ پر حجر بن عدی کو میسرہ پر شبث بن ربعی یا بعض کے نزدیک معقل بن قیس ریاحی کو۔ سواروں پر ابو ایوب انصاری کو پیدلوں پر ابو قتادہ انصاری کو۔ اور گروہ اہل مدینہ پر جن کی تعداد سات آٹھ سو بہادروں کی تھی قیس بن سعد بن عبادہ کو افسر مقرر فرمایا۔

خوارج کی فوجی ترتیب

خوارج نے اپنے لشکر کو یوں مرتب کیا کہ میمنہ پر زید بن حصین طائی۔ میسرہ پر شریح بن اوفیٰ عبسی۔ سواروں پر حمزہ بن سنان اسدی۔ اور پیدلوں پر حرقوص بن زہیر سعدی سردار تھے۔

حضرت علیؓ کا علم امان

حضرت علیؓ نے امان کا علم ابو ایوب انصاری کو دے کر آگے بڑھایا۔ انہوں نے وہ جھنڈا بلند کیا۔ اور نعرہ لگایا کہ "جو کوئی اس جھنڈے کے نیچے چلا آئے اس کو امان ہے۔ اور جو

نہ لڑے نہ ہمارا مزاحم ہو یا جو شخص کوفہ میں واپس چلا جائے اور اس گروہ خوارج کو چھوڑ دے اُسے بھی امان ہے۔ ہم اپنے مظلوم بھائیوں کا قصاص چاہتے ہیں۔ اُن کے قاتلوں کے مل جانے کے بعد ہم کو تمہارا خون گرانے کی ضرورت نہیں ہے"۔

اُس کا اچھا اثر

یہ نعرہ سن کر سرداران خوارج میں سے فروہ بن نوفل اشجعی نے ساتھ والوں سے کہا "خدا! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کس مقصد کے لیے علیؓ سے لڑتے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ان لوگوں (خوارج) سے جدا ہو جاؤں تا آنکہ مجھ پر روشن ہو جائے کہ علیؓ سے لڑنا چاہیے یا اُن کا ساتھ دینا چاہیے"۔ یہ کہہ کر وہ مع اپنے پانچ سو ہمراہیوں کے خوارج سے جدا ہو گیا۔ اور یہ لوگ یہاں سے جا کر علاقہ بندنجین اور دسکرہ میں مقیم ہو گئے۔ ایک اور گروہ بھی متفرق طور پر خوارج سے علیحدہ ہو کر کوفہ میں چلا گیا۔ سو آدمیوں کے قریب خوارج کی صفوں سے نکل کے حضرت علیؓ کے لشکر میں چلے آئے۔ چنانچہ پہلے خوارج کی مجموعی تعداد چار ہزار لڑنے والوں کی تھی اب فقط ایک ہزار آٹھ سو آدمی باقی رہ گئے جو اپنی اسی ضد پر قائم اور عبداللہ بن وہب کے جھنڈے کے نیچے جمے ہوئے تھے۔

خوارج نے حملہ کیا

حملہ میں ابھی حضرت علیؓ کی طرف سے سبقت نہیں ہوئی۔ ابن وہب نے مذکورہ چھوٹے سے گروہ کو للکار کے لشکر مرتضوی پر حملہ کر دیا۔ آپ نے اپنے بہادروں کو حکم دے رکھا تھا کہ جب تک دشمنوں کی طرف سے لڑائی کی چھیڑ چھاڑ نہ ہو تم حملہ نہ کرنا۔ مگر جب وہ لوگ "جنت کو چلو! جنت کو چلو!" کے نعرے لگاتے ہوئے خود ہی آ پڑے تو اُدھر سے بھی حرب و ضرب کی کارروائی شروع ہو گئی۔

اور تھوڑی دیر لڑ کر فنا ہو گئے

خوارج کے سوار دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک نے میمنہ پر حملہ کیا۔ اور دوسرے نے میسرہ پر۔ اور ساتھ ہی اُن کے کماندار تیر برسانے لگے۔ فوراً اس طرف کے سواروں نے میمنہ اور میسرہ میں سواران خوارج کی طرف رُخ کیا۔ اور بہادران مرتضوی اپنے نیزوں اور تلواروں سے اُن کے حملے کو روکنے لگے۔ اور چونکہ تھوڑے ہی آدمی تھے اس لیے دم بھر میں میدان اُن سے صاف تھا۔

دم بھر میں خاتمہ

حمزہ بن سنان نے جب موت کو سر پر دیکھا تو ہمراہیوں سے پکار کے کہا "گھوڑوں پر سے اتر پڑو"۔ اس کے رفقا اترنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ اسعد بن قیس مرادی قضائے مبرم کی طرح زور و شور سے اُن پر جا پڑے۔ ساتھ ہی سواران عسکر مرتضوی بھی اُن کے سر پر جا پہنچے اور تھوڑی ہی دیر میں اُن کا خاتمہ کر دیا۔ یہ جنگی کارروائی اس قدر جلد ہوئی کہ گویا دشمنوں سے کہا گیا "مر جاؤ"، اور سب مر گئے۔

زید بن حصین خارجی کا قتل

ابوایوب انصاریؓ اس موقع پر حضرت علیؓ کے سامنے آئے اور کہا "امیرالمومنین میں نے زید بن حصین کو قتل کر ڈالا اس کے سینے پر ایسا زبردست نیزہ مارا کہ پیٹھ توڑ کے نکل گیا! اور اس سے کہا" او دشمن خدا تجھے دوزخ مبارک! اس نے مرتے مرتے جواب دیا" کل تمھیں معلوم ہو جائیگا کہ ہم دوزخ میں گئے یا تم" حضرت علیؓ نے فرمایا "وہی دوزخ میں جانے کا سزاوار ہے"

ابن وہب کا قتل ہونا

اس کے بعد ہانی بن خطاب ازدی اور زیاد بن خصفہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے دونوں کو سردار خوارج عبداللہ بن وہب کے قتل کرنے کا دعویٰ تھا۔ آپ نے اُن کی سرگذشت پوچھی۔ انھوں نے کہا ہم نے اس کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اس پر جھپٹے اور ہم دونوں نے ساتھ ہی نیزے مارے" فرمایا تو اُسے تم دونوں نے قتل کیا۔

دیگر سرداران خوارج کا مارا جانا

حرقوص بن زہیر حبش بن ربیعہ کنانی کے ہاتھ سے مارا گیا عبداللہ بن شجرہ سلمی کو عبداللہ بن زہیر خولانی نے قتل کیا۔ شریح بن اوفی اتفاق سے ایک دیوار کے پاس پہونچ گیا اور اس کی آڑ لیکر لڑنے لگا۔ یہ دیکھ کر سارے گروہ بنی ہمدان نے اُس پر یورش کی۔ شریح فخر کے طور پر رجز خوانی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ قیس بن معاویہ کی تلوار نے اُس کی ایک ٹانگ اڑادی۔ مگر وہ اب بھی لڑے جاتا تھا اور رجز خواں تھا کہ قیس کے دوسرے وار نے اس کا کام تمام کر دیا۔

ذی الثدیہ

انھیں خوارج میں ذی الثدیہ تھا اس کی لاش بہت ڈھونڈھنے سے ملی۔ ثدی عورت کی چھاتی کو کہتے ہیں "ذوالثدیہ" کے معنی چھاتی والا۔ اس شخص کو اہمیت یہ حاصل تھی کہ اس لڑائی بلکہ خوارج کے ظہور سے بھی پہلے حضرت علیؓ اکثر اپنے رفقا سے بیان فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایک گروہ بغاوت کرے گا۔ وہ دین سے اسی طرح دور ہو جائے گا جس طرح تیر کمان سے دور ہو جاتا ان لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ اُن کے گروہ میں ایک شخص ہو گا جس کا ایک ہاتھ نہ ہو گا" جب آپ اس لڑائی میں فتحیاب ہوئے تو ہمراہیوں کو حکم دیا کہ اس ناقص الفطرت شخص کو ڈھونڈیں۔ لوگ لاشوں کو الٹ پلٹ کے دیکھنے لگے مگر سراغ نہ لگا۔ بعض نے تھک کے کہدیا "ہیں تو وہ نہیں ملتا" اور بعض کو اپنی جستجو پر اس قدر دعویٰ تھا کہ واپس آکر کہنے لگے "ایسا کوئی شخص مقتولین میں ہی نہیں ہے" مگر حضرت علیؓ کو اُس کے ہونے کا اس درجہ یقین تھا کہ بار بار فرماتے "وہ خدا کی قسم انھیں لوگوں میں ہے

اس کی لاش کا ملنا

نہ میں نے جھوٹ کہا اور نہ مجھے غلط بتایا گیا ہے" اتنے میں ایک شخص خوش خوش دوڑتا ہوا آیا اور کہا "امیرالمومنین وہ ناقص الفطرت شخص مل گیا"

بعض راویوں کا بیان ہے کہ جب اس کا پتہ نہ لگا تو آپ بنفس نفیس اس کی تلاش میں

روانہ ہوئے۔ سلیم بن ثمامہ حنفی اور ریان بن صبرہ ہمراہ تھے۔ ایک گڑھے میں ایک لاش پڑی دیکھی جو پچاس لاشوں میں ملی ہوئی تھی۔ خود آپ ہی نے اس کو نکال کے دیکھا تو ایک ہاتھ غائب تھا۔ اور اس کی جگہ شانے پر عورتوں کی چھاتیوں کی شکل کا نرم ڈھلڈھلے گوشت کا لوتھڑا تھا۔ اور اس کی نوک پر جو بعینہ عورتوں کی بھٹنی معلوم ہوتی سیاہ بال تھے لیکن اس لوتھڑے کو پکڑ کے کھینچو تو ربڑ کی طرح کھنچکر دوسرے ہاتھ کے برابر تک پھیل آتا تھا"

اس کی کیفیت وحالت

اس لاش کو دیکھتے ہی حضرت علیؓ نے نعرۂ "اللہ اکبر" بلند فرمایا۔ پھر کہا نہ میں نے جھوٹ کہا اور نہ مجھے غلط بتایا گیا تھا اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ اسی کام پر بھروسہ کر کے اعمال حسنہ کو چھوڑ دو گے تو بتاتا کہ رسول خدا صلعم کی زبان مبارک سے اس سفر کے بہادروں اور ان لوگوں سے لڑنے والوں کا میں کیا ثواب سن چکا ہوں"

اس کے ملنے پر آپکی خوشی

جس وقت آپ ان خوارج کی لاشوں میں سے ہو کر گزر رہے تھے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تمہارے لیے خوف ہے جس نے تمہیں دھوکا دیا اسی نے تم کو نقصان پہونچایا" ہمراہیوں نے پوچھا "امیرالمومنین! ان لوگوں کو کس نے دھوکا دیا؟" ارشاد ہوا "شیطان نے نفس ہی بری باتوں کا حکم دیا کرتا ہے۔ ان لوگوں کی ہوسوں نے انہیں فریب دیا۔ گناہوں کو ان کی نظر میں خوبصورت بنا دیا۔ اور انہیں باور کرا دیا کہ وہ پاک وصاف ہیں"

آپکا مقتولین خوارج سے خطاب۔

خوارج کی لشکر گاہ میں جو کچھ مال غنیمت ملا اس پر حضرت علیؓ نے قبضہ کیا اس میں سے ہتھیاروں، گھوڑوں اور دوسرے لڑائی کے سامانوں کو تو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ باقی جو کچھ سامان تھا اس کو انھیں مقتولین کے ورثہ کو واپس کر دیا۔

مال غنیمت۔

عدی بن حاتم نے تمام لاشوں کو الٹ پلٹ کے اپنے بیٹے طرفہ کی لاش نکالی اور اس کو دفن کر دیا۔ اسی طرح چند اور مسلمانوں نے اپنے عزیز مقتولین کی تجہیز وتکفین کی۔ حضرت علیؓ کو یہ حال معلوم ہوا تو فرمایا "کیا تم ہی لوگ ان کو قتل کرو گے۔ اور تم ہی ان کو دفن بھی کرو گے؟"

دشمنوں کی لاشیں دفن کرنے پر آپکا اعتراض

اس لڑائی میں حضرت علیؓ کے ہمراہیوں میں سے فقط سات آدمی مارے گئے جن میں ممتاز نام یزید بن نویرہ انصاری کا تھا یہ بزرگ صحابی رسول اللہ تھے۔ ایک مدت تک حضرت کی صحبت فیض میں حاضر ہوتے رہے اور آپ نے ان کو جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ یہی بزرگ اس معرکے میں سب سے پہلے مارے گئے۔

یہ واقعہ دراصل ۳۷ھ میں پیش آیا۔ مگر بعض اہل تاریخ اس کو ۳۸ھ میں بتاتے ہیں۔

آپ کا یہیں سے شام کا ارادہ

فتح کے بعد حضرت علیؓ نے ارادہ کیا کہ نہروان ہی سے جناب معاویہ کے مقابلے پر چل کھڑے ہوں۔ چنانچہ ہمراہیوں کے مجمع عام میں کھڑے ہو کر ایک موثر و پرجوش تقریر فرمائی جس میں حمد و ثنائے الٰہی کے بعد ارشاد ہوا "لوگو خدا نے تمہارے ساتھ بھلائی کی۔ اور تمہاری فتح کو معزز و ذی شان کر دیا۔ اب تمہارا فرض ہے کہ اپنے اصلی دشمنوں کے مقابلے پر چلو"۔ حاضرین نے خصوصاً ان میں سے اشعث بن قیس نے عرض کیا "امیر المومنین۔ ہمارے ترکش تیروں سے خالی ہیں۔ تلواریں کند ہو گئی ہیں۔ نیزوں کے پھلوں پر باڑھ رکھوانا ہے۔ اور اکثروں کی چھڑیں ٹوٹ گئی ہیں۔ پہلے کوفہ میں چلیے کہ اپنے ہتھیاروں کی درستی کر کے ہم مغرب کی طرف کوچ کریں اور وہاں چلنے میں یہ بھی امید ہے کہ شاید ہماری تعداد میں کچھ اضافہ ہو جائے جو ہماری قوت کا باعث ہوگا۔"

ہمراہیوں کا جائز عذر

فوج والوں کا یہ عذر آپ کو قرین مصلحت نظر آیا۔ کوچ کر کے کوفے پہونچے اور وہاں کی لشکر گاہ نخیلہ میں پڑاؤ ڈال کے ہمراہیوں کو حکم فرمایا کہ سب لشکر گاہ ہی میں رہیں۔ بیوی بچوں سے ملنے کو بہت کم جائیں۔ اسلحہ کی درستی کریں۔ اور جہاد کے لیے تیار ہو جائیں" اس حکم کی پابندی میں لوگ دو چار روز تو نخیلہ میں حاضر رہے اور بعد ازاں بجز سرداروں اور معززین کے سب آہستہ آہستہ کھسک کے اپنے گھروں میں ہو رہے۔ اور حضرت علیؓ نے جو دیکھا تو پڑاؤ سپاہیوں سے بالکل خالی تھا۔ یہ دیکھ کر کہ لوگوں کے ارادے سست پڑ گئے ہیں آپ کوفے کی آبادی میں تشریف لائے۔ اور سب کو جامع مسجد میں جمع کر کے یہ تقریر فرمائی:۔

کوفہ میں سب کو پڑاؤ میں رہنے کا حکم

ان کی نافرمانی

"لوگو۔ دشمن کے مقابلے پر روانہ ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس شخص سے لڑنے کے لیے جس پر جہاد کرنے میں خدائے عزوجل کی قربت ہے۔ اس وحدہٗ لاشریک تک پہونچنے کا ذریعہ یہی لوگ ہیں جو حق سے دور، کتاب اللہ سے منحرف۔ اور اپنی ضلالت کی ظلمت میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ جھٹ پٹ ان کے مقابلے کی تیاریاں کرو۔ اپنی قوت کو بڑھاؤ۔ گھوڑے فراہم کرو۔ اور خدا پر بھروسہ کرو۔ وہی تمہارا وکیل و کفیل ہے۔"

آپ کا انہیں جوش دلانا

اس تقریر اور ایسی تاکید پر بھی لوگ نہ جمع ہوئے۔ اور نہ سامان جنگ فراہم کیا۔ آپ نے چند روز تک ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ مگر جب ان کی بے پروائی سے یاس ہونے لگی تو ایک روز فوج کے سرداروں اور شیعہ سرغناؤں کو بلوا کے پوچھا "ان لوگوں کی یہ کیا حالت ہے؟

اور ان کا سناٹا

کس خیال میں ہیں ؟ اور کیوں دیر لگا رہے ہیں ؟ سب عذرات بار وپیش کرنے لگے۔ کسی نے کوئی بہانہ کر دیا۔ کسی نے لڑائی سے ناگواری ظاہر کی۔ اور چند لوگ خوشی سے کوچ کرنے پر مستعد بھی نظر آئے۔

آپ کی پُر ملامت تقریر

ان کی یہ حالت ملاحظہ فرما کے آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا "۔ خدا کے بندو! تمہاری یہ کیا حالت ہو رہی ہے کہ میں تو تمھیں جمع ہونے کا حکم دیتا ہوں اور تم ہو کہ گویا زمین نے تمہارے پاؤں پکڑ لیے ہیں ؟ کیا آخرت کے بدلے دنیا کو۔ عزت کے عوض ذلت و خواری کو۔ تم نے اختیار کر لیا۔ ؟ جس وقت میں تمھیں جہاد کے لیے بلاتا ہوں تمہاری آنکھیں پتھرا جاتی ہیں بس جیسے تم پر سکرات کا عالم طاری ہے۔ بدحواس ہو رہے ہو۔ اتنا ہوش نہیں کہ جو کہا جائے اس کو سمجھو۔ آنکھوں میں اتنی روشنی نہیں کہ سجھائی دے۔ خدا کی قسم تم لوگ جب دعویٰ کرنے لگتے ہو تو غضب ناک شیر نظر آتے ہو۔ اور جب لڑائی کی طرف بلائے جاتے ہو تو مکار لومڑیاں بنجاتے ہو۔ ایسی حالت میں مجھے تم پر بھروسہ نہیں۔ اور تم وہ سوار نہیں ہو جن کو ہمراہ لے کر حملہ کیا جا سکے واللہ تم آتش جنگ کے لیے بہت برے ایندھن ہو۔ آخر کب تک ٹال مٹول کرو گے ؟ اور تمہاری تیاری میں کتنی دیر لگے گی ؟ کیا نہیں تمہارے اعضا بجائے تیار ہونے کے کمزور ہوتے چلے جائیں گے۔ تمہاری آنکھوں میں یہ نیند نہیں بلکہ تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو "!

پھر ان شکایات و تنبیہ کے جملوں کے بعد ارشاد ہوا "سنو تمہارا مجھ پر ایک حق ہے۔ اور میرا تم پر ایک حق ہے۔ مجھ پر تمہارا یہ حق ہے کہ جب تک تمہارے ساتھ ہوں تمھیں نصیحت کروں۔ نیک باتیں بتاؤں۔ تمہارے مال غنیمت کو ترقی دوں۔ اور تم کو ایسی تعلیم دوں کہ جاہل نہ رہو۔ ایسا ادب سکھاؤں کہ مہذب و شائستہ بن جاؤ۔ اس کے مقابل تم پر میرا یہ حق ہے کہ میری بیعت کو نبھاؤ۔ اور حاضر و غائب مجھے نیک مشورہ دو۔ جب میں بلاؤں آ جاؤ۔ اور جس بات کا حکم دوں اس پر عمل کرو اگر خدا کو تمہارے حق میں بھلائی منظور ہو گی تو جس چیز سے میں منع کروں گا اس سے باز رہو گے اور جس کا حکم دوں گا اسے بجا لاؤ گے اور اس کا انجام یہ ہو گا کہ جو چاہو گے پاؤ گے مقصد میں بہرہ یاب ہو گے۔ اور جس فکر میں ہو گے وہ پوری ہو گی "!

اس پر بھی جنبش نہ ہوئی

مگر اس زجر و توبیخ پر بھی لوگ متنبہ نہ ہوئے۔ ۳۷ھ ان کی اسی لیت و لعل میں ختم ہو گیا جس سال کہ خود حضرت علیؓ تو اپنے عہد کے دیگر گذشتہ برسوں کی طرح انھیں افکار کی وجہ سے حج کو نہ جا سکے مگر آپ کی جانب سے آپ کے والی یمن عبید اللہ بن عباس نے حرم ربانی میں حاضر ہو کر

مسلمانوں کو حج کرایا۔

۳۷ھ میں آپ کے والیانِ ملک

اس سال آپ کی جانب سے طائف اور مکہ کے حاکم قثم بن عباس۔ مدینے کے حاکم سہل بن حنیف (مگر بعض مورخین تمام بن عباس کو بتاتے ہیں) بصرے کے حاکم عبداللہ بن عباس تھے۔ سارا ایران وخراسان اور تمام مشرقی ممالک آپ کے زیر فرمان تھے۔ چنانچہ خراسان کے والی خلید بن قرہ یربوعی تھے اور دیگر مقامات میں بھی آپ ہی کے مقرر کیے ہوئے والی حکومت کر رہے تھے۔ ملک مصر بھی ابھی تک آپ کے زیر فرمان تھا۔ اور وہاں کی عنان حکومت محمد بن ابی بکر صدیقؓ کے ہاتھ میں تھی۔ اور جس وقت آپ میدان صفین میں تشریف لے گئے ہیں کوفہ میں ابومسعود انصاری کو اپنا نائب مقرر فرما کے چھوڑ گئے تھے۔ فقط شام وفلسطین کا علاقہ جناب معٰویہ کے زیر حکومت تھا جو نہایت چالاکی اور ہوشیاری کے ساتھ اپنی حکومت بڑھانا چاہتے تھے۔

ابن ابی سرح کی وفات۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے جو حضرت عثمانؓ کے عہد میں حاکم مصر تھے۔ اسی ۳۷ھ میں شہر عسقلان میں وفات پائی۔ انھیں صحبت رسالت کا شرف حاصل تھا بڑے نامور سپہ سالار ان اسلام میں تھے۔ اور اسلام میں پہلے شخص ہیں جنھوں نے بحری قوت بڑھائی۔ کچھ زیادہ بیمار نہ تھے۔ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے کہ ناگہاں عبادت الٰہی میں روح پرواز کر گئی۔ انھوں نے جناب معٰویہ کے ساتھ میدان صفین میں آنا پسند نہیں کیا تھا۔ اور بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ وہ معرکہ صفین میں موجود تھے غلط اور بے اصل ہے۔

بارہویں فصل

محمد بن ابی بکرؓ کا مصر میں مارا جانا اور بصرے میں ابن حضرمی کا ہنگامہ

۳۸ھ کا سب سے اہم واقعہ۔ محمد بن ابی بکرؓ مصر میں۔ مصر میں شیعیان عثمانؓ کا زور۔ حضرت علیؓ کو اطلاع۔ اشتر کا حکومت مصر پر تقرر۔ معاویہ کو اسکی اطلاع۔ پُرفریب تدبیر۔ اشتر کا زہر دیکر مارا جانا۔ اس پر اہل شام کی مسرت۔ حضرت علیؓ کو صدمہ۔ اشتر کے تقرر پر ابن ابی بکرؓ کا ملال۔ حضرت علیؓ کا فہمایش نامہ۔ محمد کا نامۂ اطاعت۔ حکومت معاویہ کی حالت۔ ان کو مصر لینے کی فکر۔ اس بارے میں مشورہ۔ ابن عاص کی نکتہ رسی۔ فوج کشی کا مشورہ۔ معاویہ کی حکمت عملی۔ مصر کے دشمنان علیؓ کے نام ان کا خط۔ ان کا جواب۔ مصر پر فوج شام کی روانگی۔ عمرو بن عاص سپہ سالار۔ ابن عاص مصر میں۔ ان کا خط محمد کو۔ معاویہ کا خط محمد کو۔ محمد کی مراسلت حضرت علیؓ سے۔ کمک پہونچنے میں علیؓ کی کوشش۔ لوگوں کی شرمناک بے پروائی۔ آپ کی پُرملال تقریر۔ بے وقت کمک۔ مقابلے کے لیے محمد کی کوشش۔ کنانہ عمرو کے مقابلے پر۔ ان کی بہادری۔ شیعیان عثمانؓ کا نرغہ۔ کنانہ کا مع ساتھیوں کے مارا جانا۔ محمد بن ابی بکرؓ کی بیکسی۔ ایک ویرانے میں پناہ لینا۔ مصر پر عمرو کا قبضہ۔ محمد کی گرفتاری۔ ان کے بھائی کی ناکام کوشش۔ ابن خدیج کا جوش انتقام۔ اس زمانہ کا باہمی تعصب۔ محمد کا نہایت مظلومی سے مارا جانا۔ اس پر حضرت عائشہؓ کا ملال۔ محمد کے قتل ہونے کی دوسری روایت۔ کوفہ کی کمک نہ پہونچ سکی۔ حضرت علیؓ کو اس واقعہ کی خبر۔ آپ کو صدمہ۔ آپکی حسرت ناک تقریر۔ اپنی برأت۔ بیوفا اہل کوفہ پر عتاب۔ آپ کے ملک پر شامیوں کی تاختیں۔ ابن حضرمی کا بصرے میں آنا۔ ان کو معاویہ کی ہدایتیں۔ انھیں میدان صاف ملا۔ ان کی تقریر بصرے میں۔ ضحاک کا سخت جواب۔ ضحاک کی مخالفت۔ اور ابن حضرمی کی تائید۔ معاویہ کا خط اہل بصرہ کے نام۔ احنف کا اُٹھ آنا۔ لوگوں میں ردوقدح۔ زیاد حضرت علیؓ کا طرفدار۔ اپنے بچاؤ کی تدبیر۔ اپنے ساتھ خزانہ کو بھی بچانا۔ اپنے کفیلوں کی حالت کا اندازہ۔ ان کا اطمینان دلانا۔ حضرت علیؓ نے چن کر اعین کو بھیجا۔ اعین کی مخالفت۔ ان کا مارا جانا۔ زیاد کو لڑنے کی

کوشش میں ناکامی۔ اب حضرت علیؓ کا جاریہ کو بھیجنا۔ جاریہ کی کوشش۔ حضرت علیؓ کا خط۔
جاریہ کی تائید۔ جاریہ اور ابن حضرمی کا سامنا۔ خونریزی۔ ابن حضرمی کو شکست۔
قصر سنبیل میں اُن کا جل مرنا۔ قصر سنبیل۔

سنہ ۳۸ھ کا سب سے اہم واقعہ

اب سنہ ۳۸ھ شروع ہوا۔ اور اس سال کے اہم ترین اور افسوس ناک واقعات میں محمد بن ابی بکرؓ کا کمال بے رحمی سے مارا جانا ہے۔

محمد بن ابی بکرؓ مصر میں

یہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ حضرت علیؓ نے جناب معاویہؓ ہی کی ایک پولیٹکل چالاکی کے نتیجے میں قیس بن سعد کو معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو والی مصر مقرر فرمایا تھا۔ اور انھوں نے وہاں پہونچتے ہی مقام خربتا کے شیعیان عثمانؓ سے مخالفت کی تھی۔ چنانچہ انھوں نے جاتے ہی ابن مضاہم کلبی کو اہل خربتا کی تنبیہ کے لیے بھیجا۔ اور اُن لوگوں نے ابن مضاہم کو مار ڈالا ساتھ ہی معاویہ بن خدیج سکونی نے جو شیعیان عثمانؓ میں نہایت ہی صاحب اثر تھے اعلانیہ علم مخالفت بلند کر کے انتقام خون عثمانؓ کا دعویٰ کیا۔ اور بہت سے اہل مصر اُن کے ساتھ ہو گئے۔

شیعیان عثمانؓ

معلوم یہ ہوتا ہے کہ مصر میں حضرت عثمانؓ کی جو مخالفت کرائی گئی تھی وہ فقط انھیں چند لوگوں تک محدود تھی جو جوش و خروش کے ساتھ غدر کر کے مدینہ طیبہ میں پہونچے اور حضرت ذی النورینؓ کے گھر پر چڑھ گئے تھے۔ عام اہل مصر حضرت عثمانؓ کے طرفدار تھے۔ چنانچہ علم انتقام بلند ہوتے ہی کثرت سے لوگ اُس کے نیچے جمع ہو گئے۔ اور محمد بن ابی بکرؓ نے اپنے آپ کو بالکل بے دست و پا پایا۔

حضرت علیؓ کا انتظام

ان واقعات کی خبر حضرت علیؓ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا "مصر کے لیے بجز دو شخصوں کے اور کوئی موزوں نہیں ہو سکتا۔ یا تو قیس بن سعد جن کو ہم نے معزول کر دیا اور یا مالک اشتر" صفین سے واپس آنے کے بعد اشتر اپنے علاقۂ الجزیرہ میں چلے گئے تھے۔ اور قیس کو اُسی زمانے میں آپ اپنا صاحب شرطہ کوتوال مقرر کر کے فرمایا تھا کہ "اب تم میرے آخر عہد حکومت تک اسی خدمت پر رہنا۔ اور جب میں نہ رہوں تو آذربائجان کی حکومت پر چلے جانا۔" اب مصر کے واقعات کی خبر آئی تو اسی وقت خط بھیج کر اشتر کو علاقۂ الجزیرہ کے شہر نصیبین سے طلب فرمایا۔ اور جب وہ حاضر ہوئے تو اُن سے مصر کی حالت بیان کر کے ارشاد فرمایا "تمھارے سوا کوئی شخص یہاں کے انتظام کے لیے موزوں نہیں ہے۔ لہٰذا فوراً روانہ ہو جاؤ۔" اور رخصت کرتے وقت انھیں

اشترؓ مصر کو مقرر

نصیحتیں فرمائیں کہ "اگر تم کو مجھ سے کوئی ہدایتیں نہ ملیں تو بھی مضائقہ نہیں، میں تمھاری رائے پر مطمئن رہوں گا۔ تم کو چاہیے کہ ہمیشہ خدا سے مدد مانگو اور اپنی سختی میں نرمی کو ملاؤ۔ یہی نہیں، جہاں تک نرمی سے کام چلے چلاؤ۔ مگر ہاں جب بغیر سختی کے کام نہ چل سکے تو مجبوراً سختی کرنا"

معاویہ کو اس کی اطلاع

اشتر نے ان ہدایتوں کو حرزِ جان بنا کر مصر کی راہ لی۔ معاویہ کے جاسوس لگے ہی ہوئے تھے۔ انھیں فوراً خبر پہونچ گئی کہ اشتر کا ایسا بہادر، ہوشیار اور سخت دشمن مصر کا انتظام کرنے کے لیے کوفہ سے روانہ ہوا۔ مصر پر اُن کا دانت تھا، یہ خبر سنتے ہی دل میں کہا "اشتر کا وہاں ہونا محمد بن ابی بکر کے ہونے سے بھی زیادہ میرے مقاصد کے لیے مضر ہوگا۔" عراق سے مصر جانے والے کو بحرِ قلزم کے شمالی ساحل سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے جس علاقہ پر معاویہ کی حکومت تھی۔ انھوں نے ساحل علاقۂ بحرِ قلزم کے عامل یعنی کلکٹر مال کو لکھا "اشتر کو علیؑ نے حاکم مصر بنایا ہے اور وہ تمھارے ہی علاقہ سے ہو کر گزریں گے۔ تم اس موقع پر اگر حسنِ کارگزاری سے راستے ہی میں ان کے فتنے کو دور کر دو تو جس قدر رقم خراج تمھارے ذمے واجب الادا ہے معاف کر دی جائے گی اور اس خدمت پر مدت تک برقرار رکھے جاؤ گے"۔ بنا بریں

پر فریب تدبیر

اشتر کا زہر دیکے مارا جانا

کلکٹر خراج کو یہ حکم پہونچا تو اپنی فوج کو لے کر عین سرِ راہ خیمہ زن ہو گیا اور جیسے ہی اشتر پہونچے بڑی گرم جوشی سے اُن کا استقبال کیا۔ شان و شوکت سے اُن کی دعوت کی اور الوانِ نعمت کے بعد مذاقِ عرب کے مطابق شہد کا شربت پیش کیا جس میں زہر ہلاہل ملا ہوا تھا اشتر کو کیا خبر تھی؟ پیا اور پیتے ہی سفرِ آخرت کیا۔

اہلِ شام کی مسرت

معاویہ نے ادھر تو یہ کارروائی کی اور اُدھر شام میں یہ کیا کہ تمام معززین کو جمع کر کے کہا "صاحبو! علیؑ نے اشتر کو مصر کی حکومت پر بھیجا ہے۔ دعا کرو کہ خدائے تعالیٰ مصر کو ان کے ہاتھ میں جانے سے بچائے رکھے"۔ یہ اشارہ ہوتے ہی سب لوگ اشتر کے لیے بد دعا کرنے لگے۔ دعائیں مانگی ہی جا رہی تھیں کہ ساحلِ قلزم کے کلکٹر کے پاس سے اشتر کے راہ میں مرنے کی خبر آئی۔ اور معاویہ نے یہ مژدہ سنتے ہی مجمعِ عام میں کھڑے ہو کر یہ تقریر کی۔ "لوگو علیؑ کے دو داہنے بازو تھے۔ ایک صفین میں کٹ چکا تھا جس سے میری مراد عمار بن یاسر ہیں۔ اور دوسرا بازو آج اشتر کے مرنے سے کٹ گیا"۱

---

۱ یہ روایت طبری و ابن اثیر کی ہے محققین کو اسکی صحت میں شک ہے۔ مرآۃ الجنان میں امام یافعی نے اتنا ہی لکھا ہے کہ اشتر نے مصر جاتے ہوئے راستے میں انتقال کیا۔ جناب معاویہ کی سازش کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

حضرت علیؓ کو صدمہ

حضرت علیؓ کو اشتر کے مرنے کی خبر پہونچی تو آپ کو بیحد صدمہ ہوا "انا للہ وانا الیہ راجعون" کہہ کے مجمع عام میں اُن کی خوبیاں بیان کیں۔ اور سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "ایسا کوئی اور ہو تو میرے سامنے پیش کرو"۔

اشتر کے تقرر پر محمد بن ابی بکرؓ کا ملال

محمد بن ابی بکرؓ کو جب اشتر کے حاکم مصر مقرر ہونے کی خبر پہونچی تھی تو انھیں سخت ملال ہوا تھا۔ اتفاقاً حضرت علیؓ کو بھی اُن کے اس ملال کا حال معلوم ہو گیا تھا اور ساتھ ہی اشتر کی وفات کی خبر آئی۔ آپ نے محمد کو تحریر فرمایا "اشتر کے روانہ کرنے پر تمھارے ملول ہونے کا

حضرت علیؓ کا فہمایشی نامہ

حال میں نے سنا۔ یہ کارروائی فقط اس لیے کی گئی ہے کہ تم کو جہاد کے لیے بھیجنے میں تاخیر کی جائے تاکہ تم کچھ آرام لے لو اور نیز اس لیے کہ میری جانب سے تم کو زیادہ کوشش کرنے پر مجبور نہ کیا جائے اس لیے یہ مناسب جانا کہ تمھاری جگہ ایک مستعد آدمی کو بھیج دوں اور تمھیں وہاں سے ہٹایا بھی تھا تو یہ خیال کر لیا تھا کہ تم کو کسی اور علاقہ میں بھیج دوں گا جس کی حکومت مصر کی بہ نسبت زیادہ آسان اور تمھیں پسند ہوگی جس شخص کو میں نے مصر کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تھا وہ ہمارے لیے اچھا مشیر اور ہمارے دشمنوں کے لیے سخت گیر تھا۔ مگر افسوس اسکی زندگی نے وفا نہ کی۔ اور عالم آخرت کو سدھار گیا۔ ہم اُس سے راضی تھے خدا بھی اُس سے راضی ہو اور اُس کے اجر کو دونا کرے۔ اب تم کو چاہیئے کہ دشمن کے مقابلے پر صبر و استقلال سے کام لو۔ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور لوگوں کو عقلمندی اور موعظت حسنہ سے خدا کی طرف بلاؤ۔ بس خدا سے ڈرنا اور اُسی سے مدد مانگنا۔ انھیں باتوں کو اپنا شعار رکھو۔ تم کو جو مصیبتیں پیش آنیوالی ہیں اُن کے مقابلے کے لیے بس یہی تدبیر کافی ہے۔ اور انھیں تدبیروں سے تمھارے علاقہ کی حفاظت ہوگی"۔

محمد کا نامۂ اطاعت

اس خط کے جواب میں محمد بن ابی بکرؓ نے لکھا "آپ کا خط آیا میں نے اُس کے مضمون کو پڑھا اور سمجھا۔ اور یقین دلاتا ہوں کہ امیر المومنین مجھ سے زیادہ کسی کو اپنا فرماں بردار، دشمنوں سے لڑنے والا۔ اور اپنے آقا کا وفادار خادم نہ پائیں گے۔ میں شہر سے نکلا۔ فوج مرتب کی۔ اور سب لوگوں کو امان دی۔ بجز اُن لوگوں کے جو ہم سے لڑیں یا عداوت ظاہر کریں۔ الغرض میں امیر المومنین کے حکم کا پابند اور اُن کے علم کا محافظ ہوں۔ والسلام۔

حکومت معاویہؓ کی حالت

پنچوں کے فیصلے کا جو حال بیان ہو چکا ہے اُس کے بعد ہی اہل شام نے جناب معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور انھوں نے خلافت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ یہ تقدیری معاملہ تھا کہ

اسی زمانے سے معٰویہ کی قوت روز بروز ترقی کرتی جاتی تھی۔ اور حضرت علیؓ کی قوت کم ہو رہی تھی۔
اس لیے کہ یہاں پھوٹ پڑی ہوئی تھی۔ اور اہل کوفہ و عراق اسی میں مختلف تھے کہ حضرت علیؓ
کو خلیفہ مانیں یا نہ مانیں۔

ان کو مصر لینے کی فکر

ادھر دعوائے خلافت کے ساتھ ہی معٰویہ کو مصر پر قبضہ کرنے کی فکر ہوئی۔ اول تو اس لیے کہ
ملک شام جا لگا مصر و عراق کے درمیان میں واقع تھا۔ اور مصر پر حضرت علیؓ کا قبضہ رہنے
سے حاکم شام کو آگے پیچھے دونوں طرف سے دشمنوں کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ علاوہ بریں اُس
سرزمین میں شیعیان عثمانؓ بھی کثرت سے موجود تھے۔ اور ان کی قوت تھوڑی نہ تھی۔ ان
وجوہ سے جناب معاویہ کو امید تھی کہ اگر کوشش کی گئی تو میں ملک مصر پر قابض ہو جاؤں گا۔
اور اس پر قبضہ ہو گیا تو علیؓ کے مقابلے میں بھی غالب آجاؤں گا۔ کیونکہ اس ملک سے خراج بھی
بہت زیادہ وصول ہوتا تھا۔ اور اُن کے طرفدار بھی وہاں زیادہ تھے۔

اس بارے میں مشورہ۔

انھیں خیالات کے جوش میں ایک دن انھوں نے اپنے مشیروں عمروؓ بن عاص حبیب
بن مسلمہ، بسر بن ارطاۃ، ضحاک بن قیس، عبدالرحمن بن خالد بن الولید۔ اور شرحبیل بن سمط کندی
کو جمع کیا اور ان کی نکتہ رسی کا اندازہ کرنے کے لیے پوچھا "بتاؤ میں نے تمھیں کس کام کے لیے
بلایا ہے؟" سب نے کہا "دلوں کا حال بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ جب تک آپ نہ بتائیں

ابن عاص کی نکتہ رسی

کوئی کیسے بیان کر سکتا ہے کہ آپ کے دل میں کیا ہے؟" مگر عمرو بن عاص کمال فراست سے بات
کی تہ کو پہونچ گئے اور کہا "آپ نے غالباً ہمیں مصر کے معاملے میں مشورہ کرنے کے لیے بلایا ہے۔"
معاویہ عمروؓ بن عاص کے اس جواب پر دنگ تھے کہ انھوں نے کہا "اسی مقصد کے لیے بلایا ہے
تو اس مسئلہ پر متانت و استقلال سے بحث کیجیے۔ آپ نے اچھی بحث چھیڑی۔ کیونکہ اسی میں
آپ کی اور آپ کے دوستوں دونوں کی فلاح اور آپ کے دشمنوں کی نکبت و ذلت ہے۔"
معاویہ بولے "ہاں میرے نزدیک بھی یہی چیز اہم ہے جو تمھارے نزدیک اہم ہے۔ جناب معٰویہ نے حضرت عمرو بن عاص
سے اتفاق کرتے وقت وعدہ کر لیا تھا کہ مصر میری زندگی بھر تمھارے ہی قبضے میں رہے گا۔"
اسی وعدے کی طرف دونوں کا اس گفتگو میں اشارہ تھا۔
اس معنے خیز گفتگو کے بعد جناب معاویہ نے اور سب مشیروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔
"عمروؓ نے ٹھیک رائے دی۔ مگر آپ سب صاحب کیا فرماتے ہیں؟" سب نے کہا "وہی جو
عمرو کی رائے ہے ہماری بھی رائے ہے۔" معٰویہ نے پوچھا "اچھا تو اب مصر پر قبضہ

فوج کشی کا مشورہ

کرنے کے لیے کیا تدبیریں اختیار کی جائیں؟" کسی نے کوئی تدبیر نہیں بتائی۔ اور پھر انھیں عمرو بن عاص نے زبان کھولی اور کہا میرے نزدیک آپ وہاں ایک زبردست لشکر بھیجیں جس کا سردار نہایت ہی محتاط و آزمودہ کار شخص ہو اور آپ کو اس پر اطمینان ہو۔ وہ فوج لے کر مصر میں جائے امید ہے کہ اس کے پہونچتے ہی جتنے ہمارے ہم خیال وہاں موجود ہیں ہم سے آملیں گے۔ اور دشمن کے مقابلے پر ہماری مدد کریں گے۔"

معاویہ کی حکمت عملی

حضرت معٰویہ نے کہا "اگر میں یہ چاہتا ہوں کہ لشکر بھیجنے سے پیشتر وہاں کے شیعیان عثمانؓ سے خط وکتابت کی جائے جو ہمارے ہم خیال ہیں اُن کو امیدیں دلائی جائیں اور لکھا جائے کہ صبر وتحمل سے مخالفتوں کو برداشت کریں اور ہماری مدد کے منتظر رہیں۔ ساتھ ہی وہاں کے مخالفوں سے بھی مراسلت کرکے ہم انھیں صلح کا پیام دیں شکر گزاری کے بدلے میں ان سے اچھے سلوک کا وعدہ کریں۔ اور مخالفت کی صورت میں ان کو لڑائی اور اس کے خوفناک نتیجے یاد دلائیں۔ ان تدبیروں سے اگر بغیر لڑے کام نکل جائے تو سبحان اللہ ورنہ لڑنا تو پڑے ہی گا اے ابن عاص تم کو خدا نے عجلت اور سخت گیری کی نعمت عطا کی ہے اور مجھے تاخیر و سستی کی برکت ملی ہے۔"

عمرو نے کہا "خیر وہی کارروائی کیجیے جو آپ کے نزدیک مناسب ہو مگر میرا تو یہ خیال ہے کہ بغیر حملہ آوری اور لڑائی کے کام نہ چلے گا۔"

مصر کے عثمانیوں کے نام ان کا خط

اس مشورے کے بعد جناب معٰویہ نے مسلمہ بن مخلد اور معٰویہ بن خدیج سکونی کو جو مصر کے شیعیان عثمانؓ کے سرگروہ تھے خطوط بھیجے جن میں پہلے تو اس امر پر اُن کا شکریہ ادا کیا کہ آپ لوگ عثمانؓ مظلوم کا انتقام لینے کے لیے میرا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ پھر اسی کوشش کی طرف ان کو اور زیادہ توجہ دلائی اور وعدہ کیا کہ اپنی حکومت میں میں آپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کروں گا۔

اس خط کو خود حضرت معٰویہ کا غلام سُبیع لے گیا۔ اور ان دونوں صاحبوں کے پاس سے

اُن کا جواب

یہ جواب لایا کہ ہم نے جس کوشش میں اپنی جانیں صرف کیں وہ خدا کے حکم کی تعمیل اور محض ثواب آخرت کے لیے ہے۔ ہمارا مقصد بس اتنا ہے کہ جس کسی نے ہمارے امام مظلوم سے دشمنی کی اسے اس کے کیفر کردار کو پہونچائیں۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اپنی حکومت میں ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے تو ہمارا مقصد یہ نہیں ہے۔ ہم نے خدا کی قسم اس کے لیے مخالفت کا جھنڈا نہیں بلند کیا ہے کہ آپ سے یا کسی سے کوئی دنیوی معاوضہ چاہیں۔ بہرحال آپ اپنے

سواروں اور سپہگروں کو روانہ کیجیے۔ ہم نے دشمنوں کو پہلے ہی سے پریشان کر رکھا ہے۔ آپ کی مدد پہونچ جائے تو اُمید ہے کہ خدا آپ کو فتحیاب اور کامیاب کرے گا۔ والسلام۔

مصر پر فوج شام کی روانگی عمرو بن عاص سپہ سالار

ارض فلسطین میں معاویہ کو یہ خط ملا۔ فوراً مشیروں کو بلا کے سُنایا اور مشورہ کیا۔ سب کی یہی رائے قرار پائی کہ اب مصر پر فوج روانہ کر دی جائے۔ چنانچہ جناب معاویہ نے عمرو بن عاص ہی کو اس کام کے لیے منتخب کیا جن کے ہاتھ سے حضرت عمرؓ کے عہد ہمایوں میں یہ ملک فتح ہو چکا تھا مدتوں وہاں کے والی و حاکم رہے تھے۔ وہاں کے حالات اور وہاں کے لوگوں کے مزاج و مذاق سے خوب واقف تھے۔ چھ ہزار فوج جناب معاویہ نے اُن کے ہمراہ کی اور جاتے وقت فرمایا کہ "دیکھیے جلدی نہ کیجیے گا۔ بلکہ سہولت کے ساتھ تھم تھم کے کارروائی ہو۔"

ابن عاص سرحد مصر میں

عمرو بن عاص کوچ کرتے ہوئے گئے اور مصر کی سرحد میں داخل ہوتے ہی پڑاؤ ڈال دیا۔ ان کے آنے کی خبر مشہور ہوئی تو ملک کے تمام شیعیان عثمانؓ میں جوش و خروش پیدا ہو گیا اور اکثر لوگ آ کر عمرو کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔

ان کا خط محمد کو

اب عمرو نے محمد بن ابی بکرؓ کو اس مضمون کی تحریر بھیجی "ابو بکر صدیقؓ کے بیٹے اپنی جان کو بچانا چاہتے ہو تو میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ مجھے پسند نہیں ہے کہ میرے ہاتھ سے تم کو ضرر پہنچے۔ اس سرزمین کے سب لوگ تمھاری مخالفت پر آمادہ ہیں اور تم نے میری نصیحت نہ مانی تو تم کو پکڑ کے میرے حوالے کر دیں گے۔ اس لیے خیریت اسی میں ہے کہ چلے جاؤ۔ میں تم کو نیک صلاح دیتا ہوں۔"

معاویہ کا خط محمد کو

اسی مضمون کا ایک خط خود جناب معاویہ نے بھی اُن کو بھیجا تھا جس میں اُن کو اس پر بھی دھمکایا تھا کہ تم نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا۔

محمد کی درخواست حضرت علی سے

محمد بن ابی بکرؓ نے یہ دونوں خط حضرت علیؓ کی خدمت میں بھیج دیے۔ اور اطلاع کی کہ عمرو بن عاص لشکر لیے کر سرحد مصر میں گھس آئے۔ ساتھ ہی لکھا کہ "جو لوگ میرے ساتھ ہیں لڑائی میں سستی اور بے پروائی کرتے ہیں۔ لہٰذا فوراً میری مدد کیجیے۔" حضرت علیؓ نے فوراً جواب دیا کہ "تمہارے شیعوں کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کرو اور دشمن کے مقابلے پر صبر و تحمل اور شجاعت و ایثار نفس سے کام لو۔ میں عنقریب تمھاری کمک کے لیے فوج کو بھی روانہ کرتا ہوں۔"

کمک بھیجنے میں علیؓ کی کوشش

یہ خط بھیجتے ہی آپ اپنے تمام دوستوں اور معزز شیعیان علیؓ کو جمع فرما کے منبر پر تشریف لے گئے اور ایک موثر تقریر فرمائی جس میں مصر کی حالت بیان کی۔ عمرو بن عاص کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور سب کو جہاد پر آمادہ کر کے حکم فرمایا کہ سب لوگ میرے ساتھ چل کے مقام جرعہ میں

لوگوں کی انتہائی بے پروائی

جمع ہوں"۔ یہ شہر کوفہ کے قریب حیرہ کے راستے پر واقع تھا۔ دوسرے روز آپ سویرے ہی حیرہ میں پہونچ گئے۔ مگر وہاں کسی کو نہ پایا۔ دوپہر تک انتظار کر کے کوفہ میں واپس آئے۔ مگر نہایت ہی شکستہ خاطر تھے۔ خود آپ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد مسلسل پچاس دن گزر گئے اور آپ بار بار تاکید فرماتے تھے کہ فوراً محمد بن ابی بکر کی مدد کے لیے جاؤ۔ مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگتی تھی۔ آخر ایک شام کو آپ نے پھر شرفائے شہر کو جمع کیا اور یہ تقریر فرمائی:۔

آپ کی پر ملال تقریر

"خدا کا شکر اس بات پر جو قسمت میں لکھ دی گئی ہے اور مقدر رہے! اور اس پر کہ مجھے تم لوگوں میں مبتلا کیا! اے شہر کوفہ والو! کون کوفہ؟ جو حاکم کی اطاعت نہیں کرتا! اور بار بار پکارا جاتا ہے نہیں سنتا! تم لوگ اپنے شہر میں پڑے ہوئے کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ تم پر جہاد فرض ہے۔ میری یہ حالت ہے کہ اگر موت جو ضرور آئے گی وہ بھی مجھے تم سے چھڑانا چاہے تو میں تمہارا ساتھ دینا ہی پسند کروں گا۔ مگر تم مدد دینے میں کس درجہ کوتاہی کرتے ہو! افسوس! نہ دین کا جوش تمہیں جمع کرتا ہے۔ نہ قومی حمیت تمہیں غیرت دلاتی ہے۔ سن رہے ہو کہ دشمن تمہاری قلمرو کو گھٹاتا اور تم پر تاخت کر رہا ہے۔ مگر تمہیں ہمت نہیں ہوتی۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ معاویہ ظالم سرکشوں کو بلاتے ہیں تو وہ سب ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ ان کو سال میں ایک یا دو تین بار کچھ دیا جاتا ہو اور ان کی کفالت ہوتی ہو۔ وہ جدھر چاہتے ہیں ان کو لیے جاتے ہیں۔ اور یہاں میں تم کو بلاتا ہوں۔ کون تم؟ جو صاحبان عقل و ہوش اور انبیائے سلف کی یادگار ہو۔ تمہیں انعام دیتا اور تمہاری کفالت کرتا ہوں مگر تم مجھ سے دور بھاگتے۔ نافرمانی کرتے۔ بلکہ میری مخالفت کرتے ہو"۔

کعب کی وقت شناسی [illegible]

جب آپ نے خطبہ ختم کیا تو کعب بن مالک ارحبی نے اٹھ کر کہا "امیر المومنین! آپ لوگوں کو آج ہی روانہ فرمائیں۔ اور میں اپنی ذات سے حاضر ہوں"۔ یہ کہہ کر انھوں نے اور لوگوں کی طرف رخ کیا اور کہا "لوگو! خدا سے ڈرو۔ اور اپنے امام کا حکم بجا لاؤ۔ اس دعوت میں ان کی مدد کرو۔ اور ان کے دشمنوں سے لڑو۔ میں تو آج ہی دشمنوں کے مقابلے پر جاتا ہوں"۔ غرض کعب یہ کہہ کر چل کھڑے ہوئے اور ان کے ہمراہ تقریباً دو ہزار آدمیوں کا گروہ تھا۔ یہ لوگ جب روانہ ہو گئے تو حضرت علیؓ نے ان سے کہا "جانے میں جلدی کرو۔ اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم نہ پہنچنے پاؤ گے کہ دشمن اپنا کام کر لیں گے"۔

مقابلے کیلئے محمد کی کوشش

مصر میں محمد نے مقابلے کی تیاریاں کیں۔ پہلے مجمع عام میں کھڑے ہو کر پُرجوش تقریر کی۔ سب کو حکم دیا کہ جوش و خروش کے ساتھ دشمن کے مقابلے پر روانہ ہوں۔ اور شجاعت و مردانگی سے مقابلہ کریں۔ پھر اُسی وقت کنانہ بن بشر کو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ بھیجدیا۔ اور اُن کے

کنانہ عمرو کے مقابلے پر

پیچھے پیچھے دو ہزار لشکر لے کر خود روانہ ہوئے۔ عمرو بن عاص نے ان لشکروں کی روانگی کا حال سُنا تو کنانہ کے مقابلے کے لیے بڑھے۔ اور جب قریب پہونچ گئے تو فوج کے چھوٹے چھوٹے حصے یکے بعد دیگرے روانہ کرنے لگے۔ کنانہ کی یہ حالت تھی کہ جب شام کا کوئی نیا لشکر پہونچتا

ان کی بہادری

اس پر جوش سے ایسا بہادرانہ حملہ کرتے کہ اُسے شکست دیکر عمرو کے پاس واپس پہونچا دیتے۔

شیعیان عثمانؓ کا نرغہ

عمرو نے کنانہ کی شجاعت کا یہ رنگ دیکھا تو فوراً معاویہ بن خدیج کے پاس جو مصر میں شیعیان عثمانؓ کے سرغنا تھے آدمی دوڑایا کہ آئیے اور ہماری مدد کیجیے۔ اس خط کا پہونچنا تھا کہ سارے ملک میں ایک آگ سی لگ گئی۔ اور دو ہی تین روز کے اندر ایک خلقت عمرو کی مدد کے لیے اُمنڈ آئی۔ اور ان لوگوں نے آتے ہی کنانہ اور اُن کی فوج کو گھیر لیا۔ کنانہ پر اُن کا ایسا نرغہ ہوا

کنانہ کا مع ساتھیوں کے مارا جانا

کہ اُن سے بجز اس کے کوئی بات نہ بن پڑی کہ اپنے سر بکف رفقا کے ساتھ گھوڑوں سے اُتر پڑے تلواریں کھینچ لیں۔ دشمنوں کے ناپیداکنار سمندر میں گھس پڑے۔ اور کمال شجاعت سے بہتوں کو مار کے مر گئے۔

اس ناکامی اور کنانہ کے مارے جانے کی خبر محمد بن ابی بکر کے لشکر میں پہونچی تو لوگ ساتھ چھوڑ کے بھاگنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک شخص بھی اُن کے پاس نہ باقی رہا۔ عین اس نازک حالت میں عمرو بن عاص کا لشکر سر پر آ پہونچا۔ پا پیادہ فسطاط کی طرف بھاگے اور جب دیکھا کہ

ایک ویرانے میں پناہ لینا۔ مصر پر عمرو کا قبضہ

دشمن پہونچا ہی چاہتے ہیں تو سڑک چھوڑ کے ایک ویران بستی میں جا چھپے۔ عمرو نے بڑھ کے بغیر کسی مزاحمت کے دارالامارت فسطاط پر قبضہ کر لیا۔ اور آناً فاناً میں سارا ملک مصر اُن کے زیر فرمان تھا۔

اب مصر کے ستائے ہوئے غضب آلود شیعیان عثمانؓ کو محمد بن ابی بکر کی تلاش ہوئی اس لیے کہ وہ اُن کے جانی دشمن ہو رہے تھے۔ چنانچہ اُن کے سردار معاویہ بن خدیج محمد کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ سرراہ ایک گروہ ملا۔ اس سے پتہ پوچھا۔ سب نے لاعلمی ظاہر کی۔ مگر اُن میں سے ایک شخص بولا "میں ابھی اُس اجاڑ کھنڈر میں گیا تھا۔ وہاں ایک شخص بیٹھا نظر آیا تھا۔ شاید وہی ہوں"۔

محمد کی گرفتاری

ابن خدیج نے کہا "وہی ہوں گے"۔ وہ اور اُن کے ہمراہی اُس ویرانے میں گھس پڑے۔ محمد وہاں ایک کھنڈر میں بیٹھے ملے اور پکڑ لائے گئے۔ مگر پریشان مصیبت زدہ۔ اور تشنہ لبی سے

نیم جان تھے۔ اس حالت سے بھوکے پیاسے اُسی شہر میں لائے گئے۔ جہاں چند گھنٹے پیشتر سیاہ وسفید کے مالک وہی تھے۔

اُن کے بھائی کی ناکام کوشش

عمرو بن عاص کے ہمراہ شام سے جو لشکر گیا تھا اُس میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر بھی تھے۔ انہیں بھائی کے حال پر ترس آیا۔ وہ ڈرتے ہوئے عمرو بن عاص کے پاس آئے اور کہا "کیا میرے بھائی کو آپ قتل کریں گے؟ آدمی بھیج کر ابن خدیج کو روکیے کہ اُن پر ظلم نہ کریں"۔ عمرو نے فوراً ابن خدیج کے پاس کہلا بھیجا کہ محمد بن ابی بکر کو یہاں میرے پاس لے آؤ۔ ابن خدیج سمجھ گئے کہ یہ محمد بن ابی بکر کی جان بچانے کی کوشش ہے۔ جواب میں کہا کہ "واہ! کنانہ بن بشر کو تو قتل کر ڈالا اور محمد بن ابی بکر کو میں چھوڑ دوں! کیا تمہارے کافر ان سب سے اچھے ہیں؟ یا تمہارے پاس لکھی ہوئی کوئی سند ہے؟ یہ ہرگز نہ ہوگا"۔

ابن خدیج کا جوش انتقام

اُس زمانہ کا باہمی تعصب

تعصب نے اُن دنوں یہ حالت کر دی تھی کہ شیعیان علیؓ شیعیان عثمانؓ کو اور شیعیان عثمانؓ شیعیان علیؓ کو کافر سمجھتے تھے۔

محمد کا نہایت مظلومی سے مارا جانا

محمد تشنگی سے اس قدر جاں بلب ہو رہے تھے کہ اپنے اسیر کرنے والوں سے کہا "اور جو چاہنا کرنا مگر مجھے ذرا سا پانی تو پلا دو۔ ابن خدیج نے کہا "اگر تم کو ایک قطرہ آب بھی دوں تو خدا مجھے پانی سے محروم رکھے۔ تم وہ ہو جس نے عثمانؓ پر پانی بند کیا تھا۔ واللہ میں تم کو پیاسا ماروں گا تاکہ خداوند عالم اسی تشنہ لبی میں تم کو حمیم و غساق پلائے"۔ محمد اگرچہ پیاس سے نیم جان ہو رہے تھے مگر طیش آگیا اور کہا "او یہودن جولاہن کے بیٹے۔ اس عالم میں تیرا زور نہیں چل سکتا وہاں اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو سیراب کرے گا اور تجھ سے دشمن پانی سے محروم رکھے جائیں گے۔ تلوار ہاتھ میں ہوتی تو دکھا دیتا کہ مجھ پر تیرا زور چل سکتا ہے یا نہیں"۔ ابن خدیج نے کہا "اور یہ بھی جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ تمہیں گدھے کے پیٹ میں بند کرکے آگ میں جلاؤں گا"۔ محمد نے کہا "میرے ساتھ اگر تو ایسا کرے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ خدا کے دوستوں کے ساتھ اکثر ایسا سلوک ہوتا رہا ہے۔ مگر انجام میں مجھے امید ہے کہ خدائے تعالیٰ تجھے اور تیرے دوستوں معاویہ اور عمرو کو آگ میں ڈالے گا اور جب وہ آگ دھیمی ہونے لگے گی تو اُسے اور تیز کر دے گا"۔ یہ جواب سن کر ابن خدیج کو ایسا غصہ آیا کہ گفتگو کی تاب نہ رہی۔ طیش میں آکر مظلوم محمد بن ابی بکرؓ کو مار ڈالا۔ اور پھر اپنے کہنے کے مطابق اُن کی لاش کو گدھے کی لاش میں رکھ کے جلا دیا۔

اس پر حضرت عائشہؓ کا ملال

اس واقعہ کی اطلاع حضرت عائشہؓ کو ہوئی تو اگرچہ محمد جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور اُن کے دشمن تھے مگر خون کے جوش نے بیقرار کر دیا۔ نہایت اندوہگیں ہوئیں۔ اور نماز کے آخر میں قنوت پڑھتی اور اس میں معاویہ اور عمرو بن عاص کے حق میں بددعا کرتی تھیں۔ مظلوم بھائی کے یتیم بچوں کو بلوا کے اپنی کفالت میں لے لیا۔ انھیں بچوں میں ایک قاسم محمد بن ابی بکر تھے جو عہد تابعین کے بہت بڑے نامور محدث فقیہ مجتہد اور گراں پایہ عالم دین گزرے ہیں۔ جناب صدیقہؓ کے دل کو بھائی کی اس مظلومانہ موت کا اس قدر غم تھا کہ اس واقعہ کے بعد سے پھر کبھی زندگی بھر بھنا ہوا گوشت نہ کھایا۔

محمد کے قتل کی دوسری روایت

بعض راویان تاریخ نے محمد بن ابی بکرؓ کے مارے جانے کے واقعہ کو اس عنوان سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے عمرو بن عاص سے سخت مقابلہ کیا جس میں کنانہ مارے گئے اور وہ بھاگ کر جبلہ بن مسروق کے گھر میں روپوش ہو گئے۔ ابن خدیج کو پتہ لگ گیا آکے اُس کا محاصرہ کر لیا۔ محمد نے جب کوئی مفر نہ دیکھا تو تلوار کھینچ کے نکل پڑے اور لڑتے ہوئے مارے گئے۔ مگر پہلی روایت زیادہ مستند ہے۔

کعب کو واپس بلا لیا اور حضرت علیؓ کو اس واقعہ کی خبر

محمد بن ابی بکر کی مدد کو کعب بن مالک ارحبی جو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے تھے انھوں نے پانچ ہی منزلیں طے کی تھیں کہ حجاج بن غزیہ انصاری حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو محمد بن ابی بکرؓ کے رفقا میں تھے۔ انھوں نے مصر کے ہاتھ سے نکل جانے اور محمد بن ابی بکرؓ کے مارے جانے کی کیفیت بیان کی۔

اسی اثناء میں عبدالرحمن بن شبیب فزاری شام سے آئے۔ جنھیں حضرت علیؓ نے ملک شام میں ٹھہرا کے یہ خدمت اُن کے ذمے کی تھی کہ آپ کو وہاں کے حالات سے مطلع کرتے رہیں۔ انھوں نے آکر یہ خبر دی کہ "عمرو بن عاص کے پاس سے محمد کے مارے جانے اور سارے مصر پر قبضہ ہو جانے کی خوشخبری شام میں آئی جس پر وہاں خوب خوشیاں منائی گئیں۔" یہ حالات سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا "محمد کے مارے جانے پر ہمارا غم اتنا ہی ہے جتنی کہ ان لوگوں کو خوشی ہے نہیں بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ ہے۔" یہ فرمانے کے بعد آپ نے آدمی دوڑا کے کعب بن مالک ارحبی کو واپس بلوا لیا۔

آپ کو صدمہ

آپ کی حسرتناک تقریر

پھر آپ نے مجمع عام کے سامنے منبر پر کھڑے ہو کر یہ تقریر فرمائی:- "آگاہ ہو جاؤ کہ مصر کو ان فاجروں نے فتح کر لیا جو ظالم ہیں ظلمت میں پڑے ہوئے ہیں۔ خدا کے راستے سے

برگشتہ ہیں۔ اور کجروی سے باغی ہو گئے ہیں۔ آگاہ ہو کہ محمد بن ابی بکر شہید ہوئے۔ اور اُن کی مصیبت کا ثواب ہم خدا سے چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم میرے علم میں وہ ایسے ہی تھے جو تقدیر الٰہی کے منتظر، جزائے خیر کی اُمید میں عمل کرنے والے۔ فاجر کی صورت سے بغض رکھنے والے۔ اور مومن کی ہدایت کو دوست رکھنے والے ہیں۔ میں واللہ اپنے نفس کو کسی ادنے کوتاہی کا بھی الزام نہیں دے سکتا۔ میں لڑائیوں کی حالت کا اندازہ کرنے میں ہوشیار اور باخبر ہوں۔ ضرورت کے موقع پر سبقت کرتا ہوں۔ احتیاط کے طریقوں سے واقف ہوں۔ اور تمھارے درمیان رائے صائب کے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں۔ میدان میں جانے کے لیے تمھیں علی الاعلان بلاتا ہوں۔ اور تمھارے بیچ میں کھڑے ہو کر فریادیوں کی طرح پکارتا ہوں۔ مگر تم میری نہیں سنتے۔ میرے کہنے پر نہیں چلتے۔ یہاں تک کہ معاملات دگرگوں ہو جاتے ہیں اور برا انجام صورت دکھاتا ہے۔ تم وہ لوگ ہو کہ نہ تم میں انتقام لینے کا جوش ہے۔ نہ کینہ خواہی کا مادہ ہے۔ تمھارے بھائیوں کی مدد کے لیے میں تمھیں پچاس دن تک بلاتا رہا۔ مگر تم شور کرنے والے اونٹ کی طرح بلبلاتے رہے۔ اور ایسی زمین پکڑی کہ گویا دشمنوں پر جہاد کرنے اور ثواب حاصل کرنے کا ارادہ ہی نہ تھا۔ مدت کے بعد تمھارا ایک چھوٹا سا لشکر میرے پاس آیا۔ جن لوگوں کے پاؤں پیچھے پڑتے تھے۔ گویا وہ موت کے منہ میں جا رہے تھے۔ غرض افسوس ہے تمھاری حالت پر۔

اپنی برأت

بیوفا اہل کوفہ پر عتاب

مصر پر قابض ہو جانے سے جناب معٰویہ کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اِدھر حضرت علیؓ کو اپنے رفیقوں اور شیعیان عراق کی سُستی سے مقابلے پر کوچ کرنے کی نوبت نہ آئی چنانچہ حضرت معاویہ نے خود ہی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اور شام سے لشکر آ آ کر حضرت علیؓ کے مقابلے پر تاختیں کرنے لگے۔ اور سب سے بڑی کارروائی اب معاویہ نے یہ کی کہ عبداللہ بن حضرمی کو بصرے میں بھیجا۔ کہ وہاں کے لوگوں کو حضرت علیؓ کی طرف سے برگشتہ کریں۔ اور اس میں اُن کو کامیابی کی اُمید اس لیے تھی کہ جمل کی لڑائی میں بصرے والے حضرت عائشہؓ کی رفاقت میں حضرت علیؓ سے لڑے تھے۔ اور ان لوگوں نے بہت بڑا نقصان اُٹھانے کے بعد مجبور ہو کر حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

آپ پر شامیوں کی تاختیں

ابن حضرمی کا بصرے میں آنا

چنانچہ عبداللہ بن حضرمی کو روانہ کرتے وقت معاویہ نے اُن سے کہا بصرے کے تمام لوگ حضرت عثمانؓ کے معاملے میں ہمارے ہم خیال ہیں۔ اور اُن کے خون کا انتقام

معٰویہ کی اُن کو ہدایتیں

لینے کی غرض سے لڑ چکے ہیں۔ آل میں وہ مجبور ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ کوئی اُن کو اپنے جھنڈے
کے نیچے جمع کرے اور اُن کے امام اور اُن کے مقتولین کے خون کا انتقام لینے کے لئے
اُٹھے۔ لہٰذا تم وہاں جا کر مضری قبائل میں اُترنا اور بنی ازد کو اپنا دوست بنانا۔ وہ سب
تمھارا ساتھ دینے کو تیار ہو جائیں گے۔ بنی ربیعہ کو بھی تم اپنی طرف بلانا۔ مگر وہی لوگ ہیں
جو وہاں تمھارے خلاف ہیں۔ اس لیے کہ وہ سب ترابی ہیں (شیعیان عثمانؓ شیعیان علیؓ کو
تحقیر کی غرض سے ترابی کہا کرتے تھے۔ اس لیے کہ ابوتراب حضرت علیؓ کا وہ لقب تھا جو آپ کو
دربارِ رسالت سے ملا تھا) لہٰذا اُن لوگوں سے ڈرا دھمکا کے کام نکالنا۔

اُنھیں بہت سے لوگوں کا ساتھ دینا۔

اتفاق سے جس وقت ابن حضرمی بصرہ میں پہنچے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عباس
جو وہاں کے والی تھے حضرت علیؓ کے حسب الطلب کوفے میں گئے ہوئے تھے۔ ابن حضرمی
موقع پا کر بنی تمیم میں اُترے اور فوراً تمام شیعیان عثمانؓ اُن کی رفاقت کو تیار ہو گئے۔ اور
جب بہت سے طرفدار جمع کر لیے تو اُن میں کھڑے ہو کر ابن حضرمی نے یہ تقریر کی :۔

انکی تقریر بصرہ میں۔

عثمانؓ تمھارے امام و ہادی تھے جو مظلوم مارے گئے۔ علیؓ نے اُن کو مارا۔ اور تم نے
اپنے امام کے خون کا انتقام لینا چاہا جس کی بابت خدائے تعالیٰ تمھیں جزائے خیر دے گا۔

ضحاک کی مخالفت جواب سے۔

حضرت ابن عباس کے مقرر کیے ہوئے کوتوال شہر ضحاک اس مجمع میں موجود تھے انھوں نے
عوام کا بُرا رنگ دیکھا تو اُٹھ کر ابن حضرمی سے کہا خدا غارت کرے اس شے کو جسے تم لائے ہو
اور جس کی طرف تم لوگوں کو بلا رہے ہو۔ خدا کی قسم تمھارا آنا بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ طلحہؓ و زبیرؓ کا
آنا تھا۔ ہم علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے اور ہمارے سب معاملات سدھر گئے تھے کہ وہ
دونوں آ گئے اور باہمی مخالفت کو ہمارے درمیان میں اُبھارا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم ایک دوسرے
کے دشمن ہو گئے۔ خود اپنے دوستوں کے خون سے ہاتھ رنگنے لگے۔ اور جو کچھ انجام ہوا ظاہر
ہے۔ اب ہم سب نے علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور وہ سب خرابیاں دور ہو گئیں ایسی
امن و امان کی حالت میں اب تم آئے ہو اور صلاح دیتے ہو کہ ہم پھر ایک دوسرے پر تلواریں کھینچیں
اور اپنے دوستوں کو قتل کرنے لگیں تاکہ معویہ موقع پا کر بادشاہ بن جائیں۔ حالانکہ خدا کی قسم علیؓ کی
زندگی کا ایک ایک دن معویہ اور اُن کے سب خاندان والوں کی ساری زندگیوں سے افضل ہے۔

ضحاک کی منافقت اور ابن حضرمی کی تائید۔

ضحاک سمجھتے تھے کہ اپنی اس تقریر سے میں فتنہ کو مٹا دوں گا۔ مگر عبداللہ بن خازم سلمی نے
انھیں اُٹھ کر ڈانٹا اور کہا بس چپ رہو۔ تم گفتگو کرنے کے قابل نہیں ہو۔ پھر ابن حضرمی کی طرف

رخ کرکے کہا "ہم آپ کے مددگار اور آپ کے دست و بازو ہیں جو بات آپ کہیں وہی بات ہے اور آپ جس خط کو لائے ہیں اُسے پڑھ کر سنا دیجئے!" یہ ارشاد پاتے ہی ابن حضرمی نے معاویہ کا خط سُنانا شروع کیا جس میں حضرت عثمانؓ کے فضائل اُن کی امن پسندی، اور عہدِ خلافت کی نگہبانی کرنے کا ذکر تھا۔ آخر میں اُن کی شہادت کا تذکرہ کرکے سب سے خواہش کی گئی تھی کہ اُن کا انتقام لیں، اور اپنی طرف سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمام مسلمانوں کو اطمینان دلاتا ہوں کہ سنت رسول اللہ پر عمل کروں گا۔ اور سال میں دوبار انعام و اکرام سے تمہاری خبر گیری کیا کروں گا۔"

معاویہ کا خط اہل بصرہ کے نام

یہ رنگ دیکھ کر احنف بن قیس اُٹھے کہا "میرا نہ کوئی اونٹ اس کام کے لیئے ہے اور نہ کوئی اونٹنی کہ تمہاری مدد کروں۔" اتنا کہا اور اس صحبت سے اُٹھ کے چلے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد عمرو بن مرحوم عبدی نے اُٹھ کر کہا "لوگو جس کے مطیع فرمان ہو اُس کی اطاعت نہ چھوڑو۔ اپنے جتھے اور اپنی بیعت کو نہ توڑو۔ اگر تم سے ایسی غلطی ہوئی تو مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔" عباس بن صحار عبدی اسی قبیلے والے تو حضرت علیؓ کے طرفدار تھے مگر وہ خود خلاف تھے اُٹھے اور ابن حضرمی سے کہا "ہم اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں سے تمہاری مدد کریں گے۔" عباس کی زبان سے یہ کلمہ سُن کر مثنیٰ بن مخرمہ عبدی نے کہا "خدا کی قسم تم جہاں سے آئے ہو وہیں پلٹ جاؤ، ورنہ ہم اپنی تلواروں اور نیزوں سے تم پر جہاد کریں گے! اور ابن صحار کی باتوں سے دھوکا نہ کھاؤ۔" اسی ابن حضرمی نے صبرہ بن شیمان سے کہا "تم عرب کے دانتوں میں سے ایک دانت ہو۔ اس لیئے میری مدد کرو۔" انھوں نے کہا "اگر تم میرے گھر میں اُترے ہوتے تو میں بیشک تمہاری مدد کرتا!"

احنف کا اُٹھ آنا۔ لوگوں میں ردوقدح۔

زیاد بن ابیہ[عہ] ان دنوں حضرت ابن عباس کے پیش دست اور اس زمانے کے بڑے منتظم و مدبر تھے۔ انھوں نے جو بصرے والوں کی یہ حالت دیکھی تو اندیشہ ہوا کہ فساد نہ پیدا ہو جائے فوراً حضین بن منذر اور مالک بن مسمع کو بلا کے کہا "آپ لوگ بنی بکر بن وائل کے سردار اور شیوخ ہیں

حضرت زیاد علی کے طرفدار۔

عہ زیاد کا تذکرہ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں بھی آچکا ہے اور آئندہ اُن کا حال تفصیل سے بیان کیا جائیگا وہ باوجود قاعدین میں ہونے کے حضرت علیؓ کے طرفدار تھے اور وہی اکیلے تھے جنھوں نے اُنکی خلافت کو اپنے حسن تدبیر سے مدد دیکر قوی کر دیا اور جو ملک اُن کے ہاتھ میں دیا گیا اس کا بہت اچھا انتظام کیا۔ مگر افسوس ان کی اولاد کے ہاتھ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر ایسا ظلم ہوا کہ مسلمانوں کو اُن سے اور اُن کے خاندان سے وحشت ہونے لگی۔

اور آپ ہی امیر المومنین علیؓ کے انصار و مددگار ہیں جن پر انہیں بھروسہ اور ناز ہے۔ ابن حضرمی نے آکر جو فساد پیدا کر دیا ہے اُسے آپ دیکھ رہے ہیں اور پھر کچھ نہیں کرتے! بہت سے لوگ دشمنوں کے طرفدار ہو گئے ہیں۔ اس لیئے امیر المومنین کا حکم آنے تک آپ مہربانی کر کے مجھے ان لوگوں کے ہاتھ سے بچائیں" حصین نے وعدہ کر لیا مگر مالک چونکہ بنی اُمیہ کی طرف مائل تھے کہنے لگے "میں اپنی قوم کے سفر زین سے پوچھ لوں اور غور کر لوں تو وعدہ کروں"

اپنے بچاؤ کی تدبیر

مالک کا یہ جواب سن کر زیاد کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو بنی ربیعہ ہمارے خلاف ہو جائیں۔ لہذا فوراً صبرہ بن شیبان حدانی کے پاس آدمی بھیج کر درخواست کی کہ "میری اور بیت المال کی حفاظت کا کام آپ اپنے ذمہ لے لیں"۔ انھوں نے کہلا بھیجا "اگر خزانہ خلافت کو آپ میرے گھر میں منتقل کر دیں تو میں آپ کی اور اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہوں"۔ زیاد نے فوراً خزانہ اُن کے گھر میں بھیج دیا اور منبر کو بھی جامع مسجد سے اٹھا کر اُن کے گھر میں پہونچا دیا۔ اس کے بعد سے زیاد نماز بھی مسجد بنی حدان ہی میں پڑھا کرتے اور وہیں اہتمام کر کے لوگوں کو کھانا کھلواتے۔

اپنے ساتھ خزانے کو بھی بچانا۔

یہ انتظامات کرنے کے بعد زیاد نے جابر بن وہب راسبی سے کہا "اے ابو محمد میں دیکھتا ہوں کہ ابن حضرمی یہاں ٹھہر کے فساد پیدا کر رہا ہے اور عنقریب وہ آپ سے لڑائی چھیڑ دے گا۔ ذرا اس کا تو پتہ لگائیے کہ آپ کے لوگوں کا کیا خیال ہے"؟ اسی فکر میں زیاد ایک دن نماز کے بعد مسجد حدان میں بیٹھ گئے۔ لوگ ان کے گرد جمع تھے۔ جابر نے اٹھ کر کہا "اے گروہ بنی ازد! بنی تمیم کو دعویٰ اور غرہ ہے کہ وہی بہادر ہیں اور میدان جنگ میں تم سے زیادہ صبر و ثبات دکھا سکتے ہیں۔ اسی قدر نہیں میں نے تو یہاں تک سنا ہے کہ وہ لوگ چاہتے ہیں تم پر حملہ کر کے اس شخص کو پکڑ لے جائیں جس کو تم نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اگر یہ خبر صحیح نکلی تو تم کیا کرو گے؟ یاد رکھو کہ اس شخص کو اور نیز خزانہ خلافت کو تم اپنی کفالت میں لے چکے ہو"

اپنے کفیلوں کی حالت کا اندازہ۔

اس کے جواب میں صبرہ بن شیبان نے کہا "اگر احنف یہاں آئے تو میں بھی آ پہونچوں گا۔ اگر اُن کے گروہ کا کوئی شخص یا اُن کا کوئی طرفدار آیا تو بھی آپ مجھے یہاں موجود پائیں گے۔ اگر اُن کے نوجوان آئے تو آپ ہمارے نوجوانوں کو یہاں حاضر پائیں گے"

ان سے اطمینان دلانا

اس کارروائی کے بعد زیاد نے تمام حالات حضرت علیؓ کو لکھے۔ آپ نے اعین بن ضبیعہ مجاشعی تمیمی کو روانہ فرمایا کہ بہت جلد بصرے میں پہونچ کر اپنی قوم والوں کو ابن حضرمی سے توڑ لیں اور اگر وہ لوگ نہ مانیں تو جو لوگ اطاعت کرنے کو تیار ہوں اُن کو ہمراہ لے کر مخالفوں اور

حضرت علیؓ نے اعین کو بھیجا۔

اور سرکشوں سے مقابلہ کریں۔ ساتھ ہی اس کارروائی کی اطلاع زیاد کو فرمائی۔

اعین کی ناکامی

اعین آکر زیاد کے پاس اترے بہت سے لوگوں کو جمع کرکے اپنی قوم والوں سے ملے بعد ازاں ابن حضرمی اور اُن کے ہمراہیوں کے پاس گئے اور سب کو اپنی طرف بلایا مگر لوگ بجائے موافقت کرنے کے انہیں گالیاں دینے لگے۔ باوجود مخالفین کی اس درشتی و بداخلاقی کے اعین شام تک انہیں میں رہے اور اُن کو سمجھاتے رہے۔

اُن کا مارا جانا

شام کو جب وہ واپس آئے تو ایک نیا گروہ آ کے اُن سے ملا جن لوگوں کی نسبت بعض ناقلان اخبار کا یہ خیال ہے کہ خوارج تھے اور بعض کہتے ہیں کہ اُن کو ابن حضرمی نے بھیجا تھا اور خود بھی اُن کے ساتھ تھے ان لوگوں نے یکبارگی زغہ کرکے اعین کو مار ڈالا۔

زیاد کی کوششوں میں ناکامی

اعین کے مارے جانے پر زیاد نے دل میں لڑائی ٹھان لی مگر بنی تمیم نے بنی ازد کے پاس کہلا بھیجا ہم اس شخص سے تعرض نہ کریں گے جو تمہاری کفالت میں ہیں ان کی نسبت تمہارا کیا ارادہ ہے؟ بنی ازد نے لڑنا نہیں پسند کیا اور کہلا بھیجا "اگر تم لوگ ہمارے مکفول کے فراہم ہوگئے تب البتہ ہم روکیں گے یوں نہ لڑیں گے"۔

اس پر حضرت علیؓ نے جاریہ کو بھیجا

اب زیاد نے حضرت علیؓ کو اعین کے مار ڈالے جانے اور واقعات مابعد کی اطلاع کی آپ نے فوراً جاریہ بن قدامہ سعدی کو بھیجا جو بنی سعد سے اور ان میں بنی تمیم میں سے تھے اُن کے ساتھ حضرت علیؓ نے علی اختلاف الروایات پچاس یا پانچ سو آدمی بھی روانہ کئے جو سب تمیمی تھے اور زیاد کو حکم بھیجا کہ جاریہ کی مدد کرو اور انہیں ٹھیک مشورہ دو۔

جاریہ کی کوشش

جاریہ جیسے ہی بصرے میں پہونچے زیاد نے ان کو ان تمام واقعات سے آگاہ کر دیا جو اعین کو پیش آئے تھے۔ اب جاریہ بنی ازد میں گئے اُن سے مصالحت کی گفتگو کی اور کہا "تم نے حق کو اس وقت پہچان لیا تھا جب کہ اور لوگ اس سے بےخبر تھے"۔ اتنا کہہ کر حضرت علیؓ کا خط نکال کر سنایا

حضرت علیؓ کا خط

جو تمام اہل بصرہ کے نام تھا۔ اس میں زجر و توبیخ تھی۔ ڈرانا دھمکانا تھا۔ مخالفوں سے مقابلہ کرنے اور ایسی معرکہ آرائی کی تاکید تھی کہ واقعۂ جمل بھی اس کے آگے گرد ہو جائے۔

جاریہ کی تائید

یہ خط سُن کر صبرہ بن شیمان نے کہا امیر المومنین کا حکم ہمیں بسر و چشم قبول ہے جو اُن سے لڑے گا اُس سے ہم لڑیں گے اور جو ان سے صلح رکھے اُس کے ہم سے صلح ہے"۔ اس موقع پر مہلب کے باپ ابو صفرہ نے زیاد کی طرف رخ کرکے کہا اگر میں واقعۂ جمل کے وقت موجود ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میری قوم امیر المومنین سے ہرگز نہ لڑتی"۔ بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ

ابو صفرہ اس زمانے میں زندہ موجود نہ تھے بلکہ حضرت علیؓ کے صفین جاتے وقت راستے ہی میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بعد ازاں جاریہ اپنی قوم میں گئے اور انھیں حضرت علیؓ کا خط سنا کر ان سے طرح طرح کے وعدے کیے۔ اکثر نے ان کا کہنا مان لیا۔ اب جاریہ بنی ازد اور اپنے تمام پیرووں کو ساتھ لیے ہوئے ابن حضرمی کے پاس گئے۔ ابن حضرمی کے سوار مزاحمت کے لیے تیار کھڑے تھے جن کے سپہ سالار عبداللہ بن خازم سلمی تھے۔ جاریہ کے پہونچتے ہی دونوں فریقوں میں تلوار چلنے لگی۔

تھوڑی ہی دیر خونریزی ہوئی تھی کہ شریک بن اعور حارثی جاریہ کی کمک پر آ گئے اور اس تائید غیبی کا یہ اثر ہوا کہ ابن حضرمی کے لوگوں کو شکست ہو گئی۔ اور وہ مع اپنے ہمراہیوں کے بھاگ کر قصر سنبیل میں قلعہ بند ہو گئے۔ ابن خازم کی ماں عجلی نام ایک حبشن تھی۔ اس نے قصر کی دیوار کے نیچے آ کر بیٹے سے کہا "تم قصر کے باہر نکل آؤ"۔ اور ابن خازم نے نہ مانا تو عجلی نے پکار کے کہا "نکلتے ہو تو نکلو ورنہ میں خدا کی قسم اپنے کپڑے اتار کے پھینک دوں گی۔ اور برہنہ ہو جاؤں گی۔ اور یہ شرم کی بات ہمیشہ کے لیے تمھارے خاندان کے دامن میں دھبہ لگا دیگی" مجبوراً ابن خازم باہر نکل آئے۔

باقی لوگ جب کسی طرح نہ نکلے تو جاریہ نے قصر میں آگ لگا دی اور ابن حضرمی مع اپنے ستر ہمراہیوں کے جل مرے۔ اس کے بعد زیاد قصر امارت میں آئے اور پھر بصرہ میں حضرت علیؓ کی حکومت قائم ہوئی۔

مذکورۂ قصر سنبیل کی اصلیت یہ ہے کہ وہ اصل میں ایرانیوں کا ایک قلعہ تھا۔ ایران کے فتح ہونے کے بعد سنبیل سعدی کے قبضہ میں آیا اس کے اطراف خندق تھی اور قصر سنبیل کے نام سے مشہور ہو گیا۔

تیرہویں فصل

خریت اور خوارج سے لڑائیاں اور معاویہ کے حملے علیؓ کی قلمرو پر

خریت بن راشد۔ حضرت علیؓ سے اس کی گفتگو۔ وہ کوفے سے چلا گیا۔ اس کے تعاقب کی ضرورت۔ زیاد بن خصفہ اس کے تعاقب میں۔ علیؓ کا پرجوش قاصد۔ زیاد و خریت کا سامنا۔ زیاد کی ہوشیاری۔ زیاد میدان میں۔ زیاد و خریت میں گفتگو۔ لڑائی۔ زیاد زخمی ہوئے۔ خریت بھاگ گیا۔ حضرت علیؓ کو اطلاع۔ معقل خریت کے مقابلے پر۔ لشکر بصرہ کمک پر۔ خریت کی قوت۔ اس کی بغاوت کا اثر۔ معقل کو حضرت علیؓ کی ہدایتیں۔ سامنا۔ دونوں فوجوں کی ترتیب۔ معرکۂ جنگ۔ دشمنوں کو شکست۔ خریت ساحل خلیج فارس پر۔ حضرت علیؓ کو مژدۂ فتح۔ خریت کے تعاقب کا حکم۔ اس کی شورش۔ اس کی فتنہ انگیزی کے اندازے۔ سامنا اور اعلان لڑائی۔ خریت کا کردار۔ معقل کی للکار۔ خریت کا مارا جانا۔ اسیران جنگ۔ مصقلہ والی اردشیر خرہ۔ ان کی رحم دلی اور فیاضی۔ اس فیاضی پر علیؓ کا خیال۔ زرفدیہ کا تقاضا۔ مصقلہ کی ناجائز امید۔ اور معاویہ کے پاس بھاگ جانا! اپنے بھائی کو بھی بلانا۔ اس میں ناکامی۔ خوارج کی شورش۔ اشرس کا ہنگامہ۔ ہلال کا ہنگامہ۔ اشہب کا ہنگامہ۔ سعید کا ہنگامہ۔ ابو مریم کا ہنگامہ۔ مخالفت میں اس کی ضد۔ حضرت علیؓ کے لشکر کو شکست۔ خود حضرت علیؓ اس کے مقابلے پر۔ ان دشمنوں کا خاتمہ۔ ان کی نجاست۔ سنہ ۳۸ھ کا حج۔ علیؓ کی مجبوری اور معاویہ کے حملے۔ نعمان کا حملہ عین التمر پر۔ اہل کوفہ کی پست ہمتی۔ مالک کا بہادرانہ مقابلہ اور اہل شام کو شکست۔ کوفے والوں کو ملامت۔ سفیان کی تاخت ہیت پر اور کامیابی۔ انبار کی چھاؤنی پر حملہ اور کامیابی۔ ابن مسعدہ تیمار میں۔ حرمین کو زیر اثر کرنا۔ مسیب ان کے مقابلے پر۔ عبداللہ اور مسیب میں لڑائی۔ مسیب اپنی قوم کی جنبہ داری۔ عبداللہ قلعہ تیمار میں۔ قلعہ میں آگ لگائی گئی۔ مسیب نے دشمنوں کو چھوڑ دیا۔ ضحاک شام سے شیعیان علیؓ پر۔ حجر ان کے مقابلے پر۔ حجر کی فتح۔ خود معاویہ کی گرد آوری۔

اسی سال یعنی سنہ ۳۸ھ میں ایک نیا فتنہ جو سرکش حضرت علیؓ کی مخالفت پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا نام خریت بن راشد تھا اور قبیلہ بنی ناجیہ میں سے تھا۔ اس سے بیشتر یہ شخص مخصوص شیعیان علیؓ

خریت بن راشد

اور آپ کے پُرجوش جاں نثاروں میں تھا۔ جمل و صفین کے معرکوں میں ہمراہ رہا تھا اور نہروان کے سانحے میں بھی آپ کا ساتھ دیا تھا۔ یہ اپنے قبیلے کے تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر حضرت علیؓ کے ہمراہ بصرے سے نکلا تھا اور اب تک یہ لوگ آپ کے ساتھ کوفہ میں مقیم تھے۔ اب جو شامت سر پر سوار ہوئی تو تیس سواروں کے ساتھ آپ کے سامنے آیا اور روبرو آپ کی صورت دیکھتے ہی چلایا "علیؓ! میں خدا کی قسم نہ تمہارا حکم مانوں گا، نہ تمہارے پیچھے نماز پڑھوں گا اور کل ہی تمہاری رفاقت چھوڑ کے چلا جاؤں گا۔" بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا "کمبخت تو ایسا کرے گا تو خود ہی خراب ہو گا۔ اپنا عہد بیعت توڑنے کے بعد تو بجز اپنے نفس کے اور کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ لیکن بتا تو سہی کہ آخر تجھے کیا سوجھی ہے؟ اور یہ کیوں کرے گا؟" بولا "اس لئے کہ تم نے انسانوں کو پنچ بنایا۔ امر حق میں کمزوری دکھائی۔ اور اُن لوگوں پر بھروسہ کیا جو ظالم ہیں۔ لہٰذا ہم تمھیں اور اُن کو دونوں کو برا سمجھتے اور تم دونوں سے علٰحدہ ہوئے جاتے ہیں۔"

حضرت علیؓ نے فرمایا "آ میں تجھ کو کتاب اللہ کا مطلب سمجھاؤں۔ سنت نبی صلعم کے متعلق غور سے بحث کروں۔ اور جو اصلی مسائل شرع ہیں اُن کی حقیقت سے تجھے آگاہ کروں۔ ان چیزوں کو میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں جن باتوں کے ماننے سے تو انکار کر رہا ہے وہ شاید تیری سمجھ میں آ جائیں۔" بولا "خیر اُن کے سمجھنے کے لیے میں کسی اور وقت تمہارے پاس آ جاؤں گا۔" آپ نے فرمایا "ایسا نہ ہو کہ شیطان تجھے بہکائے۔ اور جہلا تجھے بیوقوف بنا دیں۔ اگر تو میرے پاس آیا اور ہدایت کا خواستگار ہوا تو خدا کی قسم تجھے نجات کا سیدھا راستہ بتا دوں گا۔"

اِس گفتگو کے بعد خریت اپنے رفیقوں میں واپس آ گیا۔ اور صبح کو حضرت علیؓ نے سنا کہ وہ اور اس کے ہمراہی کوفے سے چلے گئے اور آپ کی اطاعت سے برگشتہ ہیں۔ فرمایا "بُعداً لھم کما بعدت ثمود" (یہ ویسے ہی مردود ہیں جیسے کہ قوم ثمود والے مردود ہو گئے تھے) پھر ارشاد ہوا "شیطان نے آج انھیں بہکا دیا اور گمراہ کیا ہے اور کل انھیں چھوڑ کے الگ ہو جائے گا۔"

اس موقع پر زیاد بن خصفہ بکری نے عرض کیا "اس وقت تو امیر المومنین ان لوگوں کا نکل جانا گراں نہیں معلوم ہوتا۔ نہ ان کے ہونے سے ہماری قوت میں کوئی معتدبہ زیادتی ہوئی اور نہ ان کے چلے جانے سے کچھ نقصان ہوا لیکن اندیشہ ہے کہ آپ کے مطیع و منقاد لوگوں میں سے بہتوں کو بہکا کے گمراہ نہ کر دیں۔ اور ایسا نہ ہو کہ اُن کے ساتھ ایک بڑی جماعت ہماری مخالفت میں اٹھ کھڑی ہو۔ لہٰذا اجازت ہو تو میں ان لوگوں کا تعاقب کروں۔" ارشاد ہوا "جاؤ خدا تمھارے

حال پر رحم کرے۔ لیکن ابھی تم دیر ابو موسیٰ میں جا کر ٹھہرو۔ وہاں جب تم کو میری جانب سے کوئی حکم ملے تو اس پر عمل کرنا۔ ان لوگوں نے اگر فتنہ انگیزی کی وضع اختیار کی تو مجھے امید ہے کہ میرے عامل اُن کے حالات سے اطلاع دیں گے۔"

زیاد بن خصفہ اُن کے تعاقب میں (?)

اس حکم مرتضوی کے مطابق زیاد نے اپنے گھر جا کر بنی بکر بن وائل کے ایک سو تیس آدمی جمع کیے اور اُن کے ساتھ کوفہ سے روانہ ہو کر دیر ابو موسیٰ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد حضرت علیؓ کے پاس آپ کے ایک عامل قرظہ بن کعب انصاری کا خط آیا کہ "خریت اور اس کے رفقا شہر نفر کی طرف گئے اور وہاں کے زمینداروں میں سے ایک نومسلم شخص کو مار ڈالا۔" حضرت علیؓ نے فوراً یہ حال زیاد کو لکھا اور حکم دیا کہ "ان لوگوں کو میرے پاس لا کے حاضر کرو۔ اور آنے سے انکار کریں تو مقابلہ کرو۔"

علی کا پرجوش قاصد

آپ کے اس خط کو عبداللہ بن وائل نامی ایک شخص زیاد کے پاس لے گیا۔ اور چلتے وقت حضرت علیؓ سے اجازت مانگی کہ خود بھی زیاد کے ساتھ میدان میں جا کر دشمنوں کی سرکوبی کرے۔ آپ نے اُسے اجازت دی اور اجازت دیتے وقت یہ کلمات زبان مبارک سے نکلے: "اُمید ہے کہ ظالموں کے مقابلے میں تم امر حق میں میرے مدد و معاون رہو گے۔" چنانچہ ان الفاظ کو وہ زندگی بھر اپنا سرمایۂ ناز سمجھتا اور یہ کہتا رہا کہ "آپ کا یہ فرمانا مجھے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت سے زیادہ عزیز ہے۔"

زیاد و خریت کا مقابلہ (?)

زیاد اس خط کو پاتے ہی دیر ابو موسیٰ سے کوچ کر کے مقام نفر میں پہونچے۔ یہاں کے لوگوں سے پتہ لگا کہ خریت مقام جرجرایا کی طرف گیا ہے۔ اُدھر کی راہ لی۔ اور آخر مقام مذار میں ان لوگوں کو جا لیا۔ دشمن یہاں اُتر کے ایک شب و روز آرام لے چکے تھے۔ اور زیاد کے ہمراہی تھکے ماندے تھے۔ ان لوگوں کی صورت دیکھتے ہی خریت کے ہمراہی گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔

زیاد کی ہوشیاری (?)

اور خود اُس نے قریب آ کر پوچھا "کیا چاہتے ہو؟ اور کس ارادے سے آئے ہو؟" زیاد آزمودہ کار سپہ سالار تھا۔ جواب دیا کہ "تم دیکھ ہی رہے ہو کہ ہم لوگ تھکن سے خستہ ہو رہے ہیں۔ اور جس مقصد کے لیے آئے ہیں اُس کا ظاہر کرنا ابھی خلاف مصلحت معلوم ہوتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ٹھہر کے آرام لیں۔ اور آرام لے چکنے کے بعد اطمینان سے گفتگو کریں۔ اُس وقت اگر آپ ہماری بات کو پسند کریں تو قبول کریں۔ یا اگر ہم آپ کی شرطوں میں امن و صلاحیت کی صورت دیکھیں تو ہم اُن کو قبول کر لیں گے۔" اُن لوگوں نے اس کو منظور کیا۔ اور دونوں گروہ آمنے سامنے اُتر پڑے۔

زیاد دریا کنارے اُترے۔ کھایا پیا۔ گھوڑوں کو دانہ چارہ دیا۔ خوب اچھی طرح ستا لینے کے بعد پانچ رفیقوں کو ساتھ لیا اور دونوں لشکروں کے بیچ میں جا کے ٹھہرے۔ اور اپنے لشکر والوں سے کہتے گئے کہ ہماری اُن کی تعداد برابر ہی ہے اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ انجام میں لڑائی ہی کی ٹھہرے گی اس لیے تم حملے کے لیے مستعد رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ آپڑیں اور تم اپنی جگہ پر سوچتے رہ جاؤ۔" یہ کہہ کر زیاد دشمنوں کی صفوں کے قریب پہونچے تو اُن کے بعض لوگوں کو آپس میں یہ باتیں کرتے سنا کہ "یہ لوگ بالکل تھکے ماندے تھے ہم نے ستانے کی مہلت تو دیدی۔ مگر واللہ یہ بڑی غلطی تھی۔"

اب زیاد نے خریت کو آواز دے کر اپنے قریب بلایا اور پوچھا "تم نے امیر المومنین کی اور ہماری مخالفت کیوں اختیار کی؟ اور کیوں ہمارا ساتھ چھوڑ کے چلے آئے؟" اُس نے کہا "اس لیے کہ میں تمھارے آقا کو امام نہیں مانتا۔ اور نہ مجھے تمھاری خصلتیں اچھی نظر آتی ہیں بس یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم سے الگ ہو جاؤں۔ اور اُن لوگوں کا ساتھ دوں جو چاہتے ہیں کہ باہم مشورہ کر کے کوئی خلیفہ اور امام منتخب کیا جائے۔"

زیاد نے کہا "بھلا کوئی اور ایسا شخص مل سکے گا جو خداشناس، قرآن و حدیث کے سمجھنے، قرابت رسول اور سبقت اسلام میں اُن بزرگ کے پاسنگ بھی ہو جن کو تم نے چھوڑ دیا؟ بھلا اُن کے سوا کسی اور کی امامت پر لوگوں کا اتفاق ہو سکتا ہے؟" خریت بولا "جو فضائل تم نے بیان کیے وہ تمھارے آقا میں بیشک ہیں۔ نہ مجھے اس سے انکار ہے۔ مگر میں اُن کو امام نہ مانوں گا۔"

اب زیاد نے کہا "اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم نے ایک نو مسلم شخص کو کیوں مار ڈالا؟" خریت نے کہا "اُس کو میں نے نہیں مارا۔ بلکہ میرے ہمراہیوں کے ایک گروہ نے اُس کو قتل کیا۔" زیاد نے کہا "تو پھر اُس کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو۔" بولا "یہ میرے امکان سے باہر ہے۔"

اب زیاد نے اپنے لوگوں کو اور خریت نے اپنے لوگوں کو آواز دی۔ تھوڑا دیر بعد لوگ آ کے حملہ ہو گیا۔ اور خونریزی ہونے لگی۔ دونوں طرف کے بہادر بڑی بہادری سے لڑے۔ نیزے ٹوٹ گئے تلواریں دوہری ہو گئیں۔ تمام گھوڑوں کی کونچیں کٹ گئیں۔ اور دونوں طرف کے لوگ کثرت سے زخمی ہوئے جن میں خود زیاد بھی تھے اور اُس دار و گیر میں زیاد کی طرف کے دو اور دشمنوں کے پانچ آدمی جان سے مارے گئے۔ آخر لڑتے لڑتے شام ہو گئی اور اندھیرے نے دونوں لشکروں کو جدا کر دیا۔

زیاد و سپاہ خریت

زیاد و خریت میں گفتگو

لڑائی۔

زیاد زخمی ہو۔

خریت بھاگ گیا

رات کی تاریکی میں خریت چپ کے سے چل دیا۔ اس کو غائب دیکھ کر زیاد بصرے میں پلٹ آئے۔ اور وہاں سنا کہ خریت اہواز میں پہونچا جہاں اس نے شہر کے ایک گوشے میں پڑاؤ ڈالا ہے۔ کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں۔ اور اب اس کے ہمراہیوں کی تعداد دو سو آدمیوں کی ہے۔

حضرت علی کو خریت کی اطلاع

ان تمام واقعات کی زیاد نے حضرت علیؓ کو اطلاع کی اور لکھا "میں یہاں بصرے میں ٹھہرا ہوں۔ زخمیوں کا علاج کرا رہا ہوں اور امیر المومنین کے حکم کا منتظر ہوں"۔ حضرت علیؓ نے اس خط کو بآواز بلند پڑھا۔ سن کر معقل بن قیس اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا "امیر المومنین۔ ضرورت تھی کہ جو شخص ان لوگوں کے تعاقب میں جاتا اس کے ہمراہ دشمنوں کے ایک ایک شخص کے مقابل دس آدمی ہوتے تاکہ مقابلہ ہوتے ہی ان کی بیخ کنی کر دیتے اور ان کا نام تک مٹا دیتے۔ اگر ان کی تعداد کے برابر لشکر جائے گا تو یہ لوگ مقابلے میں بھی ثبات دکھائیں گے اس لیے کہ دو برابر کی قوت والے لشکر ہمیشہ ایک دوسرے کے مقابلے میں استقلال دکھایا کرتے ہیں"۔

معقل خریت کے مقابلے پر

ارشاد ہوا "تو معقل تم ہی ان لوگوں کے مقابلے پر جاؤ"۔ یہ فرما کے اہل کوفہ میں سے دو ہزار آدمی معقل کے ہمراہ کیے جن میں یزید بن معقل اسدی بھی تھے۔

لشکر بصرہ کمک پر

معقل کے روانہ ہوتے ہی حضرت علیؓ نے ابن عباس کو حکم بھیجا کہ "اہل بصرہ میں سے کسی بہادر شخص کو جو جنگ کاری میں شہرت رکھتا ہو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ معقل کی کمک پر روانہ کرو۔ معقل کے پاس پہونچنے تک اس لشکر کا سردار وہی ہوگا جو بصرے سے جائے۔ بعد ازاں اعلیٰ سپہ سالار معقل رہیں گے"۔ اسی وقت آپ نے ایک خط زیاد بن خصفہ کو بھی بھیجا جس میں ان کی گذشتہ کوشش و جانبازی پر اظہار شکرگزاری تھا اور اس کے بعد یہ حکم کہ "تم بھی فوراً اس لشکر میں جا ملو جو خریت کے مقابلے پر گیا ہے"۔

خریت کی قوت

جب تک یہ لشکر پہونچے پہونچے خریت کا گروہ بہت بڑھ گیا تھا۔ غیر مذہب و ملتی لوگوں کا ایک بڑا انبوہ اس مقصد سے جمع ہو گیا تھا کہ عربوں کو خراج ادا کرنے سے جان بچے۔ بہت سے ڈاکو اکٹھا ہو گئے تھے جن کو لوٹ مار میں خاص دلچسپی تھی۔ ان کے علاوہ بہت سے خریت کے ہم عقیدہ وہم خیال بھی دور دور سے آ کر اس کے ساتھ شریک ہو گئے تھے۔ اور اس شورش کا یہ اثر پڑا کہ اس

اس کی بغاوت کا اثر

علاقے کے تمام لوگوں نے خراج دینے سے ہاتھ روک لیا۔ اسی قدر نہیں حضرت علیؓ کے عامل سہل بن حنیف کو علاقۂ فارس سے نکال دیا۔ مگر یہ ان لوگوں کا بیان ہے جو کہتے ہیں کہ

سہیل کی وفات ۳۷ھ میں نہیں ہوئی۔

معقل کو حضرت علیؓ کی ہدایتیں

معقل بن قیس جس وقت خریت کی سرکوبی کے لیے کوفے سے روانہ ہونے لگے حضرت علیؓ نے اُن کو فہمائش کی کہ "جہاں تک ہو سکے خدا سے ڈرنا۔ نہ اہل قبلہ پر دست درازی کرنا۔ اور نہ ذمی رعایا پر ظلم کرنا۔ غرور و نخوت سے بچتے رہنا۔ کیونکہ خدا متکبروں کو نہیں پسند کرتا۔"

چند ہی روز میں معقل اہواز میں پہونچ گئے۔ اور بصرے کی کمک کا انتظار کرنے لگے۔ مگر اُن لوگوں کے آنے میں دیر ہوئی اور انھوں نے تنہا ہی خریت کا تعاقب شروع کر دیا۔ ایک ہی دن کی راہ طے کی تھی کہ خالد بن معدان طائی کے زیر علم بصرے کا لشکر آ گیا اور دونوں لشکر ساتھ مل کر خریت کی سراغ رسانی کرنے لگے۔ آخر علاقہ رام ہرمز کے ایک پہاڑ کے دامن میں اُس کے سر پر جا پہونچے۔

سامنا۔

دونوں فوجوں کی ترتیب۔

سامنے ہوتے ہی معقل نے اپنے لشکر کو اصول جنگ سے مرتب کیا۔ میمنہ پر اپنے بیٹے کو۔ میسرہ پر منجاب بن راشد ضبی کو سردار مقرر کیا۔ دوسری طرف خریت نے اپنے لشکر کو یوں مرتب کیا کہ ہمراہی عربوں کو میمنہ پر رکھا۔ دیگر شہروں کے مسلمانوں اور کافروں کو میسرہ پر ٹھہرایا۔ اور اسی گروہ میں کرد لوگ بھی تھے۔ ترتیب کے ساتھ ہی دونوں طرف کے سردار اپنے سپاہیوں کو للکار للکار کے جوش دلانے اور خونریزی پر آمادہ کرنے لگے۔

معرکۂ جنگ

معقل نے حملے کی یہ نشانی قرار دی تھی کہ تین بار میں اپنے سر کو حرکت دوں گا۔ جیسے ہی تیسری بار سر ہلے سب لوگ دشمنوں پر جا پڑیں۔ چنانچہ ان کا سر تیسری بار ہلا۔ اور بہادران مرتضوی جوش و خروش کے ساتھ دشمنوں پر جا پڑے۔ تھوڑی دیر تک خریت کے لوگوں نے نہایت استقلال دکھایا۔ اور پامردی سے لڑتے رہے لیکن آخر میں شکست کھائی اور بھاگے۔ معقل کے جوانمردوں نے بہت سے دشمنوں کو فرشتۂ موت کے حوالے کیا۔ باغی عربوں خصوصاً بنی ناجیہ میں سے ستر آدمی مارے گئے۔ اور غیر مسلم فارسیوں اور کردوں سے مقتولین کا شمار تین سو تھا۔

دشمنوں کو شکست۔

خریت ساحل خلیج فارس پر۔

خود خریت نے جب رنگ بگڑا دیکھا تو بھاگ کے خلیج فارس کے ساحلی مقاموں میں ہو رہا جہاں اُس کی قوم کا ایک بڑا بھاری گروہ موجود تھا۔ وہاں پہونچتے ہی اُن لوگوں میں گشت لگانے اور انھیں حضرت علیؓ کی مخالفت پر اُبھارنے لگا۔ ہر ایک کے پاس جاتا اور کہتا "ہدایت و نجات تم علیؓ سے لڑنے میں ہے"۔ ان کوششوں کا نتیجہ ہوا کہ پھر ایک بڑا بھاری گروہ اُس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گیا۔ اور بہت سے لوگ اُس کے پیرو تھے۔

حضرت علیؓ کو مژدۂ فتح۔

معقل فتح کے بعد اہواز ہی میں ٹھہرے رہے اور حضرت علیؓ کو مژدۂ فتح لکھا۔ اُن کا خط

حضرت امیر المومنین نے مسلمانوں کو سُنا کے مسرور کیا۔ اور اپنے مشیروں سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ سب کی رائے ہوئی کہ معقل کو ہدایت کی جائے کہ اس فاسق باغی کا تعاقب کریں اور جب تک اسے قتل کرلیں یا ملک سے نکال نہ دیں دم نہ لیں اگر اسی حال پر اُسے چھوڑ دیا گیا تو پھر لوگوں کو بہکا کے آپ کے خلاف کھڑا کر دے گا۔“ چنانچہ آپ نے معقل کو خط لکھا جس میں پہلے اُن کی اور اُن کے ہمراہیوں کی دلاوری و جوانمردی کی تعریف کی پھر حکم فرمایا کہ ”خریت کا پیچھا نہ چھوڑو۔ اور تاوقتیکہ وہ مارا نہ جائے یا ملک سے نکل نہ جائے اس کا تعاقب کرتے رہو۔“

خریت کے تعاقب کا حکم

اُس کی شورش

یہ حکم پاتے ہی معقل نے پتہ لگا لیا کہ خریت بلاد سواحل پر گشت لگا رہا ہے۔ اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کو حضرت علیؓ کی اطاعت سے برگشتہ کر دیا ہے۔ اور قبائل بنی عبد القیس کے بہت سے عربوں کو بھی بہکا دیا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے سال جنگ صفین میں اور نیز سال حال میں زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تھا۔ معقل فوراً اُن لوگوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ سرزمین فارس میں داخل ہوئے اور ساحل خلیج فارس پر جا کے دم لیا۔

اُس فتنہ انگیزی کے انداز

خریت نے ان لوگوں کی روانگی کی خبر سُنی تو ساتھ والے باغیوں اور خارجیوں سے کہا ”میں تو تمھارے ساتھ ہوں اور تمھاری مرضی پہ چلنے کو تیار ہوں مگر یاد رکھو کہ علیؓ کے لیے ہرگز نہ جائز تھا کہ کسی انسان کو پنچ بناتے۔“ ہمراہیوں کے ایک دوسرے گروہ سے اُس کے خیال کے مطابق یہ کہا کہ ”علیؓ نے ایک شخص کو پنچ قرار دیا اور پنچ کے فیصلے پر راضی ہو گئے مگر اسی پنچ نے جس کو انھوں نے منتخب کیا تھا اُن کے خلاف فیصلہ کیا اور انھیں خلافت سے محروم کر دیا“ اسی عقیدے کی دُھن میں وہ کوفے سے نکلا تھا۔ اور یہی اس کا اصلی مذہب تھا۔ مگر حضرت علیؓ کی دشمنی میں مختلف الخیال لوگوں سے انھیں کے مذاق کے مطابق باتیں کیا کرتا۔ چنانچہ شیعیان عثمانؓ سے پوشیدہ طور پہ یہ ظاہر کیا کہ ”میں واللہ تمھارا ہم خیال ہوں۔ اور خدا کی قسم عثمانؓ مظلوم مارے گئے۔“ غرض ہر گروہ کے سامنے اُس کی سی کہہ کر اُس کو خوش کر دیا کرتا۔ زکوٰۃ دینے والوں سے کہا ”خبردار زکوٰۃ نہ دینا علیؓ کو دینے سے کیا فائدہ؟ خود اپنے عزیزوں کی خبرگیری کرو۔“ اُس کے جھنڈے کے نیچے بہت سے نو مسلم نصرانی تھے ان لوگوں نے جو مسلمانوں میں یہ پھوٹ اور باہمی خونریزی دیکھی تو کہنے لگے ”اپنا تو خدا کی قسم وہی دین اچھا ہے جس کو ہم نے چھوڑ دیا تھا۔ اس لیے کہ مسلمانوں کا دین انھیں خونریزی سے نہیں روکتا“ ان لوگوں کا یہ خیال دیکھ کر خریت نے کہا ”تمھارے حال پر بڑا افسوس ہے۔ کہا جائے گا کہ

تم مرتد ہو گئے اور مرتد کی سزا علیؓ کے نزدیک قتل کے سوا اور کچھ ہی نہیں ہے۔ مرتد کی توبہ کو بھی وہ نہیں قبول کرتے اس لیے تمہارا تو فرض ہے کہ ان سے لڑو اور صبر و پامردی سے مقابلہ کرو"۔ بہر حال اس نے سب کو فریب دے رکھا تھا اور ان باتوں کا انجام یہ ہوا کہ پھر ایک بڑا بھاری گروہ اس کے ساتھ تھا۔

سامنا اور علم امان۔

اب جو معقل کا اس کا سامنا ہوا معقل نے اپنی طرف امان کا جھنڈا بلند کیا اور پکڑوا دیا کہ "بجز خود خریت اور اس کے ہمراہیوں کے جو ہم سے لڑ چکے ہیں اور جو کوئی اس جھنڈے کے نیچے آئے گا اس کو امان ہے"۔ اس کا بہت اچھا نتیجہ ہوا بجز بنی ناجیہ کے اور جتنے گروہ اس کے ساتھ جمع ہوئے تھے سب ساتھ چھوڑ کے چلے گئے۔

لڑائی۔

اس کے بعد معقل نے فوج کو باقاعدہ طور پر آراستہ کر کے دھاوا کر دیا۔ خریت کے لشکر میں مسلم اور غیر مسلم دونوں طرح کے لوگ تھے اور مسلمان منکرین زکوٰۃ بھی۔ جس وقت میدان جنگ گرم تھا خریت نے للکار کے اپنے ہمراہیوں سے کہا "اپنے بیوی بچوں کو بچانا ہو تو لڑو۔ یہ لوگ غالب آ گئے تو خدا کی قسم تم کو قتل کر ہی دیں گے اور تمہاری عورتوں اور بال بچوں کو لونڈی غلام بنا لیں گے"۔ یہ سن کر بنی ناجیہ کے کسی شخص نے پکار کے کہا "تیرے ہی تو ہم کو تیرے ہاتھوں اور تیری زبان سے ملا ہے"۔ اس فقرے کو سن کر وہ چلایا "کیا کروں تلوار عقل پر غالب آ گئی"۔

خریت کا للکارنا۔

معقل کی للکار۔

معقل نے لڑائی شروع ہوتے ہی اپنے لوگوں کے مختلف گروہوں میں چکر لگایا اور للکار کر کہا "لوگو! جو اجر عظیم تمہیں ملنے والا ہے بھلا اس سے اچھی کوئی اور چیز بھی ہے جس کا کسی کو شوق ہو۔ خدا نے تمہیں ایسے لوگوں کے مقابلے پر لایا ہے جو زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں دین حق کو چھوڑ کے مرتد ہو گئے ہیں بیعت کی اور پھر ظالمانہ طریقے سے توڑ دی۔ لہذا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم میں سے جو مارا جائے گا شہید ہو گا اور جنت میں جائے گا اور جو زندہ بچے گا اس کی آنکھوں کو خدا فتح کی مسرت سے ٹھنڈا کرے گا"۔ یہ کہتے ہی سارے لشکر کے ساتھ دشمنوں پر جا پڑے۔

خریت کا مارا جانا۔

بڑی خونریز لڑائی ہوئی اور حملہ آوروں نے بڑا صبر دکھایا۔ اثنائے جنگ میں نعمان بن صہبان راسبی کی نظر خریت پر پڑ گئی۔ فوراً جھپٹ پڑے اور ایک ہی نیزے میں اسے گھوڑے کے نیچے گرا دیا۔ خریت زمین پر گرتے ہی سنبھلا اور اس نے نعمان پر اور نعمان نے اس پر ایک ساتھ

وار کیے۔ مگر نعمان کا ایسا ہاتھ بھرپور پڑا کہ خریت کا کام تمام ہو گیا۔ اسی جوش و خروش کی لڑائی میں اس کے ہمراہیوں میں سے ایک سو ستر آدمی مارے گئے۔ باقی بہت ہار کے داہنے بائیں بھاگ گئے۔ اُن کے بال بچوں اور اہل و عیال میں سے جس کو معقل نے پایا گرفتار کر لیا۔ اور اس دار و گیر میں بہت سے لڑنے والے بھی اسیر ہو گئے۔

اسیران جنگ

لڑنے والے اسیروں میں سے جتنے مسلمان تھے اُن کو معقل نے مع اُن کے اہل و عیال کے چھوڑ دیا۔ انھیں میں ایک بوڑھا نصرانی بھی تھا اُس نے اسلام سے انکار کیا اور مار ڈالا گیا یہ مسلمان ہو چکا تھا اور اس موقع پر مرتد کی حیثیت سے قتل ہوا۔ بعد ازاں معقل نے ان سب لوگوں کو جمع کیا جنھوں نے زکوٰۃ نہیں دی تھی اُن سے دو دو سال کی زکوٰۃ وصول کر کے انھیں بھی رہائی دی۔ باقی ماندہ اسیروں یعنے نصرانیوں اور اُن کے اہل و عیال کو گرفتار کر کے ساتھ لیا اور کوفے کی راہ لی۔ مگر مسلم و غیر مسلم اسیروں میں ہم وطنی اور دوستی کی محبت ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ جو مسلمان آزاد کر دیے گئے تھے وہ بھی اپنے گھر بار کو بھول کر دور تک اُن اسیروں کے ساتھ چلے آئے اور جب مایوس ہو کر واپس جانے لگے تو رخصت ہوتے وقت تمام زن و مرد پھوٹ پھوٹ کے روئے۔ اور یہ لوگ کچھ ایسی بے کسی سے روئے کہ دیکھنے والوں کو اُن کے حال پر بڑا ترس آیا۔

مصقلہ والی اردشیر خرہ

اب معقل نے حضرت علیؓ کو فتح کی خوشخبری لکھی اور تمام مذکورہ اسیروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ راہ میں مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی سے ملاقات ہوئی جو حضرت علیؓ کی طرف سے اردشیر خرہ کے عامل تھے۔ معقل کے ہمراہی جو قیدی تھے اُن کا شمار پانچ سو تھا۔ مصقلہ کی صورت دیکھتے ہی ان اسیروں عورتوں اور بچوں نے زار و قطار رونا شروع کیا۔ اور اُن کے اسیر مردوں نے دردناک آوازوں میں غل مچا مچا کے مصقلہ سے کہا "اے ابو الفضل اے بہادروں کے حامی بیکسوں کے فریاد رس۔ اور اسیروں کے چھڑانے والے۔ ہمارے حال پر ترس کھایئے ہم پر احسان کیجیے۔ اور ہمیں مول لے کے آزاد کرا دیجیے۔"

انکی رحمدلی

ان لوگوں کے رونے دھونے کا مصقلہ پر ایسا اثر پڑا کہ جوش میں آ کر اُن سے کہا "میں خدا کی قسم اپنی خیرات کے سرمایے کو تمھاری مدد میں صرف کروں گا۔ خدا صدقہ دینے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے"۔ مصقلہ کے یہ الفاظ معقل کے گوش زد ہوئے تو غصہ کے لہجے میں کہا "اگر مجھے اس کا ثبوت مل جاتا کہ اس شخص نے یہ فقرہ ان لوگوں کی ہمدردی اور ہماری تحقیر میں کہا ہے تو

بلا تامل اس کی گردن مار دیتا۔ چاہے بنی تمیم اپنے گروہ میں سے مجھے نکال ہی کیوں نہ دیتے۔"

اور فیاضی۔

ابن مصقلہ نے پانچ لاکھ درہم پر ان سب قیدیوں کو معقل سے خرید لیا اور قیمت کی نسبت معقل نے کہا کہ براہ راست امیر المومنین علیؑ کی خدمت میں بھیج دینا۔ مصقلہ نے وعدہ کیا کہ "اس میں سے کچھ رقم تو میں ابھی بھیج دوں گا اور جو باقی رہے گی اس کو تھوڑے تھوڑے زمانے کے بعد بہ اقساط ادا کروں گا۔"

امیر المومنین علیؑ کا خیال۔

اس معاملت کے بعد معقل بارگاہ مرتضوی میں حاضر ہوئے اور ساری سرگذشت عرض کی۔ آپ نے ان کی کارروائی کو پسند فرمایا۔ چند روز میں آپ کو اطلاع ہوئی کہ مصقلہ نے ان تمام زر خرید اسیروں کو آزاد کر دیا اور ان سے اس کی بھی خواہش نہ کی کہ اپنی قیمت کی رقم ادا کرنے میں میری مدد کرنا۔ فرمایا "مجھے نظر آتا ہے کہ مصقلہ نے بہت ہی بڑا بار اپنی گردن پر لے لیا اور اس کا انجام یہ ہونے والا ہے کہ عنقریب تم اس کو پریشان و متردد پاؤ گے۔"

روپیہ کا تقاضا

بعد ازاں آپ نے مصقلہ کو تحریر فرمایا کہ "وہ رقم بھیجو یا خود حاضر ہو۔" یہ خط پاتے ہی وہ حاضر ہو گئے۔ موعودہ رقم میں سے دو لاکھ ہمراہ لائے اور باقی کی نسبت حیلہ حوالہ کر دیا۔ پھر ایک اتفاق

مصقلہ کا بہانہ۔

مصقلہ نے ذہل بن حارث کو اپنے ہاں دعوت دی اور کھانے کے بعد کہا "امیر المومنین باقی رقم بھی مجھ سے طلب کرتے ہیں اور مجھ میں اس کے ادا کرنے کی استطاعت نہیں ہے۔" ذہل نے کہا "اگر آپ کے لیے کوئی مشکل معاملہ نہیں ہے۔ اپنے قبیلے والوں کو ارشاد کر دیں تو ایک ہی ہفتہ کے اندر ساری رقم ادا ہو جائے۔" مصقلہ نے کہا "مگر میں اس کا بار اپنی قوم پر نہیں ڈالنا چاہتا۔ اس موقع پر ہند کے بیٹے (معاویہ) ہوتے تو مجھ سے ہرگز مطالبہ نہ کرتے اور اگر ابن عفان ہوتے تو وہ بھی مجھے معاف کر دیتے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اشعث بن قیس کو وہ آذربائیجان کا خراج ہر سال چھوڑ دیا کرتے تھے۔" ذہل نے جواب دیا "مگر یہ علیؑ ہیں ان کی وہ حالت نہیں یہ تو ایک حبہ بھی نہ چھوڑیں گے۔"

اور معاویہ کے پاس بھاگ جانا۔

اس گفتگو کا انجام یہ ہوا کہ مصقلہ اسی رات کو بھاگ کر ملک شام میں ہو رہے اور معاویہ سے مل گئے۔ حضرت علیؑ نے ان کے بھاگنے کا حال سنا تو فرمایا "خدا نے اس کو کیسا خراب کیا۔ شریفوں کا سا کام کیا غلاموں کی طرح بھاگا اور بدکاروں کی سی خیانت کی۔ اگر وہ یہاں رہتا اور مطلوبہ رقم نہ ادا کر سکتا تو ہم خدا کی قسم اسے قید سے زیادہ کوئی سزا نہ دیتے۔ اس کے پاس کچھ پاتے تو لے لیتے۔ اور نہ پاتے تو چھوڑ دیتے۔" پھر آپ مصقلہ کے گھر پر تشریف لے گئے

اور اس کے گھر کو ڈھا دیا۔ مگر جن لوگوں کو مصقلہ نے آزاد کرایا تھا اُن کی آزادی کو آپ نے جائز رکھا۔ اور فرمایا "اُن سب کو مول لینے والے نے آزاد کر دیا۔ اور اُن کی قیمت آزاد کرنے والے کے ذمے قرض رہی"۔

اپنے بھائی کو بلانا

مصقلہ کے بھائی نعیم بن ہبیرہ مخصوص شیعیان علیؓ میں تھے۔ چنانچہ مصقلہ نے شام سے ایک تغلبی نصرانی کو اُن کے پاس بھیجا کہ "معاویہ تمھیں حکومت دینے اور نہایت بزرگ داشت کا وعدہ کرتے ہیں۔ تم میرا خط پاتے ہی یہاں چلے آؤ"۔ مالک بن کعب ارحبی کو پیام کا پتہ لگ گیا فوراً اس نصرانی کو پکڑ کے حضرت علیؓ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا جس کے صدمے سے وہ مر گیا۔ اور نعیم نے مصقلہ کو چند شعر لکھ بھیجے جن میں اُن کو اس حرکت پر ملامت کی اور اُن سے بھیجے ہوئے شخص کے انجام کی طرف بھی اشارہ کیا۔ ان اشعار کے شام میں پہونچتے ہی اس تغلبی کے مارے جانے کی خبر مشہور ہوگئی اور بنی تغلب نے مصقلہ پر زور دیا کہ "ہماری قوم کے اُس شخص کی خون بہا ادا کرو"۔ چنانچہ انھیں وہ رقم دینا پڑی

اس مینا کاٹی

خوارج کی شورش

لیکن عراق میں حضرت علیؓ کی یہ حالت تھی کہ خریت کے مارے جانے اور اُس کا ہنگامہ مٹ جانے کے بعد بھی خوارج کی شورش کسی طرح چین سے نہ بیٹھنے دیتی۔ اہل نہروان جب مارے جا چکے تو اُن کے ایک فتنہ انگیز سرغنا اشرس بن عوف شیبانی نے شہر دسکرہ میں پہونچکر دو سو آدمی کا ایک گروہ تیار کیا جو حضرت علیؓ کی دشمنی میں جان دینے کو ثواب و ذریعہ نجات تصور کرتے تھے۔ اشرس مخالفوں کے اس غول کو لے کر شہر انبار کی طرف چلا جہاں خریت نے بہت سے مخالف پیدا کر دیے تھے۔ حضرت علیؓ نے اُس کے مقابلے پر ابرش بن حسان کو تین سو جوانمردوں کے ساتھ روانہ کیا۔ ابرش نے اس باغی کے مقابلے پر پہونچ کے ربیع الآخر ۳۸ھ میں میدان قتال گرم کیا۔ بہادران مرتضوی نے دم بھر میں اُن خارجیوں کا فیصلہ کر دیا۔ اور اشرس مارا گیا۔

اشرس کا ہنگامہ

ہلال کا ہنگامہ

اشرس کا ہنگامہ فرو ہوتے ہی ہلال بن علفہ اور اُن کا بھائی مجالد جو قبیلہ بنی تیم الرباب میں سے تھے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ دو سو خارجیوں کی جماعت سے شہر ماسبذان میں پہونچا۔ اس کی سرکوبی کے لیے حضرت علیؓ نے معقل بن قیس ریاحی کو بھیجا جنھوں نے جمادی الاول سنہ ۳۸ھ میں مقابلہ کر کے ان باغیوں کا استیصال کیا۔

اشہب کا ہنگامہ

جب یہ خارجی مارا گیا تو اشہب بن بشر (بعض لوگ اس کا نام اشعب بتاتے ہیں) جو

بنی بجیلہ میں سے تھا ایک سو اسی آدمیوں کو بہکا کے حضرت علیؓ کی مخالفت پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اُسی میدان میں آیا جہاں ہلال اور اس کے رفقا مارے جا چکے تھے"۔ اُن کے مدفن پر کھڑے ہو کر سب نے نماز جنازہ پڑھی جن خوارج کی لاشیں کھلی پڑی تھیں انہیں دفن کیا۔ اور حضرت علیؓ کے مقابلے کے لیے بڑھے۔ اس کے مقابلے پر آپ نے جاریہ بن قدامہ اسدی کو اور بعض اہل روایت کے بیان کے مطابق حُجر بن عدی کو روانہ فرمایا۔ اشہب خود ان لوگوں کے مقابلے پر آ پہونچا اور مقام جرجرایا میں میدان کارزار گرم ہوا۔ یہ لڑائی جمادی الاخری ۳۹ھ میں ہوئی جس میں اشہب اور اُس کے تمام ساتھی مارے گئے۔

سعید کا ہنگامہ

ان مفسدوں کی یاد لوگوں کو تازہ ہی تھی کہ سعید بن قفل تیمی اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ میں سے تھا۔ اور رجب ۳۹ھ میں مقام بندنیجین میں اُس نے علم بغاوت بلند کیا۔ دو سو آدمی اس کے بھی ہمراہ تھے۔ وہ کوچ کر کے شہر از زنجان میں پہونچا جو مدائن سے دو فرسخ کی مسافت پر تھا۔ اس کے مقابلے پر حضرت علیؓ نے سعد بن مسعود کو بھیجا جنہوں نے رجب ۳۹ھ میں ان لوگوں کا خاتمہ کر دیا۔

ابو مریم کا ہنگامہ

یہ جھگڑا ابھی ہٹ گیا تو ابو مریم سعدی نے علم خروج بلند کیا۔ اس کے ہمراہ دو سو یا چار سو آدمی تھے۔ جن میں علی العموم غلام اور غیر عربی لوگ تھے۔ کہتے ہیں کہ اس کے رفیقوں میں سے فقط پانچ عرب تھے۔ اور چھٹا عرب وہ خود تھا۔ باقی سب عجمی الاصل تھے۔ مگر حوصلہ ایسا بڑھا ہوا تھا کہ کوچ کرتا ہوا کوفے سے بالکل قریب آگیا۔ حضرت علیؓ کا یہ دارالخلافت پانچ فرسخ رہ گیا تھا کہ لوگوں کو اس جری و بیباک دشمن کے آ پہونچنے کی خبر ہوئی۔

مخالفت میں اُنکی ضد

حضرت علیؓ نے اُس کو پیام بھیجا کہ "میری اطاعت قبول کرو اور کوفے میں حاضر ہو کر میرے ہاتھ پر بیعت کرو"۔ اُس نے نامنظور کیا اور کہلا بھیجا "ہم میں آپ میں بجز لڑائی کے تصفیہ کی اور کوئی صورت نہیں ہے"۔ تب آپ نے شریح بن ہانی کو سات سو سپاہیوں کے ساتھ مقابلے پر روانہ فرمایا۔

حضرت علیؓ کے لشکر کو شکست

شریح دشمنوں کے مقابلے پر پہونچ کے دم بھی نہ لینے پائے تھے کہ ابو مریم کے اشارے سے سارے خوارج اُن پر ایسے جوش و خروش سے ٹوٹ پڑے کہ باوجود تعداد اور قوت زیادہ ہونے کے حامیانِ خلافت کے قدم اکھڑ گئے۔ شریح کے بہت سے ہمراہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ فقط دو سو آدمی شریح کے جھنڈے کے نیچے باقی تھے۔ اُن کو لے کر انھوں نے ایک گاؤں میں پناہ لی۔ مفرورین میں سے اکثر نے تو کوفے میں جا کر دم لیا۔ اور کچھ پھر شریح کے

پاس واپس آ گئے۔

خود حضرت علیؓ ان کے مقابلے پر: اس شکست کا حال سُن کر حضرت علیؓ بہ نفس نفیس ان خارجیوں کے مقابلے پر چل کھڑے ہوئے۔ اور جاریہ بن قدامہ اپنی جماعت کے ساتھ مقدمۃ الجیش کی صورت میں آگے آگے چلے دشمنوں سے پہلے انھیں کا سامنا ہوا۔ انھوں نے لڑنے سے پہلے ان لوگوں کو پیام دیا کہ "امیر المومنین علیؓ کی اطاعت قبول کرو، ورنہ سب کے سب مارے جاؤ گے" مگر اُن سرکشوں کے دماغ پر ایسی خودی طاری تھی کہ نہ مانا۔ اور اتنے میں خود حضرت علیؓ بھی پہنچ گئے ان لوگوں کو دوبارہ پیام صلح و اطاعت دیا گیا۔ اب بھی سماعت نہ کی تو لڑائی چھڑ گئی اور تھوڑی ہی دیر میں سب کے سب بہادرانِ مرتضوی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ فقط پچاس آدمیوں نے

ان دشمنوں کا خاتمہ: پناہ مانگی۔ آپ نے انھیں امان دیدی چالیس زخمی جو میدان میں پڑے تھے حضرت علیؓ اُن کو کوفے میں لے آئے۔ اور اُن کے علاج کا حکم دیا چنانچہ وہ اچھے ہو گئے۔

ان کی شجاعت: اتو مریم کی یہ لڑائی ماہ مبارک رمضان ۳۸ھ میں ہوئی تھی اور اُس کے ساتھی تمام خوارج سے زیادہ جری، بیباک اور ہتھیلیوں پر سر لیے ہوئے تھے۔ یہی سبب تھا کہ کوفہ کے بالکل قریب پہونچ گئے اور پہلے حملے میں شریح کے لوگوں کو جو تعداد میں اُن سے دونے تھے شکست دے دی۔

۳۸ھ کا حج: اب ۳۸ھ قریب الاختتام تھا قثم بن عباس نے جو مکۂ معظمہ میں حضرت علیؓ کی طرف سے والی تھے حج کرایا۔

علیؓ کی مجبوری اور معاویہ کے حملے: ۳۹ھ میں اپنے دوستوں کی سستی و کاہلی اور خوارج کی پے در پے یورشوں کے باعث حضرت علیؓ شام پر فوج کشی کا ارادہ کرتے ہی کرتے رہ گئے مگر جناب معاویہ کی طرف سے آپ کی قلمرو پر تاختیں شروع ہو گئیں۔

نعمان کا حملہ عین التمر پر: چنانچہ معاویہ نے ایک ہزار فوج کے ساتھ نعمان بن بشیر انصاری کو بھیجا کہ علاقۂ الجزیرہ کے شہر عین التمر پر حملہ کریں۔ عین التمر میں حضرت علیؓ کی طرف سے مالک بن کعب ایک ہزار لشکر کے ساتھ پڑے ہوئے تھے۔ مگر کسی خطرے کا اندیشہ نہ کر کے فوج والوں کو کوفہ میں جانے کی اجازت دے دی تھی۔ اور سب اپنے گھروں میں چلے آئے تھے۔ فقط دو سو آدمی باقی تھے۔ نعمان کے پہونچنے سے پہلے ہی مالک کو خبر ہو گئی اور فوراً حضرت علیؓ کو اس کی اطلاع دے کر مدد مانگی۔

اہل کوفہ کی پست ہمتی

آپ نے یہ خط پاتے ہی اہل کوفہ کے مجمع میں کھڑے ہو کر ایک پُرجوش تقریر فرمائی اور تاکید کی کہ فوراً جا کر مالک کی مدد کرو۔ مگر ان بزرگوں نے اپنے معمول کے مطابق سستی و کاہلی ظاہر کی۔ اور کوئی لشکر یہاں سے نہ گیا۔ یہاں تک کہ نعمان عین التمر میں پہونچ گئے اور مالک نے

مالک کا بہادرانہ حملہ

شہر کی دیوار کی آڑ پکڑ لے انھیں سو آدمیوں کو ساتھ لے کر مقابلہ شروع کیا۔ مگر اتنی ہوشیاری کی کہ مخنف بن سلیم کے پاس جو قریب ہی کسی شہر میں پڑے ہوئے تھے آدمی دوڑا دیا کہ فوراً میری مدد کرو۔ مخنف نے اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کی سرداری میں پچاس آدمی بھیج دیئے۔

اور اہل شام کو شکست

مالک اور نعمان میں سخت معرکہ ہو رہا تھا اور مالک کے ہمراہیوں کے میان تک ٹوٹ چکے تھے کہ عبد الرحمٰن پہونچ گئے ان لوگوں نے جو زور و شور سے ناگہاں حملہ کیا تو لشکر شام کو شکست ہو گئی کیونکہ وہ لوگ سمجھے کہ مالک کی زبردست کمک آگئی۔ اب مالک نے ان کا تعاقب کیا اور بھاگتے میں اُن کے تین آدمی مار ڈالے۔

کوفہ والوں کو ملامت

کوفے والے جب پست ہمتی اور کاہلی سے گھر میں پڑے رہے اور مالک کی مدد کو کوئی لشکر نہ روانہ ہوا تو حضرت علیؓ پھر منبر پر چڑھے اور فرمایا "اے اہل کوفہ! تم جب سنتے ہو کہ شام والوں کا کوئی لشکر آیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جیسے تمہیں کوئی تھپڑ آ لگا۔ ہر شخص گھر میں جا چھپتا اور دروازہ بند کر کے بیٹھ رہتا ہے۔ جیسے گوہ اپنے سوراخ میں اور چرغ اپنے بھٹ میں بھاگ کے پناہ لیتا ہے۔ دھوکے میں پڑا ہوا ہے وہ جسے تم نے دھوکے میں رکھا اور جسے تم ملے ہو اُسے تیج تو یہ ہے کہ نہایت زیاں کاری کا حصّہ ملا ہے مصیبت کے وقت بلائے جاؤ تو تم شریف بہادر نہیں ہو۔ اور کسی کی جان بچانے کا وقت ہو تو تم بھائی نہیں ہو۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! تم سے میں کیا اُمید رکھوں تم اندھے ہو جنھیں کچھ سوجھ نہیں پڑتا۔ گونگے ہو جنھیں بات نہیں کرآتی! اور بہرے ہو جو نہیں سنتے انا للہ وانا الیہ راجعون!" اس سے صاف نظر آرہا ہے کہ حضرت علیؓ کو جو کچھ آزار پہونچا اپنے ساتھیوں، رفیقوں، اور شیعوں سے۔ اور ساری ناکامیوں کے باعث یہی بزرگ تھے۔ جو ہمیشہ موقع پر جان چرایا کرتے۔

سفیان کی تاخت ہیت پر اور کامیابی انبار کی چھاؤنی پر حملہ

الجزیرہ کا دوسرا مشہور شہر ہیت تھا اُس پر تاخت کرنے کے لیے حضرت معویہ نے سفیان بن عوف کو چھ ہزار فوج کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ تم تاخت کرتے ہوئے مدائن اور انبار تک چلے جاؤ۔ وہ جب ہیت پر پہونچے تو کوئی مزاحمت کرنے والا نہ تھا۔ اُس پر قبضہ کیا اور انبار پر جا پہونچے۔ اس جگہ حضرت علیؓ کے لشکر کی ایک چھاؤنی تھی جس میں پانچ سو سپاہی رہا کرتے تھے مگر سب اِدھر اُدھر منتشر تھے فقط دو سو آدمی چھاؤنی میں موجود تھے۔

اس چھاؤنی کے فوج سے خالی ہونے کا باعث یہ ہوا کہ یہاں کے سردار فوج کمیل بن زیاد تھے۔ اُن کو ایکا ایک خبر ملی کہ قرقیسیا کا ایک گروہ ہمارے شہر ہیت پر تاخت کرنے والا ہے۔ اس لیے بغیر اس کے کہ حضرت علیؓ سے اجازت حاصل کریں اہل قرقیسیا پر چڑھ گئے۔ ادھر وہ قرقیسیا میں گئے۔ اور ادھر سفیان بن عوف نے آکے ہیت کو لوٹنا شروع کیا۔ جو تھوڑے سے حضرت علیؓ کے طرفدار موجود تھے۔ انھوں نے نعمان بن کمیل کے مقابلہ کیا۔ اور نہایت ثابت قدمی دکھائی۔ اور آخر ان کا سردار اشرف بن حسان بکری مع تیرہ رفقا کے اہل شام کے ہاتھ سے مارا گیا۔ بعد ازاں معاویہ کے لوگوں نے شہر میں جو کچھ پایا بے دریغ لوٹ لیا۔ اور سالم و غانم دمشق میں واپس گئے۔ حضرت علیؓ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو کمیل پر سخت غصہ فرمایا۔ عتاب آلود خط لکھا۔ اور فوراً لوگوں کو شام والوں کے تعاقب میں دوڑایا۔ مگر کسی نے اُن کی گرد بھی نہ پائی۔

اور کامیابی۔

ابن مسعدہ تیماء میں۔

تیسری کارروائی حضرت معاویہ نے یہ کی کہ عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو سترہ سو آدمیوں کے ساتھ ارض عرب کے شہر تیماء کی طرف روانہ کیا جو مدینہ سے ذرا ادھر واقع ہے۔ اور حکم دیا کہ تم بادیۂ عرب میں چکر لگاؤ۔ اور جن قبائل میں سے ہو کر گزرو اُن کو ہمارا دوست اور مطیع بناؤ۔ اور جو انکار کرے اُسے بے دریغ تہ تیغ کرو۔ عبداللہ اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے صحرائے عرب میں گزرے۔ راہ میں مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ میں بھی اُن کا گزر ہوا۔ جو ملا اس کو بہ جبر و قہر معاویہ کے زیر اثر کیا۔ اور خود اُن کے قبیلے کی ایک خلقت عظیم اُن کے ساتھ ہو گئی۔

حجاز مدینہ کو زیر اثر کرنا۔

یہ حال حضرت علیؓ نے سُنا تو فوراً مسیّب بن نجبہ فزاری کو جو عبداللہ ہی کے قبیلے کے نامور اور محترم سردار تھے دو ہزار لشکر کے ساتھ عبداللہ کی روک تھام کے لیے بھیجا۔ عبداللہ خاص تیماء یعنے منزل مقصود تک پہونچ چکے تھے کہ مسیّب جا پہونچے۔ اور دوپہر ڈھلے لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ لڑائی عربوں میں اور خاص عرب کی سرزمین پر تھی۔ لہٰذا نہایت سخت تھی۔ مسیّب نے جوش سے حملہ کر کے عبداللہ پر تلوار کے تین وار کیے مگر کچھ قومی کے خیال سے ایسے اوچھے وار کیے کہ کارگر نہ ہوئے۔ شمشیر زنی کے ساتھ وہ نعرے مارتے جاتے تھے کہ "نجات! نجات!" جس سے اُن کا مقصد مخالفوں کا بھگانا تھا نہ کہ انھیں قتل کرنا۔ عبداللہ بن مسعدہ نے جو اپنے کو کمزور دیکھا تو کچھ رفیقوں کے ساتھ بھاگ کر قلعۂ تیماء میں پناہ لی۔ اور باقی ہمراہی سیدھے شام کی طرف بھاگے۔ زکوٰۃ کے اونٹ جو جابجا لوگوں سے وصول کیے گئے تھے وہ انھیں لوگوں کے ساتھ تھے اُن کو راستے میں لٹیرے بدویوں نے چھین لیا۔

مسیّب کا آنا مقابلے پر۔

عبداللہ اور مسیّب کی لڑائی۔

مسیّب اور اپنی قوم کی جنبہ داری۔

عبداللہ کا تیماء میں۔

قلعہ میں آگ لگائی گئی۔

ابن مسعدہ قلعہ تیما میں داخل ہوئے تو مسیب نے بڑھ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور تین روز تک جب کوئی زور نہ چلا تو قلعہ کے پھاٹک پر بہت سی لکڑیاں جمع کر کے اُن میں آگ لگا دی۔ اور وہ آگ مشتعل ہونے کے بعد قلعہ کے اندر پھیل گئی۔ محصورین کو جب نظر آیا کہ آگ سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں ہے تو گھبرا کے نکل پڑے اور پکار کے کہا "مسیب یاد رکھو کہ ہم تمہاری ہی قوم کے لوگ ہیں"۔ اس فریاد پر سب کو ترس آ گیا۔ فوراً آگ بجھوائی۔ اور ہمراہیوں سے پوچھا "کیوں کیا کوئی شامی لشکر یہاں موجود ہے؟" عبدالرحمٰن بن شبیب نے کہا "جی ہاں ہے۔ شام کی طرف جو لوگ بھاگے ہیں مجھے اُن کے تعاقب میں روانہ فرمایئے"۔ مسیب نے اس سے انکار کیا۔ اور عبدالرحمٰن نے بگڑ کے کہا "آپ نے امیرالمومنین کو دھوکا دیا۔ اور اُن کا حکم بجا لانے میں سستی کی۔"

مسیب نے دشمنوں کو چھوڑ دیا۔

ضحاک شام کے شیعیان علیؑ پر۔

چوتھی کارروائی جناب معٰویہ کی یہ تھی کہ ضحاک بن قیس کو تین ہزار آدمیوں کے ساتھ یہ حکم دیا کہ مملکت شام و فلسطین ہی کے اطراف میں گشت لگاؤ اور نہر واقصہ کے نشیبی علاقہ میں جو عرب علیؑ کے طرفدار اور اُن کے مطیع فرمان ملیں اُن پر تاخت کرو۔ ضحاک لوٹتے مارتے اور تاختیں کرتے ہوئے ثعلبیہ کی طرف گزرے۔ وہاں جو حضرت علیؑ کی چھاؤنی تھی اس میں لوٹ مچا دی خوب قتل و غارت کیا۔ اور قطقطانہ میں جا پہونچے۔ حضرت علیؑ کو خبر ہوئی تو فوراً حجر بن عدی کو چار ہزار فوج کے ساتھ روانہ فرمایا۔ اور اُن کے ہمراہیوں میں سے ہر ایک کو پچاس پچاس درہم بطریق انعام یا بد و خرچ کے مرحمت فرمائے۔ ضحاک تدمر میں تھے کہ حجر اُن پر جا پڑے۔ اُن کے ہمراہیوں میں سے انیس آدمیوں کو قتل کیا۔ اور خود حجر کے آدمیوں میں سے فقط دو آدمی مارے گئے۔ لڑائی ہو ہی رہی تھی کہ رات ہو گئی۔ رات کے اندھیرے میں ضحاک نے راہ فرار اختیار کی۔ اور حجر میدان صاف دیکھ کر کوفے میں واپس آئے۔

حجر اُن کے مقابلے پر۔

حجر کی فتح۔

خود معٰویہ کی گرد آوری۔

اسی سنہ ۳۹ھ میں جناب معٰویہ نے اپنی مستعدی و سرگرمی ظاہر کرنے کے لیے بذات خود ایک گرد آوری کی اور حضرت علیؑ کی قلمرو کے اندر دجلہ کے کنارے تک آ کے پلٹ گئے۔

چودھویں فصل

عہد مرتضوی کے آخری ایام اور آپکی شہادت

معاویہ کے نائب حج ابن شجرہ قشیری کی کارروائی اہل مکہ کی بے پروائی۔ قثم کا مکہ میں ٹھہرنا۔ حضرت علیؓ کا کمک بھیجنا۔ ابن شجرہ کا پہلے پہونچنا۔ اُن کی کارروائی شیبہ نے حج کرایا۔ یزید بن شجرہ کا تعاقب۔ چند شامی اسیر ہوئے۔ ابن قباث کا حملہ شام پر۔ کمیل کی کارگزاری۔ حضرت علیؓ کا کمیل سے خوش ہونا شبیب کا حملہ قلمرو شام پر کمیل نے اُس کو نہ پایا۔ اُن کی تاخت رقہ پر۔ عدالت مرتضوی۔ حرث بن نمر کا حملہ الجزیرہ پر۔ چند تغلبیوں کا معاویہ سے جاملنا۔ تجفیر بکر کے سرحل میں چلا آنا۔ قیدیوں کا مبادلہ تغلبیوں نے علیؓ کے عامل کو مار ڈالا مصلحۃً اُس سے درگزر۔ معاویہ کے نائب زہیر سماوہ میں۔ علیؓ کے لوگوں کی ناکامی۔ اور اُن کا معاویہ سے جاملنا اُن پر حضرت علیؓ کی بدگمانیاں مسلم معاویہ کی طرف سے دومۃ الجندل میں۔ مالک حضرت علیؓ کی طرف سے۔ مالک کی فتح مگر شہر والے مطیع ہو جانا کا موقوف ہو جانا۔ حرث کا حملہ سندھ پر اُن کی شہادت۔ بغاوت فارس و کرمان۔ اُس کی اصلاح پر زیاد کا تقرر۔ اُس کی روانگی۔ زیاد کا تدبر۔ کرمان کی اصلاح ہر جگہ امن و امان۔ بُسر معاویہ کی طرف سے عرب میں۔ ابو ایوب انصاری کا بھاگنا بُسر مسجد نبوی میں۔ لوگوں سے جبراً بیعت لینا بُسر مکے میں۔ ابو موسیٰ کا بھاگنا جبراً بیعت لینا۔ عبید اللہ والی یمن کا بھاگ آنا۔ بُسر کے مظالم یمن میں۔ عبید اللہ کے دو ننھے بچوں کو قتل کرنا۔ جاریہ بُسر کے مقابلے پر۔ بُسر کا بھاگنا۔ جاریہ مکہ میں اور جبری بیعت۔ جاریہ مدینہ میں۔ حضرت حسنؓ کی بیعت۔ بچوں کے غم میں ماں کی دیوانگی اُن کے اشعار حسرت۔ حضرت علیؓ کی بد دعا۔ عبید اللہ اور بُسر کا سامنا۔ حلم معاویہ۔ بُسر کا دوسرا سفر حجاز۔ التوائے جنگ۔ ابن عباس اور ابو الاسود کی رنجش۔ ابو الاسود کا خط حضرت علیؓ کو۔ آپ کا جواب۔ ابن عباسؓ سے محاسبہ۔ اُن کی ناراضی۔ رقم بیت المال لے کے چلا جانا۔ اُن کے طرفداروں اور عوام بصرہ میں جھگڑا۔ اور ابن عباس کا نکل جانا۔ حضرت علیؓ کی شہادت۔ حضرت علیؓ کی پیشین گوئی۔ خود آپ اپنے انجام سے آگاہ تھے۔ ماہ شہادت میں آپ کا معمول۔ شب شہادت

بلطجون کا روکنا۔ ابن ملجم تینوں سازشی۔ تینوں کے سفاکانہ فرائض۔ ابن ملجم کوفہ میں۔ قطام۔ ابن ملجم کے معین و یاور۔ شبیب بن بجرہ۔ قاتلانہ حربہ۔ ابن ملجم پکڑا گیا۔ اس میں اور حضرت علیؓ میں سوال و جواب۔ آپ کی وصیتیں۔ ابن ملجم اور حضرت ام کلثوم کی گفتگو۔ انتخاب جانشین کے بارے میں آپ کا ارشاد۔ فرزندوں کو وصیت۔ حالت نازک ہوتی گئی۔ وفات۔ آپ کا دفن۔ قتل ابن ملجم۔ برک کا حملہ معاویہ پر۔ ان کے زخم کا علاج۔ معاویہ کے انتظامات حفاظت۔ برک کا انجام۔ ابن عاص کا خوش قسمتی سے بچ جانا۔

معاویہ کے نائب یزید ابن شجرہ

اسی سنہ ۳۹ھ میں حج کے متعلق ایک جھگڑا پیش آیا۔ جناب معاویہ نے یزید بن شجرہ رہاوی کو بلا کے تین ہزار سوار ان کے ہمراہ کیے اور کہا "میں تم کو مکے بھیجتا ہوں تاکہ وہاں جا کر لوگوں کو حج کراؤ، اہل مکہ سے میری بیعت لو اور علیؓ کے عامل کو وہاں سے نکال دو۔" یزید نے ان حکموں کے بجالانے کا وعدہ کیا اور مکے کی راہ لی۔

قثم کی کارروائی

مکہ معظمہ میں حضرت علیؓ کے عامل قثم بن عباس تھے۔ انھوں نے جو سنا کہ یزید بن شجرہ کو معاویہ نے بھیجا ہے اور عنقریب وہ مکے میں داخل ہونے والے ہیں تو اہل مکہ کو جمع کر کے سب کے سامنے ایک تقریر کی اور ظاہر کیا کہ "شام والے چل چکے اور آج ہی کل میں یہاں پہنچا چاہتے ہیں۔ ایسے موقع پر تمھارا فرض ہے کہ حق کی حمایت میں ان کا مقابلہ کرو۔" مگر کسی نے بھی لڑائی پر آمادگی نہ ظاہر کی۔ ہاں ایک شیبہ بن عثمان عبدری نے تو البتہ یہ کہا کہ "مجھے حضرت علیؓ کی طرف سے لڑنا منظور ہے۔" باقی اور کسی نے حامی نہ بھری۔

اہل مکہ کی بے پروائی

قثم نے مکے والوں کا یہ رنگ دیکھا تو ارادہ کیا کہ مکہ چھوڑ کے بیرونی گھاٹیوں میں چلے جائیں وہاں سے حضرت علیؓ کو ان حالات کی اطلاع دیں اور اگر کوئی فوج کمک کو آجائے تو یزید بن شجرہ کا مقابلہ کریں۔ مگر حضرت ابو سعید خدری نے جو مکہ میں موجود تھے انھیں اس ارادے سے روکا اور کہا "آپ یہیں ٹھہریں۔ اگر جی چاہے اور اپنے میں قوت پائیے گا تو ان لوگوں سے لڑیے گا۔ ورنہ چلے جانے کا آپ کو ہر وقت اختیار ہے۔" محترم صحابی رسول اللہ کے کہنے سے وہ ٹھہر گئے اور حضرت علیؓ کو ان واقعات کی خبر کی۔ اتنے میں اہل شام کا لشکر آگیا۔ اور کسی کو ان لوگوں سے لڑنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

قثم کا مکہ میں ٹھہرنا۔

حضرت علی کا کمک بھیجنا۔

حضرت علیؓ کو جو قثم کا خط ملا تو فوراً ان کی مدد پر فوج بھیجی جس میں ریان ابن ضمرہ

ابن شجرہ کا پہلے پہونچ جانا

بن علی حنفی اور ابو الطفیل تھے۔ یہ لشکر آپ نے کوفے سے آغاز ذی الحجہ میں روانہ کیا، اور ابن شجرہ حج سے دو روز پہلے پہونچ چکے تھے مکے کے اندر قدم رکھتے ہی انھوں نے اعلان کر دیا کہ "سب لوگوں کو امان ہے بجز ان کے جو ہم سے لڑیں یا مقابلہ کریں"۔

انکی کارروائی

اس کے بعد ابن شجرہ نے ابو سعید خدری کو بلا بھیجا اور ان سے کہا "میں حرم محترم کے معاملات میں جیسا دو بدل چاہوں کر سکتا ہوں اس لیے کہ آپ پر جو شخص حاکم ہے وہ کمزور ہے مگر آپ اس سے میری جانب سے فقط اتنا کہہ دیجیے کہ وہ نماز نہ پڑھائے اور وعدہ کرتا ہوں کہ میں بھی نہ پڑھاؤں گا۔ لوگوں کو اختیار ہے جس کسی کو چاہیں اپنا امام منتخب کر لیں"۔ ابو سعید نے اس کی یہ خواہش قثم کے پاس کہلا بھیجی اور وہ خود بھی نماز پڑھانے سے رک گئے۔ پھر لوگوں نے

شیبہ نے حج کرایا

شیبہ بن عثمان کو اپنا امام منتخب کیا انھیں نے نماز پڑھائی اور حج کرایا اور جب لوگ حج سے فارغ ہو چکے تو یزید بن شجرہ نے دمشق کی راہ لی۔

یزید بن شجرہ کا تعاقب

یزید کے چلے جانے کے بعد حضرت علیؓ کا لشکر مکے میں پہونچا جس کے سردار و سپہ سالار معقل بن قیس تھے۔ ان لوگوں نے یزید کے چلے جانے کا حال سنا تو ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

چند شامی اسیر ہوئے

شامی لشکر وادی القریٰ سے کوچ کر رہا تھا کہ یہ لوگ اس کے مقابلے پر جا پہونچے۔ اور فوراً حملہ کر کے ان کے چند آدمی اسیر کر لیے۔ پھر ان اسیروں اور مال غنیمت کو لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان قیدیوں کے عوض میں اپنے چند آدمیوں کو جو جناب معاویہ کے پاس قید تھے چھڑوا لیا۔

ابن قباث کا حملہ

پھر اسی سنہ ۳۹ھ میں جناب معاویہ نے عبد الرحمٰن بن قباث بن اشیم کو تھوڑے لشکر کے ساتھ بلاد الجزیرہ پر تاختیں کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس علاقے کے حاکم حضرت علیؓ کی طرف سے شبیب بن عامر تھے۔ مگر وہ نصیبین میں گئے ہوئے تھے انھیں وہیں دشمنوں کے اس حملے کی سن گن

کمیل کی کارگزاری

ملی فوراً شہر سے تین آدمی دوڑا کے کمیل بن زیاد کو اطلاع کی کمیل فوراً چھ سو سواروں کے ساتھ چل کھڑے ہوئے اور اس علاقے میں پہونچ کر دیکھا کہ عبد الرحمٰن اور ان کے ساتھ معن بن یزید سلمی بھی لوگوں پر حملہ کر رہے ہیں۔ بلا تامل ان پر جا پڑے۔ اور ایسی بہادری سے لڑے کہ دم بھر میں مار کے بھگا دیا بہت سے سپہگران شام کو قتل کیا اور ہمراہیوں کو حکم دیا کہ نہ مفرورین کا تعاقب

حضرت علیؓ کا کمیل سے خوش نہ ہونا

ہو اور نہ ان کے زخمیوں کو قتل کیا جائے کمیل کے ہمراہیوں میں سے فقط دو آدمی مارے گئے اور بڑی مسرت کے ساتھ انھوں نے حضرت علیؓ کو اس فتح کی اطلاع دی۔ آپ اگرچہ کمیل سے

ان کی گذشتہ غفلت کے باعث ناراض تھے مگر یہ کارگزاری سُن کر بہت خوش ہوئے۔

شبیب کا حملہ قلمرو شام پر

اب خود شبیب نصیبین سے روانہ ہو کر جو ہنگاہ کے مقام میں پہونچے تو دیکھا کہ کمیل نے دشمنوں کو بھگا دیا ہے۔ بے انتہا محظوظ و مسرور ہوئے کمیل کو فتح کی مبارک باد دی، اور خود سفرورین شام کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ مگر انھیں کہیں نہ پایا تب جوش میں آ کر فرات کے اُس پار اتر گئے جہاں جناب معاویہ کی قلمرو تھی۔ یہاں پہونچتے ہی اپنے سواروں کو بھیج بھیج کر شام کے شہروں پر تاختیں شروع کر دیں اور لوٹتے مارتے شہر بعلبک تک چلے گئے۔

کسی نے اُن کو نہ پایا۔

ان تاختوں کی خبر معاویہ نے سُنی تو حبیب بن مسلمہ کو شبیب کی روک تھام کے لیے بھیجا۔ حبیب اپنے لشکر کے ساتھ آئے مگر شبیب کو نہ پایا۔ اس لیے کہ وہ اپنا کام کر کے واپس جا چکے تھے

اُنکی تاخت رقہ پر

اور اب نواح رقہ میں پہونچ کر وہاں لوٹ مار کر رہے تھے وہاں انھوں نے شیعیان عثمانؓ میں سے جس کسی کے پاس کوئی جانور پایا اُس کو ہنکا لے گئے اور جتنے گھوڑے اور اسلحہ ملے سب اپنے قبضے میں کیے۔ یہ کارروائی انھوں نے نہایت پھرتی سے کی۔ اور جھٹ پٹ نصیبین

عدالت [illegible]

میں پہونچ کر حضرت علیؓ کو اپنی کارگزاریاں لکھیں۔ آپ نے جواب میں ہدایت فرمائی کہ "اُن لوگوں کی اور کوئی چیز بجز گھوڑوں اور ہتھیاروں کے جن کی مدد سے وہ مقابلہ کیا کرتے ہیں نہ لیا کرو۔" پھر ارشاد ہوا "خدا رحم کرے شبیب کے حال پر کہ وہ لوٹ مار سے رُک گیا۔ اور مدد حاصل کرنے میں جلدی کی۔"

حرث بن نمر کا حملہ الجزیرہ پر

یزید بن شجرہ جب ارض عرب سے واپس آ گئے تو جناب معاویہ نے حرث بن نمر تنوخی کو الجزیرہ میں بھیجا کہ وہاں جو لوگ علیؓ کے مطیع ملیں اُن کو پکڑے جائیں۔ انھوں نے اُس سرزمین میں قدم رکھتے ہی شہر دارا پر حملہ کیا۔ اور وہاں سے بنی تغلب کے سات آدمیوں کو پکڑ لے گئے۔

چند تغلبیوں کا معاویہ سے جا ملنا۔

بنی تغلب کا زیادہ گروہ تو حضرت علیؓ کا مطیع تھا۔ مگر اُن میں کی ایک جماعت آپ کی رفاقت چھوڑ کے جناب معاویہ کے پاس چلی آئی تھی، اُن لوگوں نے درخواست کی کہ وہ سات تغلبی جن کو ابن شجرہ پکڑ لائے ہیں چھوڑ دیے جائیں۔ مگر حضرت معاویہ نے اُن کی سماعت نہ کی۔

پھر بگڑ کے موصل چلا آنا۔

انجام یہ ہوا کہ وہ تغلبی جنھوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ چھوڑا تھا معاویہ کے بھی خلاف ہو گئے اور شہر موصل میں واپس چلے گئے۔

قیدیوں کا مبادلہ۔

اُن کے چلے جانے کے بعد جناب معاویہ نے حضرت علیؓ کو لکھا کہ "یزید بن شجرہ کے ہمراہیوں میں سے جن لوگوں کو معقل بن یزید اسیر کر لے گئے ہیں وہ ان تغلبی اسیروں کے

معاوضے میں چھوڑ دیے جائیں۔ حضرت علیؓ نے اس پیام کو قبول فرمایا چنانچہ آپ نے شامی اسیروں کو چھوڑا اور ان کے دمشق میں پہونچتے ہی جناب معاویہ نے اُن آقلیبوں کو رہا کر دیا۔

تغلبیوں نے علیؓ کے عامل کو مار ڈالا

اب حضرت علیؓ نے عبدالرحمن نام بنی خثعم کے ایک بہادر شخص کو موصل کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہاں امن وامان قائم رکھیں۔ عبدالرحمن وہاں پہونچے تو اُن تغلبیوں سے سابقہ پڑا جو جناب معاویہ کو چھوڑ کے وہاں پہونچے تھے۔ اُن لوگوں کا سردار قریع بن حارث تغلبی تھا عبدالرحمن اور اُس میں سخت کلامی ہوئی۔ پھر گالی گلوج کی نوبت آئی۔ اور آخر لڑائی چھڑ گئی تغلبی زبردست تھے۔ حضرت علیؓ کے فرستادہ عبدالرحمن کو مار ڈالا۔ حضرت علیؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ایک لشکر بھیجنے کو تیار ہو گئے۔ مگر رفقا میں سے ربیعہ نے عرض کیا "یہ تغلبی آپ کے دشمن کو چھوڑ کے آپ کی قلمرو میں آئے اور آپ کے مطیع ہو گئے ہیں۔ رہا عبدالرحمن کا مارا جانا تو یہ کسی غلطی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ مناسب نہیں نظر آتا کہ ان لوگوں سے چھیڑ کی جائے۔" اس مشورے کو سن کر آپ نے اُس لشکر کا بھیجنا ملتوی کر دیا۔

مصالحۃً اس سے درگزر

معاویہ کے نائب کی تدبیر ساوہ میں

ایک اور کارروائی جناب معاویہ نے یہ کی کہ زہیر بن مکحول عامری کو سماوہ کی طرف بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں سے زکوٰۃ کی رقم وصول کرائیں۔ حضرت علیؓ نے یہ حال سنا تو جعفر بن عبداللہ اشجعی۔ عروہ بن عشبہ کلبی اور جلاس بن عمیر کلبی کو روانہ فرمایا کہ جا کے اس بات کی تحقیق کریں کہ بنی کلب اور بنی بکر بن وائل میں سے کون کون لوگ آپ کے مطیع فرمان ہیں۔ یہ تینوں صاحب وہاں پہونچے تو زہیر کا ان کا سامنا ہو گیا جس کا یہ ضروری نتیجہ تھا کہ لڑائی ہوئی۔ لڑائی پر حضرت علیؓ کے طرفداروں کو شکست ہوئی اور جعفر بن عبداللہ قتل ہو گئے۔ عروہ بن عشبہ جان بچا کر حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اُس کو ڈانٹا اور مارنے کے لیے دُرّہ اٹھایا اس پر وہ ناراض ہوا اور بھاگ کر جناب معاویہ سے جا ملا۔ اس بزدلی کے علاوہ سازش کا بھی گمان تھا کیونکہ عروہ کو زہیر نے ایک گھوڑا دیا تھا جو ایسی بدگمانی کے لیے کافی تھا۔ تیسرے صاحب جلاس اُن کی سرگذشت یہ تھی کہ بھاگتے وقت انھیں ایک چرواہا ملا۔ اُس کا کرتا لے کر خود پہن لیا اور اپنا گاڑھے کا کرتا اُس کے حوالے کیا تاکہ پہچانے نہ جائیں۔ آگے بڑھے تو چند سوار ملے جنھوں نے سوال کیا کہ "یہ ترابی (ابوتراب والے) کہاں پکڑے گئے؟" انھوں نے انھیں کی طرف اشارہ کیا یعنے آپ ہی کے یہاں پکڑے گئے اور جان بچا کے کوفے میں آ گئے۔

تعاقب کرنے والوں کو نکالا

عروہ ناراض ہو کر معاویہ سے جا ملا

اُن کی نسبت حضرت علی کی بدگمانی

مسلم معاویہ کی طرف سے دومۃ الجندل میں بھیجا

ایک کارروائی معاویہ کی یہ تھی کہ مسلم بن عقبہ مری کو دومۃ الجندل میں بھیجا۔ وہاں کے لوگ

نیوٹرل یعنے غیرجانبدار تھے۔ نہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی نہ معاویہ کے ہاتھ پر۔ لہذا معاویہ نے مسلم کو بھیجکر انھیں اپنی اطاعت وبیعت کی طرف بلایا جس سے ان لوگوں نے قطعًا انکار کیا۔ حضرت علیؓ کو خبر ہوئی تو فورًا مالک بن کعب ہمدانی کو تھوڑے لشکر کے ساتھ وہاں بھیجدیا۔ مسلم بالکل غافل تھے کہ مالک ان کے سر پر جا پہونچے اور لڑائی چھیڑدی سخت لڑائی ہوئی جو دن بھر ہوتی رہی اور انجام میں مسلم نے شکست کھاکے راہ فرار اختیار کی۔ مسلم سے میدان خالی کرکے مالک چند روز تک وہیں مقیم رہے۔ مگر کسی نے قبول نہ کیا اور صاف کہدیا کہ "جب تک ہماری دنیائے اسلام کے لوگ ایک امام کے پیرو نہ ہوجائیں گے ہم علیحدہ رہیں گے اور کسی کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے"۔ آخر مالک ناامید ہوئے اور اس غیرجانبدار گروہ کو اسی کے حال پر چھوڑ کے واپس چلے آئے۔

مالک بہ حضرت علیؓ کی طرف سے

مالک کی فتح۔

اس زمانے میں ان باہمی جھگڑوں کے باعث غیرمسلموں اور غیرملکوں پر جہاد کرنے کا سلسلہ بالکل موقوف ہوگیا تھا۔ اور حضرات شیخین یعنے حضرت صدیقؓ وحضرت فاروقؓ کی فراہم کی ہوئی شوکت وقوت ایک دوسرے کے مقابلے میں غارت ہورہی تھی۔ مگر حضرت علیؓ کے یہاں اس مجبوری کی حالت میں بھی کچھ نہ کچھ ہوا۔ چنانچہ حریث بن مرہ عبدی خود اپنے شوق سے فرض جہاد کے ادا کرنے پر آمادہ ہوئے تو حضرت علیؓ نے ان کو اجازت دیدی۔ اور وہ بلاد سندھ کی طرف روانہ ہوئے۔ درمیان کے ممالک فارس، مکران وکرمان فتح ہوچکے تھے۔ بلوچستان کا زیادہ تر مشرقی حصہ قلمرو سندھ میں داخل تھا۔ حریث نے پہونچتے ہی حملے شروع کردیے۔ بہت کچھ مال غنیمت حاصل کیا۔ لونڈی غلام اسیر کیے۔ اور اس کثرت سے دولت ہاتھ لگی کہ فقط ایک روز میں ایکہزار لونڈی غلام تقسیم کردیے۔ وہ اس کے بعد بھی اس سرزمین میں برابر جہاد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بلاد قیقان کے ایک معرکے میں شہید ہوئے۔ اور ان کے تمام ہمراہیوں نے بھی ان کے ساتھ جام شہادت پیا۔ مگر ان کی شہادت کا واقعہ سنہ ۴۲ھ یعنے خلافت معاویہ کے عہد میں پیش آیا۔

جہاد کا موقوف ہوجانا۔

حریث کا حملہ سندھ پر۔

ان کی شہادت۔

جناب معاویہ کی طرف سے ابن حضرمی کے بصرے میں آکر فساد ڈالنے اور مارے جانے کا حال ہم بیان کرچکے ہیں۔ مگر ابن حضرمی نے فتنہ کی جو آگ لگادی تھی وہ بہت غور کے بجھائے نہ بجھی۔ اس لیے کہ بصرے کے بہت سے لوگ معاویہ کے طرفدار ہوگئے اور خاص عراق وممالک مشرق کے لوگوں میں حضرت علیؓ کے متعلق اختلاف پڑگیا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ مقبوضۂ اسلام ممالک فارس وکرمان کے لوگوں میں سرکشی کا خیال پیدا ہوا۔ اور حریت کی شورشیں

بغاوت فارس وکرمان۔

اس آگ پر تیل ڈال دیا۔ پھر علاقے کی رعایا علانیہ باغی ہوگئی۔ خراج ادا کرنے سے انکار کیا۔ لڑنے کو تیار ہوگئے۔ اور اہل فارس نے اپنے والی سہیل بن حنیف کو نکال باہر کیا۔

اس مشکل کے دور کرنے کے لیے حضرت علیؓ نے اپنے مشیروں سے مشورہ فرمایا تو جاریہ بن قدامہ نے عرض کیا "امیر المومنین۔ میں ایک ایسے شخص کا نام بتا سکتا ہوں جو اپنی رائے میں بہت مضبوط۔ اور سیاست میں نہایت ہوشیار ہے اس کے ذمے جو خدمت کی جائے گی اس کو بوجہ احسن انجام دے گا۔" آپ نے پوچھا "کون؟" کہا "زیاد" زیاد کے واقعات آپ کو پیشتر سے معلوم تھے اور اس کی خوش تدبیری سے آپ بخوبی آگاہ تھے۔ اسی وقت حضرت ابن عباس کو لکھا کہ "زیاد کو والی فارس مقرر کر کے فوراً روانہ کرو۔" ابن عباس زیاد کی قابلیت سے خود بھی آگاہ تھے اور اس پر بھروسہ رکھتے تھے بلکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں نے بارگاہ مرتضوی میں زیاد کے تقرر کی سفارش کی تھی۔ فوراً انھوں نے اس کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ارض فارس کی طرف روانہ کر دیا۔

اس کی اصلاح پر زیاد کا تقرر

اس کی روانگی

زیاد نے سرزمین فارس میں پہونچکر دیکھا تو ہر طرف بدنظمی پھیلی ہوئی تھی مختلف گروہوں نے شورش مچا رکھی تھی۔ نہ کوئی خراج ادا کرتا تھا اور نہ کوئی کسی کی حکومت کو مانتا تھا۔ اس نے پہونچتے ہی اعلان کرا دیا۔ اور تمام سرغناؤں مرزبانوں اور دہقانوں کے پاس کہلا بھیجا کہ "جو حاضر ہو کر میری مدد کرے گا اور میرا ساتھ دے گا اس کے حال پر میں مہربان ہوں گا اور جو مخالفت کرے گا اسے سخت سزا دی جائے گی۔" اس اعلان کا یہ فوری نتیجہ ظاہر ہوا کہ بہت سے لوگ زیاد سے آملے پھر انہیں لوگوں کو اس نے مخالفوں کے استیصال پر مامور کر کے امن و امان قائم کرنے کا ذمہ دار بنا دیا۔ اس تدبیر سے فقط یہی نہیں ہوا کہ بغیر اس کے کہ عربی فوجیں زحمت اٹھائیں مخالفوں کی قوت ٹوٹ گئی۔ بلکہ ہر گروہ کے خیالات اور منصوبے دوسرے گروہوں کے ذریعے سے معلوم ہو گئے۔ آخر مخالف گروہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور زیاد نے ان کے تعاقب میں ہر طرف فوجیں بھیجکر سارے ملک کو فتنہ انگیزوں سے پاک کر دیا۔ اور کسی لڑائی یا معرکہ آرائی کی ضرورت نہ پیش آئی۔

زیاد کا تدبیر

اس کے بعد یہی کارروائی زیاد نے کرمان میں کی۔ اور وہاں کا انتظام بھی درست کر کے فارس میں واپس آگیا جب کہ سب شہروں میں خاموشی تھی۔ اور سارے ایران میں امن و امان قائم تھا۔ یوں اطمینان حاصل کر کے زیاد قدیم شہر اصطخر میں فروکش ہو گیا۔ اور اصطخر کے قریب ہی ایک قلعہ تعمیر کرایا جو قلعۂ زیاد کے نام سے مشہور رہا۔ پھر اس کے بعد اسی میں منصور الیشکری نے پناہ لی اور اسی وجہ سے

کرمان کی اصلاح

ہر جگہ امن وامان

بعد میں اس قلعہ کا نام قلعۂ منصور ہو گیا۔

۴۰ھ شروع ہو گیا اور اس کے آغاز ہی میں جناب معاویہ نے بسر بن ارطاۃ کو جس کا اصلی نام عامر بن لوی ہے تین ہزار فوج کے ساتھ سرزمین عرب میں بھیجا کہ عرب سے حضرت علیؓ کا اثر مٹا کے ان کی سلطنت قائم کرے۔ بسر مختلف شہروں میں ہوتا ہوا مدینہ طیبہ میں پہونچا۔ حضرت علیؓ کی طرف سے یہاں کے عامل ابو ایوب انصاری تھے۔ ان میں مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ بسر کی آمد سنتے ہی بھاگے اور کوفہ میں حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہو گئے۔

بسر بغیر کسی مزاحمت کے مدینے میں داخل ہوا۔ سیدھا مسجد نبوی میں پہونچا اور منبر پر کھڑے ہو کر جوش حسرت کے ساتھ نعرہ مارا "اے بنی نجار! اے بنی زریق! (یہ انصار کے قبائل تھے) وہ میرے محترم بوڑھے بزرگ جنہیں کل میں نے یہاں دیکھا تھا کہاں ہیں؟ (اس کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کہاں ہیں؟) پھر کہا "معاویہ نے مجھ سے عہد نہ لیا ہوتا تو تم لوگوں میں سے ایک بالغ شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔" یہ کہہ کر منبر سے اتر آیا۔

بعد ازاں بنی سلمہ کو کہلا بھیجا "جب تک تم لوگ جابر بن عبداللہ کو نہ حاضر کرو گے تمہارے لئے خدا کی قسم امان نہیں ہے۔" حضرت جابر نے جو اپنی طلبی سنی تو حضرت ام المومنین ام سلمہ کے پاس دوڑے آئے اور پوچھا اب آپ کیا فرماتی ہیں۔ اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنا گمراہی ہے اور اندیشہ ہے کہ میں ان لوگوں کے ہاتھ سے مار ڈالا جاؤں گا۔" انھوں نے فرمایا "میری رائے تو یہ ہے کہ تم بیعت کر لو۔ یہ مشورہ میں اپنے فرزند عمر اور اپنے داماد زمعہ کو بھی دے چکی ہوں۔" (آپ کی صاحبزادی زینب زمعہ کے عقد میں تھیں) اس حکم کے مطابق حضرت جابر نے بسر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بعد ازاں رعب قائم کرنے کے لئے بسر نے مدینے کے چند مکان منہدم کرا دیے۔

اب بسر مدینے سے آگے بڑھ کے مکہ معظمہ میں پہونچا۔ وہاں ابو موسیٰ اشعری تھے۔ ان کے اہل شام سخت دشمن ہو رہے تھے۔ بیچارے اپنی جان کے ڈر سے اور شہر چھوڑ کے بھاگ گئے۔ بسر نے مکے کے اندر قدم رکھتے ہی لوگوں کو مجبور کیا کہ اس کے ہاتھ پر جناب معاویہ کی بیعت کریں۔ سب لوگ جبراً و قہراً اس پر مجبور ہو گئے اور یہاں سے بسر نے یمن کی راہ لی۔

یمن میں حضرت علیؓ کی طرف سے عبیداللہ بن عباس والی ملک تھے۔ ان کے پاس اتنی فوج نہ تھی کہ مقابلہ کا ارادہ کریں۔ بسر کی آمد سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے اور کوفہ میں پہنچ کر حضرت علیؓ کے پاس پناہ لی۔ حضرت علیؓ نے ان کی جگہ عبداللہ بن عبدالمدان حارثی کو حاکم مقرر فرمایا۔ بسر کے پہونچنے سے وہ تھے

جناب معاویہ کی طرف سے حملے شروع ہونا۔

ابو ایوب انصاری کا بھاگ جانا۔

بسر کا مسجد نبوی میں خطبہ۔

لوگوں سے جبراً بیعت لینا۔

بسر کا مکہ میں پہونچنا اور ابو موسیٰ کا بھاگ جانا۔

جبراً بیعت لینا۔

عبیداللہ کا بھاگ جانا۔

وہاں موجود تھے۔
بُسر شان و شکوہ سے یمن میں پہونچا۔ فوراً آنے والی اور اُن کے بیٹے کو پکڑ کے قتل کر ڈالا
اور یہی پر قناعت نہ کی بلکہ یمن کے والی عبیداللہ بن عباس کے دو ننھے بچے عبدالرحمن اور قثم جو
قبیلہ بنی کنانہ کے ایک بدوی شخص کی کفالت میں تھے ان کو زبردستی منگوایا اور اُن کی ماں کے
آغوش سے چھین کر قتل کر ڈالا۔ جس وقت بسر نے ان بچوں کے قتل کرنے کا ارادہ کیا وہ
کنانی بدوی سامنے آیا اور کہا اُن بچوں کو نہ قتل کرو۔ اور انہیں قتل کرنا ہی ہے تو پہلے مجھے
قتل کرو کیونکہ یہ میری کفالت میں ہیں۔ بسر نے پہلے اُس بدوی کو اور پھر اُن دونوں بچوں کو
قتل کیا۔ بعض راویوں کا یہ بیان ہے کہ اُس کنانی بدوی نے تلوار کھینچکر بسر پر حملہ کیا۔ لڑتا ہوا
مارا گیا۔ اور اُس کے مرنے کے بعد عبیداللہ کے دونوں بچے زندہ دفن کر دیے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب
بسر کی یہ سفاکی دیکھ کر بنی کنانہ کی عورتوں نے ہجوم کیا اور اُن میں سے ایک نے بڑھ کے
بسر سے کہا او شخص۔ تو نے مرد تو مار ڈالے مگر ان بیگناہ بچوں کو کیوں قتل کرتا ہے؟ ایسے
ننھے بچوں کو خدا کی قسم لوگ نہ جاہلیت میں قتل کرتے تھے نہ عہد اسلام میں آج تک کسی نے ایسا
کیا۔ او ابن ابی ارطاۃ۔ جو سلطنت بغیر معصوم بچوں اور ناتواں بوڑھوں کے قتل کیے اور بغیر رحم
دست بردار ہوئے اور قطع قرابت کیے نہ قائم ہو وہ بری سلطنت ہے۔ مگر بسر کا دل نہ پسیجا۔
اور اپنے اس سفر یمن میں اُس نے بہت سے شیعیان علیؓ کو قتل کیا۔
حضرت علیؓ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو جاریہ بن قدامہ سعدی کو دو ہزار بہادروں
کے ساتھ اور وہب بن مسعود کو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ حجاز روانہ فرمایا۔ وہب کی نسبت
تو نہیں معلوم کہ انہوں نے کیا کارروائی کی مگر جاریہ نے نجران پہونچکر بسر کے افعال کے انتقام
میں بہت سے شیعیان عثمانؓ کو تہ تیغ کیا۔ بسر اور اس کے ہمراہی لشکر مرتضوی کی آمد سنتے ہی
بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور جاریہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے مکے تک چلے گئے۔ وہاں پہونچ کر
انہوں نے اہل مکہ سے بیعت لینا چاہی مگر اب حضرت علیؓ شہید ہو چکے تھے اور اس سانحہ ہوش ربا
کی خبر مکے میں پہونچ چکی تھی۔ اہل مکہ نے کہا امیرالمومنین تو مار ڈالے گئے اب ہم کس کی بیعت
کریں؟ کہا اُس کے ہاتھ پر جس کے ہاتھ پر اصحاب علیؓ نے بیعت کی ہو۔ اب بھی تو لوگ بیعت
نہ کرتے تھے مگر جبر کیا گیا اور ان کو خوف ہوا تب سب نے جاریہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔
اس کے بعد جاریہ مدینہ طیبہ میں آئے یہاں ان دنوں حضرت ابوہریرہ لوگوں کو نماز

بُسر کے مظالم کمسن بچوں عبیداللہ کے ننھے بچوں کا قتل کرنا

جاریہ بن قدامہ اور وہب بن مسعود

بُسر کا بھاگ جانا

جاریہ مکہ میں اور جبر کی بیعت

جاریہ مدینے میں

پڑھایا کرتے تھے جاریہ کی آمد سنتے ہی وہ بھاگ گئے اور جاریہ نے شہر میں داخل ہو کر کہا "اگر میں ابو سنور (ابوہریرہ) کو پاتا تو زندہ نہ چھوڑتا"۔ پھر مدینے والوں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت لی۔ اور کوفہ میں واپس گئے۔ اور جب وہ چلے گئے تو ابوہریرہ پھر واپس آگئے اور نماز پڑھانے لگے۔

حضرت حسنؓ کی بیعت۔

عبید اللہ بن عباس کے جو دونوں بیٹے بسر کے ہاتھ سے مارے گئے ان کی والدہ ام حکیم جویریہ بنت خویلد بن قارظ تھیں۔ اور بعض اہل تاریخ ان کا نام عائشہ اور ان کو مقتول والی یمن عبد اللہ بن عبد المدان کی بیٹی بتاتے ہیں۔ ان کو اپنے کلیجے کے ٹکڑوں سے بے حد محبت تھی۔ اور ماتا کا اس قدر جوش تھا۔ کہ ان کے مارے جانے کے بعد دیوانی ہو گئیں۔ نہ عقل ٹھکانے تھی۔ نہ ہوش و حواس بجا تھے جوش جنوں میں گھر چھوڑ کے نکل کھڑی ہوئیں صحرائے عرب میں ماری ماری پھرتیں۔ اور حج کے موقع پر اور دوسرے مجمعوں میں لوگوں کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے چند اشعار سناتیں جن کا مضمون یہ تھا کہ

عبید اللہ کے بچوں کی ماں دیوانی

"کسی نے میرے دونوں بچوں کو دیکھا ہے جو موتی تھے کہ صدف سے بچھڑا دیئے گئے"

"کسی نے میرے دونوں بچوں کو دیکھا ہے جو میری ہڈیوں کا گودا تھے۔ اور بغیر ان کے میری ہڈیاں بے گودے کی ہیں"

"کسی نے میرے دونوں بچوں کو دیکھا ہے جو میرے دل تھے اور بغیر ان کے میں بے دل کی ہوں"

اُن کے اشعار حسرت

ان اشعار کی عرب میں بے انتہا شہرت ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ ادبی کتابوں میں درج کیے گئے۔ اور عربی مغنیوں نے اُن میں نغمہ سرائی کی۔

حضرت علیؓ نے ان بچوں کی مظلومانہ موت سنی تو بے حد صدمہ ہوا۔ اور بسر کے حق میں بد دعا فرمائی کہ خداوندا اس کی عقل اور سمجھ چھین لے۔ چنانچہ اس کا یہی انجام ہوا۔ آخر عمر میں وہ مجنون و فاتر العقل تھا ہمیشہ لوگوں سے تلوار مانگا کرتا اور اگر کسی سے تلوار مل جاتی تو اس کے ہاتھ سودائیوں کی طرح پھینکنے لگتا آخر لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ایک لکڑی کی تلوار اس کے ہاتھ میں دے دیتے اور ایک مشک پھونک کر سامنے رکھ دیتے۔ اس چوبی تلوار سے وہ مشک پر وار کرنا شروع کرتا یہاں تک کہ تھک کے بے دم ہو جاتا۔ اور آخر اسی جنون کے عالم میں مرا۔ اس کا ایک یہ واقعہ بھی لوگ بیان کرتے ہیں کہ جناب معاویہ کے مستقل خلیفہ ہو جانے

حضرت علیؓ کی بد دعا۔

عبید اللہ اور بسر کا سامنا۔

کے بعد ایک بار عبید اللہ بن عباس اُن سے ملنے کو شام میں گئے۔ وہاں بسر بھی موجود تھا
عبید اللہ نے اُس کی صورت دیکھ کر کہا جس وقت تو نے میرے دونوں بیٹوں کو قتل کیا ہے
کاش اس وقت زمین کی ہلا میں تو پہنچتا وہیں وہاں ہو پہنچ جاتا۔ بسر نے اپنی تلوار اُن کی طرف بڑھائی اور
کہا تو یہ پیچ تلوار لو اور میرا انتقام لیا ہو جائے۔ عبید اللہ نے تلوار لینے کا ارادہ کیا تھا کہ جناب معاویہ نے
ہاتھ بڑھا کے تلوار لے لی اور بسر سے کہا خدا غارت کرے تو کیا بے عقل بڈھا ہے؟ اگر ان کے ہاتھ میں
تلوار آ جاتی تو خونریزی کی ابتدا مجھی سے کریں۔ اس پر عبید اللہ بولے بیشک میں یہی کرتا"

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ بسر دوبارہ ۴۲ھ میں ارض حجاز میں گیا تھا۔ ایک مہینے تک
مدینہ طیبہ میں مقیم رہا۔ جو ملتا اُس سے بازپرس کرتا اور جس کی نسبت سنتا کہ حضرت عثمانؓ پر نرغہ
کرنے میں شریک تھا اُسے زندہ نہ چھوڑتا۔

۴۰ھ میں حضرت علیؓ اور معاویہ کے درمیان طولانی مراسلتوں کے بعد التوائے جنگ
کا اقرار ہو گیا۔ اور قرار پایا کہ ملک عراق حضرت علیؓ کے قبضے میں رہے۔ شام جناب معاویہ
کے قبضے میں۔ اور دونوں میں سے کوئی دوسرے پر حملہ نہ کرے۔

اسی دوران میں حضرت علیؓ کے یہاں ایک بہت افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ
حضرت عبد اللہ بن عباس ناگواری کے ساتھ حکومت بصرہ چھوڑ کے مکہ معظمہ میں چلے گئے
جس کا باعث یہ ہوا کہ حضرت ابن عباس ایک دن ابوالاسود کی طرف سے گزرے جو حضرت
علیؓ کے شاگرد رشید مجتہد علیہ اور اکابر تابعین میں سے تھے۔ ابن عباس کو شاید اُن سے
کچھ ملال تھا کہ اُن کی صورت دیکھتے ہی بولے تم اگر چوپائے ہوتے تو اونٹ ہوتے اور
چرواہے ہوتے تو چراگاہ تک نہ پہونچتے۔ یہ الفاظ ابوالاسود کو گراں گزرے۔ اور حضرت علیؓ
کی خدمت میں اُن کی شکایت کا خط بھیجا جس میں لکھا تھا خدائے عزوجل نے آپ کو حاکم امانت دار
اور رعایا پر سلطنت نگہبان بنایا ہے۔ ہم نے آپ کو آزمائش میں ڈالا اور نہایت امانت دار
پایا۔ آپ رعایا کے حق میں ناصح خیر ہیں۔ اُن کی غنیمت کی آمدنی کو ترقی دیتے ہیں۔ اور اپنے
نفس کو اُن کی دنیا سے روکتے ہیں۔ ان پر احکام جاری کرنے میں اُن سے رشوت
نہیں لیتے۔ مگر آپ کے ابن عم (عبد اللہ بن عباس) نے وہ رقم جو آپ کی اقتداری ہے بغیر
آپ کو خبر کیے تصرف کر لی۔ اور مجھ سے چھپاتے نہیں بنتا۔ خدا آپ پر رحمت کرے توجہ فرمایئے
اور اس بارے میں جو حضرت کی رائے ہو اُس سے مجھے بھی آگاہ فرمایا جائے۔ والسلام۔"

آپ کا جواب۔

جواب میں حضرت علیؓ نے تحریر فرمایا "تم سے لوگ امام اور امت دونوں کے حق میں بشیر خیر اور حق کی طرف لے جانے والے ہیں۔ جو کچھ تم نے لکھا میں نے اس بارے میں ابن عباس کو لکھا ہے۔ مگر اس کی اطلاع نہیں دی کہ تم نے مجھے اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ تم کو چاہیے کہ وہاں جو کچھ واقعات تمہارے سامنے گزریں اُن سے مجھ کو اطلاع دیتے رہو۔ اس لیے کہ اس میں امت کی فلاح ہے۔ تم اس خدمت کے اہل ہو اور اس حق کو ادا کرنا تم پر واجب ہے۔ والسلام۔"

ابن عباس کا جواب۔

ساتھ ہی آپ نے ابن عباس سے جواب طلب کیا۔ انھوں نے لکھا "آپ کو جو اطلاع ملی ہے غلط ہے۔ اور جو کچھ میرے ہاتھ میں دیا گیا ہے اس کا میں محافظ ہوں۔ بدگمانی کرنے والوں کے بیان کو آپ سچ نہ جانیں۔ والسلام۔" یہ خط ملاحظہ فرما کے حضرت علیؓ نے پھر لکھا "مجھے تو بتا کہ تم نے کس قدر جزیہ وصول کیا۔ اور اُس کو کن کن امور اور کن کن کاموں میں صرف کیا۔"

ان کا ناراضی۔

یہ تحریر ابن عباس کو ناگوار گزری۔ لکھا "میں سمجھتا ہوں کہ میری نسبت جو کچھ آپ کو لکھا گیا اور جو الزام مجھ پر عائد کیے گئے اُن کو آپ نے اہم تصور کر لیا۔ لہٰذا جس کسی کو مناسب جانیے اس خدمت پر بھیجیے۔ میں اب یہاں نہ رہوں گا۔ والسلام۔"

رقم بیت المال لے کے چلا جانا۔

یہ خط بھیجتے ہی عبداللہ بن عباس نے اپنے ننہالی رشتہ داروں بنی ہلال بن عامر کو بلوا کے جمع کیا۔ اُن کے سامنے خزانے میں جو کچھ نقد رقم موجود تھی اونٹوں پر لدوا لی۔ اور اُن سب سے کہا "یہ خاص ہمارا مال ہے جس کو ہم نے اس مدت میں جمع کیا۔" یہ کہہ کے اسی وقت چل کھڑے ہوئے۔ عام اہل بصرہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُن کے تعاقب میں چلے کہ خزانے کی رقم کو اُن سے واپس لے آئیں۔ مقام طف تک ابن عباس گئے تھے کہ یہ تعاقب کرنے والے جا پہنچے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابن عباس کے طرفداروں یعنی بنی ہلال نے کہا "جب تک ہم میں سے ایک بھی زندہ ہے کوئی اس روپیہ کو نہیں چھین سکتا۔" ان لوگوں کو فساد پر آمادہ دیکھ کر

ان کے طرفداروں اور عوام بصرہ میں جھگڑا۔

بنی ازد کے سردار صبرہ بن شیمان حدانی نے اپنے لوگوں سے کہا "اے بنی ازد۔ بنی ہلال ہمارے بھائی اور پڑوسی ہیں اور دشمنوں کے مقابلے میں ہمارے یار و مددگار۔ اس رقم میں سے تم کو جو کچھ ملے گا تھوڑا ہی ہے۔ تمہارے حق میں اس مال سے زیادہ مفید خود تمہارے بھائی ہیں۔ لہٰذا اتنی سی ذلیل بات کے لیے جھگڑا نہ مول لو۔" صبرہ کی اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ سب اہل بصرہ واپس چلے آئے۔ مگر بنی تمیم اڑے رہے۔ احنف نے اُن کو بھی روکا۔ اور انھوں نے نہ مانا۔ مگر انجام یہ ہوا کہ اور لوگ بیچ میں آ گئے اور ابن عباس وہ ساری رقم لے کر بہ اطمینان

اور ابن عباس کا مکہ جانا۔

کمینگاہ میں پہونچ گئے۔
مگر افسوس قبل اس کے کہ حضرت علیؓ اس بارے میں کوئی کارروائی کریں، ۱۷ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ کو عبدالرحمٰن ابن ملجم کے حربے نے آپ کی زندگی کی منور شمع ہی گل کر دی۔ اور سارا عالم اسلام تیرہ و تار ہو گیا۔

حضرت علیؓ کی شہادت۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت سرور عالم محمد مصطفےٰ صلعم کی زندگی میں ایک بار حضرت علیؓ ایسے بیمار ہوئے کہ حالت نازک ہو گئی۔ ابوبکرؓ و عمرؓ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں بھی جا بیٹھا۔ اتنے میں خود حضرت رسول اللہ صلعم تشریف لائے اور آپ کے چہرے کے دیکھنے لگے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ تو بچتے نہیں نظر آتے۔ کہا نہیں یہ ابھی نہ مریں گے جب تک رنج و غصے سے بھر نہ جائیں گے وفات نہ ہوگی۔ اور بیمار ہو کے نہیں مریں گے بلکہ مارے جائیں گے۔ چنانچہ خدا نے اس مرض سے شفا دیدی۔

حضرت علیؓ کی پیشین گوئی رسولؐ کی۔

آپ کو بھی اپنے مارے جانے کی اطلاع تھی اپنی ڈاڑھی اور اپنے سر مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے میں جو شقی ترین شخص ہے اس کو اس سے کون روک سکتا ہے کہ ان دونوں کو خون آلود کرے۔ آخر مسلمانوں کی بدنصیبی کی وہ ناقابل برداشت گھڑی جس کی طرف اشارے ہوتے رہتے تھے سر پر آ گئی۔

خود آپ کو اپنے انجام سے آگاہی تھی۔

اس مرتبہ رمضان میں آپ کا معمول تھا کہ ایک رات آپ حضرت حسنؓ کے ساتھ کھانا تناول فرماتے ایک رات حضرت حسینؓ کے ساتھ اور ایک رات ابن جعفر طیار کے ساتھ تین لقموں سے زیادہ نوش نہ فرماتے اور جب کوئی زیادہ کھانے پر اصرار کرتا تو ارشاد ہوتا۔ چاہتا ہوں کہ جس وقت مرنے کا حکم آئے میرا پیٹ پچکا ہوا ہو اور اس کے لیے اب دو ہی ایک راتیں تو رہ گئی ہیں چنانچہ اسی ارشاد کے بعد ایک شب کو رات ختم ہونے سے پہلے ہی آپ پردۂ سفاکانہ حربہ ہو گیا۔

شب شہادت۔

حضرت حسنؓ اس روز تڑکے اٹھے پدر بزرگوار کو دیکھا کہ گھر کے اندر والی مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ سلام پھیر کر آپ نے صاحبزادے کی صورت دیکھی تو فرمایا بیٹا میں نے آج کی رات گھر والوں کو جگاتے بسر کی ہے اس لیے کہ شب جمعہ ہے اور چاندنی کی روشن صبح۔ اسی درمیان میں ایک بار میری آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتا ہوں حضرت رسول خدا صلعم تشریف لائے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت میرے ساتھ کیسی کجرویوں اور

دشمنوں سے پیش آئی فرمایا "تو پھر اُن لوگوں کے حق میں بد دعا کرو"۔ میں نے فوراً بد دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور یہ دعا مانگی کہ "خداوندا مجھے ان لوگوں سے اچھے آدمی دے۔ اور ان کو مجھ سے بدتر حاکم دے۔ دعا مانگتے ہی آنکھ کھل گئی"۔ یہ فرما ہی رہے تھے کہ مؤذن ابن نباج نے آکر مسجد میں صبح کی اذان دی اور آپ فوراً اُٹھ کے مسجد کی طرف چلے اور حضرت حسنؓ آپ کے پیچھے ہو لیے۔

بطخوں کا روکنا

ابھی گھر کے صحن ہی میں تھے کہ بطخوں نے جو پلی ہوئی تھیں آپ کو گھیر لیا اور شور مچانے لگیں۔ لوگ ان کو مار مار کے ہنکانے لگے مگر آپ نے فرمایا "رہنے دو یہ تو رونے والیاں ہیں"۔ یہ فرمانے کے بعد آگے بڑھے اور دروازے سے قدم نکالا ہی تھا کہ سر مبارک پر ابن ملجم کی سم آلود تلوار پڑی۔

ابن ملجم

ابن ملجم کا واقعہ یہ ہے کہ اُن دنوں جبکہ حضرت علیؓ کے ہمراہیوں میں تفرقہ پڑا ہوا تھا کوئی آپ کا طرفدار تھا اور کوئی آپ کا دشمن۔ خوارج آپ اور معاویہ دونوں کو برا سمجھتے تھے۔ جان پر کھیل کھیل کے آپ سے لڑتے اور مارے جاتے تھے۔ اور کوفے والوں میں اندر ہی اندر روز کھچڑیاں پکا کرتی تھیں۔

تینوں سازشی

تین شخص موسم حج میں حطیم کعبہ کے اندر ایک صحبت میں جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک عبدالرحمن ابن ملجم تھا جو مصر کا رہنے والا تھا۔ دوسرا برک بن عبداللہ تمیمی صریمی تھا۔ اس شخص کا نام بعض راویوں کے نزدیک حجاج تھا۔ اور تیسرا عمرو بن بکر تمیمی سعدی۔ یہ تینوں خارجی العقیدہ اور حضرت علیؓ و معاویہ دونوں کے جانی دشمن تھے۔ یہ تینوں آپس میں ملتے ہی اپنے ہم خیالوں کے مارے جانے پر افسوس، لوگوں کی حالت پر تاسف، اور والیوں اور حاکموں کے طرز عمل پر اعتراض کرنے لگے۔ پھر کشتگان نہروان کا ذکر چھیڑا جن کے لیے تینوں نے دعائے رحمت و مغفرت کی۔ اور حسرت کے ساتھ کہا "ایسے لوگوں کے بعد ہم جی کے کیا کریں گے؟ کاش ہم اپنی جانوں کو خدا کی راہ میں بیچ ڈالتے۔ اور اس عہد کے گمراہ اماموں کو قتل کر کے بلاد اسلام کو ان کے شر اور اُن کی آفت و مصیبت سے نجات دلا دیتے"۔

تینوں کے سپرد سفاکانہ فرائض

یہ سنتے ہی ابن ملجم بولا "تو علیؓ کا کام تمام کر دینے کو میں اپنے ذمے لیتا ہوں"۔ برک نے کہا "اور میں معاویہ کے قتل کرنے کا ذمہ دار ہوں"۔ عمرو بن بکر نے کہا "تو پھر عمرو بن عاص کا قتل کرنا میرے ذمے ہے"۔ یہ سفاکانہ تجویزیں اسی صحبت میں قرار پا گئیں اور سب نے باہم عہد و پیمان کیا کہ "عہد شکنی نہ کریں گے۔ جس کا قتل کرنا اپنے ذمے لیا ہے اُسے

کیے چین نہ لیں گے۔ اور اپنی جانیں اسی کوشش کی نذر کردیں گے۔

بعد ازاں تینوں نے اپنی تلواروں کو زہر میں بجھایا۔ اپنا کام پورا کرنے کے لیے رمضان کی ۱۷ تاریخ مقرر کی۔ اور اپنی اپنی خوفناک خدمت انجام دینے کے لیے چل کھڑے ہوئے۔

ابن ملجم کوفے میں

ابن ملجم اسی مقصد سے کوفے میں آیا جہاں اور بھی اس کے بہت سے ہم خیال موجود تھے لیکن ان احباب سے ملا مگر اپنے ارادے کو کسی پر ظاہر نہ کیا۔

قطام

ایک دن بنی تیم الرباب کے چند دوستوں میں بیٹھا ہوا تھا جس قبیلے کے کئی شخص حضرت علیؓ کے مقابلے میں نہروان میں مارے گئے تھے۔ ان لوگوں نے حسرت کے لہجے میں ان مقتولین کا تذکرہ کیا۔ اتفاقاً قطام نامی ایک عورت بھی وہاں تھی جس کے باپ اور بھائی دونوں نہروان میں مارے گئے تھے۔ قطام شکل و صورت کی اچھی تھی اور جوان تھی۔ ابن ملجم اس پر فریفتہ ہوگیا۔ اور اسی وقت نکاح کا پیام دیا۔ اس نے کہا "جب تک میرا کلیجہ ٹھنڈا نہ کروگے تم سے نکاح نہ کروں گی۔" پوچھا "تمھارا کلیجہ کیسے ٹھنڈا ہوگا؟" کہا "تین ہزار کا مہر دو۔ ایک غلام دو۔ ایک خوش گلو لونڈی دو۔ اور علیؓ کو قتل کرو"۔ ابن ملجم نے کہا "امید ہے کہ تم علیؓ کے قتل کرنے کی شرط نکال ڈالوگی"۔ قطام بولی "نہیں۔ یہ شرط تو سب سے مقدم ہے۔ اس کا موقع تو ڈھونڈھ کے پیدا کرو۔ اگر کامیاب ہوگئے تو اپنے اور میرے دونوں دلوں کو ٹھنڈا کرکے میرے ساتھ مزے اڑاؤ گے۔ اور اگر اس کوشش میں مارے گئے تو خدا کے پاس جا کر جو ملے گا وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔"

ابن ملجم کے معین و مددگار

اب ابن ملجم نے اس سیہ روزگار و سنگدل عورت پر اپنا راز کھولا۔ اور کہا "میں تو خدا کی قسم علیؓ کے قتل کرنے ہی کا ارادہ کرکے یہاں آیا ہوں۔ تمھارا سوال پورا کرنا تو میرا ذاتی فرض ہے" قطام نے اس پر خوش ہوکر کہا "تو پھر میں چند ایسے لوگوں کو بلواتی ہوں جو اس کام میں تم کو مدد دیں اور تمھاری پشت پناہی کریں"۔ یہ کہہ کر اس نے وردان نامی اپنے قبیلے کے ایک شخص کو بلایا اور ابن ملجم کا ساتھ دینے پر ابھارا۔ اس نے فوراً ابن ملجم کی رفاقت قبول کرلی۔

اس کے بعد ابن ملجم بنی اشجع کے ایک شخص شبیب بن بجرہ سے ملا اور پوچھا "تمہیں شرف دنیا و آخرت حاصل کرنے کا شوق ہے؟" اس نے کہا "کیوں نہیں؟ مگر کس طرح؟" کہا "علیؓ کو قتل کرکے"۔ شبیب بولا "تجھ پر تیری ماں بین کرے۔ یہ بھلا کیسے بن پڑے گا؟ تو نے تو بڑی سخت اور اہم بات کہی"۔ ابن ملجم بولا "ہم مسجد میں جا کر چھپ رہیں گے۔ اور جیسے علیؓ صبح کی نماز

کے لیے نکلیں گے فوراً حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دیں گے۔ اگر زندہ بچ گئے تو اپنے دل ٹھنڈے کریں گے اور مارے گئے تو ثواب آخرت پائیں گے۔" شبیب نے کہا "علیؓ کے سوا اور کسی کی نسبت یہ ارادہ ہوتا تو آسان ہوتا۔ مگر ان کے متعلق یہ کام مجھے دشوار نظر آتا ہے تم جانتے ہو کہ علیؓ ہی پہلے ایمان لائے۔ ان کے فضائل کیسے کیسے ہیں اور اسلام میں کیسی کیسی مصیبتیں جھیل کر انہوں نے کتنے کتنے بڑے کام کیے ہیں۔ میرا دل تو ان کے قتل کرنے کو نہیں قبول کرتا۔" ابن ملجم بولا "اور کیا تم یہ نہیں جانتے کہ نہروان کے دن انہوں نے خدا کے کیسے کیسے بندوں کو قتل کیا ہے؟" شبیب بولا "ہاں جانتا ہوں۔" ابن ملجم نے کہا "تو اپنے انہیں دوستوں کے انتقام میں ہم علیؓ کو قتل کریں گے۔" یہ آخری خیال سن کر شبیب نے ابن ملجم کی رفاقت قبول کر لی۔

شب مقررہ۔

اسی دن یعنی ۱۷ رمضان کی مقررہ رات آئی۔ صبح کو جمعہ تھا جس وقت تینوں ہم عہدوں نے علیؓ، معاویہ اور ابن عاص کے قتل کرنے کا عہد و پیمان کیا تھا۔ ابن ملجم نے اپنی زہر آلود تلوار لی۔ شبیب اور وردان بھی تلواریں باندھ کر اس کے ساتھ ہوئے۔ اور تڑکے منہ اندھیرے اس دہلیز کے سامنے جا کر بیٹھ گئے جس میں سے حضرت علیؓ برآمد ہونے والے تھے۔ اتنے میں حضرت علیؓ یہ فرماتے ہوئے نکلے "لوگو نماز نماز۔" ساتھ ہی شبیب نے بڑھ کے

حملہ اور حربہ۔

تلوار ماری جو دروازے کے بازو پر پڑی۔ اس کے بعد ہی ابن ملجم کی تلوار آپ کی پیشانی پر پڑی جو دماغ کے اندر تک کاٹ گئی۔ حربہ کرتے ہی ابن ملجم نے چلا کے کہا "علی! حکم خدا کے لیے ہے نہ تمہارے اور تمہارے دوستوں کے لیے۔" وردان کو حربہ کرنے کی ہمت نہ پڑی بھاگا اور سیدھا اپنے گھر میں جا کے دم لیا۔ مگر وہاں اس کا کوئی عزیز آ گیا۔ اس نے گھبراہٹ کا سبب پوچھا تو وردان نے اصل حقیقت بیان کر دی۔ اس کی اس حرکت پر اس عزیز کو ایسا طیش آیا کہ اسی وقت گھر جا کے اپنی تلوار لایا اور اسے مار ڈالا۔

شبیب بھی تڑکے کے اندھیرے میں بھاگا ساتھ ہی لوگوں نے غل مچایا کہ "لینا! لینا!" عویمر نام ایک حضرمی شخص اس کے پیچھے دوڑا اور دو قدم میں اس کے سر پر جا پہنچا۔ تلوار چھین لی اور اسے نیچے پچھاڑا۔ اتنے میں اور لوگ قریب پہنچ گئے۔ حضرمی نے اس اندیشے سے کہ قاتل کی تلوار میرے ہاتھ میں ہے علیؓ پر حملہ کرنے کا شبہ مجھی پر نہ عائد ہو جائے تلوار پھینک دی اور اسے چھوڑ کے بھاگا اور شبیب نہتے ہونے کے باعث اندھیرے میں

وہ اس میں لوگوں کے ہجوم میں سے ہو کر نکل گیا۔

ابن ملجم کی تلوار حضرت علیؓ پر پڑی تو آپ نے فرمایا "دیکھو یہ شخص بچ کے نکل جائے"
حکم پاتے ہی لوگوں نے اسے گھیر کے پکڑ لیا اس کے گرفتار ہو جانے کے بعد حضرت علیؓ
گھر میں واپس تشریف لے گئے اور آپ کے بھانجے یعنی آپ کی ہمشیر ام ہانی کے فرزند جعدہ
ابن ہبیرہ نے مسجد میں نماز پڑھائی۔

ابن ملجم پکڑا گیا۔

بعد ازاں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "اس شخص (ابن ملجم) کو میرے سامنے لاؤ" جب وہ
آپ کے سامنے کھڑا کیا گیا تو اس سے فرمایا "او دشمن خدا کیا میں نے تیرے ساتھ بھلائی نہیں کی تھی؟"
اس نے قبول کیا کہ "ہاں کی تھی" پوچھا "تو پھر تو نے یہ حرکت کیوں کی؟" کہا "میں نے اپنی
تلوار پر برابر چالیس دن تک باڑھ رکھی اور خدا سے دعا کی کہ اس کی مخلوق کا بدترین شخص اس سے
مارا جائے" ارشاد ہوا "تو معلوم ہوتا ہے تو اسی تلوار سے مارا جائے گا کیونکہ بدترین مخلوق اللہ
تو ہی ہے"

ابن ملجم اور حضرت علیؓ میں سوال و جواب

اب آپ نے فرمایا "ایک جان کے عوض میں ایک ہی جان لی جائے اگر میں جاؤں
تو اس شخص کو قتل کرنا اور اسی طرح جس طرح اس نے مجھے مارا ہے اور اگر میں زندہ بچا تو جو
مناسب نظر آئے گا کروں گا" پھر ارشاد ہوا "اے عبدالمطلب کے گھرانے والو یہ نہ ہو کہ
امیر المومنین کے مارے جانے کے خیال سے تم مسلمانوں میں خونریزی کرنے لگو
بجز میرے قاتل کے اور کسی کو نہ قتل کرنا۔ اے حسنؓ دیکھو اگر میں اسی ضرب کے اثر سے
مر جاؤں تو اس شخص کو بھی ایک ہی وار سے قتل کرنا اور اسی وار سے جو اس نے مجھ پر کیا ہے
اس کی ناک کان نہ کاٹنا میں نے رسول خدا صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ چاہے باؤلا کتا ہی کیوں
نہ ہو اس کو مثلہ نہ کرو"

آپ کی وصیتیں۔

آپ یہ وصیتیں فرما رہے تھے ابن ملجم سامنے بندھا کھڑا تھا اور اس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں
آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے غصہ کے ساتھ اس سے کہا "او دشمن خدا!
امید ہے کہ ابا جان اچھے ہو جائیں گے اور کمبخت تو ہی رہے گا" بولا "تو پھر
رو کیوں رہی ہو؟ میری تلوار خدا کی قسم وہ ہے جو میں نے ہزار درہم کو مول لی تھی۔ اور اس کو
ہزار درہم خرچ کر کے زہر میں بجھوایا ہے یہ وار اگر کسی شہر کے سارے آدمیوں پر پڑتا تو سب
کو ٹھنڈا کر دیتا۔ اور ان میں سے ایک بھی نہ بچتا"

ابن ملجم اور حضرت ام کلثوم میں گفتگو

جانشینی کے بارے میں آپ کا ارشاد۔

اتنے میں جندب بن عبداللہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "خدا نہ کرے کہ آپ ہمارے ہاتھ سے جائیں لیکن اگر آپ نہ ہوئے تو ہم آپ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے"۔ فرمایا "نہ میں تمھیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ تمھیں اس سے منع کرتا ہوں۔ تم خود صاحب عقل ہو"۔

فرزندوں کو وصیت۔

اب آپ نے دونوں فرزندوں حسنؓ اور حسینؓ کو سامنے بلایا اور فرمایا "تم کو میں وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرتے رہنا۔ دنیا کی ہوس نہ کرنا چاہے وہ تم کو ملی ہی کیوں نہ جائے۔ ایسی چیز پر رونا جو تمھارے پاس سے چلی گئی۔ سچ بولنا۔ یتیم پر ترس کھانا۔ نقصان اٹھانے والے کی مدد کرنا۔ شکستہ حال کی کاربرآری کرنا۔ ظالم کے دشمن رہنا اور مظلوم کے مددگار۔ جو کچھ کتاب اللہ میں ہے اس پر عمل کرنا اور خدا کے معاملے میں کسی کے برا کہنے کی پروا نہ کرنا۔"

پھر آپ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کی طرف دیکھا اور فرمایا "تمھارے دونوں بھائیوں کو جو میں نے نصیحتیں کی ہیں اُن کو تم نے بھی یاد کر لیا؟" عرض کیا "میں نے یاد کر لیا"۔ ارشاد ہوا "ہاں تمھیں کو انھی نصیحتوں کی تم کو بھی وصیت کرتا ہوں۔ اور یاد رکھو کہ تم اپنے دونوں بڑے بھائیوں کا بہت زیادہ احترام کرنا۔ تم پر اُن دونوں کا حق ہے۔ تم اُن کے معاملے کو رونق دینا۔ اور کوئی امر اُن کے خلاف نہ کرنا"۔ اسی سلسلے میں حضرات حسنینؓ سے فرمایا "میں تم کو بھی اپنے اس فرزند کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ تمھارا بھائی اور تمھارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمھارے باپ کو اس سے محبت تھی"۔

اس کے بعد آپ نے پھر حضرت حسنؓ کی طرف توجہ فرمائی اور کہا "بیٹا! تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ گناہوں سے بچنا۔ نماز کو وقت پر اور زکوٰۃ کو اس کے محل پر ادا کرنا۔ وضو اچھی طرح کرنا کیونکہ بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی۔ یہ بھی میری وصیت ہے کہ لوگوں کے قصور کو معاف کرنا۔ غصہ کو مارنا۔ تعلقات قرابت کو مستحکم کرنا۔ جاہل کے مقابلے میں بردباری ظاہر کرنا۔ دین میں سمجھ کے کام کرنا۔ معاملات میں استقلال دکھانا۔ تلاوت قرآن کی پابندی کرنا۔ پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ اچھی باتوں کا لوگوں کو حکم دینا۔ بری باتوں سے روکنا اور فحش سے احتراز کرنا"۔
پھر اس کے بعد آپ نے اپنی وصیتوں کو قلمبند بھی فرما دیا۔

حالت نازک ہو گئی۔

مگر ساعت بساعت حالت نازک ہوتی گئی اور زہر دماغ و قلب پر اثر کرتا جاتا تھا۔ ابتداءً لوگوں کو امید تھی کہ آپ اچھے ہو جائیں گے مگر آخر میں یاس ہو گئی۔ ۲۱ رمضان ۴۰ھ شب جمعہ کی

وفات۔

صبح کو وار ہوا تھا اُس دن اُس کے بعد ہفتہ کی رات اور دن میں آپ زندہ رہے۔ اتوار یعنی ۱۹ رمضان کی شب کو روحِ پُرفتوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور دم نکلنے کی گھڑی تک برابر کلمہ لا الٰہ الا اللہ زبان پر تھا۔ اور جس خدائے ذو الجلال کے پاس تشریف لیے جاتے تھے اُس کی یاد میں تر زبان تھے۔ بعض لوگ انتقال کی تاریخ ۲۱ رمضان کی شب بتاتے ہیں جیسا کہ فی الحال مشہور ہے۔

تجہیز و تکفین

وفات کے بعد حضرات حسنؓ اور حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا۔ کفن میں تین کپڑے دیے جن میں قمیص نہ تھا۔ حضرت حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں سات تکبیریں کہیں۔

شہادت کے بعد آپ مسجد جامع میں دفن کیے گئے۔ بعض اربابِ سیر نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ قصرِ امارت میں دفن کیے گئے۔ بعضوں نے اس کے علاوہ اور کچھ بیان کیا ہے مگر زیادہ صحیح یہی ہے کہ آپ کی تربت اُسی جگہ (نجف اشرف) ہے جہاں لوگ زیارت کے لیے جاتے ہیں اور اس سے برکت کے طالب ہوتے ہیں۔

قتل ابن ملجم۔

آپ کی وفات کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کو سامنے بلوایا تاکہ پدر بزرگوار کی وصیت کے مطابق اُس پر قصاص جاری کریں اُس نے کہا میں نے خدا کی قسم حطیم کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر عہد کیا تھا کہ جب تک علیؓ اور معاویہ کو قتل کر لوں گا اور کوئی کام نہ کروں گا۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ میں اپنے قول کا کتنا سچا ہوں۔ میری اس خصلت کا لحاظ کر کے اگر آپ پسند کریں تو مجھے معاویہ کے قتل کرنے کے لیے چھوڑ دیں۔ اور میں خدا کو درمیان دے کر آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر معاویہ کو قتل نہ کر سکا تو واپس آ کر اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے دوں گا آپ نے فرمایا خدا کی قسم تو جب تک آتشِ دوزخ کو نہ دیکھ لے گا نہ چھوٹے گا۔ یہ فرما کے آپ نے اُس کو آگے بڑھوایا اور ایک ہی وار میں قتل کر ڈالا جس کے بعد لوگوں نے اُس کی لاش کو چٹائیوں میں لپیٹ کے جلا دیا۔

مرثیے۔

ابوالاسود دؤلی اور بکر بن حسان باہری نے حضرت علیؓ کے مرثیے میں پُراثر نظمیں کہیں اور خوارج بنی مراد کو ابن ملجم کے کام پر فخر و ناز تھا۔ اور اُس کے اس کام کو اپنے قبیلے کے فضائل اور کارناموں میں شامل کرتے۔

اسی سلسلہ میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پھر ان دونوں عہد کرنے والوں کا حال بھی بیان کر دیں جنھوں نے معاویہ اور عمرو بن عاص کے قتل کرنے کو اپنے ذمے لیا تھا۔

برک کا حملہ معاویہ پر۔

اسی ۱۷ رمضان کو برک بن عبداللہ معاویہ کے قتل کرنے کے لیے اُن کی تاک میں جا بیٹھا۔ اور جیسے ہی وہ صبح کی نماز کے لیے گھر سے نکلے تلوار ماری جو اُن کے سُرین پر پڑی اور وہ فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ برک بولا "میرے پاس آپ کے لیے ایک خوشخبری بھی ہے۔ اگر وہ مژدہ سناؤں تو مجھے کچھ نفع ہو سکتا ہے؟" حضرت معاویہ نے کہا "ہاں مل سکتا ہے۔" برک بولا "تو سنیے میرے ایک بھائی نے آج ہی رات کو اسی وقت علیؓ کو مار ڈالا۔" معاویہ نے کہا "ممکن ہے کہ اس سے نہ بن پڑا ہو۔" کہا "یہ ممکن نہیں۔ اس لیے کہ علیؓ کے دروازے پر کوئی دربان نہیں ہے کہ انھیں بچائے۔"

اُن کے زخم کا علاج۔

پھر جناب معاویہ نے اپنے طبیب ساعدی کو بلوا کے زخم دکھایا۔ اُس نے کہا "دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کیجیے۔ یا تو میں لوہا گرم کر کے آپ کے زخم کو داغوں یا آپ کو ایک ایسی دوا پلاؤں جس سے آپ میں آیندہ اولاد پیدا ہونے کی صلاحیت نہ باقی رہے گی۔ مگر ہاں آپ اچھے ضرور ہو جائیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ زخم زہر آلود تلوار کا ہے۔" معاویہ نے کہا "داغنا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکے گا۔ رہا اولاد نہ ہونا تو یہ دو بیٹے یزید اور عبداللہ میرا کلیجا ٹھنڈا کرنے کے لیے کافی ہیں۔" طبیب نے وہ دوا پلائی جس سے زخم اچھا ہو گیا۔ مگر جیسا طبیب نے کہہ دیا تھا پھر آپ کے کوئی اولاد نہیں پیدا ہوئی۔

معاویہ کے انتظامات حفاظت۔

اس واقعہ کے بعد سے جناب معاویہ نے حکم دیا کہ مسجدوں میں مقصورے[۵] بنائے جائیں اور راتوں کو مکان پر پہرہ رہے۔ اور جس وقت وہ نماز پڑھیں اور سجدے میں ہوں کوتوال اوپر تلوار

---

[۵] صدر اول میں نماز کی امامت خود خلیفۂ وقت اپنی ذات سے کرتا تھا اور مختلف ممالک اسلامیہ میں اس کے نائبین جو حکام مقامی ہوتے تھے امامت کرتے تھے۔ جناب معاویہ نے مسجد میں اُن کے لیے مقام مخصوص مقصور کر دیا جس میں بغیر انکی اجازت کے دوسرا شخص داخل نہیں ہو سکتا تھا اور اس کو مقصورہ کہتے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں جب عمر بن عبدالعزیز امیر مدینہ منورہ نے خلیفہ کے حکم سے مسجد نبوی از سر نو تعمیر کرائی تو قبلہ کی جہت میں امام کے لیے محراب بنوائی اور اُسی وقت سے آج تک مسجدوں میں محراب بنانے کا رواج ہو گیا جیسا کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاوائل وغیرہ میں لکھا ہے۔ عربی لغات میں مقصورہ اور محراب دونوں کا ترجمہ مقام امام کہا گیا ہے لیکن دونوں میں فرق ہے۔ مقصورہ وہ مقام ہے جہاں حاکم یا امام مسجد میں ٹھہرا کرتا ہے۔ محراب وہ مقام ہے جہاں امام جماعت کے وقت آگے ہو کر نماز پڑھاتا ہے۔

کھینچے کھڑا رہے چنانچہ کہتے ہیں کہ دول اسلام میں ان چیزوں کو پہلے پہل معاویہ ہی نے ایجاد کیا۔ آپ پر حملہ کرنے والے برک کے انجام کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ اور بعض اہل روایت کا یہ بیان ہے کہ آپ نے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا زندہ چھوڑ دیا تھا تاکہ عبرت روزگار رہے چنانچہ وہ بصرے میں ایک مدت دراز تک زندہ رہا۔ اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔ مگر زیاد نے انہیں کی خلافت کے زمانہ میں اس کی یہ حالت دیکھ کر ایکدن اس سے کہا "مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ تیرے اولاد ہو اور امیر المومنین اس نعمت سے محروم رہیں۔" اور یہ کہتے ہی اُسے مصلوب کرا کے مار ڈالا۔

برک کا انجام

ابن عاص کا خوش قسمتی سے بچ جانا

عمرو بن عاص کو یہ واقعہ پیش آیا کہ اسی ۱۷ رمضان کو عمرو بن بکر ان کی تاک میں بیٹھا۔ اتفاق سے اس رات کو انہیں کچھ سوء ہضم کی شکایت تھی خود نماز کے لیے نہیں برآمد ہوئے بلکہ کوتوال مصر خارجہ بن ابی حبیبہ کو حکم دیا کہ آج تم نماز پڑھا دو۔ خارجہ جیسے ہی نکلے ابن بکر نے تلوار سے ایک ہی وار سے ان کا کام تمام کر دیا۔ فوراً لوگوں نے اُسے گھیر کے پکڑ لیا اور عمرو بن عاص کے سامنے لائے۔ سب نے اُن سے یا امیر کہہ کے خطاب کیا تو ابن بکر چونک پڑا اور پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟" لوگوں نے کہا "امیر مصر عمرو بن عاص۔" پریشان ہو کر پوچھنے لگا تو پھر میں نے کسے قتل کیا؟" کہا گیا کہ "یہاں کے کوتوال خارجہ کو۔" یہ سنتے ہی ابن بکر نے نہایت غصے اور طیش کے ساتھ جناب عمرو بن عاص سے کہا "او فاسق میں نے تو اُسے یہ سمجھ کے قتل کیا تھا کہ تو ہے۔" ابن عاص نے ہاں۔ تو نے میرے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر خدا کو منظور یہ تھا کہ خارجہ مارا جائے۔ یہ کہنے کے بعد عمرو بن عاص نے اس خارجی کو قتل کرا ڈالا۔

پندرہویں فصل

حضرت علیؓ کے حالات اور خصائل و فضائل

نسب اور خاندان۔ خانۂ کعبہ اور ولادت۔ ابوطالب کے ایمان لانے میں اختلاف۔ تاریخ ولادت۔ سب سے پہلے ایمان لائے کبھی بت پرستی نہ کی۔ بستر رسالت پر لیٹنا۔ ورود مدینہ۔ حضرت فاطمہ کے ساتھ نکاح۔ پہلی کنیت ابوالحسن۔ دربار نبوت کا خطاب ابوتراب۔ دوسرے نکاح کا ارادہ۔ اور حضور رسالت کی ناراضی۔ آپ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ رسالت کی رفاقت اور شجاعت۔ غازیان تبوک میں نہ تھے۔ فتح خیبر۔ حضرت رسول کے بھائی۔ اہل عبا اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں۔ واقعہ غدیر۔ حضور رسالت کو آپ سے بے حد محبت تھی۔ آپ کی افضلیت۔ باب علم جبلی باب۔ آپ کی شان میں آیتیں اور حدیثیں۔ آپ کا علم دعائے نبوی کی برکت تھا۔ سنہ ہجری آپ ہی کے مشورہ سے جاری ہوا۔ علم نحو کی ایجاد۔ آپ کی شاعری۔ آپکی فصاحت۔ مواعظ اور نصائح۔ زہد و عبادت اور جمع قرآن۔ علم۔ اتقا۔ صاحبزادی سے محاسبہ۔ تقسیم مال میں عدالت۔ بیت المال میں سے کچھ نہ لیتے تھے۔ حیرت انگیز اتقا۔ سفر ایران۔ علالت۔ گستری۔ اپنے لیے کوئی مکان نہیں بنایا۔ غذا و لباس میں احتیاط۔ اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈالنا۔ بیت المال کی حفاظت۔ ساری دنیا سے بڑے متقی۔ حضرت عمرؓ کا خیال آپکی نسبت۔ آپ کیسے رفقا چاہتے تھے۔ شب شہادت کی فضیلتیں۔ جہاد میں فرشتے دونوں بازوؤں پر رہتے۔ بیت المال میں کچھ نہ چھوڑا۔ آپ کی رجعت کی تردید۔ سن شریف و زمانۂ خلافت۔ حلیۂ مبارک۔ بیویاں اور اولاد۔ ازواج و اولاد کا شمار۔ انگشتری کا نقش۔

نسب اور خاندان — آپ محترم خاندان بنی ہاشم کے نامور رکن اور حضرت رسول خدا صلعم کے چچا کے بیٹے تھے آپ کے والد ابوطالب جن کا اصلی نام عبد مناف تھا اور حضور رسالت مآب کے والد ماجد عبداللہ دونوں عبدالمطلب کے بیٹے اور سگے بھائی تھے آپ کی والدۂ محترمہ فاطمہ بی خاص ہاشمیہ اور اسد بن ہاشم کی بیٹی تھیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے ہاشمی خلیفہ جو ماں باپ دونوں طرف سے ہاشمی تھے حضرت علیؓ ہی تھے۔ ابوطالب نے عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضرت

رسول خدا صلعم کی کفالت اپنے ذمے لی تھی۔ اور آغاز عہد نبوت میں وہی آپ کے مربی و کفیل اور کفار کے مقابلے میں سینہ سپر رہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ کو رسول اللہ صلعم نے بچپن ہی میں ابو طالب کی بعض مجبوریوں کے باعث اپنے آغوش میں لے لیا تھا۔ لہٰذا یوں کہنا چاہیے کہ جناب علی مرتضیٰ آپ کے بھائی بھی تھے اور فرزند بھی تھے۔

خانہ کعبہ میں ولادت۔

علامہ مسعودی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی ولادت خاص خانہ کعبہ کے اندر ہوئی جس پر ایک فارسی شاعر نے خیال آفرینی کی اور خوب کہا ہے کہ

فرزند بخانۂ خدا شد   بادُختِ رسول کتخدا شد

یعنی "خدا کے گھر بیٹا ہوا۔ رسول کی بیٹی سے بیاہا گیا"

ابو طالب کے ایمان لانے میں اختلاف۔

ابو طالب اگرچہ ہر طرح حضرت رسول اکرم کے محافظ و معاون تھے۔ اور سچ یہ ہے کہ نبوت محمدی نے انھیں کے آغوش میں نشو و نما پایا۔ مگر اُن کے ایمان لانے میں اختلاف ہے۔ اہل سنت کے محققین علماء اور ان کا غالب گروہ قائل ہے کہ اگرچہ رسول اللہ صلعم نے بہت چاہا مگر وہ ایمان نہ لائے۔ اور آخر وقت تک یہی کہا کہ "میں اپنے آباو اجداد کے دین پر ہوں"۔ مگر شیعوں کا عموماً اور علمائے اہل سنت میں سے بھی بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ انھوں نے نفس آپ ہی سے پیشتر دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن اس پر سب کو اتفاق ہے کہ حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ فاطمہ ایمان لائیں اور ہجرت مدینہ سے بھی شرفیاب ہوئیں۔

تاریخ ولادت۔

حضرت علیؓ کی تاریخ ولادت اہل سیر نے نہیں بتائی لیکن اس سے ایک حد تک عمر شریف کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ بعثت محمدی کے وقت جبکہ حضرت رسالت کا سن چالیس برس کا تھا آپ بلحاظ اختلاف روایات آٹھ یا نو یا دس سال کے یا اس سے کم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائے۔

سب سے پہلے ایمان لانے والے۔

اکثر لوگ پہلا ایمان لانے والا حضرت صدیقؓ کو بتاتے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ حضور رسالت پر چار شخص قریب قریب ایک ہی وقت ایمان لائے۔ آپ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ۔ آپ کے ابن عم حضرت علیؓ۔ آپ کے غلام زید بن حارثہؓ اور آپ کے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ واقعات کے لحاظ سے یہ قیاس بہت صحیح معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ کی بیوی ایمان لائیں۔ پھر زید بن حارثہؓ۔ اُن کے بعد حضرت علیؓ اور بعد ازاں حضرت صدیقؓ ایمان لائے۔ چونکہ غیروں اور سن رسیدہ صاحب رشد و شعور عمائد مکہ میں پہلے ایمان لانے والے صدیقؓ ہی تھے اور بیوی غلام اور نابالغ فرزند کا ایمان لانا معمولی امر تھا

اس لیے اکابر سلف نے اولیت کا تاج حضرت خلیفہ اوّل کو پہنا دیا۔ مگر یہ اولیت جناب رسول خدا صلعم کے مبعوث ہو جانے کے بعد ایمان لانے کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ مختلف روایتیں بتا رہی ہیں کہ حضرت صدیقؓ آیندہ نبوت کے آثار دیکھ کر اس سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔

کبھی بت پرستی نہ کی

بچپن میں ایمان لانے کی یہ برکت تھی کہ حضرت علیؓ نے کبھی کسی بت کے آگے سر نہیں جھکایا اور نہ کسی بتکدے میں جا کے پوجا کی۔

بستر رسالت پر لیٹنا

جس وقت رسول اللہ صلعم نے اہل مکہ کے جور و تشدد سے عاجز آ کر مکہ کو خیرباد کہی ہے حضرت علیؓ کی عمر تقریباً اٹھارہ برس کی تھی۔ آپ اُن کو اپنے بچھونے پر سلا گئے جن جن لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس تھیں اُن کو حضرت علیؓ کے سپرد کیا اور ہدایت فرمائی کہ وہ امانتیں جن کی ہیں اُن کو واپس فرما کے یا جس کسی کو کوئی پیام پہونچانا ہو اُسے وہ پیام پہونچا کے مدینے میں

درود مدینہ

چلے آئیں۔ رسول اللہ صلعم قبا ہی میں تھے کہ حضرت علیؓ نہایت تکلیف و مشقت کے ساتھ پاپیادہ سفر کر کے آپ سے آملے۔

حضرت فاطمہ کے ساتھ نکاح

ہجرت کے دوسرے سال ماہ مبارک رمضان میں آپ کا عقد رسول اللہ صلعم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی جناب فاطمہ سیدۃ نساء العالمین کے ساتھ ہوا اور اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں رخصتی ہوئی۔ پھر جب بڑے فرزند حضرت حسنؓ پیدا ہوئے تو آپ نے اپنے لیے ابوالحسن کنیت اختیار فرمائی۔ ایک دن کسی بات پر حضرت سیدہ سے خفا ہوئے اور مسجد میں جا کے زمین پر

پہلی کنیت ابوالحسن

لیٹ رہے۔ حضور سرور عالم کو خبر ہوئی تو تشریف لائے اٹھایا اور دیکھا کہ زمین پر لیٹنے سے پنڈے میں مٹی بھر گئی ہے۔ دست مبارک سے مٹی جھاڑتے تھے اور فرماتے تھے اے ابوتراب! اس وقت سے یہ دوسری کنیت دربار نبوت سے ایک معزز خطاب کی شان سے عطا ہوئی جو آپ کو بہت عزیز تھی۔ اور جو کوئی آپ کو اس خطاب سے یاد کرتا خوش ہوتے۔[عہ]

دربار نبوت کا خطاب ابوتراب

دوسرے نکاح کا ارادہ

ایک بار حضرت علیؓ نے جناب سیدہ کی زندگی میں دوسرا عقد کرنے کا ارادہ کیا تھا اور ہشام بن مغیرہ کے خاندان میں نسبت بھی ٹھہر گئی تھی۔ مگر جناب سیدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی آپ سے مشورہ چاہا۔ پھر لڑکی والوں نے جا کر آپ سے پوچھا آپ نے برہمی کے عنوان سے فرمایا۔

عہ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۱۷ عہ صحیح بخاری مطبوعہ نظامی جلد ۲ صفحہ ۸۰۷

میں ہرگز اجازت نہ دوں گا بجز اس کے کہ اگر ابن ابی طالب کا ایسا ارادہ ہو تو میری بیٹی کو طلاق دیدیں اور تمہاری بیٹی سے نکاح کرلیں۔ فاطمہ میرے کلیجے کا ٹکڑا ہے جو چیز اُسے بُری لگتی ہے مجھے بھی بُری لگتی ہے اور جس چیز سے اس کو اذیت ہوتی ہے مجھے بھی ہوتی ہے[۵]" ایک معتبر روایت سے آپ کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں "میں حلال کو حرام یا حرام کو حلال نہیں کرتا لیکن بخدا یہ نہ ہوگا کہ رسول خدا اور دشمن خدا کی بیٹیاں ایک گھر میں جمع ہوں۔" آپ کی اس ناراضی کا یہ نتیجہ ہوا کہ پھر حضرت علیؓ کو اس کی جرأت نہ ہوئی۔

اور حضورِ رسالت کی ناراضی۔

آپ کا شمار اُن دس بزرگانِ اُمت اور مخصوص صحابہ یا رفیقان رسول اکرم میں ہے جن پر آتشِ دوزخ حرام ہوگئی، اور عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔

آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

بدر۔ اُحد۔ خندق۔ خیبر اور تمام غزوات میں آپ حضرت رسالت کے ہمراہ رہے سب سے زیادہ شجاعت دکھائی۔ بڑے بڑے نامور دشمنانِ اسلام کو قتل کیا۔ خوفناک جنگ اُحد میں آپ کے جسم مبارک کو سولہ زخم پہونچے۔ بارہا آنحضرت نے علم آپ ہی کے ہاتھ میں دیا۔ اور کوئی مہم اور کوئی جہاد نہ تھا جس میں رسول اللہ صلعم آپ کو ہمراہ نہ لے گئے ہوں بجز غزوۂ تبوک کے جس میں حضرت رسالت بہت دور اور سب سے زبردست دشمن کے مقابلے پر تشریف لیے جاتے تھے۔ اس موقع پر آپ حضرت علیؓ کو مدینے میں اپنا قائم مقام اور نائب بنا کے تشریف لے چلے تو انھیں سخت ملال ہوا۔ آئے۔ اور عرض کیا "آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟" جواب میں ارشاد ہوا "کیا تمھیں پسند نہیں کہ مجھ سے تم کو وہی نسبت ہو جو موسیٰ سے ہارون کو تھی یہ اور بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

رسالت کی رفاقت اور شجاعت۔

غازیانِ تبوک میں نہ تھے۔

فتح خیبر سے ایک روز پیشتر حضور سرور عالم نے فرمایا "کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اُسے دوست رکھتے ہیں۔" لوگوں نے ساری رات اسی فکر میں کاٹی کہ کل دیکھیں کسے یہ فخر حاصل ہوتا ہے؟ صبح ہوتے ہی آپ نے حضرت علیؓ کو یاد فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ "ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔" فرمایا "بلاؤ تو سہی۔" جیسے ہی حضرت علیؓ تشریف لائے اپنا لعاب دہن آنکھوں میں لگا کے دعائے صحت فرمائی۔ فوراً آنکھیں اچھی ہو گئیں اور آپ کو علم مرحمت ہوا۔

فتح خیبر۔

---

[۵] فتح الباری بشرح حدیث مذکور

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے "علیؓ کو تین فضیلتیں ایسی حاصل ہوئیں کہ میری نظر میں اُن سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہو سکتی۔ اول رسول خدا صلعم کی دامادی۔ دوسرے مسجد نبوی میں اُن کا رہنا۔ تیسرے خیبر کے روز انھیں جھنڈا ملنا۔"

رشتہ رسول سے بھائی۔

مدینہ طیبہ میں پہونچنے کے بعد جب رسول اللہ صلعم نے مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کرایا تو حضرت علیؓ روتے ہوئے آئے اور عرض کیا آپ نے سب کا ایک نہ ایک بھائی قرار دیا مگر مجھے اس نعمت سے محروم رکھا فرمایا "تم تو دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

اہل عبا۔

آیت مباہلہ نازل ہوئی۔ اور قرار پایا کہ مخالف اپنے اہل و عیال اور آپ اپنے اہل و عیال کو لے کر نکلیں تو آنحضرت نے علیؓ و فاطمہ اور اُن کے دونوں فرزندوں حسنؓ و حسینؓ کو اپنی چادر میں لیا اور فرمایا "خداوندا یہ میرے اہل بیت یعنے گھر والے ہیں۔" اس روایت کی بنا پر شیعوں کا اعتقاد ہے کہ اہل بیت عبارت انھیں چاروں بزرگوں سے ہے۔" مگر محققین کا خیال یہ ہے کہ

اہل بیت سے قرآن کریم کی مراد بیبیاں ہیں۔

قرآن مجید میں اہل بیت سے مُراد بیویاں لی گئی ہیں۔ لہٰذا در اصل اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات رسالت تھیں۔ مگر اس موقع پر ان چاروں بزرگوں کو بھی آپ نے اُن میں شامل فرمالیا۔

واقعۂ غدیر۔

حجۃ الوداع سے واپس ہوتے وقت رسولِ خدا صلعم کو غدیر نام ایک تالاب یا چشمہ پر معلوم ہوا کہ بعض منافقین مدینہ حضرت علیؓ کے خلاف ہیں۔ آپ نے فوراً خطبے کے طور پر فرمایا "جس کا میں دوست ہوں اُس کے علیؓ دوست ہیں۔ خداوندا جو اُن کا دوست ہو اُسے تو دوست رکھ اور جو اُن کا دشمن ہو اُسے تو دشمن رکھ۔"

حضور رسالت کو آپ سے بے حد محبت تھی۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ بچپن سے آپ کے آغوش میں رہنے۔ ہمیشہ سعادت مندانہ اطاعت کرنے۔ بے نظیر شجاعت دکھانے اور سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی کے شوہر ہونے کے باعث جناب رسول خدا صلعم کو حضرت علیؓ سے بے انتہا محبت تھی۔ چنانچہ ایک بار فرمایا "علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں۔" اور اکثر فرمایا کرتے "جس نے علیؓ کو اذیت پہونچائی مجھے پہونچائی۔ جس نے علیؓ کو بُرا کہا مجھے برا کہا۔ جسے علیؓ سے محبت ہے مجھ سے ہے۔"

اسی محبت کا یہ بھی تقاضہ تھا کہ حضرت اُم المومنین اُم سلمہ فرماتی ہیں "جب رسول اللہ صلعم کو غصہ ہوتا تو بجز علیؓ کے کسی کو آپ سے بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔"

حضرت عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "دنیا میں شقی ترین دو شخص ہیں۔ ایک وہ جس نے ناقۂ صالح کی کوچیں کاٹی تھیں اور دوسرا وہ جو علیؓ کو قتل کرے گا۔"

آپ کی فضیلت

اسی بنیاد پر امام احمد بن حنبل کا یہ قول مشہور ہے کہ جتنی فضیلتیں حضرت علیؓ کی ثابت ہیں صحابہ میں سے کسی کو نہیں نصیب ہوئیں۔

صحیح احادیث کی رو سے علم میں دو بزرگ ممتاز ثابت ہوئے ہیں۔ ایک حضرت عمر فاروقؓ اور دوسرے علی مرتضیٰؓ۔ حضرت علیؓ کی نسبت ارشاد ہوا کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا باب (دروازہ) ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کے صحیح ہونے میں محدثین کو شک ہے مگر اس باب کے لفظ نے اسلام کی پہلی صدی میں بھی ایک جعلی باب پیدا کیا تھا اور آخری زمانے میں بھی ایک دوسرا باب پیدا ہو گیا جس کی طرف فرقہ بابی منسوب ہے۔ یہ دونوں اپنے آپ کو حضرت علیؓ کا مظہر بتاتے تھے۔

باب علم۔
جعلی باب

آپ کی شان میں آیتیں اور حدیثیں

حضرت ابن عباس نے ارشاد فرمایا کہ علیؓ کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئیں۔ اور محدثین کا بیان ہے کہ آپ کے بارے میں پانچ سو چھیاسی حدیثیں مروی ہیں جن کو اکابر سلف میں سے حضرات حسنؓ حسینؓ۔ ابن مسعود۔ ابن عمر۔ ابن عباس۔ ابن زبیر۔ ابو موسیٰ اشعری۔ ابو سعید خدری۔ زید بن ارقم۔ جابر بن عبداللہ۔ ابو امامہ۔ ابو ہریرہ۔ اور محمد بن حنفیہ نے روایت کیا ہے۔

آپ کا علم دعائے نبوی کی برکت کا نتیجہ تھا۔

رسول خدا صلعم نے آپ کو والی یمن بنا کے روانہ فرمایا تو آپ نے اپنی نوعمری و ناتجربہ کاری کی شکایت کی۔ رسول اللہ صلعم نے یہ سنتے ہی آپ کے سینے پر ہاتھ مارا اور دعا کی "خداوندا! ان کے دل کی ہدایت کر۔ اور ان کی زبان میں استقامت پیدا کر۔" آپ کے علم کا باعث دراصل یہی معجزۂ نبوت تھا جس کے ذریعے سے خدا نے آپ کے دل کو روشن اور سینے کو محرم اسرار علوم بنا دیا۔ اس واقعے کے بعد آپ ہر امر کا بے تکلف فیصلہ کر دیتے۔ اور اپنے فیصلہ کا پورا وثوق اور یقین ہوتا۔

سنہ ہجری آپ ہی کے مشورے سے جاری ہوا۔

اسی کی برکت تھی کہ صحابہ علی العموم آپ کو سب سے اچھا قاضی تسلیم کرتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ تک کو اعتراف تھا کہ دنیا میں بہترین قاضی آپ ہیں۔ حضرت عمرؓ کو جب ایک اسلامی حساب سنین قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت علیؓ ہی کے مشورے سے ہجرت مدینہ کو آغاز ترقی اسلام قرار دے کر سنہ ہجری جاری فرمایا۔[1]

علم نحو کی ایجاد

علم کے بارے میں آپ کی اس قدر شہرت ہے کہ عوام میں تقریباً تمام علوم کی ایجاد آپ ہی کی جانب منسوب کر دی گئی ہے۔ یہ تعمیم اگرچہ قابل اعتبار نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ نحو زبان عرب کی

[1] انسائکلوپیڈیا آف اسلام۔ حالات حضرت علیؓ۔

بنیاد آپ ہی سے پڑی۔ آپ کے شاگرد رشید ابوالاسود دؤلی کہتے ہیں "ایک دن میں نے آپ کو متفکر پایا سبب دریافت کیا تو ارشاد ہوا میں دیکھتا ہوں کہ یہاں کے لوگ غلط زبان بولنے لگے ہیں۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ چند اصول مدوّن کر دوں"۔ عرض کیا اس سے کیا بہتر ہو سکتا ہے، ہماری زبان غارت ہونے سے بچ جائے گی"۔ پھر تیسرے روز میں حاضر ہوا تو آپ نے چند لکھے ہوئے قواعد مرحمت فرمائے جو حسب ذیل تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سارا کلام یا اسم ہے یا فعل یا حرف۔ اسم کسی مسمی سے خبر دیتا ہے فعل مسمی کی حرکت سے خبر دیتا ہے اور حرف ایسے مافی الضمیر سے خبر دیتا ہے جو نہ اسم ہو نہ فعل۔ یہ تحریر عطا فرما کے ارشاد ہوا کہ اس پر غور کرو اور اس کو بڑھاؤ"۔

ابوالاسود نے آپ کے حکم کے بموجب اس اصول کو غور و خوض سے بڑھانا شروع کیا جو کچھ خیال میں آتا اس کو قلمبند کرتے اور پھر آپ کو لے جا کے سناتے چنانچہ کہتے ہیں میں نے حروف نصب سنائے تو وہ صرف اِنَّ۔ اَنَّ۔ لیتَ۔ لعَلَّ۔ کَاَنَّ تھے۔ ارشاد ہوا تم نے لکِنَّ کو کیوں چھوڑ دیا؟ میں نے حسب الارشاد اس کو بھی شامل کر دیا"۔

آپ کی شاعری

آپ شعر بھی فرماتے تھے۔ اور آپ کی جانب بہت سے اشعار منسوب ہیں۔ امام شعبی کہتے ہیں۔ ابوبکرؓ شعر کہتے تھے۔ عمرؓ شعر کہتے تھے۔ عثمانؓ شعر کہتے تھے۔ اور سب سے بڑے شاعر علیؓ تھے۔ چنانچہ آپ کے اشعار کا ایک دیوان بھی مرتب ہو کے شائع ہو گیا۔ مگر ان میں سے ایک شعر کا بھی آپ سے بہ سند متصل صحیح ثابت کرنا غیر ممکن ہے۔ ان کو پڑھ کے فصاحت و بلاغت کا فائدہ جس قدر چاہے اٹھا لیا جائے۔ مگر ان سے کوئی فقہی شرعی استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

آپ کی خطابت

یہی حال خطبوں کا ہے۔ آپ نہایت ہی فصیح البیان اور قادر الکلام تھے اور عالمانہ انداز سے منبر پر کھڑے ہو کر تقریر فرماتے تھے۔ مورخین نے آپ کے بہت سے خطبات نقل کیے ہیں جن کا شمارہ ۴۸ کو پہونچ گیا ہے۔ وہ سب فی البدیہہ اور برجستہ ادا کیے گئے ہیں اور رواۃ کی فصاحت و بلاغت کے بے نظیر نمونے ہیں۔ مگر جن لوگوں کی نظر احادیث میں وسیع ہے اور جنہوں نے عرب العرباء کے بے تکلف کلام کو بہ کثرت مطالعہ کیا ہے سمجھ سکتے ہیں کہ اُن میں بہ نسبت عہد رسالت کی سادگی کے عہد متاخرین کی وقت پسندی زیادہ ہے۔ محدثین کی تحقیق اور پرکھ میں وہ بھی پورے نہیں اتر سکتے مگر مجموعی طور پر اس امر کے تسلیم کرنے میں تامل نہیں ہو سکتا کہ آپ اس دور کے تمام لوگوں سے زیادہ فصیح اور ادبی کمال میں لاثانی تھے۔

مواعظ و نصائح

آپ کے مواعظ و نصائح کا بھی ایک ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ وہ سب اخلاق حسنہ کے عدیم المثال سبق ہیں۔ کسی نے پوچھا۔ اچھے لوگ کون ہیں؟ ارشاد ہوا جو احسان کرتے وقت خندہ جبیں رہیں۔ غلطی ہو جائے تو معافی مانگیں۔ آزمائش میں پڑیں تو صبر کریں اور غصہ آئے تو معاف کریں۔[1] مگر یہ تمام مواعظ بھی اسناد صحیحہ سے نہیں ثابت ہو سکتے۔

زہد و عبادت اور جمع قرآن

ان علمی کمالات کے علاوہ آپ بہت بڑے عابد و زاہد۔ متقی و پرہیزگار اور خدا رس عالم تھے قرآن مجید کے جمع کرنے والوں میں بھی آپ شمار کئے گئے ہیں چنانچہ آپ نے قرآن مجید حضور رسالت کو سنایا۔ بعد ازاں ابوالاسود دؤلی۔ ابو عبدالرحمن سلمی۔ اور عبدالرحمن بن ابی لیلے نے وہی قرآن آپ کو سنایا۔

علم

ابن عباس کا قول تھا کہ دنیا کا سارا علم پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ان میں سے چار حصے اکیلے علیؓ کو ملے۔ باقی ماندہ ایک حصہ سب لوگوں کو ملا۔ اور اس میں بھی حضرت علیؓ ان کے ساتھ شریک رہے۔

اتقا

آپ کے اتقا کی یہ حالت تھی کہ مجال نہ تھی بیت المال میں سے ایک حبہ بھی کسی غیر مستحق کو مل جائے۔ اس بارہ خاص میں لوگوں سے سخت محاسبہ فرماتے اور حضرت ابن عباسؓ سے اسی بات پر بگڑ گئی جیسا کہ پیشتر ذکر ہو چکا ہے۔

آپ کے عہد میں بیت المال کے داروغہ اور خزانچی رسول خدا صلعم کے غلام ابو رافع تھے۔

صاحبزادی سے محاسبہ

ایک روز حضرت علیؓ نے گھر میں دیکھا کہ آپ کی ایک صاحبزادی بنا چنا کے سنواری گئی ہیں۔ سارے زیور کے ساتھ آپ نے انھیں ایک موتی پہنے دیکھ لیا اور پہچان گئے کہ وہ بیت المال کی ملکیت ہے پوچھا یہ موتی اسے کیونکر ملا۔ معلوم ہوتا ہے اس نے بیت المال سے چرا لیا۔ اور چوری کی سزا دینے یعنی ہاتھ کاٹنے کو تیار ہو گئے۔ ابو رافع نے جب دیکھا کہ آپ اپنے ارادے سے باز نہیں آتے تو عرض کیا امیر المومنین یہ ان صاحبزادی کا نہیں بلکہ میرا قصور ہے۔ میں نے فقط زینت کے لئے لا کے پہنا دیا تھا۔ ارشاد ہوا۔ میں نے جب فاطمہؓ سے عقد کیا ہے تو بجز مینڈھے کی کھال کے ہمارے پاس کوئی بچھونا نہ تھا۔ اسی پر ہم سوتے۔ اسی پر اون کو پانی لانے والے

---

[1] مروج الذہب مسعودی۔ حالات حضرت علیؓ۔

[2] تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۱۷

اونٹوں کو دانہ چارہ دیتے اور بجز خود فاطمہؓ کے ہمارے پاس کوئی اور کام کرنے والا نہ تھا"۔

تقسیم مال میں عدالت۔

عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اصفہان سے حضرت علیؓ کے پاس کچھ دولت آئی۔ آپ نے اس کو سات حصوں پر تقسیم فرمایا اگر اتفاق سے اس میں ایک روٹی بھی بچتی تو اس کے سات ٹکڑے کرواتے۔ پھر اپنی فوج کے افسروں کو بلا کے قرعہ ڈالا۔ اور جو حصہ جس کے نام نکلا اس کو عطا فرمایا۔

بیت المال سے کچھ نہ لیتے تھے۔

ہارون بن عنترہ بھی اپنے والد کی زبانی ایک نقل بیان کرتے تھے کہتے تھے کہ انھوں نے کہا "حضرت علیؓ قصر خورنق میں تھے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جاڑوں کا موسم تھا۔ نہایت سخت سردی پڑ رہی تھی۔ آپ فقط ایک پرانی چادر اوڑھے تھے اور مارے سردی کے کانپ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا "امیر المومنین یہ مال جو ملکوں سے آتا ہے اس میں آپ کا اور آپ کے خاندان کا بھی حق ہے مگر آپ اپنے نفس پر ایسا ظلم کر رہے ہیں"۔ فرمایا "میں نے خدا کی قسم تمھاری کوئی چیز نہیں لی۔ یہ میری وہی چادر ہے جس کو میں مدینے سے اوڑھے ہوئے آیا تھا"۔

حیرت انگیز اتقا۔

یحییٰ بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے عمرو بن سلمہ کو حاکم اصفہان مقرر فرمایا تھا وہ وہاں سے آئے تو بیت المال میں داخل کرنے کے لیے کچھ مال ساتھ لائے اس میں شہد اور گھی سے بھری ہوئی چند مشکیں بھی تھیں۔ آپ کی صاحب زادی حضرت ام کلثوم نے ان کے پاس آدمی بھیج کر ان میں سے دو ایک مشکیں منگوا لیں۔ جب وہ مال خزانے میں داخل کیا گیا تو آپ نے مشکوں کو گنا اور فہرست کی رو سے کم پائیں۔ فوراً عمرو سے جواب طلب کیا۔ انھوں نے ٹالا اور عرض کیا "میں ان کو پھر حاضر کر دوں گا"۔ آپ نے اصرار کے ساتھ پوچھا کہ جب وہ تمھارے ساتھ آئی تھیں تو پھر آخر کیا ہوئیں؟" مجبوراً انھوں نے حقیقت حال عرض کی۔ اور آپ نے فوراً آدمی بھیج کر وہ مشکیں صاحب زادی کے پاس سے منگوائیں منگوانے کے بعد دیکھا تو ان میں کچھ گھی اور شہد کم تھا۔ اسی وقت تاجروں کو بلوا کے کمی کا اندازہ کرایا اور معلوم ہوا کہ تین درہم کی قیمت کا مال کم ہے فوراً آدمی بھیج کر تین درہم صاحب زادی سے منگوا کر اس مال میں شامل کیے۔ اس کے بعد اس کو مستحقین میں تقسیم فرمایا۔

سفر ایران۔

عدالت گستری۔

ایک بار آپ نے ایران کا سفر کیا۔ ہمدان سے روانہ ہوئے تو راہ میں دو شخصوں کو باہم لڑتے دیکھا۔ دونوں کو چھڑا دیا اور آگے بڑھے۔ یکایک کان میں آواز آئی کہ کوئی شخص فریاد کر رہا ہے۔ "خدا کے لیے کوئی میری مدد کرے"۔ جدھر سے آواز آئی تھی فوراً ادھر کا رخ کر دیا اور پکار پکار کے

فرماتے جاتے تھے "تمہاری مدد آگئی"۔ موقع واردات پر پہونچ کے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے الجھا ہوا ہے۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی کہنے لگا امیر المومنین میں نے اس شخص کے ہاتھ سات درہم کا کپڑا بیچا تھا اور شرط کرلی تھی کہ کھوٹے اور ٹوٹے درہم نہ لوں گا۔ اب یہ ناقص درہم دے رہا ہے میں نے ان کے لینے سے انکار کیا اور اس کا دامن پکڑ لیا اس پر بگڑ کے اُس نے مجھے ایک تھپڑ مارا۔ آپ نے دوسرے شخص سے پوچھا تو اُس نے بھی اس بیان کی تصدیق کی۔ آپ نے خریدار سے کہا "تم شرط پوری کرو"۔ حکم ہوتے ہی اُس نے رقم دیدی۔ تب آپ نے دوسرے سے کہا "اب تم اس سے تھپڑ کا قصاص (بدلہ) لو"۔ اس نے عرض کیا تو کیا امیر المومنین میں معاف نہیں کرسکتا؟ فرمایا "اس کا تمہیں اختیار ہے"۔ بعد ازاں آپ نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس تھپڑ مارنے والے کو گرفتار کرلو۔ اور جب گرفتار کرلیا گیا تو اُسے ایک شخص کی پیٹھ پر چڑھوا کے آپ نے پندرہ دُرّے لگوائے۔ اور حاضرین کی طرف دیکھ کر فرمایا "یہ سزا اس کی ہے جو کسی کی آبروریزی کرے"۔

سفیان ثوری کا قول ہے کہ حضرت علیؓ نے عمارت کے لیے کوئی کچی یا پکی اینٹ اینٹ پر نہیں رکھی اور نہ کوئی نرکل نرکل پر رکھا۔ یعنے نہ کوئی کچا یا پکا مکان تعمیر کیا نہ کوئی چھپر بنایا۔

اور آپ کے کھانے کے لیے غلہ تھیلے میں بھر کے مدینے سے لایا جاتا تھا۔

آپ نے ایک بار اپنی ایک تلوار بیچنے کے لیے بازار میں بھیجی۔ اور فرمایا "اگر میرے پاس ازار کی قیمت کے لیے چار درہم موجود ہوتے تو میں اس تلوار کو نہ بیچتا"۔ بازار سے کرتا خرید کر پہنتے اگر آستینیں ہاتھ سے لانبی ہوتیں تو اُسے ہاتھ کے برابر رکھ کر باقی کو پھاڑ دیتے۔ جس تھیلے میں آپ کے کھانے کے جو رہتے تھے اس پر ہمیشہ مہر لگا دیا کرتے اور فرماتے "مجھے پسند نہیں ہے کہ جو چیز میرے پیٹ میں جاوے اس کی حالت کا پورا پورا علم مجھے نہ ہو"۔

ایک بار لوگوں نے دیکھا کہ آپ ایک درہم کے چھوہارے خرید کر خود ہی لادے لیے جاتے ہیں۔ عرض کیا امیر المومنین۔ اس بوجھ کو ہم لوگ نہ پہونچا دیں؟ فرمایا "عیال والے کو اپنا بوجھ خود ہی اٹھانا چاہیے"۔

بیت المال کے مکان میں آپ خود اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیا کرتے اور وہیں اکثر نماز پڑھتے۔ مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی گری پڑی چیز رہ گئی ہو تو آپ ہی کے ہاتھ پڑے۔ اور دوسرے یہ کہ مسلمان جان لیں کہ آپ نے اس میں کچھ بچا نہیں رکھا ہے۔

یہی واقعات تھے جن کی بنا پر خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے سامنے ایک بار ذکر ہوا تو کہا

دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ متقی علیؓ بن ابی طالب تھے۔"

عمرو بن میمون کا بیان ہے کہ "جب حضرت عمرؓ پر کاری حربہ ہوا۔ آپ نے خلافت کو چھ بزرگوں میں دائر کر دیا۔ اور لوگ آپ کے پاس سے نکل کے گئے تو آپ فرمانے لگے "اگر لوگ اس شخص کو جس کا سر بالوں سے صاف ہے (حضرت علیؓ کو) خلیفہ بنائیں تو یہ انھیں ٹھیک راستے پر لے جائے گا۔" یہ الفاظ سن کر ان کے فرزند عبداللہ نے عرض کیا "تو پھر امیر المومنین آپ وصیت کر کے خلافت کو ان کے نامزد کیوں نہیں کر دیتے؟" ارشاد ہوا "مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ زندگی میں بھی ذمہ دار رہا اور مرنے کے بعد بھی ذمہ دار رہوں۔"

آپ کیسے رفقا چاہتے تھے۔

حضرت علیؓ ایک بار مدائن میں تھے۔ دروازے پر دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم لگا ہوا ہے۔ اپنے غلام قنبر سے دریافت فرمایا "یہ کون لوگ ہیں؟" عرض کیا "امیر المومنین آپ کے شیعہ اور جاں نثار ہیں۔" ارشاد ہوا "مگر یہ کیا بات ہے کہ میں ان میں اپنے شیعوں کی علامتیں نہیں پاتا۔" پوچھا "وہ علامتیں کیا ہیں؟" فرمایا "یہ کہ پیٹ بھوک سے پچکے ہوں ہونٹ پیاس سے خشک ہوں اور آنکھیں رونے سے چندھی ہوئی ہوں۔"

شب شہادت کی فضیلتیں۔

جب ابن ملجم کاری وار آپ کا کام تمام کر چکا تو آپ کے بڑے فرزند حضرت حسنؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا "تم نے ان بزرگ کو آج کی رات قتل کیا۔ یہ ایسی رات ہے جس میں قرآن اترا تھا۔ اسی رات کو مسیح آسمان پر گئے تھے۔ اسی رات کو یوشع بن نون مارے گئے تھے۔ بخدا کوئی شخص جو آپ سے پہلے تھا آپ پر سبقت نہیں لے گیا اور نہ آپ کے بعد کوئی شخص آپ کا درجہ پا سکتا ہے۔ خدا کی قسم رسول خدا صلعم علیؓ کو کسی جنگی مہم پر روانہ فرماتے تو جبریل داہنے بازو پر اور میکائیل بائیں بازو پر ان کے ہمراہ رہتے۔ خدا کی قسم علیؓ نے سونا یا چاندی کچھ نہیں چھوڑا بجز آٹھ سو یا سات سو دیناروں کے جو ایک غلام کی قیمت کی بابت ہیں۔"

چھ سو درہم ترکہ چھوڑا۔

آپ کی رجعت کی تردید۔

عمرو بن اصم کہتے ہیں "حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد میں نے حضرت حسنؓ سے پوچھا "شیعہ کہتے ہیں کہ قیامت آنے سے پیشتر آپ پھر زندہ ہوں گے۔" فرمایا "جھوٹے ہیں۔ اگر ہم ایسا جانتے تو نہ آپ کی بیویوں کا کسی کے ساتھ نکاح کرتے اور نہ آپ کا ترکہ تقسیم کرتے۔" اس وقت کے بعض شیعوں کا یہی اعتقاد تھا جس کی حضرت حسنؓ نے تردید فرمائی۔ جابر بن زید جعفی اسی گروہ اور اسی عقیدے کے بانیوں میں تھا۔

سن شریف بوقت وفات۔

آپ کی عمر میں اختلاف ہے بعض ۶۳ سال کی اور بعض ۵۸، ۵۹ یا ۶۵ سال کی بتاتے ہیں۔

خلافت کا زمانہ تین مہینے کم پانچ سال تھا۔

حلیہ مبارک

حلیہ مبارک یہ تھا کہ رنگت گندم گوں سانولہ پن لیے ہوئے۔ چندیا بالوں سے صاف۔ داڑھی نہایت سفید نورانی اور لمبی چوڑی جو دونوں شانوں تک پھیلی رہتی۔ سینے اور سارے بدن پر بالوں کی کثرت۔ موٹی موٹی کلائیوں اور پنڈلیوں کے پٹھے اور عضلات خوب گداز۔ کمر چوڑی اور توند نکلی ہوئی۔ قد جھکتے ہونے کے قریب یعنے پستہ قامتی سے کسی قدر نکلتا ہوا اور نہایت خوش رو تھے اور خضاب نہیں لگاتے تھے اور جب دیکھیے مسکراتے نظر آتے۔

بیویاں اور اولاد

حضرت علیؓ کی بیویوں حرموں اور اولاد کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ بیویوں میں سب سے پہلی جناب رسول خدا صلعم کی چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا تھیں جن کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ سارے عالم کی عورتوں کی سردار ہیں۔ جب تک وہ زندہ رہیں آپ نے کوئی دوسرا عقد نہیں کیا۔ اور ایک بار ارادہ کیا بھی تو جناب رسول اللہ صلعم نے اجازت نہ دی۔ اُن کے بطن سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ صاحبزادے حضرات حسنؓ حسینؓ اور محسنؓ تھے جناب محسن بچپنا ہی میں والدین کو داغ دے گئے۔ اور صاحبزادیاں حضرت زینب کبریٰ اور حضرت ام کلثوم کبریٰ تھیں۔ حضرت فاطمہؓ نے رسول خدا صلعم کی وفات کے تین یا چھ مہینے بعد سفر آخرت فرمایا۔ حضرت علیؓ تنہائی سے بہت پریشان ہوئے۔ اور اسی وقت سے آپ نے دوسری شادیوں کا ارادہ کیا۔

چنانچہ ام البنین بنت حرام کلبیہ سے عقد فرمایا اور اُن کے بطن سے عباس۔ جعفر۔ عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے۔ یہ سب حضرت حسینؓ کے ساتھ میدان کربلا میں مارے گئے اور اُن میں سے بجز عباس کے کسی کی نسل بھی باقی نہیں رہی۔

پھر آپ نے لیلیٰ بنت مسعود بن خالد نہشلیہ تمیمیہ سے عقد کیا۔ اُن کے بطن سے عبیداللہ اور ابوبکر پیدا ہوئے۔ یہ دونوں فرزند بھی میدان کربلا میں مارے گئے۔ بعض اہل روایت کا بیان ہے کہ ان میں سے عبیداللہ کو مختار نے مقام مذار میں قتل کیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان دونوں فرزندان علیؓ کی نسل باقی نہیں رہی۔

بعد ازاں آپ نے اسماء بنت عمیس خثعمیہ سے نکاح کیا۔ یہ پہلے حضرت جعفر طیار کی بیوی تھیں۔ اور اُن سے اولاد بھی موجود تھی۔ پھر ان کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عقد میں لیا۔ اُن کے نطفے سے محمد بن ابی بکر صدیقؓ پیدا ہوئے۔ بعد ازاں حضرت علیؓ نے نکاح کیا اور

محمد بن ابی بکرؓ نے آپ ہی کے آغوش میں نشو و نما پایا۔ آپ سے بھی اُن کے دو فرزند ہوئے جن کے نام محمد اصغر اور یحییٰ ہیں۔ ان دونوں کی نسل منقطع ہو گئی۔ محمد اصغر کی نسبت بعض اہل سیر کا بیان ہے کہ ایک حرم کے بطن سے تھے۔ اور معرکہ کربلا میں مارے گئے۔ بعض کا بیان ہے کہ عون نام ایک اور صاحب زادے بھی اسماء بنت عمیس کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

امامہ بنت ابی العاص بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس سے بھی آپ نے عقد کیا جن کی والدہ ماجدہ رسول خدا صلعم کی صاحب زادی زینب تھیں۔ اُن کے بطن سے محمد اوسط پیدا ہوئے۔

محیاۃ بنت امراء القیس بن عدی کلبیہ کے ساتھ بھی آپ کا عقد ہوا۔ ان کے بطن سے ایک صاحب زادی پیدا ہوئیں جو بچپن میں قضا کر گئیں۔ یہ ننھی بچی اکثر مسجد میں نکل کے آتی۔ لوگ پوچھتے تمھارے ماموں کون لوگ ہیں؟ اور وہ بچپن کی توتلی زبان سے جواب دیتی۔ وہ وہ یعنے کلب۔

ایک بیوی آپ کی اُم سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفیہ تھیں۔ اُن کے بطن سے تین صاحبزادیاں اُم الحسن۔ رملہ کبریٰ۔ اور اُم کلثوم پیدا ہوئیں۔

آپ کے نامور فرزند محمد بن حنفیہ آپ کی ایک حرم خولہ بنت جعفر بن قیس کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک سیہ فام سندھی الاصل لونڈی تھیں جو پیشتر بنی حنیفہ کے قبضے میں تھیں یمامہ کی فتح میں جو غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئی اُس میں وہ بھی آئیں اور خوش نصیبی سے حضرت علیؓ کی حرم بنیں۔ اور چونکہ وہ چند روز بنی حنیفہ میں رہی تھیں اس لیے حنفیہ مشہور ہو گئیں۔[1]

ایک حرم آپ کی صہبا بنت ربیعہ تغلبیہ تھیں۔ یہ بیوی اُن اسیروں میں سے تھیں جن کو خالد بن ولید عین التمر میں سے گرفتار کر لائے تھے۔ ان کے بطن سے عمر بن علیؓ اور رقیہ بنت علیؓ پیدا ہوئے۔ آپ کے یہ فرزند عمر ۸۵ برس کے ہو کر مرے جس کے باعث حضرت علیؓ کا آدھا ترکہ اُن کے قبضے میں آیا اور انھوں نے مقام ینبوع میں وفات پائی۔

آپ کی اور بہت سی صاحب زادیوں کے نام بھی بتائے گئے ہیں جو مختلف حرموں کے

---

[1] معارف ابن قتیبہ۔ حالات حضرت علیؓ۔

پیٹ سے پیدا ہوئیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ اُم ہانی۔ میمونہ۔ زینب صغریٰ۔ رملہ صغریٰ۔ اُم کلثوم صغریٰ فاطمہ۔ امامہ۔ خدیجہ۔ اُم الکرام۔ اُم سلمہ۔ اُم جعفر۔ جمانہ۔ اور نفیسہ۔

ازواج و اولاد کا شمار۔

ازواج و اولاد کی جو تفصیل ہم نے اوپر بتائی اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سات بیویوں سے آپ نے عقد کیا۔ اور متعدد حرمیں تھیں جن میں سے صرف دو کا نام معلوم ہے۔ اور ان سب کے بطن سے خدا نے آپ کو پندرہ بیٹے اور بیس بیٹیاں عطا فرمائی تھیں۔

انگشتری کا نقش

حضرت علیؓ ایک چاندی کی انگوٹھی پہنے رہتے جس پر کندہ تھا "نعم القادر اللہ"۔

باب ہفتم

خلافت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ

پہلی فصل

مسند امامت پر جانشینی اور آپ کا خلافت سے دستبردار ہونا

حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت۔ بیعت کے الفاظ۔ یہ بیعت کوفے میں ہوئی۔ آپ کی نہ
کی بزدلی۔ اہل شام کے مقابلے کا ارادہ۔ کوچ کرنے سے کہاج۔ مقدمۃ الجیش اور اس کے
سردار۔ مدائن میں ورود۔ لشکر میں لوٹ مار۔ خود آپ کے ساتھ گستاخی۔ مختار کا شوق تھا
خلافت سے آپ کی بیزاری۔ حضرت حسینؓ کا ترک خلافت سے اختلاف۔ معاویہ کے
سفیر حسنؓ کے پاس۔ حضرت حسنؓ کا طرز عمل۔ معاویہ کا طرز عمل۔ شرائط صلح۔ دیگر شرائط۔
خراج دارابگرد ملنے میں جھگڑا۔ تاریخ ترک خلافت۔ یہی واقعہ دوسری روایت سے۔
ترک خلافت میں اہل عراق سے مشورہ۔ خلافت چھوڑتے وقت آپ کی تقریر۔ دوسری
تقریر۔ معاہدے پر دستخط۔ معاویہ کوفے میں۔ آپ کی معاویہ کو نادم کرنے والی تقریر۔
آپ نے کیوں خلافت چھوڑ دی۔ ایک گستاخ معترض کا جواب۔ آپ کا مدینے تشریف
لے جانا۔ قیس بن سعد کا واقعہ۔ ان کا ارادہ جنگ۔ معاویہ کی حکمت عملی اور صلح اس
زمانے کے پانچ چالاک مدبر۔ سعد اور معاویہ۔ صلح کے بعد خوارج کی حالت۔ سردار
خوارج فروہ آمادہ جنگ۔ حضرت حسنؓ سے اس کے مقابلے کی خواہش اور آپ کا جواب۔
معاویہ کے لشکر کو خوارج سے شکست۔ کوفے والے کس طرح سیدھے کیے گئے۔
شیعیان علیؓ اور خوارج میں گفتگو۔ فروہ کو اس کے عزیزوں نے گرفتار کر لیا۔ دوسرا

سردار خوارج عبداللہ۔ خوارج کو شکست۔ خارجی سردار کی بہادری۔ حوثرہ سردار خوارج۔
جناب معاویہ کی حکمت عملی۔ اُس پر فوج کشی۔ باپ نے بیٹے کو مقابلے پر بلایا۔ خوارج کی پامالی۔
حوثرہ کا زہد و تقویٰ۔ عبداللہ بن عمر حاکم کوفہ۔ اُن کی جگہ مغیرہ کا تقرر۔ معین فروہ کی شورش۔
اور اُس کا قتل ہونا۔ شبیب خارجی کا ہنگامہ۔ اور اُس کا استیصال۔ معین خارجی کی گرفتاری۔ اور
قتل۔ قاتل سے انتقام۔ ابو مریم خارجی۔ اُس کا قتل ہونا۔ خوارج کی کثرت۔ اور اُن کا جوش۔
ابو العلا خارجی۔ اور اُس کا مارا جانا۔ حضرت علیؓ پر تبرا۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ہی خلافت کے ارکان دولت اور کوفے کے عمائد نے رمضان سنہ ۴۰ھ میں آپ کے فرزند اکبر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور رسول خدا صلعم کے نواسے اور جگر گوشۂ فاطمۃ الزہرا کو مسند خلافت پر بٹھایا۔ سب سے پہلے قیس بن سعد انصاری نے حضرت سبط اکبر کی خدمت میں عرض کیا "لائیے ہاتھ لائیے کہ ہم کتاب اللہ و سنت رسالت کی پیروی اور مخالف اندازان خلافت سے لڑنے کے اقرار پر بیعت کریں"۔ جناب حسنؓ نے ہاتھ بڑھایا اور فرمایا "کتاب اللہ و سنت رسالت کی پیروی ہی میں سب شرطیں اور ساری باتیں آگئیں۔ کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں"۔ چنانچہ قیس نے اور اُن کے بعد سب نے اسی اقرار پر بیعت کی۔ اور مسند نشینی کی کارروائی پوری ہو گئی۔ چونکہ یہ مسند نشینی کوفے میں ہوئی۔ لہٰذا اس میں اُن اہل مدینہ کو جو مدینے ہی میں تھے مطلق دخل نہ تھا۔

حضرت حسنؓ کا معمول تھا کہ بیعت لیتے وقت لوگوں سے اس بات کا اقرار کرایا کرتے کہ آپ کے مطیع فرمان رہیں گے جس سے آپ سے صلح ہو گی اُس کے دوست رہیں گے اور جس سے آپ لڑیں گے اس سے لڑیں گے۔ کوفے والے شیعیان علیؓ جو حضرت علیؓ ہی کے عہد میں پست ہمت بن کر لڑائی سے منہ چرانے لگے تھے۔ آپ کو یہ اقرار لیتے دیکھ کر مشوش ہوئے اور باہم کہنا شروع کیا "یہ ہمارے مذاق کے حاکم نہیں معلوم ہوتے۔ یہ تو فقط لڑائی چاہتے ہیں"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر آخرت فرمانے سے پیشتر شام پر فوج کشی کرنے کا پورا بندوبست کر چکے تھے۔ چالیس ہزار سپاہیان عراق نے آپ کے ہاتھ پر لڑنے مرنے اور جان دینے کی بیعت کی تھی۔ مگر کوچ کی نوبت نہیں آنے پائی تھی کہ خداوند عزوجل نے اپنے پاس بلا لیا۔ لہٰذا حضرت حسن رضی اللہ عنہ عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی تیار ہوئے کہ پدر بزرگوار کی اس مہم کو پورا فرمائیں۔ ساتھ ہی اہل شام کی سرکشیوں اور دست درازیوں کی خبریں آئیں اور اُن کے

حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت۔

بیعت کے الفاظ۔

یہ بیعت کوفے میں ہوئی۔

اہل کوفہ کی بزدلی۔

اہل شام کے مقابلے کا ارادہ۔

کچھ ایسے حالات سُنے گئے کہ آپ کو حضرت علیؓ کی مجوزہ مہم کا جلد تر پورا کرنا ضروری معلوم ہوا۔ کوفے میں حملے کے ارادے ہو ہی رہے تھے کہ خبر آئی جناب معاویہ لشکر جمع کر کے آپ کے مقابلے کی غرض سے چل کھڑے ہوئے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ نے ان تمام لوگوں کو جمع کیا جنھوں نے اس مہم کے لیے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور فوراً لشکر جرار کے ساتھ کوفے سے روانہ ہو گئے۔

کوفے سے کوچ

مقدمۃ الجیش کی شان سے بارہ ہزار لشکر ایک منزل آگے تھا جس کے سپہ سالار قیس بن سعد انصاری تھے۔ باقی سارا لشکر خود آپ کے علم کے نیچے تھا بعض راویانِ تاریخ کہتے ہیں کہ مقدمۃ الجیش کے اصلی سردار عبیداللہ بن عباس تھے۔ انھوں نے اپنی طرف سے قیس کو گرد آوری کی فوج کا افسر بنا کے آگے بڑھا دیا تھا اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

مقدمۃ الجیش کا آگے بڑھنا

حضرت حسنؓ نے مدائن میں پہونچ کر پڑاؤ ڈالا۔ وہاں اپنے خیمے میں مطمئن بیٹھے تھے کہ ناگہاں لشکر میں کسی نے غپ اڑا دی "قیس بن سعد مارڈالے گئے"! اس خبر کی شہرت کے ساتھ ہی سارے لشکر میں ہلڑ مچ گیا۔ تمام لوگ بے سوچے سمجھے ایک دوسرے کو لوٹنے لگے یہاں تک کہ چند بدمعاش خود حضرت حسنؓ کے خیمے میں گھس پڑے اور جو کچھ ملا لوٹ لیا۔ ایک شقی القلب نے آپ پر حملہ کیا اور ایک پر یہاں تک شقاوت سوار ہوئی کہ جس قالین پر آپ بیٹھے تھے اُسے بھی آپ کو ڈھکیل کر کھینچ لے گیا۔ یہ وہ شیعیانِ علیؓ تھے جو خارجی نہ ہوئے تھے بلکہ جاں نثاری کے دعویدار تھے۔ دشمنوں کے مقابلے پر چلے تھے۔ اور جان دینے کی قسم کھا کے گھر سے نکلے تھے۔ اس واقعہ کا آپ کے دل پر بڑا اثر پڑا۔ ان لوگوں کی طرف سے بالکل یاس ہو گئی چنانچہ آپ لشکر گاہ کو چھوڑ کے مدائن کے "مقصورۂ ابیضا"، (سفید محل) میں چلے گئے۔

مدائن میں پڑاؤ

لشکر میں لوٹ مار

خود حسنؓ پر حملہ

اس سے بھی بڑھ کر یہ شرمناک واقعہ پیش آیا کہ حاکم مدائن سعد بن مسعود ثقفی سے اُس کے نوجوان بھتیجے مختار بن عبید نے کہا "چچا آپ کو دولت و عزت کا شوق ہے"! سعد نے پوچھا "کیونکر؟" کہا "حسن بن علیؓ اس وقت آپ کے بس میں ہیں۔ انھیں پکڑ کے امیر معاویہ کے حوالے کر دیجیے"! یہ تجویز اس شخص نے پیش کی جو زمانہ مابعد میں شیعیانِ علیؓ کا بڑا زبردست سرغنہ ثابت ہوا۔ حضرت علیؓ کی نسبت اعتقاد رکھتا تھا کہ بادلوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور پھر دنیا میں آکر حکومت کریں گے۔ اور اسی نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ قاتلین حسینؓ سے

مختار کا شرانگیزی

آپ کے خون کا انتقام لیا۔ سعد نے اس کی یہ تجویز سنی تو کمال برہمی و غیظ سے کہا "خدا تجھ پر لعنت کرے۔ رسول اللہ صلعم کے نواسے پر جور و تشدد کروں اور انہیں باندھوں!"

خلافت سے آپ کی بیزاری۔

حضرت حسنؓ نے جب شیعیان علیؓ اور اپنے ہمراہیوں کی یہ حالت دیکھی تو خلافت سے دل کھٹا ہو گیا۔ اسی وقت جناب معاویہ کو ایک خط بھیجا اس میں کچھ شرطیں پیش کیں۔ اور تحریر فرمایا کہ "یہ شرطیں اگر آپ کو منظور رہیں تو میں آپ کی حکومت قبول کر لینے کو تیار ہوں۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کا مطیع فرمان ہو جاؤں گا۔" بھیجنے سے پہلے اس خط کے مضمون سے اپنے چھوٹے بھائی حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر کو آگاہ فرما دیا۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا "میں آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں کہ معاویہ کے فتنے کی تائید و موافقت نہ کیجیے۔ اور اپنے طرز عمل سے پدر بزرگوار کی کارروائیوں کو غلط اور کالعدم نہ کر دیجیے۔" جواب میں حضرت حسنؓ نے فرمایا "چپ رہو۔ میں اس معاملے کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔"

حضرت حسینؓ کا ترک خلافت سے اختلاف۔

غرض آپ کا یہ خط جناب معاویہ کے پاس پہونچا۔ مگر اس کے پہونچنے سے پیشتر ہی وہ عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمٰن بن سمرہ کو آپ کی خدمت میں روانہ کر چکے تھے اور ان کے ساتھ ایک سادہ کاغذ بھیجا تھا جس کے نیچے اپنی مہر کر دی تھی اور اسی کے ساتھ اس مضمون کا دوسرا خط منسلک تھا کہ "آپ جو شرطیں چاہتے ہوں اس مہری کاغذ پر تحریر فرما دیں۔ مجھے سب قبول ہوں گی۔" لہذا جناب معاویہ نے حضرت حسنؓ کا خط دبا رکھا۔ اور انتظار کرنے لگے کہ دونوں قاصد کیا جواب لاتے ہیں۔

معاویہ کے سفیر حسنؓ کے پاس۔

وہ سفارت جب حضرت حسنؓ کے پاس پہونچی تو اس سادے مہری کاغذ پر آپ نے پہلی پیش کردہ شرطوں کی دو گنی شرطیں لکھ دیں۔ پھر اس دستاویز کی نقل دونوں سفیروں کو دی اور اصل دستاویز اپنے پاس رکھ لی۔ مگر جب صلح ہو جانے کے بعد حضرت حسنؓ نے عنان خلافت معاویہ کے ہاتھ میں دے دی اور اس دستاویز کا ایفا چاہا تو معاویہ نے تعمیل سے انکار کیا۔ وہی شرطیں منظور ہیں جو حضرت حسنؓ نے پیشتر لکھ بھیجی تھیں۔ اور کہا "آپ نے جو کچھ خود مانگا تھا وہی آپ کو دیا جائے گا۔"

حضرت حسنؓ کا طلب دو چند اور معاویہ کا انکار۔

مذکورہ بالا شرطیں حسب ذیل تھیں (۱) کوفے کے بیت المال یعنی خزانے میں جتنی نقد رقم موجود ہو سب حضرت حسنؓ کو دے دی جائے اور کہتے ہیں کہ یہ کل رقم پچاس لاکھ درہم یا دینار تھی (۲) ممالک فارس میں سے صوبہ داراب گرد کا سالانہ خراج پورا حضرت حسنؓ کو ملا کرے

شرائط صلح۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ سب وشتم زبان پر نہ لائے جایا کریں یعنی تبرا موقوف ہو"

پہلی دو شرطیں معاویہ نے قبول کیں مگر تیسری شرط کے ماننے سے انکار کیا۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا "اچھا اتنی احتیاط کی جائے کہ میرے منہ پر ایسے الفاظ نہ کہے جائیں۔ اس کو معاویہ نے قبول تو کر لیا مگر عملدرآمد اس پر بھی نہ ہوا۔

تنقیح شرائط۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں معاہدے میں یہ شرطیں بھی تھیں کہ (۴) جناب معاویہ کی وفات کے بعد خلافت حضرت حسنؓ کو ملے (۵) اہل مدینہ و حجاز و عراق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں جو کچھ کیا ہو اس کا ان سے مواخذہ نہ کیا جائے (۶) حضرت حسنؓ کا سارا قرض ادا کر دیا جائے اور ان سب شرطوں کو جناب معویہ نے قبول کر لیا۔[۵]

خراج دارابگرد [illegible]

دارابگرد ان ممالک میں شامل تھا جن کی آمدنی فتح کرنے کے حقوق کے لحاظ سے مال غنیمت کے طریقے پر اہل بصرہ کو ملا کرتی تھی۔ لہذا صلح ہونے کے چند ہی روز بعد یہ جھگڑا پیدا ہوا کہ بصرے والوں نے عذر کیا "ہم اپنے حق کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور نہ اس کو کوئی زبردستی ہم سے لے سکتا ہے"۔ کہتے ہیں یہ جھگڑا معاویہ ہی کے اشارے سے پیدا ہوا۔

تاریخ ترک خلافت۔

بہرحال ۲۵۔ ربیع الاول کو اور بعض اہل روایت کے نزدیک ربیع الآخر یا جمادی الاولی سنہ ۴۱ھ میں یہ معاہدہ ہوا۔ اور حضرت حسنؓ نے کمال بے نفسی کے ساتھ دنیا کو لات مار کے عنان حکمرانی جناب معاویہ کے ہاتھ میں دے دی۔

بعض اہل تاریخ کی روایت سے۔

بعض اہل تاریخ کا بیان ہے کہ جب معاویہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ "خلافت کو آپ میرے حوالے کر دیں"۔ تو آپ نے سرزمین عراق و کوفہ کو جمع کیا۔ اور ان کے درمیان میں کھڑے ہو کر پہلے خدائے وحدہ لاشریک کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا "ہم اہل شام کے مقابلے میں خدا کی قسم نہ کسی شک کی وجہ سے دبتے ہیں نہ کسی ندامت کے باعث۔ اصل وجہ یہ ہے کہ پہلے ہم شام والوں سے راست بازی و صبر کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے اور اب یہ حال ہے کہ اس راست بازی نے کینہ و نفاق کی شان اختیار کر لی۔ اور صبر نے خروش کی۔ تم لوگ جب معرکہ صفین میں گئے ہو تو تمہارا دین آگے تھا اور دنیا پیچھے تھی۔ برخلاف اس کے

ترک خلافت بمقابل [illegible] مشورہ [illegible]

---

[۵] تاریخ الخلفا جلال الدین سیوطی۔ حالات حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔

آج دنیا تمھارے سامنے ہے اور دین پیچھے۔ لوگو! تم دو طرح کے مقتولین کے درمیان میں ہو، ایک طرف صفین کے مقتولین ہیں جن کے لیے تمہیں رونا ہے اور دوسری طرف نہروان کے مقتولین جن کے لیے تم روتے اور اُن کے خون کا انتقام چاہتے ہو۔ جو لڑنا چاہتا ہے ذلیل و خوار ہے اور جو مقتولین پر روتا ہے غیظ و غضب میں مبتلا ہے۔ لوگو! معاویہ نے جس امر کی خواہش کی ہے اس میں نہ عزت ہے نہ انصاف۔ تم لوگ اگر مرنے کے لیے تیار ہو تو ہم صاف انکاری جواب دیدیں اور تلواروں کی دھار کے بھروسے پر فیصلے کو خداوند تعالیٰ پر چھوڑ دیں اور اگر تمہیں زندگی عزیز ہو تو ان کی درخواست قبول کرلیں اور تمھارے لیے امان کے طالب ہوں۔" آپ کے خاموش ہوتے ہی ہر طرف سے صدائیں آئیں کہ ہم زندگی چاہتے ہیں! ہم زندگی چاہتے ہیں! آپ صلح کرلیں۔"

خلافت چھوڑتے وقت آپ کی تقریر

پھر جب آپ نے مصمم ارادہ کرلیا کہ عنان خلافت معاویہ کے ہاتھ میں دیں تو شیعیان علیؑ کے گروہ میں کھڑے ہوئے اور حسرت و یاس کے ساتھ یہ کلمات ارشاد فرمائے: "لوگو! ہم تمھارے حاکم اور تمھارے مہمان ہیں۔ ہم تمھارے نبی کے گھرانے کے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے طاہر اور نجاست سے پاک کر دیا ہے۔" آخری فقرے کو مکرر فرمایا اور حاضرین کی یہ حالت تھی کہ کوئی نہ تھا جو زار و قطار نہ رو رہا ہو۔ ان لوگوں کی رفاقت و جان نثاری بس اسی قدر تھی کہ روئیں اور آنسو بہائیں۔ اتنی ہمت کسی میں نہ تھی کہ تلوار لے کے اٹھے، جان دینے پر تیار ہو اور دشمنوں کا مقابلہ کرے۔

دوسری تقریر

اسی موقع پر ایک بار ان شیعوں کے گروہ میں کھڑے حضرت حسنؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "اے اہل عراق! تمھاری تین حرکتوں نے میرے دل کو جلا دیا۔ پہلی یہ کہ تم نے میرے پدر بزرگوار کو شہید کیا۔ دوسری یہ کہ تم نے میری ذات پر بھی حملہ کیا۔ اور تیسری یہ کہ تم نے میرے مال کو لوٹ لیا۔"

معاہدے پر دستخط

معاہدۂ صلح پر دستخط ہوتے ہی حضرت حسنؑ نے جناب معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی یعنی ان کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا اور اہل بیت کو ہمراہ لے کر مدینے میں آ گئے۔

۱؎ اہل عراق میں دو گروہ تھے جو پیچھے رہ گئے تھے۔ ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو معرکۂ صفین کا بدلہ لینا چاہتے تھے، دوسرا گروہ ان خوارج کا تھا جو مقتولین نہروان کا انتقام خود حضرت حسنؑ اور آپ کے پیروؤں سے لینا چاہتے تھے۔ آپ نے دونوں کی حالت اور ان کے مآل و انجام کو بتا دیا۔

کوفے میں آنے کے بعد جب لوگ معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے جمع تھے
عمرو بن عاص نے معاویہ سے کہا اس وقت موقع اچھا ہے حسنؓ سے کہیے کہ کھڑے ہو کر
کچھ بیان کریں تاکہ لوگوں پر ان کا عجز ظاہر ہو جائے۔ معاویہ نے پہلے خود کھڑے ہو کر تقریر
کی بعد ازاں حضرت حسنؓ سے کہا "آپ بھی کچھ فرمائیں" حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوراً اٹھ کر کھڑے
ہوئے۔ پہلے اللہ جل شانہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا "لوگو ہم میں سے جو پہلا تھا اس کے
ذریعے سے خدا نے تمہاری ہدایت کی اور ہم میں سے جو پچھلا ہے اس کے ذریعے سے
خدا نے تم میں خونریزی موقوف کرائی۔ خلافت کے لیے ایک محدود زمانہ مقرر ہے۔ اور
دنیا دگرگوں ہوتی رہتی ہے۔ خداوند جل و علا نے اپنے نبی صلعم سے فرمایا تھا کہ میرے
خیال میں شاید یہ تمہارے لئے فتنہ ہو جائے اور دولت دنیا ایک محدود زمانے کیلئے
ہوتی ہے" یہیں تک فرمانے پائے تھے کہ معاویہ نے گھبرا کے کہا "بس بیٹھ جائیے"۔ اور
عمرو بن عاص سے برہمی کے لہجے میں کہا "یہ تمہارے مشورے کا نتیجہ ہے"۔

اب حضرت حسنؓ نے ارادہ فرمایا کہ عراق چھوڑ کے مدینہ طیبہ میں تشریف لے جائیں۔ اور
حجاز و یثرب کی خاموشی میں زندگی بسر کریں۔ کسی نے پوچھا آپ کیوں خلافت چھوڑنے پر
آمادہ ہو گئے؟ فرمایا "مجھے دنیا سے نفرت معلوم ہوئی۔ اور کوفے والوں کی یہ حالت نظر آئی
کہ ان پر جو بھروسہ کرتا ہے خراب ہوتا ہے۔ ان میں باہم پھوٹ پڑی ہوئی ہے۔ کوئی کسی کے
موافق نہیں۔ ان میں نہ بھلائی کی نیت ہے نہ برائی کی۔ والد مرحوم کو ان سے نہایت سخت
واقعات پیش آئے۔ اور کاش معلوم ہوتا کہ میرے بعد یہ لوگ کس کے ساتھ اچھے رہیں گے
یہ شہر سب سے پہلے اجڑنے والا (یعنے مورد غضب الٰہی) ہے"۔

پھر جب آپ کوفے سے روانہ ہونے ہی کو تھے کسی نے سامنے آ کے کہا "او مسلمانوں
کو روسیاہ کرنے والے" فرمایا "مجھے برا نہ کہو۔ رسول خدا صلعم نے خواب میں دیکھا تھا کہ
بنی امیہ یکے بعد دیگرے آپ کے منبر پر کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ چیز آپ کو ناگوار گزری تو اللہ جل شانہ
نے سورۂ کوثر اور سورہ انا انزلناہ نازل فرمائیں۔" آخر الذکر سورہ میں خیر من الف شہر ہے
اور الف شہر یعنے ہزار مہینے سے مراد بنی امیہ کا دور ہے جو اتنی ہی مدت تک رہا۔

اس کے بعد آپ مع اعزا و اقارب اور خدم و حشم کے مدینے میں تشریف لے گئے۔ آپ
کوچ کرتے وقت تمام اہل کوفہ رو رہے تھے اور سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

کوفہ چھوڑنے سے پیشتر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے مقدمۃ الجیش
کے افسر قیس بن سعد کو ایک تحریر کے ذریعے سے اطلاع دی کہ "میں خلافت سے دستکش ہو گیا۔
لہٰذا اب تم معاویہ کی فرماں برداری کرو" قیس نے یہ خط پڑھا تو پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔
اور کچھ کرتے دھرتے نہ بنتا تھا۔ فوراً اپنے تمام ہمراہیوں کو جمع کر کے وہ تحریر سنائی اور کہا
"لوگو! امام ضلالت کی اطاعت قبول کرو۔ ورنہ اگر تمہیں منظور ہے تو بغیر کسی امام کے مقابلہ کرو"۔ بہتوں نے
کہا "ہم امام ضلالت کی فرماں برداری و اطاعت قبول کریں گے"۔ اور معاویہ کے ہاتھ پر بیعت
کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ جن لوگوں نے اس کو گوارا نہ کیا وہ قیس کے ہمراہ رہے۔ کو
عبیداللہ بن عباس نے جو اس لشکر کے سپہ سالار تھے مگر اس سے جدا اور دور تھے معاویہ کی خدمت
میں ایک خط بھیج کر اپنے لیے اور اس مال کے لیے جو ان کے ہاتھ میں تھا امان اور معافی مانگی۔
معاویہ نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ مگر عبداللہ بن عامر کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ
روانہ کیا کہ ان کے لشکر کا انتظام کریں۔

اسی اثنا میں ان سب لوگوں نے جو معاویہ کی اطاعت نہیں قبول کرتے تھے قیس کو
اپنا سردار بنایا اور باہم عہد و پیمان کیا کہ جب تک معاویہ سے اس امر کا اقرار نہ کرا لیں گے کہ
تمام شیعیان علیؓ اور ان کے ہمراہیوں کو جان و مال کی امان دی جائے گی برابر مقابلہ کرتے
رہیں گے۔ عبیداللہ بن عباس اپنے اس لشکر میں رات کے اندھیرے میں آئے۔ اور کچھ ایسے
گھبرائے ہوئے تھے کہ بے کچھ کہے سنے سب کو بے سردار چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ تب
قیس کے ہمراہیوں نے ان کے ہاتھ پر لڑائی کی بیعت کی۔ اور جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔

معاویہ نے یہ حال سنا تو قیس کے پاس ایک خط بھیج کر اپنی اطاعت کی طرف بلایا اور
ایک تحریری سند امان لکھ کے بھیج دی جس پر ان کی مہر بھی ثبت تھی۔ ساتھ ہی خط میں لکھا
"تم جو کچھ چاہتے ہو لکھ بھیجو۔ جو حقوق مانگو گے دیے جائیں گے"۔ یہ تحریر بھیجتے وقت عمرو بن عاص
نے کہا "ان لوگوں کو کوئی حقوق نہ دیجیے۔ ان سے مقابلہ کرنا چاہیے"۔ معاویہ نے کہا "بس
رہنے دو۔ یہ لوگ جب تک اپنے برابر اہل شام کی جانیں نہ لے لیں گے مقابلہ کیے جائیں گے
نہ اپنے حقوق سے دست بردار ہوں گے۔ اور لڑائی اور خونریزی کے بعد عیش نصیب بھی ہوا تو
کس کام کا؟ میں تو جب تک مجبور نہ ہو جاؤں گا۔ خدا کی قسم قیس سے نہ لڑوں گا" جب وہ سند
قیس کے پاس پہنچی تو انھوں نے اس شرط پر صلح کر لی چاہی کہ اس نے اور شیعیان علیؓ نے جس قدر

خون بہا یا ہے یا مال حاصل کیا ہے اس کے متعلق امان دیدی جائے اس کے علاوہ اس سند میں انھوں نے کسی قسم کا مال طلب نہیں کیا۔ جناب معاویہ نے اُن کی درخواست منظور کر لی۔ اور اس کے بعد قیس اور اُن کے تمام رفقا معاویہ کے مطیع و منقاد ہو گئے۔

گذشتہ فتنوں کے زمانے میں اہل عرب میں پانچ آدمی اپنی چالاکی تیز طبعی دقیقہ رسی اور حکمت عملی کے لحاظ سے نہایت ہی ہوشیار گہرے اور اعلیٰ درجے کے مدبر تسلیم کیے جاتے تھے (۱) معاویہ بن ابی سفیان (۲) عمرو بن عاص (۳) مغیرہ بن شعبہ (۴) قیس بن سعد (۵) عبداللہ بن بدیل خزاعی۔ ان میں سے قیس اور عبداللہ حضرت علیؓ کے ہمراہ تھے۔ مغیرہ طائف میں گوشہ گزیں ہو گئے تھے۔ اور عمرو اور معاویہ حضرت علیؓ کی مخالفت پر متفق تھے۔

معاویہ کو جب مستقل طور پر خلافت مل گئی تو سعد بن ابی وقاص اُن سے ملنے کو آئے اور سامنا ہوتے ہی کہا "اسلام علیک اے بادشاہ" معاویہ ہنسے اور کہا ابو اسحق اگر آپ مجھے امیر المومنین کہتے تو کیا مضائقہ تھا؟ سعد نے نہایت ہی متانت کے ساتھ جواب دیا "یہ فقرہ تم نے تو ہنس ہنس کے مسرت کے ساتھ کہا مگر یاد رکھو کہ جس عنوان سے تم نے خلافت حاصل کی ہے اس عنوان سے مجھے ملتی تو خدا کی قسم ہرگز نہ قبول کرتا۔"

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت چھوڑ دینے سے یوں تو سارے شیعیان علیؓ کو مصیبت اور تباہی کا سامنا ہو گیا مگر شیعوں کا جو گروہ خود حضرت علیؓ کے خلاف ہو کر خارجی بن گیا تھا وہ لوگ نہایت پریشان ہوئے اس لیے کہ ابھی تک انھیں ایسے بزرگوں سے لڑنا پڑتا تھا جو کمال نیک نفسی صاف دلی اور سچی شجاعت سے ان کا مقابلہ کرتے تھے مگر اب ایسے لوگوں کا مقابلہ تھا جو بہادری و شوکت کے علاوہ تدبیر اور حیلہ گری کے اسلحے سے بھی کام لیتے تھے۔

فروہ بن نوفل اشجعی جو پانچ سو خارجیوں کے ساتھ حضرت علیؓ کے لشکر سے جدا ہوا تھا اور شہر زور میں مقیم تھا اس نے جب سنا کہ حضرت حسنؓ نے خلافت چھوڑ دی اور اب سارے دنیائے اسلام کے فرماں روا معاویہ بن ابی سفیان ہیں تو اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے ان سے کہا "اب تو وہ بات پیدا ہو گئی جس کے بُرے ہونے میں کسی قسم کا شک ہی نہیں بہتر ہے چلو معاویہ سے لڑیں اور اُن پر جہاد کریں۔" سب نے یہ تجویز منظور کی۔ وہ سب کوچ کر کے چلے۔ اور کوفے کے باہر نخیلہ نام جو لشکر گاہ تھی وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔

حضرت حسنؓ اُس کے نخیلہ میں پہونچنے سے پیشتر ہی عازم مدینہ ہو چکے تھے مگر معاویہ نے ایک قاصد کے ہاتھ آپ کے پاس پیام بھیجا کہ "اپنے دشمن فروہ سے مقابلہ کیجیے"۔ قادسیہ میں آپ کو معاویہ کا یہ پیام ملا تو جواب میں تحریر فرمایا "اہل قبلہ میں سے کسی کے ساتھ لڑنا اگر مجھے گوارا ہوتا تو میں پہلے تم سے لڑتا۔ محض اُمت کی فلاح اور خونریزی سے بچنے کے لیے تو میں نے خلافت چھوڑ دی۔ اور تم سے متعرض نہ ہوا"۔ یہ جواب بھیج کر آپ آگے روانہ ہو گئے۔

جناب حسنؓ سے یہ جواب پاکر معاویہ نے اہل شام کا ایک لشکر فروہ اور اُس کے ہمراہی خوارج کے مقابلے پر بھیجا۔ خوارج نے ایسی بہادری و جاں بازی سے مقابلہ کیا کہ اس شامی لشکر کو شکست دیدی۔ اب معاویہ نے اہل کوفہ کی طرف توجہ کی۔ اُن میں حضرت علیؓ کی سی نرمی و پاسداری نہ تھی اور اہل عراق کے حال پر ویسے مہربان نہ تھے جیسے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ تھے۔ چنانچہ معاویہ نے اہل کوفہ کو جمع کر کے کہا "تم لوگ جب تک ان خوارج کے شر اور فتنے کو نہ مٹا دو گے مجھ سے امان پانے کی امید نہ رکھو"۔ یہ خوف دلانا کافی تھا۔ وہی شیعیان علیؓ جو حضرت علیؓ کے بار بار فرمانے پر بغلیں جھانکنے اور منہ چرانے لگتے تھے۔ اور جنہوں نے حضرت حسنؓ سے صاف کہہ دیا تھا کہ آپ صلح کر لیجیے ہم کو زندگی مرنے سے زیادہ عزیز ہے۔ اتنی سی دھمکی میں لڑنے پر مجبور ہو گئے۔ جبراً و قہراً ایک لشکر میں مرتب ہو کر کوفے سے نکلے۔ اور خوارج سے مقابلہ شروع کر دیا۔

جب یہ بزرگان کوفہ خوارج کے مقابلہ پر صف آرا ہوئے تو خوارج نے اُن سے کہا "معاویہ تو ہمارے تمہارے دونوں کے دشمن ہیں۔ لہٰذا تم ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ کہ ہم بڑھ کے معاویہ سے مقابلہ کریں۔ ہم غالب آئے تو تمہیں بھی اپنے دشمنوں سے نجات مل جائے گی۔" کوفہ والوں نے ندامت و بے بسی کے ساتھ جواب دیا "مگر اس کو کیا کریں کہ ہم تم سے لڑنے پر مجبور ہیں"۔

اب کوفے کے بنی اشجع جو فروہ کے قبیلے والے تھے اُس سے ملے اور بہت سمجھایا کہ لڑائی سے باز آؤ۔ مگر اُس نے ایک نہ سنی تب بنی اشجع اُس کو زبردستی کوفے میں پکڑ لے گئے۔ فروہ کے پکڑے جانے کے بعد خوارج نے عبداللہ بن ابی حوساء کو اپنا سردار بنایا جو بنی طے میں سے تھا اور اُس کے زیر علم اہل کوفہ سے مقابلہ کیا۔ اہل کوفہ سے امید تو نہ تھی کہ ان کی پست ہمتی و بزدلی انہیں کامیاب کرے مگر معاویہ کی دھمکی پورا کام کر گئی۔ جان کے

حضرت حسنؓ سے اُنکے مقابلے کی خواہش اور آپ کا جواب

معاویہ کے مقابلہ کو خوارج سے شکست

کوفہ والے کس طرح [illegible]

شیعیان علیؓ اور خوارج میں معرکہ

فروہ کو اُسکے عزیزوں نے گرفتار کر لیا

دوسرا سردار خوارج عبداللہ

خوف سے وہ جان پچا کر کے لڑے۔ اور ربیع الاول یا ربیع الآخر ۴۱ھ میں ان تمام خوارج کا خاتمہ کر دیا۔ خوارج کا سردار ابن ابی الحوساء بھی مارا گیا۔ یہ بڑا بہادر سردار تھا۔ جس وقت اس نے خوارج کی سپہ سالاری قبول کی ہے کسی نے کہا۔ سلطنت کا مقابلہ ہے۔ انجام یہ ہوگا کہ مصلوب کیے جاؤ گے۔" جواب میں اس نے تین شعر پڑھے جن کا مضمون یہ تھا:۔

"جب ہم مار ڈالے گئے اور ہم میں جان نہ رہی تو کچھ پروا نہیں کہ
ہمارے جسم کے ساتھ تم کیا سلوک کرو گے۔ ورندے ہیں یا چاند
اور سورج سب اپنی اپنی وضع پر چلے جاتے ہیں۔ مگر تم جانتے ہو
کہ سب سے اچھا اور سب سے زیادہ سودمند کلمہ یہ ہے کہ خوش نصیب
وہ ہے جو دوزخ سے بچے۔"

ابن ابی الحوساء کے مارے جانے کے بعد خوارج نے جمع ہو کر حوثرہ بن وداع بن مسعود اسدی کو اپنا سردار بنایا۔ اس نے فروہ پر یہ الزام عائد کیا کہ اسے حضرت علیؓ سے لڑنے میں شک اور پس و پیش تھا۔" یہ شخص سقاوم برابر ززونہیں تھا۔ ڈیڑھ سو [illegible] آدمیوں کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو کر لشکرگاہ کوفہ نخیلہ میں آگیا۔ اور یہاں ابن ابی الحوساء کا بھائی بیس [illegible] آدمیوں کے ساتھ اس سے ملا۔

جناب معاویہ نے ان لوگوں کے آنے کا حال سنا تو پہلی کارروائی یہ کی کہ حوثرہ کے باپ کو جو عراق میں موجود تھا بلوا کے حکم دیا کہ جا کے اپنے بیٹے سے ملو اور سمجھاؤ۔ شاید تمہاری صورت دیکھ کر اس کا دل نرم پڑ جائے اور راہ راست اختیار کرے۔" وہ گئے حوثرہ کو سمجھایا نشیب و فراز دکھائے قسمیں دلائیں اور جب یوں اس کے دل پر اثر نہ ہوا تو کہا "اچھا اگر نہیں مانتے تو تمہارے بچے کو لیے آتا ہوں۔ اس پر تو ترس آئے گا۔" اس نے کہا "اللہ کا نیزہ جو ایک وار میں میرا کام تمام کر دے مجھے فرزند کے دیدار سے زیادہ عزیز ہے۔" ناکام و نامراد باپ یہ جواب سن کر واپس گیا اور بیٹے کا یہی جواب معاویہ کے سامنے بیان کر دیا۔

آخر حضرت معاویہ نے عبداللہ بن عوف کو دو ہزار سواروں پر سردار مقرر کر کے حوثرہ کے مقابلے پر بھیجا۔ اور اس کے باپ کو اس لشکر کے ساتھ کیا۔ دونوں لشکروں کا سامنا ہوتے ہی حوثرہ کا باپ میدان میں نکلا اور مقابلے پر بیٹے کو بلایا۔ اس نے کہا "بابا جان! میں آپ کے مقابلے پر نہ آؤں گا۔ میرے سوا اور جس کسی سے چاہیے لڑ لیجیے۔"

خوارج کی پامالی۔

اب عبداللہ بن عوف نے حملہ کر دیا۔ اور تھوڑے سے خوارج پر سارا لشکر خلافت جا پڑا۔ خوارج نے بڑی بہادری اور ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور خود حوثرہ عبداللہ کے مقابلے پر آیا۔ مگر عبداللہ کے نیزے سے مارا گیا۔ اُس کے ساتھ اُس کے تمام ہمراہی بھی کٹ مرے۔ صرف پچاس آدمی بچے جو میدان چھوڑ کے کوفے میں بھاگ آئے۔ یہ واقعہ جمادی الاخری سنہ ۴۱ھ کا ہے۔

حوثرہ کا زہد و تقویٰ

یہ خارجیوں کا بہادر سردار حوثرہ بڑا عابد و زاہد شخص تھا۔ ماتھے پر سجدوں کے اثر سے گھٹا پڑ گیا تھا۔ چنانچہ پیشانی کے اُس نشان کو دیکھ کر عبداللہ بن عوف اس کے قتل کرنے پر نادم ہوئے اور پچھتائے جس کا اظہار انھوں نے اپنے بعض اشعار میں کیا ہے اور توبہ کی ہے۔

عبداللہ بن عمرو حاکم کوفہ

صلح کے بعد معاویہ نے عمرو بن عاص کے زاہد و پارسا فرزند عبداللہ کو حاکم عراق مقرر کیا۔ مگر وہیں تھے کہ مغیرہ بن شعبہ اُن سے آ کے ملے اور کہا "آپ نے کیا غضب کیا کہ عمرو بن عاص کے بیٹے کو یہاں کا حاکم مقرر کر دیا؟ آپ کے مغرب میں مصر پر خود عمرو بن عاص حاکم ہیں۔ اور مشرق کا حاکم اُن کا بیٹا ہو گیا۔ لہٰذا آپ شیر کے دو دانتوں کے درمیان میں ہیں۔ اُن کو حرکت ہوئی اور آپ کا پتہ نہیں۔" یہ بات معاویہ کے دل پر کھب گئی۔ اسی وقت عبداللہ کو موقوف کر کے مغیرہ کو حاکم عراق مقرر کر دیا۔ یہ خبر عمرو بن عاص کے گوش گزار ہوئی تو نہایت طیش آیا۔

اُن کی جگہ مغیرہ کا تقرر۔

چنانچہ چند روز بھلا اور دے کے شام میں معاویہ سے ملے اور کہا "آپ نے مغیرہ کو حاکم خراج مقرر کیا ہے۔ جاہلیت میں اُن کی جو کچھ حالت تھی چھپی نہیں۔ خراج کی ساری رقم خورد برد کر دیں گے۔ اور آپ کو کوڑی نہ وصول ہو گی۔ تحصیل خراج پر کسی ایسے کو مقرر کیجیے جس کے دل میں آپ کا خوف ہو۔ اور آپ کی ناراضی سے ڈرے۔" یہ بات بھی معاویہ کو سچی اور قرین مصلحت نظر آئی۔ اور مغیرہ کو خراج کی افسری سے ہٹا کے عراق کا حاکم نماز مقرر کر دیا۔ لیکن یہ بیان یقیناً غلط ہے۔ اس لیے کہ صحیح روایتوں کے مطابق مغیرہ بن شعبہ اپنی وفات کے وقت تک ہمیشہ کوفے کے حاکم رہے۔ اور حکومت کوفہ ہی کی حالت میں انھوں نے سفر آخرت کیا۔

فروہ کی شورش

معاویہ کے عراق سے واپس جاتے ہی نوفل اشجعی کے بیٹے فروہ نے جسے اُس کے قبیلے والے زبردستی پکڑ لائے تھے پھر شورش مچائی۔ اُس نے خوارج کے ایک گروہ کو جمع کیا اور مغیرہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کیں۔ مغیرہ نے اُس کی سرکوبی کے لیے سواروں کا ایک لشکر بھیجا جس کا سردار شبث بن ربعی یا معقل بن قیس تھا۔ مقام شہرزور میں مقابلہ ہوا جس میں فروہ مارا گیا اور دشمن بھاگ گئے۔

وہ مارا گیا

اب شبیب بن بجیرہ خارجی نے سر اٹھایا۔ اس کی نسبت ہم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے شہید کرنے کے لیے ابن ملجم کے ساتھ آیا تھا۔ معاویہ جب کوفے میں تھے تو یہ ایک دن ان سے آ کے ملا۔ اور فخر و ناز کے ساتھ آ کے بیان کیا۔ علیؓ کے قتل کرنے میں میں ابن ملجم کے ساتھ تھا۔ اور ہم دونوں نے ان پر ایک ساتھ وار کیا تھا۔" اس کے یہ الفاظ سن کر معاویہ غیرت سے اٹھ کے مکان کے اندر چلے گئے اور کوتوال شہر اشجعی کے پاس کہلا بھیجا "اگر پھر کبھی میں نے شبیب کو دیکھا یا سنا کہ وہ میرے دروازے پر آیا تھا تو تمھاری خیریت نہیں ہے اسے فوراً شہر سے نکال دو۔" شبیب کی حالت یہ تھی کہ رات کے اندھیرے میں گھر سے نکلتا۔ اور جو سامنے آتا اُسے مار ڈالتا۔

مغیرہ کے حاکم کوفہ مقرر ہونے کے بعد اس نے کوفہ کے قریب مقام طف میں کچھ لوگ جمع کیے اور علم بغاوت بلند کر دیا۔ مغیرہ نے اس کے مقابلے پر خالد بن عرفطہ یا معقل بن قیس کی سرداری میں سواروں کا لشکر بھیجا جنھوں نے جا کے شبیب اور اس کے رفقا کو قتل کیا۔ اس سے پیشتر مغیرہ کو خبر پہنچی تھی کہ ایک خارجی معن بن عبداللہ محاربی لقب بہ بغاوت کی تیاریاں کر رہا ہے اُسے لشکر شیخ نے گرفتار کر لیا تھا اس کو قید خانے میں بند کر کے مغیرہ نے جناب معاویہ کو اس کا حال لکھا اور پوچھا کہ "اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟" جواب آیا کہ "اگر اس کو میرے خلیفہ ہونے کا اقرار ہے تو چھوڑ دو۔" اس حکم کے مطابق مغیرہ نے اس کو اپنے سامنے بلوایا اور پوچھا "معاویہ کے خلیفہ اور امیر المومنین ہونے کا تمھیں اقرار ہے؟" اس نے کہا "مجھے بس انھی باتوں کا اقرار ہے کہ خدا برحق ہے۔ قیامت کا آنا برحق ہے جس روز خدا سب کو قبروں سے اٹھا کر کھڑا کر دے گا۔" یہ جواب پاتے ہی مغیرہ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور قبیصہ ہلالی نے اس کی گردن ماری۔ مگر خارجیوں نے قبیصہ سے اس کا انتقام لے لیا۔ ایک خارجی قبیصہ کے دروازے پر آ بیٹھا اور جیسے ہی وہ گھر سے نکلا اسے قتل کر کے بھاگ گیا۔ اور کسی کو پتہ نہ لگا کہ کون تھا۔ جب شبیب قتل ہوا تو وہ جوش و خروش کے ساتھ سب لوگوں کے سامنے آ کے پکارا کہ "اے دشمنان خدا سن لو کہ قبیصہ کا قاتل میں ہوں۔"

اس کے چند ہی روز بعد ایک دوسرا خارجی ابو مریم جو حارث بن کعب کا غلام تھا اٹھ کھڑا ہوا اس کے ہمراہ دو عورتیں بھی تھیں جن میں سے ایک کا نام قطام اور دوسری کا نام کحیلہ تھا۔ یہ عورتیں اس کے زیر علم لڑتی اور لوگوں کو جان بازی پر ابھارتی تھیں۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ خوارج

کے ساتھ میدان میں عورتیں نمودار ہوئیں بعض لوگوں نے ابو مریم کو عورتوں کے ساتھ لانے کا الزام دیا تو اُس نے کہا عورتیں رسول اللہ صلعم کے ساتھ اور مجاہدین شام کے ہمراہ بھی لڑ چکی ہیں لیکن تمھیں پسند نہیں تو خیر میں ان کو واپس بھیجے دیتا ہوں۔ مغیرہ بن شعبہ نے اس خارجی کے مقابلے پر جابر بجلی کو بھیجا جنھوں نے ایسی قوت و شجاعت سے مقابلہ کیا کہ ابو مریم اور اس کے رفقا مارے گئے۔

اُس کا قتل ہونا۔

مگر عراق میں خوارج کی اس قدر کثرت تھی کہ اُن کی بغاوت کا سلسلہ کسی طرح ختم ہونے ہی کو نہ آتا تھا۔ وہ اس بغاوت کو دینی فرض اور نجات کا بہترین ذریعہ جانتے تھے۔ نہ اپنی کمی اور کمزوری کی پروا کرتے نہ دشمنوں کی کثرت سے خوف کھاتے۔ چنانچہ ابو مریم کے قتل ہونے کے بعد ایک روز ابو العلا نام ایک سیہ فام کشیدہ قامت شخص نے جامع کوفہ کے دروازے کے دونوں بازو پکڑ کے زور و شور سے نعرہ لگایا کہ "ان الحکم الا للہ" یہ آیت خوارج کا شعار تھی جس کو وہ اپنے جھنڈے کے پھریرے پر لکھا کرتے تھے۔ معززین کوفہ جو اس وقت مسجد میں تھے انھوں نے اس نعرے کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور ابو العلا نے تیس غلاموں کو اپنی رفاقت میں جمع کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور کوفے میں برہمی کے آثار نمودار ہوئے مغیرہ نے فوراً معقل بن قیس ریاحی کو ابو العلا کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا۔ اور انھوں نے ۴۲ھ میں سواد کوفہ کے اندر ہی اس کا خاتمہ کر دیا۔

خوارج کی کثرت اور اُن کا جوش

ابو العلا خارجی۔

اور اس کا مارا جانا

مغیرہ بن شعبہ نے اسی زمانے میں کثیر بن شہاب کو رے کا حاکم مقرر کیا۔ یہ شخص حضرت علیؓ کا سخت ترین دشمن تھا۔ اور رے کی مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر آپ کی شان میں نہایت ہی مکروہ اور ناپاک الفاظ زبان پر لایا کرتا۔ مگر اس پر کیا موقوف ہے یہ ایسا عبرت ناک زمانہ تھا کہ ساری دنیائے اسلام میں ہر جگہ اور ہر ملک میں حتیٰ کہ خاص حرمین شریفین میں بھی جمعہ کے خطبوں میں علی العموم تبرا ہوتا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہدف سہام بنائے جاتے۔

حضرت علیؓ پر تبرا۔

دوسری فصل

زیاد کا بنی اُمیہ میں شامل ہونا اور خوارج کے بعض ہنگامے

تکمیل عہد حضرت حسنؓ۔ زیاد اور معاویہ۔ زیاد کی اصلیت۔ اُن کی ماں سمیہ۔ زیاد کا بصرے میں آنا۔ اُن کی علمی ترقی اور دستبرداری پر تقرر۔ اُن کی فصیح البیانی۔ ابوسفیان کا بیٹا ہونے کا اعتراف کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے حاکم فارس مقرر کیا۔ معاویہ سے زیاد کی بیزاری۔ حضرت علیؓ کی خوشنودی۔ آپ کے بعد بھی معاویہ کے خلاف رہنا۔ زیاد کے ساتھ ان کا برتاؤ۔ بصرے میں بُسر کا داخلہ اور اولاد زیاد کے ساتھ ان کا برتاؤ۔ ان کے قتل کی تیاریاں۔ ابوبکرہ کا معاویہ کے پاس جانا اور تحریری موقع سے معافی لانا۔ زیاد سے الگ رہنے کی کوشش اور اس میں ناکامی۔ معاویہ اور زیاد میں صفائی کی ابتدا۔ معاویہ و زیاد میں تبادلۂ خط۔ مغیرہ کا زیاد کو سمجھانا۔ زیاد کا معاویہ سے ملنے کو جانا۔ راستے کا جھگڑا۔ زیاد کی کوشش بنی اُمیہ کے نسب میں شامل ہوں۔ اس کی ابتدائی تحریک اور کامیابی۔ تبلیغ مخالفت شروع۔ حضرت عائشہؓ کا زیاد کے نقصے میں نہ آنا۔ تمام ناراضی۔ معاویہ کا صدر بندی۔ ان کی تغلیط۔ خود اپنے بھی معترض تھے۔ عبداللہ بن عامر حاکم بصرہ۔ قیس بن الہیثم حاکم خراسان۔ باغی ترکستان پر قبضہ۔ عبداللہ بن خازم حاکم ترکستان۔ خوارج۔ سہم بن غالب تمیمی۔ یزید بن مالک خارجی۔ وہ عبادہ کو قتل کرتے ہیں۔ ابن عامر کا ان پر حملہ۔ ان کا پھر شورش میں آنا۔ سہم مارا گیا۔ اور خطیم جلاوطن ہوا۔ علی بن عبداللہ کی ولادت۔ قیس بن الہیثم حاکم۔ آباد ہوا۔ [illegible] مرتضوی پر خوشی۔ حیان کا فتنہ۔ مغیرہ کی نرم پالیسی۔

اگرچہ خلافت راشدہ کا زمانہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سبکدوش ہوتے ہی ختم ہو گیا مگر مناسب ہے کہ آپ کی وفات تک کے واقعات بھی ہم بیان کر دیں تاکہ ناظرین کو وہ سب حالات معلوم ہو جائیں جو خلافت چھوڑ دینے کے بعد آپ کی زندگی میں پیش آئے۔ یہ واقعات ہم بتا سکتے ہیں کہ خلافت راشدہ کی برکتوں سے محروم ہوتے ہی دنیائے اسلام کی کیا حالت ہو گئی اور شیعیان علی کے

اُن دونوں گروہوں پر کیا گذری جن میں سے ایک حضرت علیؓ کی محبت کا دم بھرتا تھا اور دوسرا آپ کا اور آپ کے خاندان کا سخت ترین دشمن بن کے خوارج کے لقب سے مشہور ہوا تھا۔

زیاد اور معاویہ

اس موقع پر سب سے پہلے ہمیں زیاد کے حالات اور اُن کے اور معاویہ کے تعلقات کی مفصل کیفیت بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

زیاد کی اہلیت

زیاد کی فصاحت اور انتظامی قابلیت کا ذکر اس سے پیشتر ہو چکا ہے لیکن اُن کی اصلیت سے بہت کم لوگ آگاہ ہیں۔ وہ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت بارہ تیرہ برس کے تھے لہٰذا صحابہ میں شمار کیے جا سکتے ہیں مگر اُن کی ابتدا یہ تھی کہ جاہلیت میں ایران کے علاقہ کسکر کے شہر

اُن کی ماں سمیہ

زندرود کی رہنے والی ایک عورت تھی سمیہ جو طائف کے مشہور طبیب عرب حارث بن کلدہ کی لونڈی تھی بعض مورخین کہتے ہیں کہ زندرود کے ایک زمیندار نے اپنے علاج کے لیے حارث کو بلایا تھا۔ شفا پائی تو اپنی لونڈی اُن کی نذر کر دی لیکن کتاب معارف میں علامہ ابن قتیبہ کا بیان زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ابوالخیر نام یمن کا ایک بادشاہ کسریٰ پرویز کے دربار میں حاضر ہوا تھا اور کسریٰ نے خوش ہو کر زندرود کی ایک لونڈی سمیہ اسے انعام میں دی تھی۔ وہ ایران سے اپنے گھر جانے کے وقت طائف میں بیمار پڑ گیا حارث بن کلدہ نے علاج کیا۔ اور شفا پانے کے بعد اپنی وہ لونڈی حارث کی نذر کر دی۔ چند روز وہ حارث کی خدمت میں رہی اور اُس کے بطن سے ابوبکرہ جن کا نام نفیع تھا اور نافع پیدا ہوئے جن کو حارث نے اپنا بیٹا نہیں تسلیم کیا۔ بعد ازاں حارث نے غالباً سمیہ کی آوارگیاں دیکھ کر اپنے غلام عبید کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ اب وہ اگرچہ عبید کے نکاح میں تھی مگر معلوم ہوتا ہے فاحشہ بازاری عورتوں کی سی زندگی بسر کرتی تھی۔

اتفاقاً ان دنوں معاویہ کے والد ابوسفیان جو ہنوز ایمان نہیں لائے تھے کسی ضرورت سے طائف میں گئے اور وہاں کے ایک مے فروش ابومریم سلولی کے یہاں اُترے ایک دن شراب سے بدمست ہو کر ابو مریم سے کہا میرے لیے کوئی عورت لے آؤ" اُس نے کہا "اگر سمیہ پسند ہو تو حاضر ہے"۔ ابوسفیان نے جواب دیا "گو کہ اُس میں عیوب ہیں مگر خیر اسی کو لے آؤ"۔ یوں سمیہ ابوسفیان سے ہم بستر ہوئی اور اسی کے بعد اس کے بطن سے ہجرت کے پہلے سال میں زیاد پیدا ہوئے۔ خود ابوسفیان کو اور اور بہت سے لوگوں کو یقین تھا کہ زیاد انہی کے نطفے سے ہیں۔ مگر کسی کی اتنی مجال نہ تھی کہ اس خیال کو زبان سے ادا کرے کیونکہ اسلام نے قطعی فیصلہ کر دیا تھا کہ حرام سے نسب قائم نہیں ہو سکتا۔

فتح مکہ کے بعد حضور سرورِ عالم ﷺ نے جب طائف کا محاصرہ کیا تو اعلان فرما دیا کہ "جو غلام قلعہ سے نکل کے حاضر ہو جائے اُس کو آزادی دی جائے گی"۔ ابو بکرہ فوراً نکل کے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو گئے۔ اُن کے بھائی نافع نے بھی حاضری کا ارادہ کیا تو حارث نے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اُن سے کہا "تم میرے فرزند ہو اس لیے میرا ساتھ دو یہی وقت ہے" جب سے ابو بکرہ اور نافع دونوں نے اپنے آپ کو حارث کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ حالانکہ حارث نے کبھی اس کو تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی نقصان کی وجہ سے اُن میں اولاد ہونے کی صلاحیت ہی نہ تھی۔ ابو بکرہ اور نافع کے ساتھ اُن کی بہن ازدہ بنت سمیہ نے بھی اپنے آپ کو حارث کی اولاد بتایا۔

ازدہ کی شادی عتبہ بن غزوان کے ساتھ ہو گئی۔ عتبہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں والی بصرہ مقرر ہوئے۔ ایک شہر بصرہ اور جامع بصرہ کی بنیاد بھی انہیں کے ہاتھ سے پڑی۔ وہ اس حکومت کے زمانے میں اپنی بیوی ازدہ کو بصرے میں لے گئے۔ اور بیوی کے ساتھ اُن کے تینوں سالے ابو بکرہ۔ نافع اور زیاد بھی آ کے بصرے میں مقیم ہوئے۔ اگرچہ ابو بکرہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے آپ کو حارث کا بیٹا بتانا موقوف کر دیا تھا۔ اور کہا کرتے تھے "میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں"۔ اور اسی اسلامی فیصلے کے مطابق حارث کے مرنے کے بعد اُن کا ترکہ ان تینوں بھائیوں میں سے کسی کو نہیں دلوایا گیا۔

زیاد نے بصرہ کے قیام میں علم و فضل حاصل کیا اور لکھنے پڑھنے میں ایسی نمایاں ترقی کی کہ ابو موسیٰ اشعری نے حکومت بصرہ کے زمانے میں انہیں اپنا منشی بلکہ معتمد علیہ مقرر کیا اور جب ان کی کارگزاریوں اور خوش تدبیریوں کا حال حضرت عمرؓ نے سنا تو آپ نے بھی اُن کی قدر کی اور اُن کا مرتبہ اور بڑھ گیا۔ اسی زمانے میں وہ ایک بار حضرت ابو موسیٰ کے بھیجے ہوئے مدینہ طیبہ میں آئے اور حضرت عمرؓ کے سامنے نفسِ واقعہ کو ایسی خوبی و فصاحت کے ساتھ بیان کیا کہ آپ کو حیرت ہو گئی اور فرمایا "یونہیں یہ حالات تم منبر پہ کھڑے ہو کر بیان کر سکتے ہو؟" عرض کیا "مجھ پر کسی کا رعب پڑ سکتا تھا تو آپ کا۔ جب آپ کے سامنے بیان کر دیا تو اور کسی کا کیا رعب پڑ سکتا ہے؟" آپ نے حکم دیا اور زیاد نے اسی خوبی سے سب حالات منبر پہ کھڑے ہو کر بیان کر دیے۔ اس وقت مسجد نبوی میں مہاجرین و انصار کا مجمع تھا۔ زیاد کی تقریر سن کر سب صاحب عش عش کر گئے۔ عمرو بن عاص نے کہا "اس نوجوان کا باپ اگر کوئی قریشی ہوتا تو یہ سارے عرب کو

ابوسفیان اپنا بیٹا ہونے کا اعتراف کرتے ہیں

لکڑی سے ہانکتا" ابوسفیان بھی اس صحبت میں موجود تھے بولے میں خوب جانتا ہوں کہ کس کے نطفے سے ہے" ان کے یہ الفاظ سُن کر حضرت علیؓ نے چپکے سے فرمایا "بس خاموش ہو جا ہیے آپ کا یہ فقرہ عمرؓ کے کان تک پہونچ گیا تو خیر نہیں ڈالیں گے"

حضرت علیؓ نے حاکم فارس مقرر کیا

بعد ازاں حضرت علیؓ نے زیاد کی انتظامی قابلیت دیکھ کر اُن کو حاکم فارس مقرر کر دیا جیسا کہ اس سے پیشتر تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں معاویہ نے زیاد کی خوش انتظامی کا حال سُنا تو گراں گزرا۔ اور اُن کے پاس فارس میں ایک خط بھیجا جس میں دھمکیاں دیں اور آخر میں لکھا

معاویہ سے زیاد کی بیزاری

کیا تمھیں یاد نہیں رہا کہ ابوسفیان کے نطفے سے پیدا ہوئے ہو؟ زیاد نے فوراً مجمع عام میں ایک تقریر کی جس کا مضمون یہ تھا "بڑی حیرت کی بات ہے کہ کلیجہ کھانے والی ہند معاویہ کی والدہ اکا بیٹا اور تفرقہ اندازی کا سرغنا مجھے ڈراتا دھمکاتا ہے! حالانکہ میرے اُس کے درمیان رسول اللہ صلعم کے چچا کے بیٹے ہیں جن کے ساتھ مہاجرین و انصار کا گروہ ہے مجھ کو انھوں نے مقابلے کا حکم دیا تو خدا کی قسم یہ شخص مجھے ایک خوفناک انگارا اور زبردست دشمن پائے گا"

حضرت علیؓ کی خوشنودی

یہ واقعات حضرت علیؓ کے گوش گزار ہوئے تو زیاد کو تحریر فرمایا "تمھاری حکومت اور تمھارے عہدے کو میں مستقل کرتا ہوں۔ اس لیے کہ تم اس کے اہل ہو۔ ابوسفیان کی یہ ایک لغزش تھی جو باطل ہوس رانی کا نمونہ ہے جس سے نہ درثہ حلال ہوتا ہے نہ نسب قائم کیا جا سکتا ہے معاویہ کی یہ حالت ہے کہ انسان کے پاس بہکانے کے لیے آگے پیچھے داہنے بائیں ہر طرف سے آتے ہیں۔ لہٰذا خبردار تم ان سے ڈرتے رہنا۔ والسلام"

آپ کے بعد بھی معاویہ کے مخالف رہنا۔

حضرت علیؓ کے شہید ہونے پر معاویہ نے پھر زیاد کو دھمکی کا ایک خط بھیجا اور زیاد نے پھر علی الاعلان معاویہ کو برا بھلا کہا۔ اور ظاہر کیا کہ میرے اور معاویہ کے درمیان حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت حسینؓ ستر ہزار سواروں کے ساتھ تلواریں علم کیے کھڑے ہیں۔ ادھر بڑھنے کا نام بھی لیا تو خدا کی قسم تلوار سے جواب دوں گا"

اس کے بعد حضرت حسنؓ کے خلافت چھوڑنے تک زیاد فارس کے حاکم تھے مگر ان کے اہل و عیال بصرے میں رہتے تھے جس شہر کو انھوں نے اور ان کے بھائیوں نے اپنا وطن قرار دے لیا تھا۔ معاویہ کے ہاتھ میں جیسے ہی عنان خلافت آئی اور زیاد کو فارس میں ان سے اندیشہ ہوا تو ایک مضبوط قلعے میں پناہ گزیں ہو گئے جو مدتوں "قلعۂ زیاد" کے نام سے

مشہور رہا۔ اُدھر بصرے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ حمران بن ابان نے شہر پر یورش کرکے قبضہ
کرلیا۔ معاویہ کوفے میں موجود تھے اس لیے شورش کا حال سنتے ہی بسر بن ارطاۃ کو روانہ کیا کہ بصرے
میں امن وامان قائم کرے۔ اور چلتے وقت اسے یہ بھی حکم دیا کہ "وہاں زیاد کا گھر ہے۔ اس کے
جتنے بیٹے ملیں سب کو پکڑ کر قتل کر ڈالنا"۔
بسر نے بصرے میں پہونچ کر پہلی یہ کاروائی کی کہ شہر پر قابض ہوتے ہی جامع مسجد میں منبر پر کھڑے
ہو کر تقریر کی جس میں حضرت علیؓ کی شان میں گستاخیاں کیں۔ گالیاں دیں۔ پھر کہا "میں تمام لوگوں
کو قسم دلاتا ہوں کہ میرے کہنے کو بجا و درست جانتے ہوں تو میری تصدیق کریں اور غلط جانتے
ہوں تو تکذیب کریں"۔ ابوبکرہ صحابی رسول اللہ تھے۔ نہ رہا گیا۔ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "خدا [illegible]
و دانا ہے کہ ہم تمھیں جھوٹا جانتے ہیں"۔ ان کے اس جواب پر بسر برہم ہوا۔ اور قریب تھا کہ ان پر
حملہ ہو جائے مگر ابولولوہ ضبی اٹھ کر سینہ سپر ہو گیا"۔ اور کسی نے پکار کے ابوبکرہ سے کہا "بھلا ایسے
نازک موقع پر آپ کو اٹھ کھڑے ہونے کی کون ضرورت تھی؟" جواب دیا "کوئی خدا کی قسم دے کے
پوچھے اور ہم خاموش بیٹھے رہیں؟"
اس کے بعد بسر نے زیاد کے بڑے بیٹوں عبدالرحمن، عبیداللہ اور عباد کو گرفتار کر لیا اور
زیاد کو لکھا "فوراً امیرالمومنین معاویہ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ، ورنہ تمھارے سب بیٹوں کو قتل
کر ڈالوں گا"۔ زیاد کے پاس سے اس کا یہ جواب آیا کہ "جب تک اللہ جل شانہ میرے اور تمھارے
آقا معاویہ کے درمیان تصفیہ نہ کر دے گا اس وقت تک میں اپنی جگہ سے ہلنے والا نہیں ہوں
رہا یہ کہ تم میرے بیٹوں کے قتل کرنے کی دھمکی دیتے ہو تو اس کا محاسبہ خدا کے سامنے ہوگا۔
وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ"۔
یہ جواب پا کر بسر نے زیاد کے بیٹوں کے قتل کرنے کی تیاریاں کیں۔ ابوبکرہ جو ان
لڑکوں کے چچا تھے سنتے ہی دوڑے آئے اور کہا "تم نے میرے بھائی زیاد کے بیٹوں کو
بیگناہ قید کر لیا ہے۔ حالانکہ جب حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ سے اپنی صلح کی تو تمام اصحاب
علیؓ سے درگزر ہونے کا وعدہ ہو گیا تھا۔ اس معاہدے کی بنا پر [illegible] تعرض
کرنے کا حق حاصل ہے نہ ان کے باپ سے لیکن تم اس کو نہیں مانتے تو اتنا انتظار کرو کہ میں [illegible]
سے ان کی رہائی کی تحریر لے آؤں"۔ بسر نے منظور کیا اور ایک دن مقرر کر دیا [illegible]
ابوبکرہ معاویہ کی تحریر لے کر نہ آگئے تو زیاد کے تینوں بیٹے قتل کروا دئے جائیں گے۔

ابوبکرہ فوراً سوار ہو کے کوفے میں گئے معاویہ سے ملے اور کہا آپ کے ہاتھ پر
لوگوں نے اس لیے بیعت نہیں کی ہے کہ اُن کی اولاد قتل کی جائے معاویہ نے اصل حقیقت
پوچھی اور ابوبکرہ نے ساری سرگذشت بیان کر دی سُن کر فوراً معاویہ نے سند رہائی لکھ دی
مگر ابوبکرہ کو آنے جانے میں اتنی دیر ہوئی کہ قتل کا مقررہ دن آگیا اور بُسر نے صبح ہی سے
زیاد کے بیٹوں کو قتل گاہ میں لا کے بٹھا دیا کہ آفتاب غروب ہو اور اُن کے سر اڑا دیے جائیں
لوگ ٹکٹکی لگائے کھڑے تھے اور سب کی نظریں کوفے کی سڑک پر لگی ہوئی تھیں۔ جو جو دن ڈھلتا
تھا مایوسی بڑھتی جاتی تھی۔ یکایک دُور پر کوئی شخص آتا دکھائی دیا جو اپنے خچر کو مار مار کے بڑھا رہا تھا
قریب آیا تو معلوم ہوا کہ ابوبکرہ ہیں۔ مجمع کے پاس پہونچتے ہی وہ اُتر پڑے۔ رومال ہوا میں اڑایا
اور نعرہ لگایا کہ اللہ اکبر ساتھ ہی سارے مجمع نے تکبیر کے نعرے لگائے۔ اور ابوبکرہ نے
پیدل دوڑ کے بُسر کو جناب معاویہ کی تحریر دکھائی۔ اور اس نے اسی وقت زیاد کے بیٹوں کو چھوڑ دیا۔

ابوبکرہ کی مروت سے اگرچہ جناب معاویہ نے سند آزادی لکھ دی تھی مگر زیاد کی طرف
سے اُن کا دل صاف نہ تھا۔ انھیں خبر ملی کہ بصرے میں ابوبکرہ کے بیٹے عبدالرحمن کے
پاس زیاد کی دولت امانت رکھی ہے فوراً مغیرہ بن شعبہ کو [illegible] حاکم کوفہ [illegible] کہا تھا بصرہ جا کر
[illegible] زیاد کی دولت کو برآمد کریں۔ انھوں نے بصرے [illegible] عبدالرحمن کو بلایا اور
کہا اگر تمھارے باپ نے میرے ساتھ برائی کی تھی [illegible]
اور [illegible] جناب معاویہ کو لکھ بھیجا [illegible] عبدالرحمن کے
[illegible] ہوئی [illegible] جس کا لینا جائز ہو۔ معاویہ نے پھر لکھا کہ "عبدالرحمن پر
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] اس [illegible] مغیرہ کو زنا کی تہمت لگائی تھی ابوبکرہ نے اُن کے خلاف حضرت عمر کے
سامنے شہادت دی تھی۔ مگر زیاد کی ناکافی شہادت سے [illegible] بچا دیا تھا جیسا کہ ہم حضرت فاروق اعظم کے
عہد میں بیان کر آئے ہیں۔

چنانچہ معاویہ کے پاس کوفے میں گئے تو سامنا ہوتے ہی معاویہ نے دو شعر پڑھے جن میں اُن کے طرزِ عمل کی طرف اشارہ تھا۔ سن کر مغیرہ بولے "امیر المومنین۔ اشاروں میں باتیں نہ کیجیے۔ اگر کوئی راز کی بات آپ مجھ پر ظاہر فرمائیں گے تو مجھے رازدار اور سچا خیر خواہ پائیں گے"۔ معاویہ نے کہا "زیاد کا فارس پر قابض ہونا مجھے یاد آتا ہے تو راتوں کو نیند نہیں آتی"۔ مغیرہ نے کہا "بھلا زیاد کی بھی کوئی اصل و حقیقت ہے کہ آپ اس سے اندیشہ کریں"؟ معاویہ نے جواب دیا "وہ سرزمین عرب کا چالاک ترین شخص ہے۔ فارس کا خزانہ اس کے ہاتھ میں ہے اور ہر طرح کے مکر و فریب اُسے یاد ہیں۔ مجھے اس کی طرف سے اطمینان نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ خاندان بنی ہاشم کے کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کر کے ہنگامہ مچا دے اور پھر میدان کارزار گرم ہو"۔ مغیرہ نے کہا "اچھا تو امیر المومنین مجھے اجازت دیتے ہیں کہ اُسے لا کے حاضر کر دوں"؟ کہا "ہاں میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں"۔ یہ ایسی کارروائی تھی کہ معاویہ نے مغیرہ کی بہت کچھ خاطر داشت اور اُن کے حال پر بڑی مہربانی کی۔

اس سے پیشتر یہ واقعہ پیش آ چکا تھا کہ معاویہ نے زیاد کو لکھا "تمہارے سپرد فارس کی رقم اور خدا کی امانت ہے۔ لہٰذا اُس کو فوراً میرے پاس بھیج دو"۔ زیاد نے جواب دیا تھا "میرے پاس جو کچھ تھا اُس کو خدا کی راہ میں صرف کر چکا۔ کچھ حصہ البتہ محفوظ کر دیا ہے کہ کوئی فوری ضرورت پیش آئے تو اس میں صرف کیا جائے۔ اس سے جو بچ رہا اُس کو میں امیر المومنین جنت نشین کی خدمت میں بھیج چکا"۔ یہ تحریر پڑھ کے معاویہ نے لکھا "اچھا تو تم حساب لے کر میرے پاس حاضر ہو تاکہ تمہارے معاملے میں غور کروں۔ تصفیہ ہو جانے کے بعد تم اپنے علاقے پر واپس جانا"۔ اس حکم پر زیاد نے مطلق عمل نہیں کیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ معاویہ کو ان کی طرف سے زیادہ اندیشہ تھا۔

اسی حالت میں مغیرہ کوفے سے کوچ کر کے زیاد کے پاس پہنچے اور کہا "معاویہ کو تمہاری طرف سے اس قدر دھڑکا ہے کہ مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ تم جانتے ہو کہ خاندانِ بنی ہاشم میں سوا حسنؓ کے اور کوئی نہیں ہے جو خلافت کے لیے ہاتھ بڑھائے۔ وہ خود ہی دست بردار ہو گئے اور معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر تم کس بھروسے پر اڑے بیٹھے ہو؟ لہٰذا قبل اس کے کہ تم پر حملہ ہو اپنے بچانے کی فکر کرو۔ اپنے قدموں کی خیر مناؤ۔ اور ایسا کرو کہ معاویہ کو تمہاری طرف سے اطمینان ہو جائے"۔ زیاد نے کہا "آپ جس مقصد کے لیے آئے ہیں

اس کو بتایئے اور مجھے صحیح مشورہ دیجیے کہ اس موقع پر کیا طرزِ عمل اختیار کروں"۔ مغیرہ نے کہا "میرا مشورہ تو یہ ہے کہ معاویہ سے مل جاؤ۔ تمھارا مقصد بھی وہی ہو جائے جو اُن کا ہے پھر خاموش بیٹھ کے دیکھو کہ خدا کیا کرتا ہے"۔

زیاد کا معاویہ سے ملنے کو جانا

الغرض مغیرہ بن شعبہ زیاد کو سمجھا بجھا کے اور راضی کر کے واپس گئے۔ اور اُن کے جاتے ہی معاویہ نے زیاد کو امان نامہ لکھ کے بھیج دیا۔ اس کے آتے ہی زیاد نے منجاب بن راشد ضبی۔ حارثہ بن بدر غدانی۔ اور بہادر سپہگروں کے ایک گروہ کو لے کر فارس سے کوچ کیا۔ اور چلے کہ معاویہ کے پاس حاضر ہو کر صفائی کر لیں۔

راستے میں جھگڑا

اتفاقاً اسی زمانے میں عبداللہ بن عامر والی بصرہ نے عبداللہ بن خازم کو زبردست لشکر کے ساتھ والی فارس بنا کے روانہ کیا تھا۔ ابن خازم اور زیاد میں راستے میں مڈبھیڑ ہوگئی ابن خازم زیاد ہی کے علاقے پر قبضہ کرنے کے لیے جاتے تھے۔ اور جانتے تھے کہ خلافت زیاد کے خلاف ہے۔ علاوہ بریں ابن عامر نے ہدایت کر دی تھی کہ راستے میں زیاد ملیں تو فوراً گرفتار کر لینا۔ چنانچہ زیاد کو دیکھتے ہی ابن خازم نے اپنے گھوڑے سے کود کے زیاد کے گھوڑے کا دہانہ پکڑ لیا۔ اور کہا "اُترو تم خلافت کے اسیر ہو"۔ منجاب اور ابن خازم میں پیشتر سے چشمک تھی اُس نے ڈانٹ کے ابن خازم سے کہا "او حبشن کے لڑکے۔ سامنے سے ہٹ ورنہ اسی باگ میں تیرے ہاتھ باندھ لوں گا"۔ لیکن زیاد نے منجاب کو درشتی سے روکا اور ابن خازم سے کہا "تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے امیرالمومنین معاویہ نے مجھے امان نامہ لکھ کے بھیج دیا ہے۔ لو دیکھ لو یہ اُن کی تحریر موجود ہے"۔ یہ سنتے ابن خازم نے اُن کے گھوڑے کا دہانہ چھوڑ دیا اور اپنی راہ لی۔

زیاد و معاویہ [illegible]

اور زیاد منازلِ سفر طے کر کے جناب معاویہ کے پاس پہنچے۔ انھوں نے صورت دیکھتے ہی [illegible] کا حساب پوچھا کہا اتنا میں حسن بن علی کے پاس بھیج چکا اتنا [illegible] [illegible] [illegible] مسلمانوں کی امانت [illegible] معاویہ [illegible] کو اطمینان دلانے کے لیے زیاد نے چند خطوط اُن لوگوں کے نام [illegible] پاس اُن کی رقوم امانت تھی۔ ان خطوط کا مضمون یہ تھا کہ تم کو معلوم ہے کہ میرا [illegible] مال تمھارے پاس امانت ہے پس خدا کی کتاب [illegible] حکم ہے انا عرضنا الامانۃ [illegible] الآیۃ اُس پر غور کرو اور

اور جو چیز تمہارے پاس ہے اس کی اچھی طرح حفاظت کرو۔ ہر شخص کے خط میں اس قسم کی عبارت
بھی کر دی تھی جس کا اُس نے معاویہ کے سامنے اقرار کیا تھا پھر اپنے قاصد سے کہا کہ جانے
سے پہلے ان خطوط کو کسی ایسے شخص کو دکھلا دینا جو معاویہ کو اس کی خبر کر دے۔ قاصد نے
بھی کیا اور یہ خبر مشہور ہو گئی۔ معاویہ نے ان تحریروں کو غور سے پڑھا اور زیاد سے کہا۔ مجھے
خوف ہے کہ تم نے مجھ سے کوئی چال چلی ہو [illegible]
چنانچہ دس لاکھ درہم دے کر زیاد نے معاویہ کو راضی کر لیا۔

صلح ہو جانے کے بعد زیاد نے معاویہ [illegible]
اور خاموشی سے زندگی بسر کرنے لگے مغیرہ ان کی نہایت ہی قدر و منزلت کرتے [illegible]
پیش آتے چند روز بعد مغیرہ کے پاس معاویہ کا خط آیا کہ زیاد، حجر بن عدی، سلیمان بن صرد،
شبث بن ربعی، اور ابن الکوا، ابن حمق شر پسند ثابت ہو رہے ہیں [illegible]
یہ لوگ شیعیان علی میں سے ہیں۔ اس کا باعث یہ تھا کہ [illegible]
علی کے نام پر [illegible]
سکے ہیں۔

لیکن اب زیاد کے دل میں خود ہی یہ خیال گزرا کہ اپنے آپ کو ابو سفیان کا بیٹا ثابت کر کے
معاویہ کے بھائی بن جائیں۔ اور عمائد قریش میں شمار کیے جانے لگیں چنانچہ [illegible]
ایک دن مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی سے کہا "اگر تم میرا ایک کام کر دو تو میں [illegible] تمہاری نذر کروں گا"
اُس نے پوچھا "کون سا کام؟" کہا "معاویہ کے پاس جا کے کہو کہ زیاد فارس کی سلامتی کی [illegible]
کی رقم ہضم کر گیا۔ اور آپ کو صرف دس لاکھ درہم دے کے بہلا دیا۔ اس کا باعث [illegible]
لوگ بیان کرتے ہیں؟" وہ پوچھیں گے "لوگ کیا کہتے ہیں؟" کہنا "ہر شخص کی زبان پر ہے
زیاد ابو سفیان کا بیٹا ہے۔" مصقلہ نے منظور کیا اور یہی فقرہ معاویہ کے سامنے جا کے
کہہ دیے۔ سنتے ہی معاویہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ زیاد کو اپنے نسب میں شامل کر کے
اپنا عزیز اور طرفدار بنا لیں اس لیے کہ وہ زیاد کی قابلیت اور حسن تدبیر کے قائل تھے۔
غرض زیاد سے پوشیدہ مراسلت کی۔ اور جب دونوں اس پر آمادہ ہو گئے تو کوشش کی
کہ زیاد کے ابن ابی سفیان ہونے کی شہادتیں لے کر اعلان کر دیا جائے کہ وہ معاویہ کے
بھائی ہیں منجملہ اور شہادتوں کے ابو مریم سلولی کی بھی شہادت تھی جو پیشہ [illegible]

تھے اور اب ان کا شمار صحابہ میں تھا۔ اُن سے جب معاویہ نے پوچھا کہ تم کیا شہادت دیتے ہو تو انھوں نے ابوسفیان اور زیاد کی ماں کے ملنے کا واقعہ ایسے فحش ترین طریقے سے بیان کیا کہ زیاد نے نادم ہو کر کہا "ابومریم بس بس۔ یہ تم شہادت دیتے ہو یا مجھے گالی دے رہے ہو۔"

پہلی مخالفت شرع

جب شہادتیں مکمل ہو گئیں تو معاویہ نے زیاد کو اپنے خاندان کی یادگار اور اپنا بھائی تسلیم کر لیا۔ مورخین کہتے ہیں حکومت اسلام میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ علانیہ حکم شرع سے برائی کی گئی۔ رسول خدا صلعم نے صاف فرما دیا تھا کہ "بچہ شوہر کا ہے اور زانی کے لیے بجز زیاں کاری کے کچھ نہیں"۔ اسی اندیشے سے خود ابوسفیان حضرت عمرؓ کے زمانے میں باوجود یقین ہونے کے کبھی زبان سے نہ نکال سکے کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔

حضرت عائشہ کا زیاد کے فقرے میں نہ آنا

زیاد نے بنی اُمیہ کے نسب میں شامل ہونے کے بعد چالاکی سے حضرت عائشہؓ صدیقہ کی خدمت میں ایک خط بھیجا جس میں معمول کے مطابق یہ الفاظ لکھے "بخدمت اُم المومنین عائشہؓ از جانب زیاد بن ابی سفیان" مقصد یہ تھا کہ جواب میں آپ بھی تحریر فرما دیں "بنام زیاد بن ابی سفیان"۔ اور اُن کا ابن ابی سفیان لکھنا سند ہو جائے۔ مگر حضرت صدیقہ نے جواب میں بس اتنا ہی لکھا کہ "از جانب عائشہ اُم المومنین اپنے فرزند زیاد کے نام"۔

عام ناراضی۔

یہ واقعہ تمام مسلمانوں کو خصوصاً بنی اُمیہ کو سخت ناگوار گزرا، اور ہر صحبت میں طرح طرح کے خیالات ظاہر ہونے لگے۔ مگر جو لوگ معاویہ کے طرفدار ہیں کہتے ہیں جاہلیت میں مختلف طریقوں کے نکاح مروج تھے جن میں سے ایک یہ بھی تھا جو ابوسفیان اور سمیہ میں ہوا کہ ایک بازاری فاحشہ کسی کی خلوت میں آئے اور حاملہ ہونے کے بعد بچے کو جس کا بتائے وہ اس کو اپنے نسب میں شامل کرے۔ طلوع نیر اسلام کے بعد وہ نکاح حرام ہو گیا مگر جتنے بیٹے اس عقد کی رو سے جس باپ کی طرف منسوب تھے اُسی کے نسب میں تسلیم کر لیے گئے لیکن

معاویہ کا عذر [illegible]

شبہ کی تغلیط۔

جناب معاویہ کا یہ اجتہاد غلط ہے۔ زیاد جاہلیت میں ابوسفیان کی جانب نہیں منسوب کیے گئے اگر پہلے سے منسوب ہوتے تو ابوسفیان کو حضرت عمرؓ کے سامنے ظاہر کرنے میں تامل ہوتا۔

خود اپنے [illegible]

کہتے ہیں کہ نسب اختیار کرنے کے بعد زیاد نے حج کا ارادہ کیا۔ ابوبکرہ نے سنا تو اگرچہ مغیرہ بن شعبہ کے خلاف مکمل شہادت نہ دینے کے باعث زیاد سے ملنا چھوڑ دیا تھا مگر اس موقع پر اُن کے گھر میں دوڑے گئے اور اُن کے ایک بیٹے سے کہا "اپنے ابا سے

کہہ سنا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ حج کو جانے والے ہیں۔ مدینہ راستے میں ہے اور وہاں اُن کو
خواہ مخواہ ام المومنین اُم حبیبہؓ سے ملنے کی ضرورت پیش آئے گی اگر وہ ان سے ملیں تو حرم
رسول اکرمؐ کی اہانت ہوگی اور نہ ملیں تو اُن کے باپ کی سخت رسوائی ہوگی۔" یہ پیام سنتے ہی
زیاد نے حج کا ارادہ ملتوی کر دیا اور کہا خدا اجر اے خیر دے، ابو بکرہ کو مجھے بہت اچھا
مشورہ دیا۔"

بُسر کے بصرے سے واپس آنے کے بعد جناب معاویہ ارادہ کر رہے تھے کہ اپنے
بھائی عتبہ بن ابی سفیان کو وہاں کا والی مقرر کریں۔ مگر اُن کے ایک عزیز عبداللہ بن عامر
آئے اور کہا بصرے میں میرا کچھ روپیہ پھنسا ہوا ہے اور چند لوگوں کے پاس میری [illegible]
امانتیں ہیں۔ اگر کسی اور کو آپ نے وہاں کا حاکم مقرر کیا تو میرا روپیہ اور امانتیں سب ہاتھ سے
جاتی رہیں گی۔" حضرت معاویہ نے اُن کی خواہش کے مطابق انہیں والی بصرہ مقرر کر دیا۔
چنانچہ وہ ۴۱ھ کے آخر میں والی و حاکم کی حیثیت سے سوادِ بصرہ میں داخل ہوئے۔
خراسان و سیستان بھی جو بصرے ہی کی حکومت سے وابستہ تھے ان کے [illegible]

ابن عامر نے بصرے کی حکومت ہاتھ میں لیتے ہی قیس [illegible] کو خراسان کا حاکم مقرر
کر کے بھیجا۔ قیس کو وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ بادغیس، ہرات، پوشنج کے لوگ باغی
ہو گئے ہیں۔ فوراً اُن سرحدی علاقوں پر جا پہنچے۔ پوشنج [illegible] وہاں سے نافع [illegible] کے
غلام عطاء بن سائب تھے جو خشک کے لقب سے مشہور ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں میں سب سے
پیشتر وہی باب خشک کے راستے سے ہرات میں داخل ہوئے تھے اور بلخ کی [illegible]
انھوں نے پل بنوا دیے تھے جو قناطر عطا کہلاتے تھے۔

بہرحال قیس سیدھے بلخ میں پہنچے اور دشمنوں کے ایک مقام نوبہار کو ویران کر دیا۔
اہل بلخ مجبوراً اطاعت قبول کر کے صلح کی درخواست پیش کی [illegible] قیس [illegible]
ان کارگزاریوں کے بعد قیس بصرے میں واپس آئے تو نہیں معلوم کس جرم پر ابن عامر نے
ان کو قید کر لیا پٹوایا اور اُن کی جگہ عبداللہ بن خازم کو حاکم [illegible]
کر کے روانہ کیا۔ قیس کے واپس آتے ہی پھر ان علاقوں کے لوگ باغی ہو [illegible]
جیسے ہی پہنچے ان لوگوں نے پھر عرضداشت اطاعت و امان پیش کی [illegible]
معتدبہ رقم وصول کر کے اُن کو امان دی اور وہ رقم ابن عامر کے پاس [illegible]

خراسان کا تو یہ انتظام ہوا مگر بصرے کے پاس ہی خوارج کی شورش کسی طرح موقوف نہ ہونے آتی تھی۔ اب ان لوگوں نے ایک نیا ہنگامہ مچایا۔ ان کا ایک سرغنا سہم بن غالب ہجیمی ستر آدمیوں کے ساتھ علم خروج بلند کر کے نکلا اور قریب کے دو پلوں اور بصرے کے درمیان پڑاؤ ڈال کے اُدھر کا راستہ روک دیا۔ ایک اور بڑا خارجی یزید بن مالک بھی جو خطیم باہلی کے لقب سے مشہور تھا اُس کے ساتھ تھا۔ اتفاقاً عبادہ بن قرص لیثی جو اپنے بیٹے اور بھتیجے کے ساتھ جہاد سے پلٹے ہوئے آرہے تھے اُدھر سے گزرے۔ خوارج نے اُن سے پوچھا "تم کون لوگ ہو؟" کہا "مسلمان ہیں۔" جواب میں کہا گیا "نہیں تم جھوٹے ہو۔" عبادہ نے کہا "سبحان اللہ! جس بات کو رسول خدا صلعم نے ہم سے قبول کر لیا تھا تمہیں بھی قبول کرنی چاہیے۔ میں نے پہلے اُن کی نبوت کی تکذیب کی تھی اور لڑا تھا مگر جب حاضر ہو کے اسلام قبول کیا تو آپ نے میرا اسلام منظور فرما لیا۔" خوارج نے کہا "مگر تم کافر ہو۔" اور یہ کہتے ہی انہیں مع اُن کے فرزند اور بھتیجے کے قتل کر ڈالا۔

یہ اور ایسی ہی کی خبریں سن کر ابن عامر اُن کے استیصال کے لیے روانہ ہوئے۔ سامنا ہوتے ہی لڑائی چھڑ گئی۔ خوارج میں سے کچھ تو مارے گئے اور کچھ بھاگ کے ایک جنگل میں چھپ رہے جن میں سہم اور خطیم بھی تھے۔ اُن کو جان بچاتے دیکھ کر ابن عامر نے خود ہی امان پیش کی اور انہوں نے قبول کی۔ امان پانے کے بعد یہ لوگ لڑائی سے دست بردار ہو گئے تھے مگر جناب معاویہ نے ابن عامر کو لکھا "ان شقی لوگوں کو زندہ نہ چھوڑنا چاہیے۔" اس کا جواب ابن عامر نے یہ دیا کہ "اب تو ان لوگوں کو میں آپ ہی کے نام سے امان دے چکا۔"

لیکن حضرت معاویہ ہی کی رائے صحیح تھی۔ اس وقت تو ابن عامر کی سفارش پر ان سے قتل سے درگزر کیا گیا مگر سنہ ۴۶ھ میں جب بصرے میں زیاد کی حکومت تھی سہم اور خطیم بصرہ چھوڑ کے اہواز پہنچے اور سہم وہاں ایک گروہ جمع کر کے بصرے پر چڑھ آیا۔ راستے میں ایک جماعت پر حملہ کیا تو ان لوگوں نے کہا "ہم یہودی ہیں۔" انہیں چھوڑ دیا مگر قدامہ بن مظعون کے غلام کو جو مسلمان تھا مار ڈالا۔ لیکن سہم جب بصرے کے قریب پہنچا تو ہمراہی ساتھ چھوڑ کے منتشر ہو گئے۔ مجبوراً روپوش ہو گیا اور زیاد سے امان مانگی۔ سمجھا تھا کہ جس طرح ابن عامر کو موافق بنا لیا تھا زیاد کو بھی منا لوں گا مگر زیاد اور طرح کے آدمی تھے۔ انہوں نے امان نہ دی۔ اور اس کی تلاش میں آدمی دوڑائے۔ جو سراغ لگا کے پکڑ لائے۔ گرفتار ہوتے ہی وہ قتل ہوا اور لاش اسی کے

گھر کے دروازے پر مصلوب کی گئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زیاد کی زندگی میں اُس کا پتہ نہیں لگا بلکہ اُن کے بیٹے عبیداللہ بن زیاد نے اپنے عہد حکومت سنہ ۵۳ھ میں اُسے مصلوب کر کے قتل کیا۔ رہا خطیم وہ بھی اسیر ہو کے آیا۔ اور زیاد نے اُس کے قتل کرنے کا حکم عبادہ کو دیا مگر اُس نے اُس سے انکار کیا۔ اور علاقہ بحرین میں اُس کو جلاوطن کر دیا۔

اور خطیم جلاوطن ہوا۔

اسی سنہ ۴۰ھ میں علی بن عبداللہ بن عباس پیدا ہوئے۔ جن کے فرزندوں سے دولت عباسیہ کی بنیاد پڑی۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ جس سال حضرت حسنؓ نے خلافت چھوڑی اور خلافت بنی ہاشم سے بنی اُمیہ کے ہاتھ میں گئی اُسی سال خدا نے پھر اُس کے بنی ہاشم کے ہاتھ میں آنے کی بنیاد ڈال دی تھی۔

علی بن عبداللہ کی ولادت۔

حج اس سال ابوسفیان کے فرزندوں میں سے عتبہ یا عنبسہ نے کرایا۔ اور حضرت عمرو بن عاص نے اسی سال اپنے خالہ زاد بھائی عقبہ بن نافع کو حاکم افریقہ مقرر کیا۔ انھوں نے وہاں جاتے ہی کمال اولوالعزمی و شجاعت سے جہاد کا سلسلہ جاری کر دیا۔ قریب قریب سارا شمالی افریقہ فتح کر لیا۔ بڑھتے ہوئے مراکش تک چلے گئے جہاں زناتہ اور لواتہ قومیں آباد تھیں۔ پہلے تو افریقہ کے لوگوں نے اطاعت قبول کر لی۔ مگر بعد ازاں برگشتہ ہو کر باغی ہو گئے۔ عقبہ نے دوبارہ حملہ کر کے فتح کیا اور علاقہ برقہ کا شہر ودان اور تمام بلاد بربر اُن کے زیر فرمان ہو گئے۔ یہاں تک کہ سنہ ۵۰ھ میں انھوں نے شہر قیروان آباد کیا۔

عقبہ بن نافع حاکم افریقہ فتح افریقہ

قیروان آباد ہوا۔

اب سنہ ۴۲ھ شروع ہوا جس میں مسلمانوں نے ممالک الان اور روم میں جہاد کیا۔ رومیوں نے زبردست لشکر سے مقابلہ کیا تو انھیں بڑی بھاری فاش شکست دی جس میں ان کا سپہ سالار اعظم مع بطریقوں کے بڑے بھاری گروہ کے مارا گیا۔

رومیوں پر فتح۔

اسی سال حجاج بن یوسف ثقفی پیدا ہوا جس کا نام قیامت تک سخت مظالم کی یادگار رہے گا۔

ولادت حجاج۔

حضرت معاویہ نے اس سال مروان بن حکم کو والی مدینہ مامور فرمایا اور مروان نے اپنی طرف سے عبداللہ بن حرث بن نوفل کو قاضی مدینہ مقرر کیا۔

مروان حاکم مدینہ۔

لیکن اس زمانے کی سب سے بڑی مصیبت خوارج تھے جن کا فتنہ کسی طرح مٹنے ہی کو نہ آتا تھا۔ اس سال انھوں نے پھر سر اٹھایا اور ہنگامہ آرائی شروع کر دی۔ حضرت علیؓ کے مقابلے میں نہروان کی لڑائی میں جو خوارج قتل ہونے سے بچ رہے تھے یا زخمی ہوئے تھے وہ اچھے ہونے کے بعد آپ نے ان کا قصور معاف فرما دیا تھا۔ ان کی شورش پسندی سے

فتنہ خوارج۔

پاسی کرچھی میں اُبال آیا۔ معرکہ نہر کے زخمیوں میں ایک حیان بن ظبیان سلمی تھا۔ اچھا ہو کر یہ سنہ ۴۰ھ میں اپنے دوستوں کے ساتھ رے میں چلا گیا۔ وہیں اس نے حضرت علیؓ کے شہید ہونے کی جو خبر سنی اپنے دس ہم خیالوں کو جمع کیا جن میں ایک سالم بن ربیعہ عبسی تھا۔ ان سب نے شہادت مرتضوی پر اظہار مسرت کیا۔ سالم نے جوش کے ساتھ کہا "جس کے ہاتھ نے یہ تلوار اٹھائی۔ (یعنی حضرت علیؓ پر حربہ کیا) کبھی بیکار نہ ہوگا" اور سب نے اس سانحہ پر خدا کا شکر ادا کیا۔

حیان خارجی۔

شہادت علیؓ پر خوشی۔

اس کے بعد سالم نے تو خاموشی اختیار کی اور بغاوت و سرکشی کے ارادے سے دستبردار ہو گیا۔ مگر حیان نے سب کو ابھار کے علم بغاوت بلند ہی کر دیا۔ چنانچہ یہ لوگ اپنا جتھا باندھ کے کوفے میں آ گئے۔ کوفے ہی میں تھے کہ حضرت معاویہ صلح کی غرض سے وہاں آئے اور مغیرہ بن شعبہ کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ مغیرہ دراصل نرم مزاج اور امن دوست تھے۔ اور جہاں تک بنتا لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے۔ لوگ ان سے آ آ کر کہتے کہ "فلاں شخص شیعہ علیؓ ہے فلاں خارجی ہے"۔ اور وہ سب سے کہہ دیتے "خدا ہی کی مرضی ہے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے مخالف رہیں۔ اور عنقریب وہی فیصلہ کرے گا"۔

حیان کا فتنہ۔

مغیرہ کی نرمی۔

تیسری فصل

خوارج کی ایک سخت شورش کا استیصال

مغیرہ کی نرم دلی۔ خوارج کی تحریک۔ اُن کے تین گروہ۔ مستورد کا انتخاب۔ مستورد کے ہاتھ پر بیعت۔ مغیرہ کی کارروائی۔ خوارج کے ایک گروہ کی گرفتاری۔ اندرونی سازش۔ مغیرہ کو اطلاع۔ اُن کی عام تشہیر۔ معقل کی تجویز۔ سب سردار فتنہ مٹانے کے ذمہ دار۔ صعصعہ اپنے قبیلے میں۔ خوارج کو پناہ دینے والا سلیم۔ اُن کا جماؤ۔ اُن کے استیصال کی کوشش۔ معقل سپہ سالار اسلام۔ مغیرہ کی منصوبہ سے ناراضی۔ اُس کا باعث۔ معقل کی روانگی۔ مستورد مدائن میں۔ مقابلے کے بارے میں خوارج کا مشورہ۔ مستورد کی رائے۔ خوارج مذار میں۔ اُن کے مقابلے کے لیے بصرے کا لشکر۔ معقل مدائن میں۔ اُن کا مقدمۃ الجیش ابوالرواغ۔ خوارج کا سامنا۔ اُن کا حملہ۔ عسکر خلافت کو بار بار شکست اور ابوالرواغ کی کارگزاری۔ معقل کو اطلاع۔ اُن کا آپہونچنا۔ دوسرے دن کی لڑائی اور پھر لشکر خلافت کو شکست۔ معقل اور ابوالرواغ کی شجاعت۔ ہمارا لشکر آگیا۔ لشکر بصرہ بھی قریب آگیا۔ خوارج رات کو چلے گئے۔ ابوالرواغ اُن کے تعاقب میں۔ اُن کا اور دشمنوں کا سامنا۔ خوارج کی فتح۔ بعد ازاں پسپائی۔ بہرسیر میں پھر لڑائی۔ مستورد کی چالاکی۔ ابوالرواغ دھوکے میں۔ مستورد معقل پر جا پڑا۔ معقل کی شجاعت۔ اُن کی نازک حالت۔ ابوالرواغ آپہونچا۔ اُن کے آنے کا باعث۔ اُن کا حملہ۔ مستورد اور معقل کا مقابلہ اور دونوں کا مارا جانا۔ خوارج کا استیصال۔ اس سال کے امیر حج اور غازیان اسلام۔ ابن عامر کی معزولی۔ اُن کی کمزوری۔ اُن کا وفد دمشق میں۔ ابن کوا نے معاویہ سے ان کی شکایت کی۔ اُن کے ساتھ ابن عامر کا بے نتیجہ سلوک۔ طریقۂ معزولی کی دو روایتیں۔ پہلی روایت۔ دوسری روایت۔

مغیرہ کی نرم دلی۔ والی کوفہ مغیرہ بن شعبہ کی نرم دلی اور درگزر کرنے والی پالسی کا یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ کوفے میں اندر ہی اندر

خوارج کی تحریک۔ خوارج کی تحریک جاری ہوگئی جو علانیہ اپنے مکانوں کے سامنے بیٹھ کر کمال آزادی کے ساتھ اپنے خیالات ظاہر کرتے اور اپنے اُن بھائیوں کو یاد کر کر روتے جو نہروان میں مارے گئے تھے

اُن کے تین گروہ۔ ہوتے ہوتے تین شخصوں کی ماتحتی میں خوارج کے تین گروہ جمع ہوگئے۔ ایک مستورد بن

علاء تمیمی کے زیر اثر جو بنی تیم الرباب میں سے تھا۔ دوسرا معاذ بن جوین طائی کے زیر حکم جس کا چچا زاد بھائی زید بن حصین معرکہ نہروان میں مارا گیا تھا۔ تیسرا اسی حیان بن ظبیان سلمی کے ساتھ [illegible] سے آیا تھا۔ ان تینوں گروہوں کی تعداد اور قوت چار سو آدمیوں کی تھی۔

سردار کا انتخاب

اب انھوں نے باہم مشورہ کیا کہ کسے اپنا سردار اور سپہ سالار بنائیں۔ مگر اعتقادی خلوص اور دنیاوی عہدوں سے استغناء سمجھتے تھے کہ سرداری اور حکومت ایک ایک کے سامنے پیش کی جاتی اور کوئی قبول نہ کرتا۔ ہر طرف سے انکار ہی انکار کی آوازیں آتی تھیں۔ آخر بہ مشکل سب نے

مستورد کے ہاتھ پر بیعت

مستورد کو راضی کیا۔ اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کا بیحد ادب و احترام کرتے۔ اور خوارج میں وہ امیر المومنین کے لقب سے یاد کیا جاتا۔ یہ گروہ سنہ ۴۲ھ میں جمع ہوا تھا۔ اور شعبان سنہ ۴۳ھ میں وہ علانیہ نکل کھڑے ہوئے اور علم بغاوت بلند کر دیا۔

مغیرہ کی کارروائی

ان کے ظہور سے ذرا پیشتر مغیرہ بن شعبہ کو خبر لگی کہ حیان بن ظبیان سلمی کے گھر میں خوارج جمع ہیں اور طے پا گیا ہے کہ غرہ شعبان کو بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیں۔ یہ خبر پاتے ہی اپنے کوتوال قبیصہ بن دمون کو بھیجا جس نے جا کے حیان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت مکان کے اندر حیان کے ساتھ معاذ بن جوین اور ان کے تقریباً بیس رفقا موجود تھے۔ حیان کی ایک ام ولد لونڈی تھی جس نے جورو کی عزت پیدا کر لی تھی۔ اس نے سب کی تلواریں غائب کر دیں اور فریادیوں کی طرح غل مچایا۔ باعث یہ ہوا کہ وہ اپنے شوہر حیان سے نہایت متنفر اور خوارج کی تحریکوں کے سخت خلاف تھی۔ اس کو شور کرتے دیکھ کر سب نے اسے پکڑ کے باندھا اور بچھونے کے اندر لپیٹ دیا کہ پھر اس کی آواز نہ سنی جائے۔ بعد ازاں سب نے اپنی تلواریں ڈھونڈھنا شروع کیں کہ نکل کے کوتوال سے مقابلہ کریں۔ مگر ان کا کہیں پتہ نہ تھا۔

خوارج کے ایک گروہ کی گرفتاری

اپنے آپ کو نہتا دیکھ کر سب نے ہاتھ پاؤں ڈال دیئے۔ قبیصہ سب کو باندھ کے مغیرہ کے سامنے لے گیا۔ مغیرہ نے لاکھ کوشش کی کہ یہ لوگ اپنے ارادوں کو ظاہر کریں مگر کسی نے جرم کو نہ قبول کیا اور کہا "ہم تو اس گھر میں قرآن خوانی کے لیے جمع ہوئے تھے۔" آخر مجبور ہو کر مغیرہ نے سب کو قید کر دیا چنانچہ یہ لوگ پورے ایک سال تک اسیر پا بزنجیر رہے۔

اندرونی سازش

ان لوگوں کی گرفتاری کا حال ان کے رفقا کو معلوم ہوا تو پریشان ہوئے۔ اور مستورد اپنی بغاوت کو مخفی صورت میں لانے لگا۔ بمقام حیرہ میں آ کے ٹھہرا اور اپنی قوت بڑھانا شروع کی۔ خوارج کی اس کے پاس آمد و رفت رہتی اور خلافت کے زیر کرنے کی تدبیریں سوچی جاتیں۔

ایک دن حجار بن ابجر نے ان لوگوں کو یہاں جمع ہوتے دیکھ لیا۔ سب خارجیوں نے التجا کی کہ آج کی رات ہمارا حال کسی سے نہ بیان کرنا کیونکہ تمہیں اختیار ہے۔ اس نے کہا آج ہی پر موقوف نہیں میں قیامت تک کسی کے سامنے نہ ظاہر کروں گا۔ اس کے اس جواب سے خوارج متردد ہوئے اور دل میں کہا یہ سارا حال مغیرہ سے جا کر ضرور بیان کرے گا۔ چنانچہ ان سب نے جمع ہونے کا مکان چھوڑ دیا اور متفرق ہو کے شیخ سلیم بن مخدوج عبدی کے گھر میں اٹھ گئے۔ مگر ان کے اندیشے کے خلاف حجار نے کسی پر ان کا حال نہیں ظاہر کیا۔

مغیرہ کو اطلاع۔ حجار نے اگرچہ چھپایا مگر مغیرہ کو کسی ذریعے سے خبر ہو گئی کہ خوارج جمع ہو رہے ہیں اور بغاوت کیا چاہتے ہیں۔ سنتے ہی تمام مسلمانوں کو جمع کر کے ان کے سامنے ایک تقریر کی جس میں حمد الٰہی کے بعد کہا تم سب جانتے ہو کہ میں تمہارے لیے ہمیشہ امن و امان اور صلاح و فلاح کی کوشش کرتا رہتا ہوں اور جہاں تک بنتا ہے تم کو اذیت و تکلیف سے بچاتا ہوں اس کا نتیجہ خلاف امید یہ نظر آتا ہے کہ میرے اس طرز عمل سے تمہارے بدمعاشوں کا حوصلہ بڑھتا ہے اور مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ بدمعاش جہلا کی شامت اعمال سے کہیں نیکوں اور بیگناہوں سے نہ مواخذہ کرنا پڑے۔ لہٰذا میں نصیحت کرتا ہوں کہ عوام الناس پر کوئی آفت آنے سے پہلے بدمعاشوں کو اپنے گھروں سے نکال دو۔ مجھے خبر ملی ہے کہ بعض لوگ اس ارادے میں ہیں کہ شہر میں نااتفاقی اور نفاق کو پھیلائیں۔ اور میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ یہ لوگ عرب کے جس قبیلے میں جائیں گے اسے ہلاک کریں گے اور بعد ازاں ان سے تعلقات کی وجہ سے دیگر قبائل پر آفت آئے گی۔

معقل کی تجویز۔ یہ تقریر سن کر معقل بن قیس ریاحی اٹھا اور کہا یا امیر۔ آپ ہی ان لوگوں کا پتہ دیں اگر وہ ہمارے قبیلے کے ہوئے تو ہم کہاں ان کے لیے بس ہونگے اور اگر غیر لوگ ہوئے تو آپ قبیلوں کے سرداروں کے نام حکم جاری کریں۔ فوراً ہر قبیلہ اپنے بدمعاشوں کو پکڑ کے حاضر کرے گا مگر میرے سامنے کسی کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ معقل نے کہا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی قوم والوں کے لیے میں خود کافی ہوں۔ اسی طرح ہر گروہ اور ہر قبیلے کے سردار کو چاہیے کہ اپنے گروہ کے بدمعاشوں کے لیے کافی ہونے کا اطمینان دلائے۔

سب سردار فتنہ و فساد کے ذمہ دار۔ اس تجویز کے مطابق مغیرہ نے تمام سرداران قبائل کو جمع کیا اور کہا تم میں سے ہر شخص کو اپنی قوم کی شرارت کا ذمہ دار ہونا چاہیے ایسا نہ ہو کہ میں ہی جو [illegible] شہر سے سمجھا [illegible]

فرق آجائے گا۔ اور مجھے ایسی وضع اختیار کرنا پڑے گی جو تمہیں نئی معلوم ہوگی۔ اور ایسی باتیں پیش آئیں گی جن کو تم نہ پسند کروگے"۔ اس حکم کے مطابق تمام شیوخ قبائل اپنے اپنے قبیلوں میں گئے۔ اور خدا کا اور دین کا واسطہ دلا دلا کے ایک ایک سے کہا کہ تمہارے گروہ میں جو کوئی فتنہ پیدا کرتا ہو اس کا حال بتا دو۔

معصعہ اپنے قبیلے میں

دیگر شیوخ کی طرح صعصعہ بن صوحان بنی عبدالقیس میں آیا۔ اُس کو معلوم تھا کہ ہیّان سلیم کے گھر میں چھپا ہوا ہے لیکن اہل شام سے اُسے نفرت تھی اور گوارا نہ تھا کہ معاویہ کے لیے اپنے قبیلے کے کسی خاندان کو ضرر پہونچائے۔ لہذا قبیلے والوں کے مجمع عام میں کھڑے ہوکر ایک طولانی تقریر کی کہا "لوگو۔ خداوند عزوجل نے (جس کی حمد و ثنا کرنی چاہیئے) جب فضیلت و شرافت تقسیم کی تو اس کے بہترین حصہ کو تمہارے لیئے مخصوص کیا۔ چنانچہ اُس کے خاص اور ایسے دین کو تم نے اختیار کیا جو برگزیدہ رسولوں اور فرشتوں کا دین تھا۔ تم دیندار رہ چکے تو خدائے تعالٰی نے اپنے رسول اللہ صلعم کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور اُن کے جاتے ہی لوگوں میں اختلاف پڑا۔ کوئی ثابت قدم رہا اور کوئی مرتد ہوگیا۔ کوئی مکاری و فریب پر آمادہ ہوا۔ اور کوئی انجام انتظار دیکھنے لگا لیکن خدا کی مہربانی سے تمہارا ایمان قائم رہا چنانچہ تم نے مرتدوں کا مقابلہ کیا اور غالب آگئے۔ اس کے صلے میں خدا بھی تم پر مہربان رہا اور تمہیں ترقی دی۔ یہاں تک کہ امت میں اختلاف پڑا۔ ایک گروہ طلحہؓ و زبیرؓ اور ام المومنین عائشہؓ کا طرفدار رہا۔ ایک گروہ نے کہا ہم اہل مغرب (یعنے معاویہ) کے طرفدار ہیں۔ اور ایک گروہ نے دعوی کیا کہ ہم عبد اللہ بن وہب راسبی (خارجی) کا ساتھ دیں گے مگر تمہارا قول یہی رہا کہ ہم بجز اپنے پیغمبر کے خاندان کے اور کسی کو نہیں جانتے انجام یہ ہوا کہ تمہارے ہاتھوں سے خدا نے مخالفین واقعہ جمل اور دشمنان نہروان کو ہلاک کیا لیکن یاد رکھو کہ نہروان والوں سے زیادہ خدا اور اہل بیت رسالت کا کوئی دشمن نہیں ہے۔ یہ لوگ ہماری جماعت سے الگ ہوگئے غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے امام کو چھوڑ دیا ہے۔ ہمارا خون گرانا حلال سمجھتے ہیں۔ لہذا خبردار ایسے لوگوں کو اپنے گھروں میں پناہ نہ دو۔ اور نہ ان لوگوں میں سے کسی کو کوئی اپنے یہاں چھپائے اور کسی عربی نژاد کے لیے مناسب نہیں ہے کہ ان تفرقہ ڈالنے والوں کا دوست بنے۔

مجھ سے کہا گیا ہے کہ ایسے بعض لوگ ہمارے قبیلے کی حمایت میں ہیں اور میں اس کی تفتیش کرنے والا ہوں۔ اگر سچ نکلا تو ان کو قتل کر کے خدا کو خوش کروں گا کیونکہ اُن کو

ہلاک کرنا جائز ہے۔" پھر کہا "اے بنی عبد القیس، ہماری حالت، ہمارے مسلک، اور ہمارے
خیالات کے باعث مشہور ہو رہا ہے کہ ہم ان لوگوں کے دوست ہیں۔ لہٰذا اس سے بچو
اور خبردار ان لوگوں کو اپنے یہاں نہ آنے دو۔"

یہ تقریر کر کے صعصعہ بیٹھ گیا اور لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ خدا ان لوگوں پر
لعنت کرے اور ہمیں ان کے شر سے بچائے ہم ہرگز ان لوگوں کو اپنے یہاں نہ جگہ
دیں گے۔ اور اگر ہمیں معلوم ہوا کہ ایسا کوئی شخص کسی کے گھر میں ہے تو فوراً حکومت کو خبر کر دیں گے
اور سب نے تو یہ کہا مگر سلیم جو اس صحبت میں موجود تھا خاموش رہا۔ بغیر اس کے کہ کوئی لفظ
زبان سے نکالے ایک دلی تکلیف کے ساتھ گھر کی طرف واپس چلا۔ نہ یہ پسند تھا کہ اپنے
عزیز خوارج کو گھر سے نکال کے ہدف ملامت بنے اور نہ یہ گوارا تھا کہ وہ لوگ اس کے گھر
میں پکڑے جائیں اور ان کے ساتھ خود بھی گرفتار ہو کے قتل ہو۔

خوارج کو پناہ دینے والا قبیلہ

گھر پہونچا تو دیکھا کہ مستورد کے رفقا جمع ہیں اور صعصعہ کی تقریر اور شیوخ کے وعدوں کا
تذکرہ کر رہے ہیں۔ مستورد نے اس جلسے کی کیفیت خود سلیم سے پوچھی۔ اس نے ساری گذشت
بیان کر دی اور کہا میں نے اس وجہ سے خود یہ بیان کیا کہ شاید آپ لوگوں کے دل میں
خیال گذرے کہ ہمیں آپ کا اپنے یہاں رہنا گوارا نہیں ہے۔" سب نے اس کا شکریہ ادا کیا
اور کہا "اب ہم لوگ خود ہی آپ کے یہاں سے چلے جائیں گے۔"

اب ان واقعات کی خبر ان خوارج کو پہونچی جو مغیرہ کے حکم سے مقید تھے ان میں سے
معاذ بن جوین نے ایک پرجوش قصیدہ کہہ کے شائع کیا جس میں آزاد خوارج کو لڑنے مرنے
اور سپاہ گری دکھانے پر آمادہ کیا۔ اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ مستورد نے اپنے رفقا کو حکم دیا کہ
اس قبیلے سے نکل چلو اور سب جا کے مقام سورا میں جمع ہوں۔ اشارہ ہوتے ہی تین سو آدمی
سورا میں جمع ہو گئے اور سب نے مقام صراۃ کی طرف کوچ کیا۔

خوارج کے اس نقل و حرکت کی اطلاع مغیرہ کو ہوئی تو شیوخ عرب اور سرداران قبائل کو
جمع کر کے مشورہ کیا کہ اس فتنے کے مٹانے کے لیے کیا تدارک کیا جانا چاہیے اور ان کے
مقابلے پر کون بھیجا جائے۔ عدی بن حاتم نے کہا "ہم سب ان لوگوں کے دشمن ہیں
ان سے نفرت رکھتے ہیں اور آپ کے مطیع فرمان ہیں، آپ جسے مناسب سمجھیں روانہ فرما دیں۔"
معقل بن قیس نے کہا "یہاں جتنے لوگ حاضر ہیں ان میں سے جسے آپ حکم دیں گے

بجالائے گا۔ ہم سب ان کے دشمن اور ان کی ہلاکت کے آرزومند ہیں اور مجھ سے زیادہ شاید ان کا کوئی دشمن نہ ہوگا۔ لہذا مجھ ہی کو بھیجیے خدا نے چاہا تو ان کے شر کو مٹادوں گا۔ مغیرہ نے کہا "تو آپ ہی بسم اللہ کر کے روانہ ہوں"۔ یہ کہہ کر تین ہزار بہادروں کو ان کے ہمراہ کیا۔ اور اپنے کوتوال سے جو شیعیان علیؓ کے گروہ کا سردار تھا، کہا خاص اپنے شیعوں کو معقل کے ساتھ روانہ کرو، ان سے زیادہ کوئی گروہ ان خوارج کا دشمن نہیں ہے۔ یہ لوگ پہلے بھی خوارج سے لڑ چکے ہیں"۔

معقل سپہ سالار اسلام

اس موقع پر صعصعہ بن صوحان نے بھی اٹھ کر معقل کی تائید کی اور کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ مغیرہ نے کہا "بس موقوف کرو، تم فقط خطیب ہی خطیب ہو"۔ صعصعہ کو یہ ناگوار ہوا۔ اور مغیرہ کے روکنے کا یہ باعث تھا کہ صعصعہ کی نسبت انھوں نے سنا تھا کہ حضرت عثمانؓ پر طعن کرتا اور ان کو برا کہتا ہے۔ حضرت علیؓ کے فضائل بار بار بہ کثرت بیان کرتا اور ان کو سب سے افضل بتاتا ہے۔ یہ سن کر انھوں نے اس کو بلا کے سمجھایا تھا کہ میں بھی یہ سنوں کہ تم حضرت عثمانؓ کو برا کہتے اور حضرت علیؓ کی فضیلتیں بیان کرتے ہو۔ میں ان باتوں کو تم سے زیادہ جانتا ہوں لیکن اب یہ بادشاہ (معاویہ) غالب آچکا اور حکم جاری کردیا کہ لوگوں کے سامنے علیؓ کے عیوب بیان کیے جایا کریں۔ ایسا حکم ہونے پر بھی ہم بہت سی ایسی باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں جن کا حکم ہے اور صرف ان باتوں کو زبان سے نکالتے ہیں جن سے مفر نہیں۔ تمھیں علیؓ کی فضیلتیں بیان کرنا ہیں تو گھر کے اندر بیٹھ کر اپنے لوگوں کے سامنے بیان کیا کرو۔ مسجدوں اور محفلوں میں علانیہ بیان کرنا اس کو ہمارا موجودہ خلیفہ نہیں برداشت کر سکتا"۔ صعصعہ نے اس ہدایت پر عمل کرنے کا تو وعدہ کرلیا مگر اس کی پوری پابندی نہ کی۔ اسی خیال سے جناب مغیرہ نے اس کو اس موقع پر روک دیا اور اس کو ناگوار ہوا۔

مغیرہ کا صعصعہ کو روکنا [illegible]

اس کا باعث

غرض معقل تین ہزار منتخب شیعیان علیؓ کو ہمراہ لے کر سورا میں پہنچے جہاں خوارج کا پڑاؤ تھا۔ مگر خوارج ان کے پہنچنے سے پہلے ہی بہرسیر کی طرف کوچ کر چکے تھے تاکہ دجلے کے پار اتر کے پرانے شہر مدائن میں قیام کریں جہاں خسروان عجم کی عمارتیں تھیں۔ وہاں کے عامل سماک بن عبید ازدی عبسی نے ان کو شہر کے باہر ہی روک کا۔ اور مستورد نے پیام بھیجا کہ عثمانؓ اور علیؓ دونوں سے تم علیحدگی اختیار کرو اور ہمارے دوست بن جاؤ"۔ سماک نے جواب دیا کہ اگر میں ایسا کروں تو بہت ہی برا شخص ہوں میں خود تم سے کہتا ہوں کہ مسلمانوں کا

معقل کی روانگی

ساتھ دو۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ تم کو امان دلوا دوں گا۔" مستورد نے نہ مانا اور تین روز تک
مدائن میں پڑا رہا۔ اسی اثنا میں سنا کہ معقل فوج لے کر قریب آپہونچے۔ فوراً اپنے رفیقوں
کے درمیان کھڑے ہو کر کہا "مغیرہ نے تمہارے مقابلے پر معقل کو روانہ کیا ہے۔ بتاؤ
تمہاری کیا رائے ہے؟" بعض نے کہا "ہم خدا کی راہ میں جہاد کرنے ہی کو تو گھر سے نکلے
ہیں جن لوگوں پر جہاد کرنا ہے وہ خود ہی آگئے اور ہمیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں رہی۔ لہٰذا
ٹھہر کے معقل کا انتظار کیجیے ان کے آتے ہی خدا اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کر دے گا۔
بعض نے کہا "نہیں ہم کو یہاں سے کوچ کر کے اور مقامات میں جانا اور لوگوں کو اپنی طرف
بلا کے اپنی قوت بڑھانا چاہیے۔" یہ سن کر مستورد نے کہا "میری رائے بھی یہاں ٹھہرنے کی
نہیں ہے مصلحت یہ ہے کہ ہم آگے کی راہ لیں اور وہ لوگ ہماری تلاش میں خاک اڑاتے
پھریں یہاں تک کہ جاتے جاتے اپنے مرکز سے دور اور اپنے گروہ سے منقطع ہو جائیں
اسی پریشانی میں ہوں کہ ہم ناگہاں ان پر جا پڑیں۔"

مقابلے کے بارے میں خوارج کا مشورہ

مستورد کی رائے

اس رائے پر عمل ہوا۔ اور وہ لوگ مدائن سے کوچ کر کے جرجرایا میں پہونچے۔ وہاں جلے
کے پار اتر کے ارض جوخی میں پہونچے۔ اور مذار میں پڑاؤ ڈال کے ٹھہر گئے۔

خوارج مذار میں

اس زمانے میں اتفاقاً بصرے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ وہاں کے والی ابن عامر نے ایک دن
پوچھا "خوارج کے بارے میں مغیرہ نے کیا کارروائی کی؟" لوگوں نے جو کچھ سنا تھا بیان
کر دیا۔ ابن عامر نے شریک بن اعور حارثی کو جو شیعیان علی میں ممتاز شخص تھا بلا کے کہا
"بے دین مستورد کے مقابلے پر جاؤ" چنانچہ شریک بھی وہاں سے تین ہزار شیعوں کو ہمراہ لے کے
چلا کہ مستورد کے فتنے کو مٹائے۔ یہ لوگ مقام مذار میں پہونچ گئے۔

انکے مقابلے کے لیے بصرے کا لشکر

ادھر معقل نے جو کوفے سے چلے تھے جب مدائن میں پہونچ کر سنا کہ خوارج چلے گئے تو
دیکھا کہ ہمراہیوں کو ان لوگوں کا چلا جانا اور سفر کی مزید دشواریاں جھیلنا گراں گزرا۔ فوراً اٹھ کے
ایک پرجوش تقریر سے ان کی ہمت بڑھائی۔ کہا "وہ لوگ اس خیال سے گئے ہیں کہ تم کو
اپنے تعاقب میں تھکائیں اور پریشان کریں۔ مگر اس میں تمھارے لیے کوئی اندیشے کی بات
نہیں جس قدر تم تھکو گے اس سے زیادہ وہ تھکیں گے۔" یہ کہا اور خوارج کے پیچھے کوچ کر دیا
یہاں سے کوچ کرتے وقت ابوالرواغ شاکری کو تین سو بہادروں پر افسر بنا کے بطریق مقدمۃ الجیش
آگے بڑھایا جو تیزی سے کوچ کر کے مقام مذار میں خوارج کے مقابلے پر جا پہونچا۔

معقل مدائن میں

انکا مقدمۃ الجیش ابوالرواغ خوارج کا سامنا

اور ہمراہیوں سے مشورہ کیا کہ ہمیں لڑائی چھیڑ دینی چاہیے یا اپنے سپہ سالار معقل کے آنے کا انتظار کریں؟ بعض لڑنے کے خلاف تھے اور بعض لڑنا چاہتے تھے۔ مگر ابوالرواغ نے کہا "معقل نے مجھے لڑنے سے منع کیا ہے"۔ آخر رائے قرار پائی کہ لڑائی تو نہ چھیڑی جائے مگر اُن کے سامنے ہی رہنا چاہیے۔ اسی بنا پر پڑاؤ ڈال دیا گیا! اور سب نے رات بھر پہرہ دے کر صبح کی۔

ان کا حملہ۔

صبح ہوتے ہی خوارج زور و شور سے اُن پر آ پڑے! اور اگرچہ دونوں حریفوں کے لشکر کی تعداد یکساں تھی مگر حملہ ہوتے ہی ابوالرداغ کے ہمراہی شکست کھا کے بھاگ گئے! ابوالرداغ نے غل مچایا "ٹھہرو ٹھہرو"۔ بھاگتے ہوؤں کو رد کا سنبھالا! اور اُن کو لے کر پھر خوارج پر حملہ کیا۔ مگر خوارج کے قریب تک پہونچ سکے قبل اس کے کہ ایک شخص بھی مارا جائے ان لوگوں نے پیٹھ پھیر دی۔ ابوالرداغ نے پھر نعرہ لگایا "خدا تمھاری ماؤں کو تم پر رلائے۔ پھر حوصلہ کر کے پلٹو تا کہ سردار معقل کے پہونچتے وقت ہم اُن کے قریب نظر آئیں شکست سے زیادہ رسوائی کی بھلا کون بات ہو سکتی ہے؟"

لشکر خلافت کو بار بار شکست اور ابوالرداغ کی کارگزاری

کسی نے پکار کے کہا "سچ ہے شرمندہ نہ ہونا چاہیے۔ اور سچ یہ ہے کہ ان لوگوں نے ہمیں شکست دے دی"۔ ابوالرواغ نے ڈانٹ کر کہا "خدا نہ کرے کہ تجھ سے اور لوگ بھی ہماری فوج میں ہوں۔ جب تک ہم میدان چھوڑ کے نہ چلے جائیں شکست نہ سمجھنا چاہیے۔ ہم ابھی پلٹ پڑیں اور دشمنوں کے قریب پہونچ جائیں تو ہماری حالت سدھر جائے۔ بس اتنا کرو کہ ہزار دباؤ پڑے تم دشمنوں کے قریب ہی رہو۔ زیادہ مجبور ہو تو ذرا سا پیچھے ہٹا دو پھر قدم جما دو۔ اس پر بھی وہ حملہ کریں اور تم میں مقابلے کی تاب نہ ہو تو اپنے قریب پناہ اور آڑ کی جو جگہ ملے اس کو اختیار کر لو لیکن جیسے ہی دشمن واپس جانے لگیں پھر اُن پر جا پڑو۔ غرض اسی طرح ٹالتے رہو تھوڑی ہی دیر میں ہمارا سارا لشکر آ پہونچے گا! اور ہم زبردست ہو جائیں گے"۔ لوگوں نے بہادر سردار کی ہدایت پر عمل کیا۔ اور دوپہر کے بعد تک لڑائی قائم رہی۔

اب ظہر کا وقت آیا۔ نماز پڑھنے کے لیے دونوں لڑائی سے رک گئے۔ اور عصر کے وقت تک خونریزی موقوف رہی۔

معقل کو اطلاع

معقل کو راہ گیروں اور دہقانیوں سے خبر ہو گئی تھی کہ اُن کے مقدمۃ الجیش اور خوارج سے مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ اور خوارج آپ کے لوگوں کو مار مار کے ہٹا دیتے ہیں جو بھاگ بھاگ کے پلٹتے

اور مغلوب ہو ہو کر سنبھلتے ہیں۔ اپنے ہمراہیوں سے کہا ابوالرواغ سے امید نہیں کہ شکست کھا کے واپس آئے فوراً سات سو منتخب جوان مردوں کو لے کر نہایت تیزی سے چل کھڑے ہوئے اور باقی فوج میں اپنا قائم مقام محرز بن شہاب تمیمی کو مقرر کر گئے۔

اُن کا آ پہونچنا۔

میدان کارزار کے قریب پہونچ کر اور غبار جنگ کو دور سے دیکھ کر معقل نے ہمراہیوں سے کہا ایسے طریقے سے چلو کہ دشمنوں کا سامنا ہو جائے مگر ہمارے ساتھیوں کو ہمارے آ پہونچنے کی خبر نہ ہو۔ چنانچہ پہلو بچا کے خوارج کے مقابل جا پہونچے مگر پہونچتے پہونچتے شام ہو گئی اور لڑائی دوسرے دن پر اٹھا رہی معقل نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ۔ ابوالرواغ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اور خوارج نے الگ نماز پڑھی۔ صبح ہونے سے پہلے ابوالرواغ کو معقل کے آنے کی خبر ہو گئی۔ جا کے ملا اور کہا خوارج کے حملے نہایت سخت ہیں آپ اپنی جوانمردی پر غرہ نہ کریں۔ بلکہ مناسب یہ ہوگا کہ اپنے لشکر کو لے کر میری فوج کے پیچھے ٹھہریں۔ اور انھیں شکست نہ کھانے دیں۔ معقل نے اس رائے کو قبول کر لیا اور یہی تجویز قرار پا گئی تھی کہ یکایک خوارج آ پڑے اور ایسی شدت سے حملہ کیا کہ سارے لشکر کے قدم اکھڑ گئے۔ معقل نے یہ حالت دیکھی تو گھوڑے پر سے اتر پڑا اور ابوالرواغ اور دوسو جانباز بھی اُس کے ساتھ ہوئے۔ یہ سب اسی طرح قدم جمائے کھڑے تھے کہ گویا انھیں گڑی ہوئی ہیں۔ مستورد نے صف شکن دھاوا کیا تو یہ لوگ نیزوں اور تلواروں سے پیش آئے لیکن تھوڑی ہی دیر میں اسقدر دباؤ پڑا کہ یہ لوگ بھی پیچھے ہٹنے لگے۔ "سکین بن عامر نے جو مسلمانوں کا ایک نامور بہادر تھا نعرہ لگایا بھاگ کے کہاں جاتے ہو؟ تمھارے سردار قدم جمائے ہوئے جان بازی کر رہے ہیں اور تم ہٹے جاتے ہو۔ تمھیں شرم نہیں آتی؟ یہ کہہ کر اس نے دشمنوں پر حملہ کیا اور ساتھ ہی پسپا ہونے والوں کا غالب گروہ بھی پلٹ پڑا۔ اس کے بعد معقل نے ایسی شجاعت دکھائی کہ خوارج کو پیچھے ڈھکیل کر اُن کے خیموں میں گرا دیا۔

دوسرے دن کی لڑائی اور بصرہ لشکر خلافت کو شکست معقل ابوالرواغ کی شجاعت۔

میدان کی یہی حالت تھی کہ محرز بن شہاب باقی ماندہ فوج کے ساتھ آ پہونچا۔ اور مسلمانوں کا حوصلہ بڑھ گیا معقل نے ان لوگوں کو میمنہ و میسرہ میں تقسیم کر دیا۔ اور حکم دیا کہ صبح تک سب اپنی اپنی جگہ پر قدم جمائے کھڑے رہیں۔ پو پھٹتے ہی حملہ ہوگا"۔

سارا لشکر آ گیا۔

صبح کا دونوں طرف انتظار ہو رہا تھا کہ خارجیوں کے ایک جاسوس نے انھیں خبر دی کہ شریک بن اعور بھی بصرے کی تین ہزار فوج کے ساتھ اُن کے مقابلے پر آ گیا مستورد نے

لشکر بصرہ بھی قریب آ گیا۔

یہ حال سن کر اپنے لوگوں سے کہا "اب میری رائے نہیں کہ ان سب کے مقابلے پر ہم اپنی جوشِ شجاعت کا امتحان دیں۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ جس طرف سے ہم آئے ہیں اسی طرف واپس روانہ ہوں اور چونکہ ہم کوفے کے علاقے میں ہوں گے اس لیے امید نہیں کہ بصرے والے اس علاقے میں قدم رکھیں" سب نے سردار کے حکم کو قبول کیا۔ کچھ دیر تک گھوڑوں کو ستانے کا موقع دیا۔ پھر اندھیرے کے دامن میں چھپے ہوئے قریب کی ایک بستی میں گئے۔ وہاں سے ایک رہبر ساتھ لیا اور کوفے کی طرف کوچ کر دیا۔

خوارج رات کو چلے گئے

معقل نے صبح کو میدان دشمنوں سے خالی پایا تو خبر منگوائی اور معلوم ہوا کہ خوارج یہاں سے چلے گئے۔ اندیشہ ہوا کہ یہ بھی دشمنوں کا فریب نہ ہو۔ باقی رات جاگتے اور پہرہ دیتے گذری۔

صبح کو شریک اپنے لشکر کے ساتھ معقل سے ملا اور اپنے آنے کے حالات بیان کیے۔ بعد ازاں شریک کی رائے ہوئی کہ ہمیں بھی معقل کے ساتھ ہو جانا چاہیے مگر ساتھ والوں نے نہ مانا۔

ابوالرواغ ایک تعاقب میں

اب معقل نے ابوالرواغ کو بلا کے حکم دیا کہ "خوارج کا تعاقب کرو" اس نے کہا "جتنے آدمی میرے جھنڈے کے نیچے ہیں اتنے ہی اور دیجیے تاکہ میری قوت ان سے زیادہ ہو جائے" معقل نے منظور کیا اور چھ سو سوار اس کے ہمراہ کیے۔ ان لوگوں کو لے کر اس نے تیزی سے ساتھ کوچ کیا اور مقام جرجرایا میں خوارج کو پا لیا۔ وہ لوگ پہونچ کے اترے ہی تھے کہ ابوالرواغ سر پر جا پہونچا۔

اس کا اور دشمنوں کا سامنا

خوارج نے ان لوگوں کو دیکھتے ہی آپس میں کہا "ان سے لڑنا مقابل ان لوگوں کے آسان ہے جن سے آئندہ سابقہ پڑنے والا ہے" اور فوراً زور شور سے حملہ کر دیا۔ یہ ایسا زبردست حملہ تھا کہ ابوالرواغ کے ہمراہیوں کو شکست ہو گئی۔ فقط سو آدمی اپنے سردار کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ابوالرواغ انہیں چند بہادروں کی قوت پر برابر مقابلہ کر رہا تھا اور اشعار رجز خوانی اس کی زبان پر تھے۔ اسے میدان میں جما ہوا دیکھ کر مفرور سپاہی پھر واپس آئے اور چاروں طرف سے ایسی یورش کی کہ خوارج کو ہٹنا پڑا۔ اور اپنے پڑاؤ کے اندر داخل ہو گئے۔

خوارج کی فتح پھر ان کا پسپا ہونا

مستورد نے جب یہ حالت دیکھی اور خیال کیا کہ اگر معقل پورے لشکر کے ساتھ آگیا تو ہم سب ہلاک ہوں گے تو کل ہمراہیوں کو لے کر دجلے کے اس پار اتر گیا اور علاقہ بہرسیر میں پہونچا۔ مگر ابوالرواغ نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ ساباط میں پھر دونوں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے۔ اس موقع پر مستورد نے اپنے لوگوں سے کہا "یہ معقل کی فوج کے

دوبارہ بہرسیر میں مقابلہ

منتخب لوگ ہیں۔ اگر مجھے اطمینان ہوتا کہ ان لوگوں سے ایک ساعت بھی پہلے پہونچ سکوں گا۔ تو فوراً جاکے اُس کے لشکر پر حملہ کر دیتا۔" پھر جاسوسوں کو دوڑا کے پتہ لگایا کہ معقل مقام دیلمی کے قریب یہاں سے تین فرسخ پر اُترا ہوا ہے جو مقام نہر ملک کے اُس پار ہے۔ سنتے ہی کوچ کر کے ساباط کے پل پر پہونچا جو اس ندی پر تھا۔ پار اُتر کے پل توڑ دیا اور معقل کی طرف چلا۔

مستورد کی چالاکی۔

یہاں ابوالرواغ نے خوارج کو سامنے سے جاتے دیکھا تو اپنے لشکر کے ساتھ جا کے ایک صحرا میں پڑاؤ ڈال دیا جو مدائن اور ساباط کے درمیان میں واقع تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ لڑائی کے لیے یہ اچھی جگہ ہے۔ میں یہیں ٹھہر کے دشمنوں سے مقابلہ کروں گا۔ چنانچہ خاموش بیٹھا خوارج کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اور مستورد خوارج کو لے کر معقل پر جا پڑا۔

ابوالرواغ رکتے ہیں۔

مستورد معقل پر جا پڑا۔

معقل کے لوگ بے خوف تھے۔ اِدھر اُدھر منتشر ہو رہے تھے۔ کوچ کی تیاریاں تھیں۔ جس خیال سے کچھ لوگ آگے بڑھ گئے تھے۔ معقل نے فوراً جھنڈا زمین میں گاڑ دیا گھوڑے سے اُترا اور ساتھیوں سے للکار کے کہا "خدا کے بندو پیدل ہو جاؤ۔" سنتے ہی تقریباً دو سو جوانمرد پاپیادہ ہو گئے۔ اور آناً فاناً میں خوارج اُن پر ٹوٹ پڑے۔ معقل اور اُس کے رفقا نے گھٹنے ٹیک کر نیزے سامنے تان لیے۔ اور دشمنوں کو انھیں پر لیا۔ خوارج کا اُن پر زور نہ چلا تو انھیں چھوڑ کر اُن کے گھوڑوں پر جا پڑے۔ اور اُن کے اور گھوڑوں کے درمیان حائل ہو گئے گھوڑوں کی اگاڑیاں پچھاڑیاں کاٹ دیں جو چاروں طرف بھاگ گئے۔ بعد ازاں خوارج نے معقل کی منتشر سپاہیوں پر حملہ کیا۔ انھیں الگ الگ کر کے اُن میں تفرقہ ڈالا۔ اور پھر معقل کی طرف رخ کیا۔ وہ لوگ اب تک اسی طرح نیزے تانے اپنی جگہ پر جمے ہوئے تھے۔ خوارج پیشتر کی طرح اب بھی اُن پر کامیاب نہ ہوئے۔ یہ دیکھ کر مستورد نے اپنے لوگوں سے کہا دو حصوں میں تقسیم ہو جاؤ۔ نصف پیدل ہو جائیں اور نصف گھوڑوں کی پیٹھ پر رہیں۔

معقل کی ثابت قدمی۔

انکی کارستانی۔

اس کے بعد جو یورش ہوئی تو معقل کے بہادروں کو سخت مصیبت کا سامنا ہوا۔ موت آنکھوں کے سامنے نظر آ رہی تھی۔ مگر خدا کو بچانا تھا کہ یکایک ابوالرواغ اپنے لشکر کے ساتھ آ پہونچا اُس کے خلاف اُمید آنے کا باعث یہ ہوا کہ جب دیر تک خوارج مقابلے پر نہ آئے تو اُس نے خبر لانے کو جاسوس دوڑائے جنھوں نے خبر دی کہ خوارج کا تو پتہ نہیں مگر ساباط کا پل ٹوٹا ہوا ہے۔ خوارج نے غالباً اس خیال سے اس کو توڑ دیا ہے کہ معقل کا لشکر آپ کی مدد نہ کر سکے۔

ابوالرواغ آ پہنچا۔ اس کے آنے کا باعث۔

ابوالرواغ نے کچھ دیر سوچا پھر کہا۔ اس دھوکے میں نہ رہو۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ آ کے مقابلہ کرتے معلوم ہوتا ہے کہ خوارج نے معقل ہی کے لشکر پر حملہ کر دیا ہے اور پل اس لیے توڑا ہے کہ ہم سے ان کو مدد نہ مل سکے۔ جلدی چلو۔ جلدی چلو۔ فوراً گاؤں والوں کو جمع کر کے جھٹ پٹ پل بندھوایا۔ اور معقل کے پڑاؤ کی طرف چلا تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ معقل کے لشکر والے ملے جو شکست کھا کے بھاگ آئے تھے۔ انھیں للکار کے اپنے ساتھ لیا اور ان سے سنا کہ خوارج کے حملہ سے سارے لشکر کو شکست ہو گئی۔ صرف معقل اور ان کے چند رفیقوں کو ہم میدان میں قدم جمائے چھوڑ آئے ہیں لیکن گمان غالب یہ ہے کہ اس وقت تک وہ زندہ نہ بچے ہوں گے۔" سنتے ہی ابوالرواغ نے اور تیزی سے گھوڑے بڑھائے۔

میدان میں پہونچا تو یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ معقل کا علم اپنی جگہ پر قائم ہے اور بہادر ہمراہیان معقل مقابلہ کر رہے ہیں۔ فوراً خوارج پر حملہ کر دیا اور انھیں بہت دور تک مار کے ہٹا دیا یہاں تک کہ لڑتا بھڑتا معقل کے پاس جا پہونچا۔ اسے اس حال میں پایا کہ اپنے لوگوں سے آگے بڑھا ہوا ہے اور انھیں للکار للکار کے بڑھا رہا ہے۔ ابوالرواغ کے پہونچ جانے سے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ سب نے مل کر بڑے زور و شور سے حملہ کیا۔ مستورد نے جو یہ حال دیکھا تو وہ اور اس کے رفقا گھوڑوں سے اتر پڑے اور بڑی دیر تک سخت تلوار چلتی رہی۔

نہایت شدید خونریزی ہو رہی تھی کہ مستورد نے معقل کو پکارا اور کہا "بہادر ہو تو میرے مقابلے پر آؤ۔" معقل فوراً تیار ہو گیا۔ ساتھیوں نے ہزار روکا ایک نہ سنی اور مستورد کے سامنے جا پہونچا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور مستورد کے ہاتھ میں نیزہ۔ رفیقوں نے معقل کے سامنے نیزہ پیش کیا کہ آپ بھی نیزہ لے کر مقابلہ کیجیے۔ مگر نہ مانا اور تلوار کھینچ کے جھپٹا۔ مستورد نے تاک کے اس کے سینے پر اس زور سے نیزہ مارا کہ پیٹھ توڑ کے نکل گیا۔ مگر اسی نیزے میں چھدا ہوا بڑھا اور قریب پہونچ کے مستورد کے سر پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ دماغ تک کاٹ گئی اور دونوں حریفوں نے گر کے زمین پر ایک ساتھ جان دی۔

معقل نے مقابلے پر آتے وقت وصیت کر دی تھی کہ میں مارا جاؤں تو عمرو بن محرز تمیمی فوج کی سرداری کرے۔ اس نے فوراً جھنڈا بلند کر کے حملہ کیا تو ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ خوارج میں سے بجز پانچ یا چھ آدمیوں کے کوئی زندہ نہ بچا۔

اسی سنہ ۴۳ھ کے خاتمے پر حج کا موسم آیا تو مروان بن حکم نے جو حکومت مدینہ پر

اس کا حملہ

مستورد اور معقل کا مقابلہ

اور دونوں کا مارا جانا

خوارج کا استیصال

اسی سال سعید بن ... اور ... اسلام

ناموس تھا جج کرایا۔ اور ۴۴ھ شروع ہوا جس کے آغاز ہی میں نامور غازی اسلام حضرت خالد بن ولید کے فرزند عبدالرحمٰن نے بلاد روم پر اور بسر بن ارطاۃ نے جو معاویہ کی طرف سے امیر البحر کی خدمت انجام دیتے تھے سمندر میں جہاد کیا۔

ابن عامر کی معزولی۔

۴۴ھ کا اہم واقعہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عامر کو جناب معاویہ نے بصرے کی حکومت سے معزول فرما دیا۔ وہ بُردبار، کریم النفس اور رحمدل بزرگ تھے یہاں تک کہ

ان کی کمزوری۔

بدمعاشوں اور فتنہ انگیزوں کے ساتھ بھی سخت گیری کا برتاؤ نہ کرتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بصرہ فتنوں اور فسادوں سے بھر گیا مجبور ہو کر انھوں نے اپنی دشواریاں زیاد پر ظاہر کیں۔ زیاد نے کہا "اس کی تدبیر بس ایک ہی ہے کہ تلوار کھینچ لیجیے۔" کہا "مگر مجھے یہ پسند نہیں کہ ان کی اصلاح کی کوشش میں اپنے نفس کو خراب کروں۔"

ان کا وفد دمشق میں۔

اس کے بعد انھوں نے اپنا ایک وفد جناب معاویہ کی خدمت میں بھیجا ان کے وکلا دمشق ہی میں تھے کہ کوفے کا ایک وفد بھی وہاں پہونچا جس میں عبداللہ بن اوفی

ابن کوا نے معاویہ سے انکی شکایت کی۔

ملقب بہ ابن کوا بھی تھا جناب معاویہ نے ان لوگوں سے عراق کے اور خصوصاً بصرے کے حالات پوچھے ابن کوا نے کہا امیر المومنین۔ بصرے والوں کو تو وہاں کے بدمعاش کھا گئے اسلیے کہ ابن عامر نہایت کمزور آدمی ہے اور انکی کمزوری سے حکومت بھی بدمعاشوں کے مقابلے میں کمزور ہے" حضرت معاویہ نے کہا بصرے کے وفد کے لوگ خود ہی یہاں موجود ہیں۔ تم کو ان کے شہر کا حال بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس کے ساتھ ابن عامر کا ایسا بہتر سلوک۔

بصرے کا وفد واپس آیا تو ان لوگوں نے ابن عامر سے بیان کر دیا کہ جناب معاویہ کے دربار میں ابن کوا نے آپ کی شکایت کی تھی"۔ اس پر انھیں سخت غصہ آیا۔ پوچھا "عراق میں ابن کوا کا سب سے بڑا دشمن کون ہے؟" بتایا گیا کہ عبداللہ بن ابی شیخ یشکری"۔ ابن عامر نے فوراً اس شخص کو والی خراسان مقرر کر دیا۔ ابن کوا نے یہ خبر سنی تو کہا "ابن وجبا جو ابن ابی عامر کا گمان ہے کہ عبداللہ کے والی خراسان مقرر ہونے سے مجھے ضرر پہنچے گا مگر وہ جاہل ہے۔ میری تمنا تو یہ ہے کہ قبیلہ یشکر کے جتنے لوگ ہیں سب میرے دشمن ہو جاتے اور وہ سب کو ہیں نہ کہیں کا والی مقرر کرتا" بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابن عامر نے اس موقع پر عبداللہ یشکری کو نہیں بلکہ طفیل بن عوف یشکری کو حاکم خراسان مقرر کیا تھا۔

طریقہ معزولی کی دو روایتیں پہلی روایت۔

حضرت معاویہ نے یہ حالات معلوم ہونے پر کیا کارروائی کی۔ اس میں مورخین نے دو روایتیں نقل کی ہیں۔ ایک یہ کہ قاصد بھیجکر عبداللہ بن عامر کو دمشق میں بلوایا۔ اور ملاقات

کے بعد انھیں اپنے علاقے پر جانے کا حکم دیا۔ مگر جب رخصت کرنے لگے تو کہا "میں
تم سے تین باتیں کہتا ہوں اور امید ہے کہ تم سب کو منظور کر لوگے۔" ابن عامر نے جواب
دیا "اگر میں ام حکیم کا بیٹا ہوں تو سب کو منظور کروں گا۔" معاویہ نے کہا "بہتر" پہلی بات
یہ ہے کہ "ولایت بصرہ کو بغیر ناراض ہوئے چھوڑ دو۔ دوسری یہ کہ عرفہ میں تمھارا جو کچھ مال و اسباب
ہے اس کو میرے نام پر ہبہ کردو۔" تیسری یہ کہ "مکے میں تمھارے جتنے مکان ہیں سب مجھے
دے ڈالو۔" ابن عامر نے تینوں باتوں پر "منظور" کہا اور حکومت و جائداد سب سے دست بردار
ہو گئے۔ اب ابن عامر نے کہا "امیر المومنین میں بھی تین باتیں کہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ
آپ بھی انھیں منظور فرمائیں گے۔" کہا "اگر میں ہند کا بیٹا ہوں تو تینوں باتیں قبول کروں گا۔"
ابن عامر کی تین باتیں یہ تھیں۔ اول یہ کہ "عرفہ میں میرا جو کچھ مال ہے اس کو آپ واپس فرمادیں۔"
دوم یہ کہ "حکومت بصرہ کے متعلق آپ مجھ سے کسی قسم کی حساب فہمی نہ کریں۔" سوم یہ کہ "اپنی
بیٹی کا عقد میرے ساتھ کردیں۔" جناب معاویہ نے بھی ان سب کو منظور فرمالیا۔

دوسری روایت

دوسری روایت جو قرین قیاس ہونے کے باعث زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ
حضرت معاویہ نے ابن عامر سے کہا "دو صورتوں میں سے ایک کو تم اختیار کرو۔ پہلی یہ کہ تم حکومت
بصرہ پر برقرار رہو اور میں تمھاری کارروائیوں کی تفتیش و تحقیق کروں اور حساب مانگوں۔ دوسری
یہ کہ تم حکومت بصرہ سے علحدہ ہو جاؤ۔ اور کسی قسم کی باز پرس تم سے نہ کی جائے۔" ابن عامر نے
دوسری صورت اختیار کی حکومت بصرہ سے علحدہ ہو گئے اور حضرت معاویہ نے ان کی جگہ
حرث بن عبداللہ ازدی کو والی بصرہ مقرر فرمایا۔

چوتھی فصل

حضرت حسنؓ کی مبارک زندگی کا آخری زمانہ

معاویہ کا حج۔ مقصورہ یعنے محراب مسجد۔ حریث حاکم بصرہ۔ زیاد حاکم بصرہ۔ مغیرہ کی چالاکی۔ زیاد کی تقریر بصرہ میں۔ اُن کی سیاست۔ ایک خارجی کو جواب۔ زیاد کے انتظامات۔ اپنے حکم کی سخت پابندی۔ اکثر صحابہ سے کام لیا۔ عربی خط کی اصلاح۔ باڈی گارڈ۔ ولایت خراسان کی تقسیم۔ غلام نے آقا کو سزا دلوائی۔ بابت کا وحشی ہونا۔ عبدالرحمٰن بن خالد کی وفات۔ اُن کو زہر دیا گیا۔ قاتل سے انتقام۔ پھر خوارج کی شورش۔ مستورد خارجی کا انجام۔ حظیم خارجی کا انجام۔ عبداللہ بن عاص کی معزولی۔ معاویہ بن خدیج والی مصر۔ سلسلۂ جہاد جاری رہا۔ روم پر زبردست حملہ۔ یزید کی عیش پرستی۔ اُس کا مجبوراً جہاد روم پر جانا۔ نامور مجاہدین قسطنطنیہ پر حملہ۔ عبدالعزیز کی بہادرانہ شہادت۔ ایک مضبوط دل والا باپ۔ اسی جہاد کا حال۔ عیسائیوں کی زبانی۔ گبن کی ایک فاش غلطی۔ اُس کا بیان۔ محاصرۂ قسطنطنیہ۔ اہل قسطنطنیہ کا سختی سے روکنا۔ محاصرے کی مدت۔ عربوں کا بیڑا کرار ہٹ۔ اُن کا ناکام واپس ہونا۔ ابوایوب کی وفات۔ ناکامی کا بُرا اثر۔ آور ذبیل حلم۔ گبن کے ماخذ۔ وہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ مروان کی معزولی۔ سعید بن عاص حاکم مدینہ۔ حضرت حسنؓ کی وفات۔

۴۴ھ کے آخر میں خود حضرت معاویہ نے شام سے سفر کر کے حج کیا اور خود ہی امیر حج تھے۔ مروان کے طرزِ عمل سے ناراض تھے اور گو کہ ابھی معزول کرنا مناسب نہیں خیال کرتے تھے مگر یہ بھی نہ پسند کیا کہ سال گذشتہ کی طرح وہ پھر حاکم حج بنایا جائے۔ قاتل خارجی کے حملہ کے بعد حضرت معاویہ نے امام کے بحفاظت کھڑے ہونے کے لیے جامع دمشق میں مقصورہ بنوایا جس سے مراد وہ محراب ہے جو منبر کے برابر کیلئے امام کے کھڑے ہونے کے لیے عام مسجدوں میں بنائی جاتی ہے۔ اس واقعے سے پیشتر اس کا رواج نہ تھا۔ اس سال مروان نے جامع دمشق کی سی محراب مسجد نبوی میں بھی بنوا دی۔ اور بعد ازاں اس کا عام رواج ہو گیا۔ یہاں تک کہ اب شاذ و نادر ہی کوئی مسجد ہو گی جس میں یہ نہ ہو۔

مقصورہ یعنے محراب مسجد

حرث حاکم بصرہ

حرث بن عبد اللہ ازدی کا حاکم بصرہ مقرر ہونا ہم ابن عامر کی معزولی کے ساتھ ہی بیان کر چکے ہیں مگر دراصل اُن کا تقرر سنہ ۴۴ھ کے آغاز میں ہوا حرث نے عبد اللہ بن عمرو ثقفی کو اپنی طرف سے بصرے کا کوتوال مقرر کیا لیکن حرث کو چار مہینے سے زیادہ حکومت کرنا نصیب نہ ہوا۔ اس کا باعث غالباً یہ ہوا کہ ابن عامر کے زمانے میں جو بدنظمی پیدا ہوئی تھی وہ بدستور قائم رہی۔ اور جو فتنے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اسی طرح قائم تھے چنانچہ حضرت معاویہ نے تقرر کے چار ہی مہینے بعد انھیں معزول کر کے زیاد کو حاکم بصرہ مقرر کر دیا۔ جس پہ فی الحال نہایت مہربان تھے اور نیا نیا اپنے نسب و خاندان میں شامل کیا تھا۔

زیاد حاکم بصرہ

مغیرہ کی چالاکی

زیاد جب معاویہ سے مل کر اور صفائی کر کے کوفے میں واپس آئے تو وہیں کی حکومت ملنے کے امیدوار تھے مغیرہ کو جو کوفے کے حاکم اور بڑے ہوشیار بزرگ تھے اس کا پتہ لگ گیا۔ کمال دانائی کے ساتھ دمشق میں معاویہ کے پاس جا کر حکومت کوفے سے استعفا پیش کر دیا۔ اور کہا "مجھے علاقۂ الجزیرہ کے شہر قرقیسیا میں رہنے کو مکانات دیجیے تا کہ اپنے احباب بنی قیس میں سکونت اختیار کروں۔" مغیرہ کی چالاکی اور گہری پالسی سے معاویہ کو اندیشہ ہوا۔ کہا "نہیں آپ کوفے ہی میں جا کر اپنی خدمت انجام دیں استعفا دینے کی ضرورت نہیں ہے۔" مغیرہ نے اپنے استعفے پر پھر اصرار کیا اور کہا "میں اب حکومت کرنا نہیں چاہتا۔" جناب معاویہ کو اور کھٹکا پیدا ہوا اور زبردستی سمجھا بجھا کے انھیں کوفے میں واپس کیا اس کارروائی نے اُن کی حکومت کو اس قدر قوی اور مضبوط کر دیا کہ کوفے میں داخل ہوتے ہی زیاد کو شہر سے نکل جانے کا حکم دیا۔

بعض راویان اخبار گذشتہ واقعہ کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ مغیرہ دمشق میں نہیں گئے بلکہ معاویہ نے خود ہی زیاد کو لکھا کہ تم کوفہ چھوڑ کے بصرے چلے جاؤ۔ اس کے چند ہی روز بعد حرث کو معزول کر کے انھیں وہاں کا حاکم مقرر کر دیا۔ ربیع الآخر سنہ ۴۵ھ میں زیاد نے حکومت بصرہ کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ اور اسی دن سے بدنظمیوں اور فتنوں کے مٹانے کی کارروائی شروع کر دی۔ چنانچہ والی مقرر ہوتے ہی انھوں نے تمام لوگوں کو مسجد جامع میں جمع کر کے ایک زبردست تقریر کی جس میں حمد الٰہی کے بعد کہا "خدا کی نعمتوں اور احسانوں پر اس کا شکر اور اس سے زیادہ نعمتوں کے ملنے کی دعا۔ خداوندا جس طرح تو نے ہمیں نعمتیں عطا کی ہیں اسی طرح اُن نعمتوں کا شکر گزار رہنے کی بھی توفیق دے۔"

زیاد کی تقریر بصرے میں۔

اس کے بعد لوگوں کی بیہودگیوں جہالتوں اور بدنظمیوں کا حال بیان کر کے اہل شہر کو نہایت سخت دھمکیاں دیں سخت گیری کا خوف دلایا اور حکم دیا کہ خبردار کوئی شخص رات کو گھر سے نہ نکلے جو نکلے گا بے تحقیق و بلا تامل قتل کر ڈالا جائے گا۔ پھر کہا تم لوگوں نے نئے نئے جرم ایجاد کیے ہیں اور ہم نے نئی نئی سزائیں تجویز کی ہیں جو کسی کو دریا میں ڈبوئے گا اسے ہم ڈبوئیں گے جو کسی کے گھر میں آگ لگائے گا اسے ہم زندہ جلائیں گے جو کسی کے گھر میں سیند دے گا ہم اُس کے سینے اور دل میں سوراخ کریں گے جو کسی قبر کو کھودے گا اُسے ہم اسی قبر میں زندہ دفن کر دیں گے اپنے ہاتھوں اور زبانوں کو مجھ سے روکو اور میں بھی اپنے ہاتھوں اور زبانوں کو تم سے روک لوں گا کسی کی نسبت بھی میں نے سنا کہ عام اہل شہر کے خلاف ہے فوراً اس کا سر اڑا دوں گا۔ عمر بھر کا خوب ڈرایا دھمکایا اور صاف کہہ دیا کہ میں کسی کی عزت و رعایت نہ کروں گا جس کا حق ہوگا اس کو دلواؤں گا اور جو مجرم ہوگا اسے سزا دوں گا۔ کوئی فریادی آدھی رات کو بھی آئے تو بے روک ٹوک میرے پاس پہنچ جائے گا۔ لہٰذا ڈرو اور سنبھلو قبل اس کے کہ میں سزا دینے پر آمادہ ہوں۔

یہ تقریر سنتے ہی سب کے ہوش اڑ گئے۔ اس جلسے میں عبداللہ بن اہتم نے اٹھ کر کہا یا امیر واقعی خدا نے آپ کو دانائی، حکمت اور فیصلہ کرنے کی قوت عطا کی ہے۔ زیاد نے نا گواری سے ساتھ کہا "جھوٹ نہ کہو۔ یہ بات نبی اللہ داؤد علیہ السلام کے لیے خاص تھی۔ پھر احنف نے اٹھ کر کہا یا حضرت امیر آپ نے خوب فرمایا تعریف امتحان کے بعد اور شکر سخاوت کے بعد ہوتا ہے ہم کسی شخص کی تعریف نہیں کرتے جب تک اسے پرکھ نہیں لیتے۔" زیاد بولا۔ ہاں یہ البتہ تم نے ٹھیک کہا۔"

ابو بلال مرداس بن اویہ نام ایک خارجی اٹھا اور کہا "گو خدائے تعالیٰ نے تو آپ کے خلاف کہا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے وابراہیم الذی وفی الا تزر وازرۃ وزر اخری و ان لیس للانسان الا ما سعیٰ[1]"۔ لہٰذا بہ نسبت آپ کے خداوند تعالیٰ نے ہم سے اچھا وعدہ کیا ہے زیاد نے کہا "سنو جس بات کو تم اور تمہارے لوگ چاہتے ہیں اس کے پورے ہونے کی کوئی تدبیر بجز سخت خونریزی کے نہیں ہے۔"

ایک خارجی کو جواب۔

اچھی سیاست۔

---

[1] پوری آیت اس طرح ہے "ام لم ینبا بما فی صحف موسیٰ الیٰ آخرہ (ترجمہ) کیا اس کو اس بات کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے احکام کا پوری تعمیل کی۔ لکھی ہوئی ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور یہ کہ انسان کو اتنا ہی ملیگا جتنی اُس نے کوشش کی۔

زیاد کے انتظامات

اس کے بعد زیاد نے عبداللہ بن حصین کو اپنا صاحب شرطہ یعنی کوتوال مقرر کیا۔ اور جو انتظامی احکام اس نے دیے تھے اُس کے نفاذ کے پیچھے لوگوں کو اس قدر مہلت دی کہ اس کا حکم بصرہ کے گوشہ تک پہونچ جاتے کی اس کو اطلاع مل گئی اس کے بعد وہ نماز عشا دیر کو پڑھتا اور حکم دیتا کہ کوئی شخص سورہ بقرہ یا اسی مقدار میں قرآن کے کسی حصہ کو ترتیل سے پڑھ جائے اس سے فارغ ہونے کے بعد اس قدر انتظار کرتا کہ کوئی شخص بصرہ کی اخیر آبادی تک پہونچ جائے اب کوتوال کو حکم دیتا کہ گشت کرے۔ کوتوال گشت کرتا اور جس شخص کو پاتا قتل کر دیتا۔

اپنے حکم کی سخت پابندی

زیاد اپنے احکام کی پابندی میں اس قدر سخت تھے کہ ایک رات کو ایک بدوی سڑکوں پر گشت کرتا ملا اور پکڑ لایا گیا۔ زیاد نے پوچھا کیا تمہیں باہر نکلنے کی ممانعت کا حال نہیں معلوم تھا۔ اس نے کہا خدا کی قسم میں نے اس حکم کو نہیں سنا۔ اپنی دودھ دینے والی بکری کو دیہات سے لیے آتا تھا کہ رات ہو گئی۔ زیاد نے کہا بخدا مجھے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تو سچا ہے لیکن مجبوری یہ ہے کہ تیرے مارے جانے میں امت کی اصلاح ہے۔" یہ کہہ کے اس کے قتل کا حکم دیا اور وہ بیگناہ مار ڈالا گیا۔

انہیں واقعات کی بنا پر مورخین اسلام کہتے ہیں کہ زیاد ہی پہلا شخص ہے جس نے حکومت میں سختی سے کام لیا اور معاویہ کی حکومت مضبوط کر دی۔ ہر ایک نے اپنے لیے تلوار برہنہ کر لی۔ محض بدگمانی پر لوگوں کو ماخوذ کیا۔ اور محض شک و شبہ پر سزائیں دیں۔ لوگ اس کے نام سے کانپنے لگے۔ یہاں تک کہ باہم ہمدردی پیدا ہوئی۔ ہر ایک دوسرے کو امان دینے لگا اور حالت ہو گئی کہ کسی مرد یا عورت کے ہاتھ سے راہ میں کوئی چیز گر جاتی تو کوئی نہ اٹھاتا۔ یہاں تک کہ خود مالک آکر اٹھا لے ایسا امن و امان قائم تھا کہ رات کو کوئی دروازہ نہ بند کرتا۔ سختی ہی نہیں بلکہ تدبیر کے ساتھ فیاضی بھی تھی۔ غریبوں کو غلہ دینے کے لیے زیاد نے سرکاری بھنڈار خانہ جاری کیا۔ کوتوالی کے انتظامات کے واسطے چار ہزار آدمی مقرر کیے۔ پھر جب شہر کا انتظام بخوبی درست ہو گیا تو باہر کی اصلاح شروع کی اور چند ہی روز میں شہر کے تمام فتنوں اور فسادوں کو مٹا کے باہر کے راستے بھی لٹیروں سے صاف کر دیے اور سارے علاقے میں امن و امان قائم تھا۔

اکثر صحابہ سے کام لیا۔

انتظام ملک میں زیاد نے بعض صحابیوں سے بھی مدد لی چنانچہ عمران بن حصین خزانچی تھے اور وہی بصرے کے قاضی بھی تھے۔ انس بن مالک۔ عبدالرحمن بن سمرہ اور سمرہ بن جندب کو

بھی مختلف ملکی خدمتوں پر مامور کیا۔ عمران نے خدمت قضا سے استعفا دیا تو ان کی جگہ عبداللہ بن فضالہ کو پھر ان کے بھائی عاصم کو۔ بعد ازاں زرارہ بن اوفی کو قاضی مقرر کیا۔ زرارہ کی بہن زیاد کے عقد میں تھیں۔ اور ابوالاسود دوئلی کے مشورے سے قرآن میں اعراب اور نقطے لگائے گئے جو چیزیں اس سے پیشتر خط عرب میں نہ تھیں۔

عربی خط کی اصلاح۔

باڈی گارڈ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ زیاد نے حکومت اسلام میں سب سے پہلے یہ طریقہ جاری کیا کہ جب گھر سے نکل کے گلی کوچوں میں گزرتا تو لوگ ہتھیار لگائے اور کاندھوں پر گرز رکھے اس کے آگے آگے چلتے۔ پانچ سو پہرے والے مقرر کیے جو ہر وقت مسجد کے پاس موجود رہتے۔

ولایت خراسان کی تقسیم

خراسان کے زیاد نے چار حصے کر دیے۔ اوّل مرو، یہاں کا حاکم امیر بن احمر کو مقرر کیا۔ دوسرا خراسان خاص اس کی حکومت پر خلید بن عبداللہ حنفی کو مامور کیا۔ تیسرا مرو رود، فاریاب اور طالقان اس علاقے کی حکومت قیس بن ہیثم کو دی۔ چوتھا ہرات، بادغیس اور بوشنج اس حصے کا حاکم نافع بن خالد کو مقرر کیا۔

غلام نے آقا کو سزا دلوائی۔

نافع نے زید نامی اپنے ایک غلام کے ہاتھ جو ان کا بہت چہیتا اور گھر کا داروغہ تھا زیاد کے پاس بادزہر کا خوان بھیجا جس کا ایک پایہ ہزار کا تھا اور نافع نے اس کی جگہ سونے کا پایہ نصب کرا دیا تھا۔ زید نے بصرے میں پہنچ کر اپنے آقا کی چغلی کھائی اور کہا انہوں نے ایک پایہ توڑ لیا اور اس کی جگہ دوسرا بنوا کے لگا دیا۔ زیاد کو یہ ناگوار گزرا۔ برہم ہو کر نافع کو معزول اور قید کر دیا۔ اور ایک لاکھ یا بقول بعضے راویوں کے آٹھ لاکھ درہم جرمانہ کیا۔ مگر بنی ازد کے بعض معززین نے سفارش کر کے اسے آزادی دلوا دی۔ اور اس کی جگہ زیاد نے عجیب اتفاقی طور پر حکم بن عمرو غفاری کو حاکم مقرر کیا جنہیں شرف صحبت رسالت حاصل تھا۔ زیاد نے اپنے حاجب سے کہا "حکم کو بلا لاؤ" اصلی مقصود تو حکم بن ابی عاص ثقفی تھا مگر حاجب حکم بن عمرو غفاری کو بلا لے گیا۔ ان کی صورت دیکھ کر زیاد نے کہا میں نے تمہیں تو نہیں بلایا تھا مگر خدا کی مرضی یہ معلوم ہوتی ہے کہ تمہارا تقرر ہو۔ لہذا جاؤ اور ہرات وغیرہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لو" پھر چند اور لوگ ان کے ہمراہ کیے۔ اور تحصیل خراج کا کام ان کے ذمے کیا۔ ان لوگوں میں اسلم بن زرعہ کلابی بھی تھے۔

بات کا دھنی ہونا

عبدالرحمن بن خالد کی وفات۔

اب ۴۶ھ شروع ہوا۔ اس سال کا نہایت اہم واقعہ یہ ہے کہ حضرت سیف اللہ خالد بن ولید کے فرزند عبدالرحمن نے سفر آخرت کیا۔ ان کی شان و شوکت اہل شام میں بہت بڑھی ہوئی تھی۔ چنانچہ کچھ تو اس خیال سے کہ ان میں اپنے والد مرحوم کی شجاعت اور تمام خوبیاں موجود

تھیں کچھ اس وجہ سے کہ وہ شام میں سب سے بڑے دولتمند تھے اور کچھ اس بنا پر کہ مملکت
روم میں سب کے دلوں پر اُن کی ہیبت بیٹھی ہوئی تھی۔ معاویہ کو اُن سے اندیشہ ہوا۔ ابن اُثال
نصرانی کو پوشیدہ اشارہ کر دیا کہ کسی تدبیر سے اُن کا کام تمام کر دو۔ اس کے صلے میں
تمہارے عین حیات تم سے سرکاری محاصل کو معاف کر دوں گا اور حمص کے والی خراج
بھی تمہیں مقرر کیے جاؤ گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالرحمٰن روم پر جہاد کر کے غنیمت سے لدے

ان کو زہر دیا گیا۔

پھندے واپس آ رہے تھے کہ ابن اُثال نے سم آلود شربت پلا کے اُن کا کام تمام کر دیا اور
حمص میں آغوش لحد کے سپرد کیے گئے۔ معاویہ نے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کیا۔ مگر
ابن اُثال نے اس سے چند ہی روز فائدہ اُٹھایا۔ کیونکہ عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد اُن کے
فرزند خالد مدینے میں آئے تو عروہ بن زبیر سے ملے۔ عروہ نے اُن سے ابن اُثال کی

قاتل سے انتقام

کارروائی کا تذکرہ کیا۔ سنتے ہی انہیں ایسا طیش آیا کہ سیدھے شہر حمص میں پہنچے اور ابن اُثال کو
مار ڈالا۔ اس کا مقدمہ جناب معاویہ کے سامنے پیش ہوا تو خالد کو چند روز تک قید رکھا۔
بعد ازاں اپنے پاس سے خون بہا کی رقم ادا کر کے چھوڑ دیا۔ خالد چھوٹتے ہی پھر مدینے
میں آئے اور عروہ سے ملے۔ انھوں نے تعریضاً کہا "ابن اُثال کا کیا انجام ہوا؟" خالد نے
جواب دیا "اُسے تو میں نے قتل کر ڈالا۔ مگر آپ بتائیں کہ ابن جرموز (قاتل زبیر) کا کیا انجام
ہوا؟" اس کا عروہ سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔

لیکن مغیرہ بن شعبہ اور زیاد کی خوش تدبیریوں سے خوارج کا جوش فقط دبا ہوا تھا

خوارج کی شورش۔

مٹا نہ تھا۔ چنانچہ اسی ۴۶ھ میں یزید بن مالک باہلی ملقب بہ خطیم اور سہم بن غالب ہجیمی نے
اپنے اپنے گروہوں کے ساتھ نکل کے "ان الحکم الا للّٰہ" کے نعرے بلند کیے۔

سہم خارجی کا انجام۔

سہم نے پہلے اہواز میں جا کے بندگی مگر کسی مصلحت سے بصرے میں واپس آکر
روپوش ہو گیا اور کسی کو بیچ میں ڈال کر زیاد سے امان مانگی جس سے زیاد نے قطعاً انکار کیا بلکہ
اندر ہی اندر تفتیش کر کے اُسے گرفتار کر لیا۔ اور قتل کر کے لاش ایک مدت تک اسی کے دروازے
پر مصلوب رکھی۔

خطیم خارجی کا انجام۔

خطیم کو زیاد نے بحرین میں بھجوا دیا تھا مگر پھر واپس بلوا لیا اور قتیبہ بن مسلم کے والد مسلم بن عمرو
باہلی کو حکم دیا کہ اسے اپنی حراست میں رکھو۔ انھوں نے حراست کی ذمہ داری اپنے سر لینے
سے انکار کیا۔ اور کہا صرف اتنا وعدہ کر سکتا ہوں کہ اگر کسی شب کو یہ اپنے گھر میں نہ ہو تو آپ کو

خبر کر دوں گا" زیاد نے اس وعدے کو بھی غنیمت خیال کر کے اُسے آزادی دے دی۔ اتفاقاً ایک روز مسلم نے آکے اطلاع کی کہ آج رات کو حلیم اپنے گھر میں نہ تھا۔ زیاد سے سخت گیر حاکم کے لیے یہ بہانہ کافی تھا اسی دن پکڑوا کے قتل کرا دیا۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص کی معزولی۔

ختم سال پر معاویہ کے بھائی عتبہ نے امیر الحج کی حیثیت سے حج کرایا۔ اور ۴۸ھ شروع ہوا۔ اس سنہ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص حکومت مصر سے معزول کیے گئے۔ اور اُن کی جگہ حکومت مصر معاویہ بن حدیج کو دی جنھوں نے محمد بن ابی بکر کی جان لی تھی اور متعصب ترین شیعیان عثمانؓ میں تھے۔

معاویہ بن حدیج والی مصر

وہ مصر پر حکمران تھے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر کا اُن کی طرف سے گذر ہوا۔ سامنا ہوتے ہی کہا "میرے بھائی محمد کے قتل کرنے کا انعام تمھیں معاویہ سے مل گیا اسی شوق میں تو تم نے محمد کی جان لی تھی"۔ ابن حدیج نے جواب دیا "تمھارے بھائی کو تو میں نے اس ظلم کے انتقام میں قتل کیا جو انھوں نے امیر المومنین عثمانؓ بن عفان پر کیا تھا"۔ عبدالرحمن بولے "اگر تمھارا یہ مقصد ہوتا تو عمرو بن عاص نے جب ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ چالاکی کی تھی اُس سے اٹھ کے کر تم معاویہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کر لیتے حالانکہ ان کے ہاتھ پر سب سے پہلے تمھیں نے بیعت کی"۔ ابن حدیج نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔

سلسلۂ جہاد جاری رہا

ترکستان اور روم پر اس سال بھی مسلمانوں نے جہاد کا سلسلہ جاری رکھا جو ۴۸ھ میں بھی قائم رہا۔ مصر کی فوج نے بھی افریقہ میں علم جہاد بلند کیا۔ اس سال زیاد نے غالب بن فضالہ لیثی کو جنھیں شرف صحبت رسولؐ حاصل تھا حاکم خراسان مقرر کیا۔ اور امیر الحج مروان تھے ۴۹ھ میں بھی بری و بحری جہادوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اور دولت اسلام روز افزوں عروج حاصل کر رہی تھی۔

روم پر زبردست حملہ۔

۴۹ھ میں اور بعض اہل روایت کے نزدیک ۵۰ھ میں حضرت معاویہ نے مملکت روم پر ایک عظیم الشان جہاد کی تیاریاں کیں۔ ایک زبردست لشکر جمع کر کے سفیان بن عوف کو سپہ سالار مقرر کیا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس لشکر کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ مگر اُس نے بیماری و امراض کے عذرات بار و پیش کر کے ٹالا۔ اور معاویہ نے بھی زیادہ مجبور نہ کیا۔ اس لشکر کے روانہ ہو جانے کے چند روز بعد خبر آئی کہ مجاہدین روم کو رسد اور صحت کے لحاظ سے نہایت سخت تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔

یزید کی عشرت پسندی۔

یزید نے یہ خبر سنی تو دو شعر کہے جن کا مضمون یہ تھا کہ میدان جنگ اور سفر جہاد میں

مسلمانوں کو جو کچھ پیش آیا مجھے اس کی کیا پروا ہو سکتی ہے جبکہ دیر مروان میں اعلیٰ درجے کے ویز قالینوں پر بیٹھا ہوا ہوں اور محبوبۂ نازنین ام کلثوم پہلو میں ہے۔" ام کلثوم عبداللہ بن عامر کی بیٹی اور یزید کی چاہتی بیوی تھی۔ یہ اشعار حضرت معاویہ کے گوش گذار ہوئے تو قسم کھائی کہ اب تو یزید کو ان مجاہدین کے پاس ضرور جانا پڑے گا تاکہ جو مزہ اوروں نے چکھا ہے وہ بھی چکھے۔"

اس کا مجبوراً جہاد روم پر جانا تاکہ سو مجاہدین

ان کے حکم سے یزید کو مجبور ہونا پڑا۔ مگر اس کی ہمراہی کے لیے ایک نیا لشکر مرتب کیا جس میں بڑے بڑے ممتاز لوگ اور اکابر صحابہ تھے چنانچہ اس فوج میں حضرات عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عامر۔ عبداللہ بن زبیر۔ ابوایوب انصاری اور عبدالعزیز بن زرارہ کلابی وغیرہ تھے۔

قسطنطنیہ پر حملہ

عبدالعزیز کی بہادرانہ شہادت

ان لوگوں کے پہنچتے ہی لشکر اسلام قلمرو روم میں گھس پڑا۔ اور شہروں پر شہر فتح کرتا قسطنطنیہ کی دیواروں تک جا پہنچا جہاں مسلمانوں اور رومیوں میں نہایت سخت لڑائی ہوئی عبدالعزیز بن زرارہ کو شوق شہادت اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بار بار دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتے بہتوں کو قتل کرتے اور زخمی ہوتے مگر شہادت کی تمنا پوری نہ ہوتی۔ کف افسوس مل کر چند شعر کہے جو کتب تاریخ میں موجود ہیں اور پھر حملہ کیا جو سامنے آیا اسے قتل کر کے دشمنوں کے لشکر میں غائب ہو گئے رومیوں نے سو تیغ یا گرنیزوں کے حصار میں لے لیا اور شہید کیا۔

ایک صابر و شکور باپ

ان کی شہادت کی خبر معاویہ نے سنی تو ان کے والد زرارہ سے کہا عرب کا بہادر نوجوان مارا گیا انھوں نے پوچھا میرا بیٹا یا تمھارا بیٹا۔ کہا تمھارا۔ خدا تمھیں اس کا اجر دے۔" سن کر انھوں نے نہایت ہی بہادرانہ صبر و سکوت کو ظاہر کرنے والے دو شعر پڑھے جن کا آخری محاصل یہ تھا کہ ہر بہادر جام مرگ پیے گا چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔

قسطنطنیہ کی مہم سے متعلق عرب مورخین اور رواۃ حدیث سے جو کچھ ثابت ہو سکا اسی قدر ہے مگر مورخ انگلستان گبن کی پیروی میں آجکل کے اکثر وقائع نگاران یورپ اس مہم کی بہت زیادہ تفصیل بیان کرتے ہیں۔ اور وہ باتیں لکھتے ہیں جن کا عربی اور اسلامی تاریخوں میں متعلق پتہ نہیں ہے۔

اس جہاد کا حال مورخین یورپ کی زبانی

گبن کی ایک نمایاں غلطی

سب سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ گبن نے اپنی تاریخ کے پچاسویں باب کے آخر میں شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیان کے موقع پر لکھ دیا ہے کہ اس مہم میں دیگر معززین صحابہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی شریک جہاد تھے۔ اور یزید کے ساتھ

سفیان کے جھنڈے کے نیچے انھوں نے شجاعت دکھائی جو قطعاً غلط اور بے اصل ہے
حضرت حسینؓ کے مفصل و مشرح حالات تمام کتب تاریخ و سیر میں موجود ہیں مگر آپ کا یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ
جانا کسی نے بھی نہیں بیان کیا۔ اور نہ یہ بات قیاس میں آنے والی ہے۔ مسلمانوں کے اس
جہاد کا حال گبن نے یوں بیان کیا ہے کہ ۴۸ھ میں مجاہدین اسلام قسطنطنیہ کی دیواروں تک
پہونچ گئے۔ اور حضرت رسول اللہ صلعم کی اس حدیث سے ان کے حوصلے بڑھتے ہوئے تھے
اوّل جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لہم (میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر جہاد
کرے گا اس کے لوگوں کی مغفرت ہو گئی ہے) قسطنطنیہ دولت ثروت اور تجارت میں سب جگہوں
سے بڑھا ہوا تھا۔ اگرچہ مسلمانوں کی ہمتیں مضبوط تھیں اور رومیوں کے دل خوف زدہ تھے۔ مگر
پھر بھی رومی اس خیال سے کہ دین و دولت کے بچانے کی یہ آخری کوشش ہے۔ جان پر
کھیل کے لڑے۔ اور شہر کے اندر فلسطین و شام و مصر و روم کے مفتوح شہروں کے پناہ گزینوں کا
بھی ہجوم تھا جن کو قسطنطنیہ کے بقا میں اپنے وطنوں کے مسلمانوں سے چھیننے کی امید
نظر آتی تھی۔ غرض سب نے ہمت کر کے مسلمانوں کو بڑی بہادری سے روکا۔

اس کا بیان۔

مسلمانوں کا علم سپہ سالاری ایک نامور بہادر سفیان کے ہاتھ میں تھا۔ اور ولی عہد خلافت
یزید کی شرکت سے لشکر اسلام کا حوصلہ اور بڑھ گیا تھا۔ لشکر اسلام خشکی اور تری دونوں راستوں سے
بڑھا۔ اور اسلامی بیڑا بلا تامل اور بغیر کسی مزاحمت کے درۂ دانیال میں داخل ہو گیا جہازوں نے
شہر سے سات میل ادھر ہٹ ڈومون نام ایک قدیم قصر کے پاس لنگر ڈالا۔ مسلمانوں نے فوراً
جہازوں سے اتر کے حملے شروع کر دیے۔ اور ایک مدت تک روز صبح سے شام تک حملے
ہوتے رہے جن میں کبھی کبھی حامیان شہر کو پیچھے ہٹنا پڑتا۔

محاصرۂ قسطنطنیہ

مگر محاصرہ کرنے والوں نے شہر کی مضبوطی اور اس میں کمک پہونچنے کے وسائل و ذرائع
کا اندازہ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ مضبوط اور بلند شہر پناہ کی حفاظت رومیوں نے فوج کی کافی تعداد
اور بہت باقاعدگی سے کی۔ پھر اس کے ساتھ وہ عربوں پر یونانی آتش سیال کی پچکاریاں مارتے
اہل شہر کی بہادری اور آتش باری نے عربوں کو حیران و پریشان کر دیا۔ اس سخت مزاحمت کی
وجہ سے شہر پر زور نہ چلا تو انھوں نے درۂ دانیال کے اندر دونوں طرف یورپ و ایشیا
کی آبادیوں پر حملے شروع کر دیے۔ اور مشرق و مغرب جانب کی بستیوں کو لوٹنے مارنے لگے

اہل قسطنطنیہ کا سختی سے روکنا۔

باوجود سخت ناکامی کے عربوں نے سات سال تک محاصرہ جاری رکھا۔ اپریل سے ستمبر تک

محاصرہ کی مدت۔

حملے کرتے اور جب جاڑوں کا موسم شروع ہو جاتا تو اسی میل پیچھے ہٹ کر جزیرہ قزیقوس میں ٹھہر جاتے جس مقام کو انھوں نے اپنے سامان جنگ اور مال غنیمت رکھنے کا مرکز قرار دیا تھا جاڑوں بھر وہاں رہتے اور گرمیوں کے شروع ہوتے ہی پھر حملے شروع کر دیتے۔ اور ہر مرتبہ وہی پہلا جوش شجاعت اور فتح کا حوصلہ دکھا دیتے۔

عربوں کا بیڑا کا مرکز

مگر اس طولانی محاصرے میں جہازوں کی تباہی، دشمنوں کی بہادری، آتش باری، اور وبائی بیماریوں نے عربوں کو ایسا عاجز کر دیا کہ مجبوراً محاصرے سے دست بردار ہو کر شام میں واپس آ گئے اتنی مدت میں اُن کے تیس ہزار آدمی شہید ہو چکے تھے اور ابو ایوب انصاریؓ کا ایسا نامور صحابی جس نے غزوات بدر و اُحد میں حضرت رسالتؐ کی رفاقت کی تھی آغوش لحد سپرد کیا گیا۔

اُن کو ناکام واپس ہونا پڑا

حضرت ابو ایوب نے اسی محاصرہ قسطنطنیہ کے دوران میں پیچش میں مبتلا ہو کر انتقال فرمایا۔ٖ اور شہر پناہ کے نیچے ایسی متانت اور وہی عظمت سے دفن کیے گئے کہ عیسائی بھی جو شہر پناہ سے دیکھ رہے تھے حیران و ششدر رہ گئے مسلمانوں کے واپس آنے سے ۸۰۰ برس تک اُن کا مرقد پاک گمنامی میں پڑا رہا۔ یہاں تک کہ جب سلاطین آل عثمان میں سے سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ کو فتح کیا تو ایک الہامی طریقے سے مسلمانوں کو اس مزار پُرانوار کا پتہ لگا اور اُس پر عالیشان مقبرہ تعمیر ہو گیا۔

ابو ایوب کی وفات

اس محاصرہ کی ناکامی نے سارے مشرق و مغرب میں رومیوں کی قدیم بہادری کی شہرت پھر تازہ کر دی۔ اور مسلمانوں کی عظمت چند روز کے لیے ماند پڑ گئی چنانچہ تکمیل صلح کے لیے رومی سفیر دمشق میں پہنچا تو اس کا دھوم دھام سے استقبال کیا گیا۔ رؤسائے قریش کی بھری محفل میں وہ تخت سے بلایا گیا اور تیس سال کے لیے صلح ہوئی جس مدت میں خلافت پر فرض تھا کہ دولت روم کو تین ہزار دینار، اچھی نسل کے پچاس گھوڑے اور پچاس غلام ادا کیا کرے۔

ناکامی کا برا اثر

ذلیل صلح

گبن نے اپنی شہادت میں چار یونانی مورخوں اور دو عربی تاریخوں کو پیش کیا ہے۔ یونانیوں میں سب سے پہلا نام نقی فورس (Nece Phorus) کا ہے جس نے کلیسا کی ایک تاریخ ۲۳ جلدوں میں لکھی ہے اور چودھویں صدی عیسوی میں تھا جس کے

گبن کے ماخذ

ع ۵ انسائکلوپیڈیا آف اسلام۔ حالات حضرت ابو ایوب انصاریؓ۔

معنے یہ ہوئے کہ محاصرہ قسطنطنیہ کے زمانے سے تقریباً ۵۰۰ برس بعد تھا۔

دوسرا قدری نوس (Cedrenus) نام ایک مجہول الحال مورخ ہے۔

تیسرا تھیوفانس (Theophanes) ہے جس نے سنہ ۸۱۸ء میں وفات پائی یعنے حضرت معاویہ کے عہد سے تقریباً ڈیڑھ سو برس بعد تھا۔ چوتھا زونارس (Zonaras) ہے جس نے اپنی تاریخ میں تخلیق عالم سے سنہ ۱۱۱۸ء تک کے حالات لکھے ہیں اور واقعہ مذکورہ سے پانچ سو برس بعد تھا۔

مسلمان مورخین میں سے کتب کے ماخذ الملکین اور ابوالفدا ہیں۔ لیکن ہماری نظر سے نہیں گذری اور ابوالفدا ہمارے پاس موجود ہے اس میں یہ واقعہ اسی قدر بیان کیا گیا ہے جتنا کو دیگر عیسائی مورخین نے لکھا ہے۔ اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ یہ دونوں مورخ اسلام کے اصلی مورخ نہیں بلکہ محض ناقل ہیں۔ اصلی ماخذ طبری اور اس کے معاصر ہیں۔ طبری صرف طلب روایات کرتا ہے ابن اثیر نے زیادہ تر طبری ہی کے بیان کیے ہوئے حالات کو واقعہ نگاری کی شان سے لکھا ہے اور تاریخ ابوالفدا ابن اثیر کا نہایت مختصر خلاصہ ہے۔

وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔

بہرحال جن واقعات کو خاص اسی زمانے کے لوگوں نے لکھا ہو تو اگر صدی دو صدی بعد کا کوئی مصنف اس کو لکھے تو لازم ہے کہ اپنے زمانے سے اس عہد تک کے قابل اعتبار راویوں کا سلسلہ روایات پیش کرے بغیر اس کے اس کا کوئی بیان قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔ اس بنا پر ہم گبن کے بیان کو درجۂ اعتبار سے ساقط سمجھتے ہیں اور نہیں کہہ سکتے کہ جو واقعات اس نے بیان کیے ہیں کہاں تک صحیح اور قابل اعتبار ہیں۔

مروان کی معزولی
سعید بن عاص
حاکم مدینہ

اسی سنہ ۴۹ھ میں ربیع الاول یا آخر کے مہینے میں جناب معاویہ نے مروان بن حکم کو مدینے کی حکومت سے معزول کرکے ان کی جگہ سعید بن عاص کو والی مدینہ مقرر فرمایا۔ مروان کا زمانہ آٹھ سال سے کچھ زیادہ رہا اور اس کے زمانے میں عبداللہ بن حرث بن نوفل مدینے کے قاضی تھے۔ سعید نے ان کو معزول کرکے ابوسلمہ بن عبدالرحمن کو قاضی مقرر کیا۔

حضرت حسن رض
کی وفات

اس کے بعد سنہ ۴۹ھ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے سفر آخرت فرمایا۔ بعض لوگ آپ کا زمانہ وفات ۵ ربیع الاول سنہ ۵۰ھ اور بعض سنہ ۵۱ھ بتاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اشعث بن قیس کی بیٹی جعدہ نے جو آپ کے عقد نکاح میں تھی کمال بیوفائی و دغابازی سے آپ کو زہر دے کے دنیا اور آپ کی برکتوں سے محروم کر دیا۔ آپ کی وفات کے مفصل حالات کو ہم آئندہ باب میں بیان کریں گے۔

پانچویں فصل

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مبارک زندگی

ولادت و نسب۔ جوانان جنت کے سردار۔ رسول اللہ صلعم سے اشبہ۔ آغوش رسالت میں کھیلنا۔ رسول خدا کو آپ سے محبت۔ وفات نبوی کے وقت آپ کی عمر۔ حضرت صدیق کا برتاؤ۔ خزانۂ خلافت سے وظیفہ۔ بیشمار فضائل۔ حلم اور بردباری۔ جھگڑے سے بھاگنا۔ اہل بصرہ کو موافق بنانا۔ شیریں بیانی۔ فحش الفاظ سے بچنا۔ فیاضی۔ خودداری و شوکت۔ زہد و تقویٰ۔ قناعت۔ خلافت چھوڑ دینا۔ حضرت حسینؓ نے بھی دعوائے خلافت نہ قبول کیا۔ معاویہ کا سلوک۔ خاموش زندگی۔ جناب رسالت کا خواب میں آکر تعلیم دینا۔ کثرت نکاح۔ بیویوں سے اچھا برتاؤ۔ ایک اچھا خواب اور خوفناک تعبیر۔ مرض موت۔ زہر دیا گیا۔ زہر دینے والی۔ یزید کی سازش۔ اس واقعہ کی صحت میں شک۔ نزع میں اضطراب۔ وصیت۔ روضۂ رسالت میں دفن ہونے کی آرزو۔ عمر اور تاریخ وفات۔ دشمن بھی آپ پر رویا۔ حضرت عائشہؓ نے دفن ہونے کی اجازت دیدی۔ مروان کی مزاحمت۔ خونریزی کا اندیشہ۔ ابوہریرہ کے کہنے سے صلح۔ غسل دینے والے۔ نماز جنازہ۔ آپ کی وفات پر معاویہ و اہل شام کی خوشی۔ ابن عباس اور معاویہ۔ معاویہ کو انکی سرزنش۔ اولاد۔ بیویاں۔ آپ کی وفات کی خبر کوفہ میں۔ اہل کوفہ کا حضرت حسینؓ کو اکسانا۔ آپ کا انکار۔ خلافت راشدہ کا خاتمہ۔

ولادت نسب — حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب علی مرتضیٰ کے فرزند اکبر ہیں۔ جناب سیدۃ النساء العالمین فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہجرت کے تیسرے برس نیمہ رمضان میں پیدا ہوئے اور سبط اکبر کے محترم لقب سے ملقب ہیں۔ خود جناب سرور عالمؐ نے آپ کا نام حسن رکھا۔ اور سینے آپ چہرہ کی طرح نہایت اچھا اور عرب میں بالکل نیا نام تھا۔ ساتویں دن رسول اللہ صلعم نے آپ کا عقیقہ کیا اور حکم فرمایا کہ بالوں کے برابر چاندی تول کے خیرات کردی جائے۔ یہ رسم تبرکًا آج تک ساری دنیا کے مسلمانوں میں رواج ہے۔

جوانان جنت کے سردار — آنحضرت صلعم نے آپ کے اور آپ کے بھائی حضرت حسینؓ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔

رسول اللہ صلعم سے اشبہ

امام بخاری کی روایت سے ثابت ہے کہ آپ سے زیادہ رسول اللہ صلعم کے مشابہ کوئی نہ تھا۔ آپ کا پیارا چہرہ دیکھ کر جمال محمدی کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی۔ ایک روز حضرت صدیق اکبرؓ عصر کی نماز پڑھ کے مسجد سے نکلے تو دیکھا کہ حضرت حسنؓ کھیل رہے ہیں۔ فوراً گود میں اٹھا کر گردن پر بٹھا لیا اور فرمایا "بعینہٖ رسول اللہ صلعم کی صورت ہے علیؓ کی صورت نہیں ملتی۔ حضرت علیؓ بھی سامنے کھڑے تھے سن کر ہنسنے لگے۔

آغوش شفقت میں کھیلنا رسول اللہ سیدا کو آپ سے محبت

حضور سرورعالم کو آپ سے بےحد محبت تھی گود میں لے کر کھلاتے اور آپ کی ادنیٰ دل آزاری کو بھی نہ برداشت فرما سکتے۔ براء بن عازبؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول خدا صلعم حسنؓ کو اپنے کندھے پر لیے ہیں۔ اور فرماتے ہیں "خداوندا۔ یہ مجھے محبوب ہے تو بھی اسے محبوب رکھ"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں میں نے ایک روز دیکھا کہ جناب رسالت مآب منبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے ہیں حسنؓ بن علیؓ آپ کے پہلو میں ہیں جو کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی آپ کی صورت دیکھنے لگتے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں "میرا یہ فرزند سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں اتفاق کرا دے گا"۔

اسی طرح حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلعم نے ارشاد فرمایا "یہ دونوں فرزند (حسنؓ و حسینؓ) میرے دنیا کے ریحانہ یعنے پھول ہیں"۔

اسامہ بن زید کا بیان ہے کہ حضور سرورعالم ایک روز حسنؓ اور حسینؓ دونوں کو اپنی کمر پر اٹھائے ہوئے تھے اور فرماتے تھے "یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں خداوندا مجھے ان سے محبت ہے تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت کرے اس کو بھی دوست رکھ"۔

ترمذی کی روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا "اپنے گھر والوں میں حضور کو کس سے زیادہ محبت ہے؟ فرمایا "حسنؓ اور حسینؓ"۔

ابن عباس کہتے ہیں ایک دن رسول خدا صلعم حضرت حسنؓ کو گردن پر لیے ہوئے تھے کسی نے کہا "کیسی اچھی سواری ہے"۔ ارشاد ہوا "اور سوار بھی کیسا اچھا ہے"۔ بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلعم اسامہ بن زید اور حضرت حسنؓ کو بٹھا لیتے اور فرماتے "خداوندا مجھے ان دونوں سے محبت ہے تو بھی انھیں دوست رکھ"۔

ایک دن حضور سرورعالم منبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے اتنے میں حضرات حسنؓ و حسینؓ

تفریح کرتے پہنچے ہوئے آ گئے، آپ نے فوراً منبر سے اُتر کے دونوں کو آگے بٹھا لیا اور
پھر خطبہ خوانی میں مصروف ہوئے۔ اکثر یہ ہوتا کہ رسول خدا صلعم مصروف نماز ہیں اور سجدے میں ہیں
حضرت حسنؓ آ کے گردن پر سوار ہو گئے پھر جب تک خود نہ اتریں آپ سجدے ہی میں پڑے
رہتے۔ اسی طرح آپ رکوع میں ہوتے اور حضرت حسنؓ آ کے دونوں ٹانگوں کے بیچ میں سے
ہو کر کبھی پیٹ کے نیچے چلے جاتے اور کبھی باہر نکل آتے اور جب تک اس طرح کھیلتے جناب رسالت
مآب صلعم رکوع ہی میں رہتے۔"

ایک دن لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو اپنے نانا کی کون کون باتیں یاد ہیں؟ فرمایا ایک دن خیرات کے چھوہاروں کی ٹوکری رکھی تھی میں نے ایک چھوہارا اٹھا کے منہ میں رکھ لیا۔ آپ نے دیکھا تو فوراً اُس کو میرے منہ سے نکال کے پھینک دیا۔"

الغرض آپ کا بچپن حضرت رسالت مآب کی آغوش میں بسر ہوا اور کنار نبوت میں کھیلتے گزری۔ یہاں تک کہ حضور سرور عالم نے انتقال فرمایا اور آپ کی عمر ساڑھے سات برس کی تھی۔ اسی بچپن کے زمانہ میں آپ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو خلیفۂ رسولؐ اور منبر رسالت پر خطبہ پڑھتے دیکھا تو بچپن کے جوش میں بگڑ کے فرمایا "میرے باوا کے منبر سے اُترو"۔ حضرت علیؓ بھی موجود تھے فرزند کی یہ گستاخی دیکھ کر گھبرا گئے اور حضرت صدیقؓ سے کہا آپ ایسا خیال نہ کیجئے گا کہ میں نے سکھا دیا ہے۔ مگر خلیفۂ اسلام نے کہا آپ سے کیا تعلق؟ پھر حضرت حسنؓ کو اٹھا کے پیار کیا اور فرمایا "بیشک یہ آپ کے باوا ہی کا منبر ہے" اور اس کے بعد دیر تک پھوٹ پھوٹ کے روتے رہے۔

اسلام کے غلبے اور مصر و شام کے زیر سایۂ خلافت آنے کے واقعات آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ سترہ برس کے تھے کہ حضرت عمرؓ نے خزانۂ خلافت کو دولت سے لبریز دیکھ کر حضرت علیؓ کے مشورے سے تمام مستحقین کے وظائف مقرر فرمائے اور کسی دنیاوی استحقاق کا نہیں بلکہ تعلقات و قرابت رسولؐ کو قرار دیا۔ چنانچہ سب سے بڑا سالانہ وظیفہ حضرت عباسؓ کا مقرر فرمایا جس کی مقدار پچیس ہزار کی تھی۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ حضرات بنی ہاشم کا رکھا جن کے بارہ بارہ ہزار مقرر فرمائے۔ حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ میں سے ہر ایک کے پانچ پانچ ہزار جاری کئے۔

اخلاق و شمائل: آپ کے بہت سے فضائل مروی ہیں جن کے مشرح طور پر بیان کرنے کے لیے ایک دفتر عظیم چاہیے۔ ان دینی فضیلتوں کے علاوہ آپ کی ذات کو دیکھیے تو

وفات نبوی کے وقت آپ کی عمر

حضرت صدیقؓ کا پیار کرنا

خزانۂ خلافت سے وظیفہ

بشارات و فضائل

حلم اور بردباری

جھگڑے سے بھاگنا

نہایت ہی بُردبار و حلیم تھے جھگڑے سے بھاگتے اور صلح جوئی شعار تھا جب حضرت عثمانؓ کے بعد جھگڑوں اور فتنوں نے دنیائے اسلام میں ہلچل ڈالی تو آپ حضرت علیؓ کو ہمیشہ یہی مشورہ دیا کرتے کہ ان فتنوں بھری خلافت کو چھوڑ کے علیحدہ ہو جائیے۔ نہ ام المومنین عائشہؓ سے لڑیئے نہ طلحہ و زبیر سے اور نہ معاویہ سے۔ لیکن اس کے ساتھ خلیفۂ وقت کی اطاعت کو بھی فرض جانتے تھے چنانچہ اگرچہ حضرت علیؓ نے آپ کے مشورے کے خلاف کیا مگر آپ عملی طور پر ہمیشہ اُن کے مطیع فرمان رہے اور پدر بزرگوار کے ہر حکم کو نیک نفسی اور دلی خوشی کے ساتھ بجا لائے۔

اہل بصرہ کو موافق بنانا۔

چنانچہ جنگ جمل کے موقع پر جب بصرے والے ابو موسیٰ اشعری کی پیروی میں حضرت علیؓ کا ساتھ دینے سے انکار کر رہے تھے اور عمار بن یاسر، محمد بن ابی بکر اور مالک اشتر وغیرہ میں سے کسی کی کوشش کارگر اور سود مند نہ ہوئی تو حضرت حسنؓ کی فصیح اور پُراثر تقریر نے ایک آن کی آن میں سب کو حضرت علیؓ کے موافق بنا دیا۔

شیریں بیانی۔

آپ کی شیریں بیانی مشہور تھی۔ عمیر بن اسحٰق کہتے ہیں "بجز حسنؓ بن علیؓ کے مجھے کوئی ایسا نہیں ملا کہ وہ باتیں کرے اور میرا جی چاہے کہ سنتا ہی رہوں وہ بولتا رہے اور میں خاموش کھڑا سنا کروں۔ اُن کی زبان سے میں نے کبھی کوئی فحش کلمہ نہیں سُنا بجز ایک بار کے جب کہ اُن میں اور حضرت عثمانؓ کے فرزند عمرو میں ایک زمین کے بارے میں نزاع ہوئی۔ عمرو بن عثمانؓ نے آپ کے کہنے کو نہ مانا تو فرمایا اُن کے لیے بجز ایسی چیز کے جو اُن کی ناک کو خون آلود کرے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔" بس یہی آپ کا سخت ترین فحش تھا۔

فحش الفاظ سے بچنا۔

جب آپ خلافت سے دست بردار ہو کے مدینے میں فروکش ہوئے تو مروان جو معاویہ کی طرف سے وہاں کا حاکم تھا ہر جمعہ کو حضرت علیؓ کی شان میں گستاخیاں کرتا۔ آپ کا نام لے کر کوستا اور گالیاں دیتا مگر آپ کچھ نہ بولتے۔ کمال ضبط و تحمل سے خاموش بیٹھے سنا کرتے آخر ایک دن اُس نے یہ حرکت کی کہ اپنے ایک آدمی کو بھیجا جس نے آ کے آپ کے منہ پر کہا "علی علی اور تم تم۔ مجھے تو بجز خچر کے تمہاری کوئی مثال نہیں نظر آتی جس سے پوچھا گیا کہ تمہارا باپ کون ہے تو اُس نے کہا میری ماں گھوڑی تھی"۔ اس بیہودہ گوئی اور بدتمیزی کی گستاخی کو سُن کر آپ نے فرمایا "مروان سے جا کے کہہ دینا کہ میں بخدا تیری گالیوں کے جواب میں تجھے گالی نہ دوں گا۔ ہاں خدا کے سامنے البتہ میرا تیرا فیصلہ ہوگا۔ اگر تو سچا ہے تو خدا تجھے تیری راست بازی کا صلہ دے گا اور اگر جھوٹا ہے تو سخت ترین انتقام لینے والا بھی وہی ہے۔"

ایک دن مروان سے آپ سے رو بہ رو گفتگو ہو رہی تھی۔ مروان اپنی عادت کے موافق
سخت کلامی کرنے لگا اور آپ خاموش سنتے رہے بکتے بکتے مروان نے اتفاقاً داہنے ہاتھ
سے ناک پاک کی۔ آپ نے بے اختیار فرمایا کمبخت تجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ داہنا ہاتھ صرف
منہ کے لیے ہے اور دیگر منافذ جسم کے لیے بایاں ہاتھ ہے۔ اس اخلاقی تعلیم کا ایسا رعب
پڑا کہ وہ خاموش رہ گیا۔

فیاضی۔ آپ اعلیٰ درجے کے فیاضان عرب میں شمار کیے گئے ہیں کبھی کبھی اکیلے ایک
شخص کو ایک ایک لاکھ درہم دے ڈالے۔ دو بار اپنا پورا مال خیرات کر ڈالا۔ اور تین بار آدھا آدھا
اور پھر اس احتیاط و نصفی کے ساتھ کہ جوتے میں سے بھی ایک رکھ لیا اور ایک نکال ڈالا۔

خودداری و شوکت۔ نہایت ہی وقار، اطمینان، قناعت اور حشمت کے ساتھ زندگی بسر کرتے۔ ابن سیرین
کہتے ہیں ایک بار کسی حسین عورت سے عقد کیا تو اس کے پاس سو لونڈیاں بھیجیں اور ہر لونڈی
کے ہاتھ میں ہزار درہموں کی تھیلی تھی۔

زہد و تقویٰ۔ اس کے ساتھ بڑے عابد و زاہد پرہیزگار اور نیک نفس تھے۔ بہت سے حج کیے جن میں سے
کئی بار پاپیادہ مکہ معظمہ میں تشریف لے گئے سواری کے اونٹ ساتھ ساتھ تھے مگر آپ
حرمت کعبہ کے خیال سے پیدل جا رہے تھے۔

قناعت۔ جو حال ہوتا اس پر قانع و شاکر رہتے اور ہوسوں سے بچتے۔ ایک دن لوگوں نے آپ سے
کہا "ابو ذر کہتے ہیں مجھے غنی ہونے سے فقیر ہونا اور تندرست ہونے سے مریض ہونا زیادہ
پسند ہے۔" فرمایا "خدا ابو ذر کے حال پر رحم کرے میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص خدا کے سلوک کی
خوبیوں پر بھروسہ رکھتا ہے وہ بجز اس حالت کے جو خدا نے اس کی کر دی ہے کسی دوسری
حالت کی تمنا نہیں کر سکتا۔" یہ ہے اسلام کا سچا زہد و تقویٰ جو رہبانیت ترک کرا کے مسلمانوں کو
شاکر و صابر اور عابد و زاہد بناتا ہے۔ افسوس کہ ابو ذر کے زہد میں رہبانیت کی بو آتی تھی جس سے
مجبوراً تمام صحابہ کو اختلاف کرنا پڑا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اس تقویٰ و ترک دنیا کو مولانا روم نے
کیسے اچھے انداز سے ظاہر فرمایا ہے؟ فرماتے ہیں۔

بیت: دنیا از خدا غافل بدن — نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اسی جوش قناعت میں اور دیگر صد ہا مصالح کا خیال فرما کے جب جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں

خلافت چھوڑ دینا۔ آپ نے خلافت چھوڑ دی تو تمام سچے مسلمانوں کو نہایت افسوس تھا بعض شیعیان علیؓ سے

ضبط نہ ہو سکا۔ درشت الفاظ میں شکایت کی۔ فرمایا "مجھے پسند نہ آیا کہ ملک کے لیے تم کو کٹواؤں"۔
پھر جب مدینہ میں آکر قیام فرمایا تو کسی نے آکر عرض کیا "لوگوں کا خیال ہے کہ آپ پھر خلافت کو
لینا چاہتے ہیں"۔ فرمایا "عرب کی کھوپڑیاں میرے ہاتھ میں تھیں جن کو جس سے چاہتا لڑاتا اور
جن سے چاہتا ملاتا۔ اس وقت تو محض رضائے الٰہی پر قانع رہنے اور اُمت محمدی کو خونریزی
سے بچانے کے خیال سے میں نے خلافت کو چھوڑ دیا اور اب اہل حجاز کے سر پر مصیبت
لانے کے لیے اُسے پھر اختیار کروں گا؟" جن لوگوں کے دل دکھے ہوئے تھے اُن میں سے
کوئی گستاخ اپنے اور آپ کے رتبے کو بھول کے کہہ بیٹھا "اے ننگ مومنین!" کمال تحمل و سکون
سے فرمایا "ننگ ہی سہی مگر ننگ بھی دوزخ سے بہتر ہے"۔ عـــہ

حجر بن عدی نے سب سے زیادہ زور دے کر کہا "اے فرزند رسالت جب حالت کو میں
دیکھ رہا ہوں اس سے پیشتر ہی میں مر گیا ہوتا تو بہتر تھا۔ آپ نے ہمیں عدالت سے نکال کے
ظلم کے آغوش میں دے دیا۔ ہم نے حق کو چھوڑ دیا اور اس باطل میں مبتلا ہیں جس سے بچ سکتے
تھے"۔ فرمایا "بڑے بڑے لوگوں کو میں نے دیکھا کہ صلح کے خواستگار رہیں اور لڑائی سے
بھاگتے ہیں۔ لہذا مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ جس چیز کو وہ ناپسند کرتے ہیں اُس پر انہیں مجبور کروں۔
یہ کارروائی میں نے اپنے شیعوں کی خواہش کے مطابق کی ہے"۔

حضرت حسینؓ نے دعوائے خلافت نہ قبول کیا۔

اس جواب پر خاموش ہو کر حجر نے عبید بن عمرو کو ساتھ لیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی
خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "اے ابو عبداللہ (یہ حضرت حسینؓ کی کنیت ہے) آپ لوگوں نے
عزت کو بیچ کے ذلت مول لی۔ بہت کو چھوڑ کے تھوڑا اختیار کیا۔ ہم نے آپ کی اطاعت
کی اور زمانہ ہم سے نافرمان ہو گیا۔ آپ حسنؓ کو اور اس صلح کو چھوڑیں اور کوفے وغیرہ کے شیعیان علیؑ
کو جمع کریں۔ مجھے اور میرے اس رفیق کو اپنا مقدمۃ الجیش مقرر کریں۔ ہند کے بیٹے (معاویہ)
کو خبر بھی نہ ہوگی اور ہماری تلواریں ان پر برس پڑی ہوں گی"۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا "ہم سب
حسنؓ کی بیعت کر چکے اور معاہدہ ہو گیا جس کے توڑنے کی کوئی صورت نہیں ہے"۔ عـــہ

معاویہ کا سلوک۔

ایک مرتبہ آپ معاویہ سے ملے تو انہوں نے احترام کیا۔ اور کہا میں آپ کو اتنا کچھ

عـــہ ابن اثیر و تاریخ الخلفا۔ و اصابہ حالات حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔

عـــہ اخبار الطوال ابوحنیفہ دینوری صفحہ ۲۲۲۔

دوں گا کہ نہ کسی کو اس سے پہلے دیا ہے اور نہ بعد دوں گا۔" چنانچہ چار لاکھ درہم نذر کیے۔

خاموشی سے زندگی

غرض حضرت حسنؓ نے خلافت چھوڑنے کے بعد ہمیشہ خاموشی اور بے نفسی کی زندگی بسر کی۔ معاویہؓ کے پاس سے آپ کو ہر سال ایک لاکھ درہم ملا کرتے تھے۔ ایک سال اس رقم کے پہونچنے میں تاخیر ہوئی اور فیاضیوں کا سلسلہ جاری ہونے کی وجہ سے آپ کو خرچ کی تکلیف ہوئی۔ فرماتے ہیں میں نے قلم دوات منگوا کے ارادہ کیا کہ معاویہ کو لکھوں مگر خود ہی رک گیا۔ رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ جناب رسول خدا صلعم تشریف لائے ہیں اور پوچھتے ہیں "حسن کیسے ہو؟" عرض کیا "یا رسول اللہ اچھا ہوں، مگر اب کی معمولی رقم نہ آنے سے تکلیف ہے۔" ارشاد ہوا "تم نے دوات منگوائی تھی کہ اپنے ہی سے ایک مخلوق کے سامنے اس کی شکایت کرو؟" عرض کیا "جی ہاں" فرمایا "خدا سے کہو" اور ایک دعا پڑھنے کو بتائی۔ میں نے اس دعا کو خدا کی قسم پورے ایک ہفتے بھی نہ پڑھا ہوگا کہ معاویہؓ نے میرے پاس پندرہ لاکھ درہم بھیج دیئے۔ اور میں نے کہا اس خدا کا شکر جو اپنے یاد کرنے والے کو نہیں بھولتا اور مانگنے والے کو گھاٹے میں نہیں رکھتا۔ اس کے بعد پھر رسول اللہ صلعم میرے خواب میں تشریف لائے اور پوچھا "حسن کیا حال ہے؟" میں نے عرض کیا کہ "خیریت سے ہوں۔" اور ساری سرگذشت بیان کی۔ فرمایا "بیٹا! اس شخص کی یہی حالت ہوتی ہے جو خالق سے امیدوار ہو اور مخلوق سے کسی قسم کی امید نہ رکھے۔"

جناب رسالت مآب کا خواب میں آکر تعلیم دینا

کثرت نکاح

نکاح کے بارے میں شریعت کی آسانیوں سے آپ نے جس قدر فائدہ اٹھایا بہت کم کسی نے اٹھایا ہوگا۔ لذت سے نکاح کرتے اور اسی کے مطابق بکثرت عورتوں کو طلاق بھی دیا کرتے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے نوے عورتوں کو اپنے عقد نکاح میں لیا۔ اور ان میں سے بہتوں کو طلاق دی۔ مگر آپ کا برتاؤ اور آپ کی خوبیاں ایسی تھیں کہ جو عورت نکاح میں آتی یہی چاہتی کہ زندگی بھر آپ کی خدمت میں رہے۔

بیویوں سے اچھا برتاؤ

آخر آپ کے نکاحوں اور طلاقوں سے اندیشہ ہوا کہ قبائل عرب آپ سے دشمن ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے ایک بار اہل کوفہ سے کہا "لوگو حسنؓ کو بیٹی نہ دو۔ اس لیے کہ وہ اکثر طلاق دیا کرتے ہیں۔" یہ سن کر قبیلہ بنی ہمدان کا ایک شخص اٹھا اور عرض کیا "ہم تو اپنی لڑکیوں کو یقیناً ان کے عقد میں دیتے جائیں گے۔ انہیں اختیار ہے کہ جسے چاہیں رکھیں اور جسے چاہیں چھوڑ دیں۔"

حضرت علیؓ کا لوگوں کو بیٹیاں دینے سے روکنا

ایک اچھا خواب۔ ایک خوفناک تعبیر

ایک روز خواب میں دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سورہ قل ہو اللہ احد لکھی ہوئی ہے۔ اس خواب کو سن کر سب گھر والے خوش ہوئے لیکن یہ خواب سعید بن مسیب کے گوش گزار ہوا تو فرمایا اگر یہ خواب سچ ہے تو حسنؓ کی زندگی کے چند ہی روز باقی رہ گئے ہیں۔"

مرض موت۔ زہر دیا گیا۔

اور ایسا ہی ہوا چند ہی روز بعد آپ بیمار ہوئے اور بیماری کا سلسلہ چالیس روز تک جاری رہا۔ حضرت حسینؓ اور ان کے ایک رفیق عیادت کو آئے اور مزاج پوچھا۔ فرمایا "میں نے ... کی دوا اس سے پہلے کہ ایک ٹکڑا گرا۔ مجھے کئی بار زہر دیا گیا مگر ایسا شدید زہر مجھے کبھی نہیں دیا گیا تھا۔ اتنے میں حضرت حسینؓ تشریف لائے اور بہ اصرار پوچھنے لگے کہ آپ کو کس نے زہر دیا؟ مگر آپ نے نہ بتایا اور فرمایا اگر وہ شخص ہے جس پر مجھے گمان ہے تو سخت ترین انتقام لینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اگر وہ نہیں تو خدا کی قسم میں نہیں چاہتا کہ میرے لیے کوئی بے گناہ مارا جائے۔"

زہر دینے والی۔ یزید کی سازش۔

مشہور یہ ہے کہ آپ کی ایک منکوحہ عورت جعدہ بنت اشعث بن قیس نے آپ کو زہر دیا۔ اس کے پاس یزید نے کہلا بھیجا تھا کہ اگر تم حسنؓ کو زہر دے دو تو میں تم سے نکاح کر لوں گا۔ اس سبز باغ کے تصور میں جعدہ آپ کا کام تمام کر چکی۔ تو یزید کو پیام بھیجا کہ میں نے اپنا کام کر دیا اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ لیکن یزید نے کہلا بھیجا "حسنؓ جیسے کے پاس تمہارا رہنا ہم نے نہیں پسند کیا تو بھلا اپنے پاس رکھنا کیسے گوارا کریں گے۔" غرض جعدہ کی حالت ہوئی کہ "خسر الدنیا والآخرۃ"۔

اس روایت کی صحت میں شبہ۔

یزید کا ایسی سازش کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں اس لیے کہ جس معاہدے کی رو سے حضرت حسنؓ نے خلافت ترک کی اس کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ معاویہ کے انتقال کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوں گے۔ لہٰذا جب تک آپ زندہ تھے نہ بنی امیہ کے دل سے اندیشہ دور ہو سکتا تھا اور نہ یزید کے لیے باپ کی جانشینی کا راستہ صاف ہو سکتا تھا۔ مگر باوجود اس کے اس روایت کے صحیح ہونے میں بہت شبہ ہے۔

اس لیے کہ اول تو حضرت حسنؓ نے زہر دینے والے کا نام نہیں بتایا اور نہ اس کا کوئی ثبوت ہو سکا ہے کہ کس کو اور کس طریقے سے جعدہ کے زہر دینے کا حال معلوم ہوا۔ اور آپ کے سفر فردوس بریں کے بعد اگر کسی معتبر ذریعے سے ثابت ہو جاتا تو جعدہ

قصاص سے ہرگز نہ بچ سکتی تھی۔ حالانکہ اُس پر حکم قصاص جاری ہونے کا مورخین و اہل سیر نے متعلق ذکر نہیں کیا ہے۔

نزع میں اضطراب۔

انتقال اور نزع کے وقت آپ کو سخت اضطراب تھا اور نہایت سخت پریشان تھے۔ حضرت حسینؓ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا "بھائی جان! آپ کو پریشانی کس بات کی ہے؟ آپ تو حضرت رسول خدا صلعم اور جناب علی مرتضیٰ کے پاس جا رہے ہیں۔ دونوں آپ کے پدر بزرگوار ہیں۔ جناب خدیجہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لئے جاتے ہیں۔ دونوں آپکی والدہ محترمہ ہیں۔ قاسم اور طاہر کے پاس جاتے ہیں وہ دونوں آپ کے ماموں ہیں۔ حمزہ اور جعفر سے ملنے والے ہیں دونوں آپ کے چچا ہیں۔" حضرت حسنؓ نے فرمایا "بھائی۔ میں خدائے تعالیٰ کے اُس عالم کی طرف جاتا ہوں جس سے کبھی سابقہ نہیں پڑا اور خدا کی ایسی مخلوق کو دیکھ رہا ہوں جیسی خلقت اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھی تھی۔"

بیعت۔

حافظ ابن عبد البر کی روایت ہے کہ عالم احتضار میں آپ نے حضرت حسینؓ سے فرمایا "بھائی تمھارے والد نے (حضرت رسالتؐ کی وفات کے بعد) خلافت لینا چاہی مگر خدا نے اُن کو نہ دی اور ابوبکرؓ کو خلیفۂ رسولؐ بنا دیا۔ ابوبکرؓ کے بعد بھی وہ امیدوار تھے مگر عمرؓ کو مل گئی۔ اُن کے بعد جب انتخاب خلیفہ کے لیے شوریٰ ہو رہا تھا اس وقت اُن کو اپنے منتخب ہونے میں مطلق شبہ نہ تھا مگر خلافت بعوض اُن کے عثمانؓ کو مل گئی۔ بعد ازاں اس کی نوبت آئی کہ تلواریں کھنچیں۔ اور میں نے اس کو پسند نہ کیا۔ مجھے بخدا یہ ہوتا نہیں نظر آتا کہ خدا نبوت اور خلافت دونوں چیزوں کو ہمارے گھرانے میں جمع کرے۔ لہٰذا اگر اشرار کوفہ تمہیں بہکا کے خلافت کے ساتھ اٹھانا چاہیں تو ہرگز نہ ماننا۔[۵]

مرض موت کے وقت آپ کے سوتیلے بھائی محمد بن حنفیہ اپنے موضع میں گئے ہوئے تھے انہیں آدمی بھیج کر بلوایا۔ وہ آ گئے تو آپ کے بائیں جانب اور حضرت حسینؓ داہنے جانب رونق افروز ہوئے۔ آہٹ پا کے آپ نے آنکھ کھول دی اور حضرت حسینؓ سے فرمایا "بھائی میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اپنے بھائی محمد کے ساتھ اچھا سلوک کرنا" پھر محمد سے ارشاد ہوا "تم حسینؓ کی رفاقت اور وزارت کرتے رہنا۔"

---

۵ تاریخ الخلفاء۔ حالات حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔

روضۂ رسالت میں دفن ہونے کی آرزو

بعد ازاں حضرت حسینؓ سے فرمایا: میں نے ام المومنین عائشہؓ سے درخواست کی تھی کہ تربت رسول کے پاس میرے دفن ہونے کی اجازت دیں اور انھوں نے منظور فرما لیا لہٰذا میرے مرنے کے بعد تم پھر اُن کے پاس جا کے اجازت لینا۔ اگر وہ منظور کریں تو وہیں دفن کرنا۔ مگر مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ لوگ مزاحم ہوں گے۔ ایسا ہو تو جھگڑا نہ کرنا۔" ان وصیتوں کے بعد ۴۷ برس کی عمر میں ۱۵ رمضان ۴۹ھ کو فردوس بریں کی راہ لی۔ وفات میں اختلاف ہے بعضے ۵۰ھ اور بعضے اور کوئی سنہ بتاتے ہیں مگر قابل وثوق یہی ہے کہ ۱۵ رمضان ۴۹ھ کو دنیا سے رخصت ہوئے۔

عمر اور تاریخ وفات۔

مدینے میں وفات کی خبر مشہور ہوئی تو اکثر لوگ دوڑے آئے جن میں معزول شدہ حاکم مدینہ مروان بھی تھا۔ وہ جنازے کے پاس کھڑا ہو کے رونے لگا۔ اس کو روتے دیکھ کر حضرت حسینؓ نے فرمایا: کل تک تو تم ان بزرگ کو گالیاں دیتے تھے اور آج رو رہے ہو! اس نے کہا: میری یہ سخت کلامی ایسے شخص کے ساتھ تھی جو پہاڑ سے بھی زیادہ متحمل و بردبار تھا۔" سچ ہے "الفضل ما شہدت بہ الاعداء" یعنی فضیلت وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دے۔

دشمن بھی آپ کے رویا۔

اب حضرت حسینؓ جناب عائشہؓ کے پاس گئے اور روضۂ اقدس میں دفن کرنے کی اجازت مانگی۔ انھوں نے کہا: میں خوشی سے اجازت دیتی ہوں۔" مگر جب جنازے کو لے کے چلے تو مروان جو پہلے بھی اثر تھا مزاحم ہوا اور کہا: "حسینؓ اور عائشہؓ دونوں غلطی پر ہیں۔ حسنؓ روضۂ رسول میں ہرگز نہیں دفن ہو سکتے۔ اس مقبرے میں عثمانؓ کو تو نہ دفن ہونے دیا اور اب حسنؓ کو دفن کرنا چاہتے ہیں!" حضرت حسینؓ نے یہ حال سنا تو مع اپنے رفقا کے مقابلے کے لیے تیار ہوئے اور ہتھیار باندھے۔ ادھر مروان بھی جدال و قتال پر آمادہ ہو گیا۔ دم بھر میں سارے مدینے میں خبر ہو گئی۔ اور لوگ جوق جوق آنے لگے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے سنا تو حسرت کے ساتھ کہا: خدا کی قسم یہ ظلم ہے کہ حضرت حسنؓ روضۂ رسول میں نہ دفن ہونے پائیں۔ پھر حضرت حسینؓ کی خدمت میں دوڑے گئے آئے اور قسم دلائی کہ آپ کسی طرح دبیں اور کوشش فرمائیں کہ جھگڑا نہ ہو۔ آپ کے مرحوم بھائی جن کے لیے یہ کارروائی ہو رہی ہے وہ خود ہی فرما گئے تھے کہ روضۂ اقدس میں نہ ہو سکے تو مجھے بقیع میں دفن کرنا۔ ابوالفداء کا بیان ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہؓ اگرچہ اجازت دے چکی تھیں مگر خونریزی کا سامان دیکھ کر بولیں: "روضہ میرا حجرہ اور میری جائداد ہے۔ لہٰذا میں یہاں دفن ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔" بہرحال یہ اسی

حضرت عائشہؓ نے دفن کی اجازت دی۔

مروان کی مزاحمت۔

خونریزی کا اندیشہ۔

ابوہریرہؓ کے سمجھانے سے صلح۔

باتیں تھیں کہ حضرت سیدنا حسنؓ نے خاموشی اختیار فرمائی۔

غسل و تجہیز

آپ کو حضرات حسینؓ، محمد بن حنفیہ اور عباس بن علی نے غسل دیا اور کفن پہنا کے جنازہ تیار کیا۔

نماز جنازہ۔

بنی امیہ میں سے صرف سعید بن عاص جنازے پر تھے اس لیے کہ وہی شہر کے حاکم تھے چونکہ نماز پڑھانا اس وقت حاکم ہی کا کام تھا اس لیے حضرت حسینؓ نے ان کو امامت کے لیے آگے کر دیا لیکن ساتھ ہی ارشاد فرمایا۔ اگر یہ عام طریقہ نہ ہوتا تو میں تمہیں نماز نہ پڑھانے دیتا۔ نماز کے بعد آپ قیامت تک آرام لینے کے لیے بقیع میں حضرت سیدۃ النساء کے پہلو یا اپنی مادر مشفقہ کے آغوش میں لٹا دیے گئے۔

آپ کی وفات پر معاویہ و اہل شام کی خوشی

آپ کے بیمار ہوتے ہی مروان نے جناب معاویہ کو اطلاع کی اور انہوں نے حکم دیا کہ جب تک آپ بیمار ہیں مجھے ڈاک کے ذریعے سے روز بروز کی حالت سے آگاہ کیا جائے جس روز وفات کی خبر دمشق میں پہنچی بڑی خوشیاں منائی گئیں معاویہ سجدے میں گر پڑے قصر خضراء سے جو ایوان خلافت تھا تکبیر کے نعرے بلند ہوئے اور ساتھ ہی ہر گھر سے اللہ اکبر کے نعرے سنے جانے لگے جن کو سن کر فاختہ بنت قرظہ نے پوچھا "خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے یہ کس بات پر صدائے تکبیر بلند ہو رہی ہے" کہا "اس پر کہ حسنؓ بن علیؓ دنیا سے چل بسے" فاختہ بولی "تو یہ خوشیاں فاطمہ بنت رسول اللہ کے بیٹے کے مرنے پر ہیں" کہا "واللہ میرا مقصد نہیں کہ حسنؓ کی کسی قسم کی سبکی کی جائے۔ یہ باتیں فقط اس لیے ہیں کہ آج میرے دل کو چین آگیا۔"[۱]

ابن عباس اور معاویہ

تکبیروں کا غلغلہ سن کر حضرت ابن عباسؓ دوڑے آئے جو قسطنطنیہ کے جہاد سے واپس آکر دمشق میں ٹھہرے ہوئے تھے معاویہ نے دیکھتے ہی پوچھا "تم نے بھی سنا کہ تمہارے خاندان میں کیا سانحہ ہو گیا؟" ابن عباس بولے "میں نے تو کچھ نہیں سنا مگر ہاں آپ کو بشاش دیکھتا ہوں اور تکبیروں کا غلغلہ سن رہا ہوں" کہا "حسنؓ بن علیؓ نے انتقال کیا" یہ سن کر ابن عباس کی زبان سے بے اختیار نکلا "اللہ ابو محمد حسنؓ پر رحمت کرے" پھر بولے "اے معاویہ ان کے موجود ہونے سے ہم رسول اللہ صلعم کی وفات کے صدمے کو بھولے ہوئے تھے

[illegible]

---

۱ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۵

بعد ازاں فرمایا "معاویہ۔ نہ اُن کی قبر آپ کی قبر کو بند کر دے گی اور نہ اُن کی عمر کا کوئی حصہ آپ کی عمر میں شامل ہو جائے گا۔ اتنا کہا اور زار و قطار رونے لگے۔ بہرحال آپ کی وفات سے معاویہ کے دل کا یہ کانٹا نکل گیا کہ میرے بعد پھر خلافت حضرت علیؓ کے خاندان میں نہ چلی جائے۔"

حضرت حسنؓ کی اولاد اور بیویوں کی تفصیل میں مورخین و اہل سیر کو سخت اختلاف ہے۔ کتاب صفوۃ میں ہے کہ پندرہ فرزند اور آٹھ بیٹیاں چھوڑ کے آپ دنیا سے سدھارے۔ کتاب مواہب اہل بیت میں لکھا ہے کہ گیارہ فرزند اور ایک صاحبزادی جن کے اسمائے مبارک حسب ذیل ہیں: عبداللہ۔ قاسم۔ حسین۔ مثنی۔ زید۔ عمر۔ عبیداللہ۔ عبدالرحمن۔ احمد۔ اسماعیل۔ عقیل۔ ام الحسن ایک اور روایت سے ان کے علاوہ تین فرزندوں ابوبکر، طلحہ اور عبداللہ کے نام بھی ثابت ہوتے ہیں۔ مگر آپ کی نسل صرف تین فرزندوں قاسم ابوبکر اور عبداللہ سے دنیا میں باقی رہی۔

آپ کی بیویوں کا شمار اگرچہ نوے تک بتایا جاتا ہے مگر ان میں سے فقط خولہ بنت منظور فزاریہ۔ عقیبہ بن مسعود کی بیٹی ثقفیہ۔ ام اسحق بنت طلحہ بن عبیداللہ کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ خولہ حضرت حسن مثنی کی والدہ تھیں۔ زید اور ام الحسن عقیبہ بن مسعود کی بیٹی سے پیدا ہوئے۔ اور طلحہ کی والدہ ام اسحق مشہور و محترم صحابی حضرت طلحہؓ کی صاحبزادی تھیں۔

آپ کی وفات کی خبر کوفے میں پہنچی تو تمام لوگوں کو بڑا صدمہ ہوا۔ بعض رئیس شہر ایک جگہ جمع ہوئے اور سب کی طرف سے حضرت حسینؓ کی خدمت میں نامۂ تعزیت بھیجا گیا۔ اور جعدہ بن ہبیرہ نے جو شیعیان علیؓ میں ممتاز تھا آپ کو لکھا "ہم سب شیعیان علیؓ اپنی جانوں کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ پھر آپ کو چھوڑ کے اور کسی کا ساتھ نہ دیں گے۔ ہمیں آپ کے برادر محترم حضرت حسنؓ کی رائے جنگ و پیکار کے بارے میں معلوم تھی اور آپ کی رائے بھی معلوم ہے کہ اپنے وفادار جاں نثاروں کے حال پر مہربان دشمنوں کے نہایت مخالف۔ اور خدا کے معاملے میں نہایت سختی سے ثابت قدم ہیں۔ لہٰذا اگر آپ خلافت حاصل کرنا چاہتے ہوں تو ہمارے یہاں تشریف لائیے کیونکہ ہم اپنے نفسوں کو آپ پر فدا کرنے کے لئے تیار ہیں"۔ اس کے جواب میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا۔ "میرے جنت نشین بھائی کا معاملہ یہ ہے کہ خدا نے انہیں توفیق خیر دی اور حق پر قائم رکھا

بیویاں۔

آپکی وفات کی خبر کوفے میں۔

اہل کوفہ کا حضرت حسینؓ کو اکسانا۔

آپ کا انکار۔

رہا میں، تو میری ابھی یہ رائے نہیں ہے۔ خدا تمھارے حال پر رحم کرے۔ اپنے وطنوں میں استقلال سے ٹھہرے رہو۔ گھروں کے اندر پناہ لو۔ اور جب تک معاویہ زندہ ہیں تہمت لگانے سے بچو۔ ہاں اگر میری زندگی میں کوئی خاص واقعہ پیش آیا تو اس وقت میں تم کو اپنی رائے سے آگاہ کروں گا۔ والسلام۔

خلافت راشدہ کا خاتمہ

غرض حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی خلافت راشدہ کا خاتمہ ہو گیا اُس کے دوبارہ قائم ہونے کی کچھ امید تھی بھی تو آپ کی وفات کے ساتھ منقطع ہو گئی۔ حضرت حسینؓ کو کوفے والوں نے اُسی وقت کھڑا کرنا چاہا تھا مگر آپ نے جناب معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور کوئی وجہ نہ تھی کہ اس بیعت کو توڑ دیں۔ مگر جب حضرت معاویہ کی وفات کے بعد یزید کو شرع اسلام کی توہین کرتے دیکھا تو شیعیان کوفہ کے اصرار پر آپ نے دعوائے خلافت کر دیا۔ اس وقت شیعیان کوفہ نے بلا کر جیسی دغا بازی کی اور جس قساوت و سرد مہری سے پیش آئے اُس کو یاد کر کے دنیائے اسلام ہمیشہ روئے اور ماتم کرے گی! اور در اصل یہ ماتم اکیلے حضرت حسینؓ کے مظلومی کے ساتھ شہید کیے جانے کا نہیں بلکہ مبارک اور اعلاء کلمۃ اللہ کرنے والی خلافت راشدہ کے فنا ہو جانے کا ہے افسوس کہ جس طرح خلافت راشدہ کی برکتیں دنیا میں ہمیشہ زندہ رہیں گی اسی طرح اُس کے مٹنے کا صدمہ بھی کبھی نہ بھولے گا۔

تمت

عسے اخبار الطوال صفحہ ۲۲۳ و ۲۲۴

غلط نامہ

تاریخ اسلام

جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۲۱	۲۰	صناہین	صنعاہین	۶۵۷	۱۷	لانے	لائے
۵۲۹	۴	نزع	نزاع	۶۶۰	۹	روایت بھی ہے	روایت بھی ہے جو آپ کے مخالفوں کی بنائی ہوئی معلوم ہوتی ہے وہ روایت یہ ہے کہ
۵۳۶	۵	خبر نہ ہوا	خبر نہ ہو				
۵۴۹	۹	حضرات ابوذر	حضرت ابوذر				
۵۴۹	۹	سنہ ۳۲ھ	سنہ ۳۳ھ	۶۶۸	۱۷	کرورہم	کروہم
۵۷۸	۵	جہاں تک ہو	جہاں تک ہے	۶۶۹	۱۰	بن افع	بن رافع
۵۸۰	۲۵	کوسنے سے	کوفے سے	۶۷۳	۳	زاس	نہ اس
۶۰۲	۱۲	مخالفت	مخالف	۶۷۵	۲۱	غضب	غصب
۶۱۰	۳	خنظلہ	حنظلہ	۶۷۶	۱۳	جھگڑا ہوا تھا	جھگڑا ہو رہا تھا
۶۳۴	۹	خبر دینا مشہو	خبر دنیا میں مشہور	〃	۱۴	اسی طرح سے	اسی طرح عمار سے
۶۴۸	۱۴	دوایت	روایت	۶۷۷	۱۰	بنی شعم	بنی خثعم
۶۵۱	۵	کی جانے گی	کی جائے گی	〃	۲۴	صرحان	صوحان
۶۵۲	۱۱	بنی تقیف	بنی ثقیف	۶۹۷	۲۴	اسی اننا	اسی اثنا
۶۵۷	۶	گر	اگر	۷۰۱	۲۰	مارا جاتا۔ ایسا	مارا جاتا یا ایسا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۰۳	۷	ویجہ	ولیجہ	۸۲۷	۱۸	ہمراہ ہی	ہمراہی
۷۰۵	۱۲	کیسے جانے	کیے جانے	۸۳۵	۱۳	ذہل میں	ذہل بن
۷۱۶	۷	قرلیش	قریش	۸۶۴	۱۸	فاطمی	فاطمہ بھی
۷۳۹	۲۳	کرتا	کرنا	۸۸۲	۱۲	تکرر فرمایا	تکرر سکرر فرمایا
۷۵۴	۱۶	ہبیرہ	ابہبیرہ	۸۹۱	۲۴	پیش آگئے	پیش آئے
۷۶۶	۲۵	میں ہی	میں بھی	۸۹۵	۲	اس لیئے	اسی
۷۷۸	۹	عمر میں	عمرو میں	۹۰۸	۱۹	ملاک	ہلاک
۷۸۴	۳۲	آپ بھی جانتے	آپ یہ بھی جانتے	۹۱۴	۱۶	مقابل	بمقابل
۷۹۷	۱۹	صفی	صیفی	×	×	×	×